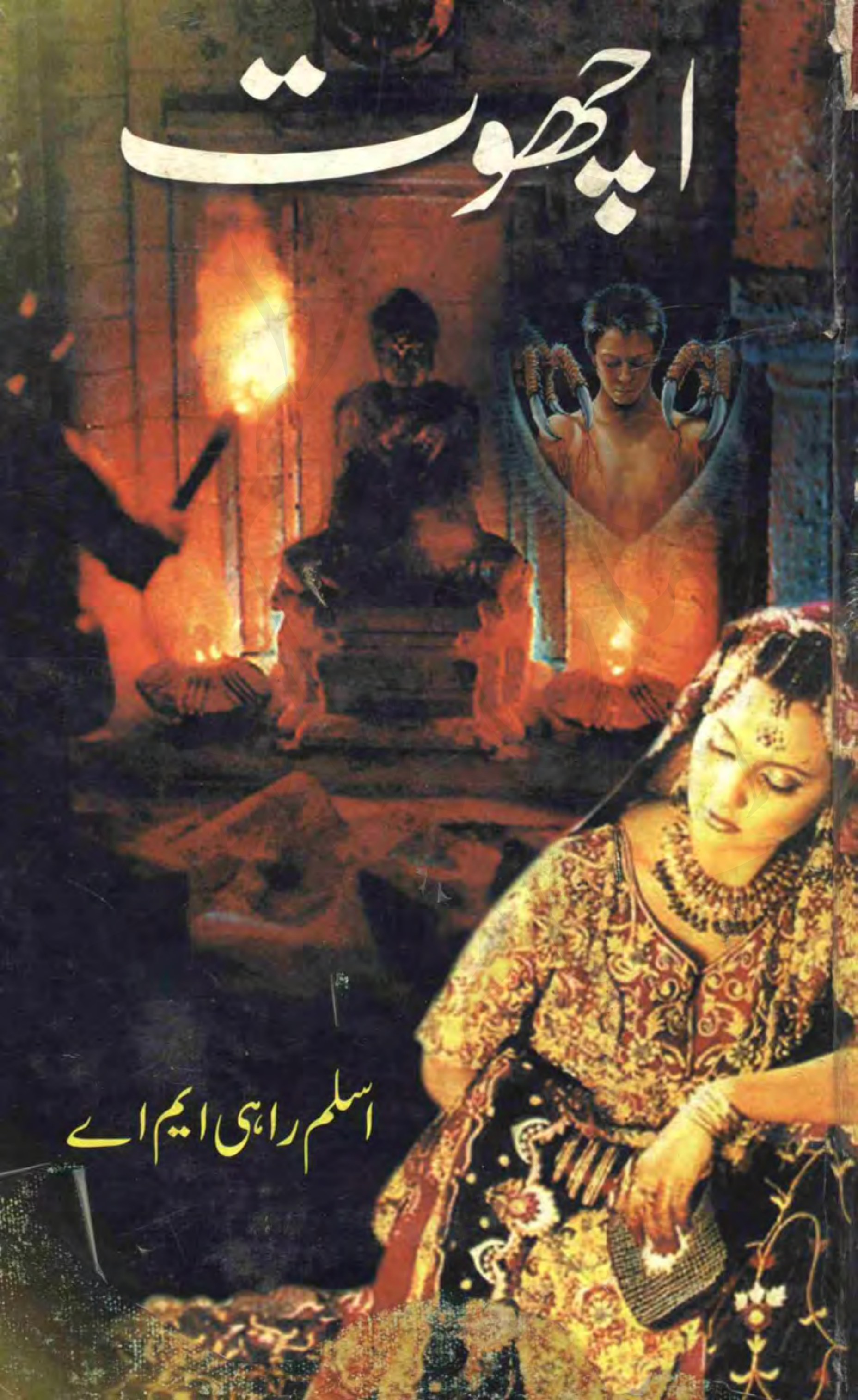
اچھوت
اسلم راہی ایم اے

نہ اُس میں کوئی منطق تھی نہ اُس میں کوئی دھوکہ تھا
مری خاطر ہی نکلا تھا جو دانہ میں نے کھایا تھا

حصولِ رزق میں دن بھر نزولِ فکر میں شب بھر
دُھواں بن کر میں اُڑتا تھا فغاں بن کر میں جلتا تھا

بڑھا دیتی ہیں عمروں کو نہ جانے یہ کتابیں کیوں
میں چھوٹا تھا مگر سر پہ کئی صدیوں کا سایہ تھا

سورج دن کی روشنی کے زخموں میں بے حسی کے مرہم لگاتا ہوا مغرب کی دور افتادہ سر زمینوں کی طرف غروب ہو رہا تھا۔ دھوپ کی منڈیروں پر ایک فرض مسلسل کی دھن اور تہذیب کے گونگے اجسام کی طرح سائے چھانے لگے تھے۔ شام کی اندھی تیرگی، سکوت کے صحراؤں اور خاموشی کے استعاروں کو گلے لگانے لگی تھی۔

ایسے میں احمد آباد شہر کے آہن گروں کے محلے کے ایک مکان میں گجرات کاٹھیاواڑ کے سلطان بہادر خان بن سلطان مظفر شاہ کا سالار حیدر خان داخل ہوا۔ حویلی میں داخل ہونے کے بعد دائیں جانب جس منظر پر اس کی نگاہ پڑی وہاں ڈھلتی عمر کا ایک شخص لوہے کے سرخ ٹکڑے کو سنسی سے پکڑے سندان پر رکھے ہوئے تھا اور ایک کڑیل جوان بھاری بھر کم ہتھوڑا اس پر برسا رہا تھا۔

سلطان کے سالار حیدر خان کو دیکھتے ہی بوڑھے کے ہاتھ رک گئے اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑا ہوا جو جوان مشینی انداز میں سرخ لوہے پر ہتھوڑے برسا رہا تھا اس کے ہاتھ بھی رک گئے تھے۔ ایسے میں حیدر خان نے ڈھلتی عمر کے آہن گر کو مخاطب کیا۔

نجیب الدین میرے عزیز! تمہارا لوہا سرخ ہے اس پر جتنی ضربیں لگانا چاہتے ہو لگوا لو اس کے بعد تمہارے ساتھ آرام سے بیٹھ کر بات کرتا ہوں۔'' اس پر آہن گر جس کا نام نجیب الدین پکارا گیا تھا اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ دوبارہ سنسی سے اس نے لوہے کے سرخ ٹکڑے

کو پکڑ لیا اور عجیب سے انداز میں ہتھوڑا برسانے والے نوجوان کی طرف دیکھا۔ اس نے ہتھوڑا اٹھایا اور دوبارہ سرخ لوہے پر ضربیں لگانے لگا تھا۔

حیدر خان اس نوجوان کو بڑے غور سے دیکھنے لگا تھا۔ اس نے اندازہ لگایا اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے طلوع ہوتے ہوئے سورج کے بادبان کھل جائیں گے اور بے جہت و بے مہار زہر آلود کرنیں بھوری زمین کے سینے میں پیوست ہو کر ایک بے روک انقلاب کھڑا کر دیں گی۔ اس کے چہرے کی حالت ایسی تھی جیسی کالی رات کے مردہ ساگر میں رنگین ہیولوں کے عکس کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہو یا بدلیوں کے دریدہ لباس کے پیچھے سے چمکتے نور کی کرچیاں پھیلاتے سورج نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہو۔

حیدر خان نے یہ بھی دیکھا کہ اس کی جسمانی ساخت بتاتی تھی کہ وہ جنگل کے فتنے اور سجیلی کف آلود طغیانوں جیسا جفاکش، سرکش لہروں کے تلخ حقائق جیسا طاقت ور، وقت کے آسمان پر زندگی کو موت سے آشنا کرتی تقدیر کے ترکش کے کڑے تیر جیسا زور آور تھا۔

حیدر خان کے کہنے پر آہن گر نجیب اللہ نے جب دوبارہ سنسی سے لوہے کو پکڑ لیا تب وہ جوان بھی دوبارہ ننگے پاؤں گھومتی کرلاتی وحشت کی طرح لوہے پر بھاری بھرکم وزنی ہتھوڑے سے ضربیں لگانے لگا تھا۔ اس کے ہتھوڑا برسانے کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ زمین کا سخت سینہ پھاڑ دے گا گردش مقیاس کو روک کر آباد شاہراہوں کو گھنے بے رحم ویران سناٹوں میں تبدیل کر دے گا۔ ہر امر کو بے اثر ہر شجر کو بے ثمر اور دل کی دھڑکنوں تک کی سرگوشیوں کو وقت کی آندھیوں کے غبار میں اڑا کے رکھ دے گا۔

حیدر خان تھوڑی دیر تک اس توانا، زور آور اور خوب صحت مند جوان کو دیکھتا رہا اس کی ضربیں لگانے کے انداز سے اس نے اندازہ لگایا گویا وہ نوجوان بھوکی ننگی پورشوں کو سانسوں کی تھکن، نگاہوں کے سکوت تمدن کے فریب کو تقدس میں تبدیل کرنے اور قافلہء ارتقائے

انسانی کی راہبری اور راہ نمائی کے لیے پیدا ہوا ہو۔

جب آہن گر نجیب الدین نے لوہے کے گرم سرخ ٹکڑے کو اپنی خواہش کے مطابق شکل دے دی تب اس نے ہاتھ کے اشارے سے دھنا دھن ہتھوڑے برسانے والے جوان کو رک جانے کا اشارہ دیا۔ اس نے ہتھوڑا ایک طرف رکھ دیا اور نجیب الدین کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ نجیب الدین نے سنسی سے پکڑا ہوا گرم لوہا قریب ہی پڑے ہوئے پانی بھرے برتن میں ڈال دیا تھا۔

آنے والا سلطان بہادر خان کا سالار حیدر خان تھوڑی دیر تک مزید اس جوان کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تیرا نام کیا ہے؟''

اس نوجوان نے مڑ کے حیدر خان کی طرف دیکھا۔ اس سے حیدر خان کو اس کی آنکھوں میں ایسے لگا جیسے بھٹی میں لوہے کو گرم اور سرخ کیا جاتا ہے ایسے ہی اس کی آنکھوں میں بھی ایک جھلسا دینے والی آتش رقص کر رہی تھی۔ ساتھ ہی اس کی دھیمی سی آواز بھی سنائی دی۔

''میرا نام تاج الدین ہے۔ تاج الدین کا انداز ایسا تھا گویا وہ حیدر خان کو ایک عرصے سے جانتا ہو۔ حیدر خان نے اس بار آہن گر نجیب الدین کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''نجیب الدین میرے محترم! آپ ذرا علیحدگی میں میری بات سنیں''

نجیب الدین اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے بیٹے جسم ٹھنڈا ہونے کے بعد تم نہا کر کپڑے تبدیل کر لو۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی نجیب الدین وہاں سے ہٹ کر حیدر خان کو حویلی کے دوسرے

کمرے کی طرف لے گیا تھا- دونوں اس کمرے میں بیٹھ گئے- پھر نجیب الدین نے حیدر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''اگر آپ کسی انتہائی اہم موضوع پر مجھ سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو کہیں کیا معاملہ ہے- ویسے اس کے سامنے بھی اگر آپ کرتے تو وہ بڑے سے بڑے راز کو بھی افشاء نہ کرتا- میرا بڑا قابل اعتماد کام کرنے والا ہے اور میں نے کبھی اسے ملازم نہیں سمجھا- اس کی عزت اس کی توقیر میرے دل میں بیٹے جیسی ہے-''

حیدر خان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا-

جس موضوع پر میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ یہ نوجوان کون ہے- کہاں رہتا ہے- تمہارا اس سے کیا تعلق اور واسطہ ہے-''

نجیب الدین مسکرایا اور کہنے لگا-

''اسی محلے کا رہنے والا ہے- اس کی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کے گھر کا ماحول اس کے لیے سازگار نہیں ہے- دراصل اس کے باپ نے دو شادیاں کی تھیں- اس کی ماں چھوٹی تھی- پہلی بیوی سے اولاد نہ تھی تب اس کی ماں سے اس کے باپ نے شادی کی جس سے یہ پیدا ہوا- اس کا سگا کوئی بہن بھائی نہیں ہے- اس کے بعد اس کے باپ کی پہلی بیوی سے بھی اولاد ہوگئی- اس سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے- دونوں ہی اس سے چھوٹے ہیں-

اب اس بے چارے کی بدقسمتی یوں کہیے کہ چند ماہ پہلے کسی نے اس کی ماں اور باپ کو قتل کردیا- اس وقت وہ دونوں شہر سے باہر سفر کر رہے تھے اور اس کا باپ اپنی بیوی کو لے کر اپنے سسرال جا رہا تھا- اسے گھر پر ہی چھوڑ گئے تھے- راستے میں دونوں کو کسی نے قتل کردیا- ابھی تک پتہ نہیں چلا قاتل کون تھے-

جب سے اس کے ماں باپ قتل ہوئے ہیں اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ نیا کپڑا نہیں پہنے

گا- پیوند لگے یا پرانے کپڑے ہی زیب تن کرتا ہے- اس کے گھر کا ماحول اس لیے اس کے لیے سازگار نہیں کہ اس کی سوتیلی ماں بڑی سخت مزاج ہے- گھر میں اس کو برداشت نہیں کرتی- حویلی کافی بڑی ہے- جس کے صرف دو کمرے اسے دے رکھے ہیں اور اس کے لیے حکم یہ ہے کہ باہر سے آئے' باہر سے چلا جائے حویلی کے اندر جانے کی اسے اجازت نہیں- جو دو کمرے اسے دیے گئے ہیں ان کے دروازے باہر گلی میں کھلتے ہیں بے چارا ان دو کمروں کو قفل لگا کر آتا ہے- کھول کے جا کے سو رہتا ہے- دن بھر میرے پاس ہی رہتا ہے- اکثر و بیشتر رات بھی یہیں سو رہتا ہے- اس کی ماں میں کہہ چکا ہوں بڑی سخت ہے تاہم اس کے سوتیلے بھائی اور بہن کا سلوک اس سے اچھا ہے-

یہاں میرے پاس کام کرتا ہے میں اسے معقول معاوضہ دے دیتا ہوں جو کچھ اسے ملتا ہے اپنے بہن اور بھائی پر بھی خرچ کرتا ہے- ماں کو بھی دیتا ہے- اس کے باوجود وہ اسے برداشت نہیں کرتی-'' نجیب الدین کو رک جانا پڑا- اس لیے کہ حیدر خان بول پڑا-

''میرا دل کہتا ہے کہ اسے میں نے پہلے کہیں دیکھ رکھا ہے- مگر میرے ذہن میں نہیں آرہا کہ اسے کہاں دیکھا ہے-''

نجیب الدین مسکرایا اور کہنے لگا-

''ضرور دیکھا ہوگا اس لیے کہ ایک بار اس نے ایک شخص قیصر خان کے خلاف گواہی دی تھی ان دونوں نے سلطان بہادر خان کے خلاف سازش تیار کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کی اطلاع دینے اور گواہی دینے کی وجہ سے وہ سازش ناکام ہوگئی اور اس کی وجہ سے سلطان نے اسے ایک گھوڑا اور ایک قیمتی خلعت بھی عطا کی تھی اور پھر یہ سلطان کے لشکر میں بھی رہ چکا ہے یقیناً آپ اسے جانتے ہونگے- اب اس کی حالت ایسی ہے کہ اسے پہچان نہیں پائے- وہ خلعت جو اسے عطا ہوئی تھی وہ بھی اس نے یہاں میرے پاس ہی رکھی ہے-

گھوڑے کو بھی میرے پاس باندھ کے رکھتا ہے- اس لیے کہ اسے خدشہ ہے کہ اگر یہ گھوڑ کو اپنی حویلی میں لے گیا تو اس کی ماں اسے بیچ کھائے گی- اسے گھڑ سواری کا بڑا شوق ہے گھوڑا کیسا ہی سرکش کیسا ہی سیخ پا کیسا ہی باغی طبع کیوں نہ ہو اس کی پیٹھ پر بغیر دہانے اور لگا کے بیٹھنے کی ہمت اور جرات رکھتا ہے- اس کے علاوہ بہترین تیغ زن، عمدہ قسم کا جنگجو اور انتہا طاقتور اور پر قوت نوجوان ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انتہا درجہ کا پر خلوص ہے- یہ اپنی ما اور باپ کے قاتلوں کو بھی تلاش کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے وسائل نہیں ہیں کہ یہ ایسا کرسکے لیکن اس نے ارادہ کیا ہوا ہے کہ جب اس کے پاس معقول رقم ہو جائے گی تو پھر میرے ہا کام چھوڑ کر یہ ضرور اپنے ماں باپ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اور ہر صورت میں انہیں تہ تیغ کرے گا- میں اس سے متعلق اتنا ہی جانتا ہوں- یہ خبر نہیں کہ سلطان نے اسے اپنے لشکر سے کیوں نکالا نہ ہی کسی کو یہ بتاتا ہے-

نجیب الدین رکا پھر دوبارہ کہتا چلا گیا-

"یہاں میرے پاس رہتے ہوئے اس نے اپنے لیے ایک عمدہ قسم کی تلوار اور بہترین ڈھال بھی بنا رکھی ہے اور ارادہ کر رکھا ہے کہ دشمنوں کے خلاف وہ اسی تلوار اور ڈھال استعمال کرے گا"

نجیب الدین جب خاموش ہوا تب حیدر خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا-

"میرے عزیز اس جوان کے متعلق تفصیل بتا کے تو نے میری ساری مشکل حل کر دی ہے- اب جو کام میں اس سے لینا چاہتا ہوں وہ غور سے سنو- اس کے بعد جا کر اس جوان سے بات کرتے ہیں-

نجیب الدین بات کچھ یوں ہے کہ شاید تم جانتے ہو گے کہ ایک ساحلی شہر بندر دیپ پر پرتگالیوں کا قبضہ ہے- یوں جانو وہ شہر پرتگالیوں کے تصرف میں ہے- وہاں پرتگالی سوداگر

اور بیوپاری باہر سے مال ان سرزمینوں میں لاتے ہیں اور یہاں کا مال دوسرے شہروں کو دخانی جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے بھیجتے ہیں-

ایسا ہی ایک پرتگالی سوداگر تھا- نام اس کا "مانوسی" تھا- اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی- جس کا نام "مارتھا" تھا-

اجین کے راجہ سلہدی کے بیٹے لچھمن داس نے کہیں اس لڑکی کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا- اس لیے کہ مانوسی اپنی بیٹی کے ساتھ سوداگری کے سامان کا لین دین کرنے کے لئے اجین کی طرف گیا ہوا تھا-

لچھمن داس نے مانوسی سے بات کی کہ وہ اپنی بیٹی اس سے بیاہ دے- مانوسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا اس لیے کہ اس کی بیٹی کو راجہ کا ایک بیٹا پسند کر رہا تھا لیکن اس نے جب اس سلسلے میں اپنی بیٹی مارتھا سے مشورہ کیا تو مارتھا نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا-

لچھمن داس کو جب مارتھا کے اس فیصلے کا علم ہوا تو اس نے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے مانوسی کو قتل کرا دیا اور مارتھا کو گرفتار کرنا چاہا لیکن مارتھا کی خوش قسمتی کہ مارتھا رات کی تاریکی میں بھاگ کر کہیں پناہ لے گئی-

مانوسی میرا پرانا جاننے والا تھا- اکثر و بیشتر میرے پاس آ کر قیام کرتا تھا- میرا بھائی بنا ہوا تھا- اس کے اس طرح روپوش ہونے سے مجھے بڑی فکر مندی اور پریشانی ہوئی- میں نے اسے جگہ جگہ تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملا- اب کل اجین کی طرف سے ایک آدمی آیا ہے اس نے مجھے یہ تفصیل بتائی ہے کہ کس طرح سلہدی کے راجکمار لچھمن داس نے مانوسی کو قتل کرا دیا اور اس کی بیٹی مارتھا پر قبضہ کرنا چاہا لیکن مارتھا بھاگ گئی اور جو نوجوان یہ اطلاع دینے آ رہا ہے- اسی کی بستی کے ایک گھر میں مارتھا نے پناہ لے رکھی ہے وہ بستی اچھوتوں اور ملیچھوں کی ہے- اب میں چاہتا ہوں کہ مارتھا کو وہاں سے نکال کر یہاں لایا جائے- مارتھا کا ایک چچا

بھی ہے۔اس کا نام نائیکولو ہے اور وہ اس وقت ساحلی شہر بندر دیپ ہی میں قیام کیے ہوئے ہے اور وہ بھی اپنے بھائی اور بھتیجی مارتھا سے متعلق بڑا فکر مند ہے وہ بھی میرا جاننے والا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ یہ کام اس جوان کو سونپوں جو شخص میرے پاس مارتھا کی اطلاع لے کے آیا ہے وہ ہندو ہے وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ جائے اور ہمت اور جراتمندی مظاہرہ کرتے ہوئے کسی نہ کسی طرح مارتھا کو وہاں سے نکال کر یہاں لائے' اس لیے کہ راجا سلہدی کا بیٹا راجکمار پچھمن داس بڑی تیزی سے اور بڑی سرگرمی کے ساتھ مارتھا کو تلاش کر رہا ہے وہ ہر حالت میں مارتھا کو تلاش کر کے اسے ڈھونڈ کر اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے۔اب بولو اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو؟''

نجیب الدین تھوڑی دیر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

میرے خیال میں جس کام کی طرف آپ اشارہ کر رہے ہیں یہ کام تاج الدین بڑے عمدہ اور بہترین انداز میں ادا کر سکتا ہے۔میرے خیال میں انھیں اس کے پاس چلتے ہیں اس وقت تک وہ نہا دھو کے کپڑے تبدیل کر چکا ہوگا۔اس سے بات کرتے ہیں میرے خیال میں وہ اس کام پر آمادہ ہو جائے گا۔سلطان بہادر خان نے جو اسے گھوڑا اور خلعت عطا کی تھی اس کی وہ خلعت تو یہیں میرے پاس پڑی ہوئی ہے گھوڑے کو اس نے چند ماہ محنت مشقت کر کے اپنے ساتھ خوب سدھا لیا ہے۔گھوڑے کو بھی وہ یہیں باندھ کے رکھتا ہے۔اپنے ساتھ گھر نہیں لے کے جاتا۔اس لیے کہ اسے خدشہ ہے کہ اس کی ماں گھوڑے کو بیچ کر رقم کھا جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے نجیب الدین رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''محترم حیدر خان! یہ تاج الدین ایک انتہائی ہمدرد مخلص اور جاں نثار قسم کا جوان ہے۔

جس مہم پر آپ اسے بھیجنا چاہتے ہیں میرے خیال میں یہ اس کے لیے ضرور حامی بھرے گا لیکن یہ مہم ہے انتہا درجہ کی خطرناک۔''

نجیب الدین کی بات کاٹتے ہوئے حیدر خان بول پڑا۔

مجھے تو اس پچھمن داس کی ذہنیت پر رونا آتا ہے کہ مانوسی اور مارتھا دونوں بے چارے مال کے لین دین کے سلسلے میں ان کے علاقوں میں گئے اور اس پچھمن داس نے مانوسی کا خاتمہ کرا دیا اور اس کی بیٹی کو زبردستی اپنے ہاں ڈالنا چاہا''

جواب میں نجیب الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''حیدر خان! ایسے لوگوں کی ذہنیت کو میں آپ سے بہتر جانتا ہوں اس لیے کہ میں پہلے ہندو اچھوت تھا بعد میں ایک مبلغ کے ہاتھ میں نے اسلام قبول کیا لہٰذا ان کی ذہنیت کو میں آپ سے کہیں بہتر جانتا ہوں ان کے دھرم کے ظاہری پن اور اندرونی رازوں سے بھی خوب آگاہ ہوں کبھی موقع ملا تو میں تفصیل سے ان کے متعلق آپ کو بتاؤں گا۔بہر حال مجھے امید ہے کہ تاج الدین اس مہم کے لیے تیار ہو جائے گا۔ویسے میں اس موقع پر آپ سے ایک بات کہوں میں تاج الدین کو اپنا بیٹا ہی سمجھتا ہوں۔بیٹوں کی طرح اسے پیار کرتا ہوں آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میری کل اولاد ایک بیٹی ہے۔نام اس کا کلثوم ہے میری بیوی مر چکی ہے۔میری بیٹی کلثوم بھی سگے بھائیوں کی طرح تاج الدین کو چاہتی اور اس کا خیال رکھتی ہے۔''

نجیب الدین کے خاموش ہونے پر حیدر خان نے اسے مخاطب کیا۔

''یہ تاج الدین کے باپ کا ذریعہ آمدنی کیا تھا؟''

نجیب الدین مسکرایا کہنے لگا۔

''میری طرح وہ آہن گری کا ہی پیشہ کرتا تھا۔بہترین اور بڑا تجربہ کار آہن گر تھا۔

اس کا مکان یہاں سے قریب ہی ہے- اپنے مکان کے اندر ہی ایک دکان کی صورت میں اس نے آہن گری کی بھٹی کھول رکھی تھی- بہت اچھے پیسے کماتا تھا مگر اس کی بدقسمتی کہ اپنی چھوٹی بیوی کے ساتھ مارا گیا- اب اس بھٹی میں دوسری بیوی کا بیٹا آہن گری کا کام کرتا ہے- اچھا کاریگر ہے- اتنے پیسے کما لیتا ہے کہ گھر کے اخراجات پورے کر لیتا ہے- اس تاج الدین کی جو سوتیلی ماں ہے اس کا نام سفینہ خاتون ہے- بھائی کا نام حسن اور بہن کا نام اریبہ ہے- حسن اور اریبہ اس تاج الدین کے ساتھ انتہا درجہ کے مخلص ہیں اسے سگے بھائی کی طرح چاہتے ہیں مگر ان کی بدقسمتی کہ سفینہ خاتون ان کے کہنے کے باوجود کسی بھی صورت تاج الدین کو قبول نہیں کرتی- نہ اس کے ساتھ بیٹوں کا سا سلوک کرنے کے لیے تیار ہے- اس کے باوجود تاج الدین سفینہ خاتون کا بہترین احترام کرتا ہے- اس کی عزت ایسے ہی کرتا ہے جیسے وہ اپنی سگی ماں کی کیا کرتا تھا- بہرحال یہ ثانوی مسائل ہیں- میرے خیال میں انھیں اس سلسلے میں تاج الدین سے بات کرتے ہیں اب تک وہ لباس تبدیل کر کے بھٹی والے کمرے میں آن بیٹھا ہوگا-'' اس پر حیدر خان اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ دونوں اس کمرے سے نکلے تھے-

جب وہ آہن گری والے کمرے میں آئے تو انہوں نے دیکھا وہاں ان کی آمد سے پہلے ہی تاج الدین لباس تبدیل کر کے بیٹھا ہوا تھا- حیدر خان تھوڑی دیر تک اس کے پیوند لگے لباس کو بڑے غور' بڑی ہمدردی اور شفقت سے دیکھتا رہا پھر نجیب الدین کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھ گیا- اس کے بعد نجیب الدین نے حیدر خان کے ساتھ جو علیحدگی میں بات ہوئی تھی پوری تفصیل کے ساتھ تاج الدین سے کہہ دی تھی-

تاج الدین مسکرایا ایک بھرپور نگاہ اس نے حیدر خان پر ڈالی پھر کہنے لگا-

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کام میں کر سکتا ہوں تو میں اسے قبول کرتا ہوں- میرے خیال میں محترم نجیب الدین آپ کو میرے سارے گھریلو حالات سے آگاہ کر چکے ہوں گے اگر

میں اس لڑکی کو نہ لا سکا تو یہی سمجھنا میں اس مہم میں کام آ چکا ہوں- اگر میں اسے یہاں لانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ میری خوش قسمتی' میری سعادت مندی ہوگی- بہرحال میں اس مہم پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہوں- مجھے تھوڑا سا وقت دیں- میں اپنے گھر سے ہو آؤں میری ماں کو تو اس مہم پر جانے کے لیے نہ کوئی اعتراض ہوگا میں اسے اطلاع کروں یا نہ کروں معاملہ ایک جیسا ہی ہے لیکن میرا سوتیلا چھوٹا بھائی اور بہن مجھے اس قدر چاہتے ہیں کہ ان کی چاہت ہی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں گھر چلا جاتا ہوں- اگر وہ دونوں نہ ہوتے تو میں کبھی بھی اس گھر میں نہ گھستا یہیں نجیب الدین کے ہاں ہی رہائش اختیار کر لیتا- اس لیے کہ یہاں میری ایک بہن ہے- نام اس کا کلثوم ہے- نجیب الدین کی بیٹی ہے- اس کی چاہت اور محبت میرے لیے سگی بہنوں جیسی ہے- بہرحال میں جاتا ہوں میں نے صرف گھر پر اطلاع کرنی ہے- واپس آنے تک آپ اس آدمی کو بلا لیں جو آپ کے پاس یہ خبر لے کر آیا ہے اور اس نے میرے ساتھ روانہ ہونا ہے-''

''جو شخص مارتھا کے متعلق خبر لے کر آیا ہے وہ بے چارہ ہندو اچھوت ہے- نام اس کا ''وانجی'' ہے- تم اپنے گھر سے ہو آؤ اتنی دیر تک میں وانجی کو یہاں بلاتا ہوں وہ تمہارے ساتھ جائے گا اور تمہاری مکمل راہ نمائی کرے گا-'' اس پر تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ وہاں سے نکل گیا تھا-

تھوڑی دیر بعد وہ ایک مکان کے سامنے رکا اس وقت تک سورج غروب ہو چکا تھا- فضاؤں میں تاریکیاں گہری ہو گئی تھیں- مکان کے دو کمرے بیرونی گلی میں تھے- ایک کمرے کو قفل لگا ہوا تھا- قفل اس نے کھولا- کمرے میں داخل ہوا اس کمرے میں ایک مسہری تھی- جس پر بستر لگا ہوا تھا- دونوں کمروں کے درمیان ایک دروازہ تھا درمیانی دروازے سے جب وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا تو وہ کمرہ خالی تھا- بس چند نشستیں بنی ہوئی

تھیں۔فرش پر کھجور کے پتوں کی ایک چٹائی تھی۔

جب وہ دوسرے کمرے میں گیا اور اس کا دروازہ کھولا تو اندرونی حصے سے ڈھلی عمر کی ایک خاتون تیز تیز چلتی ہوئی آئی وہ سفینہ خاتون تھی۔آتے ہی تاج الدین پر برس پڑی۔

''یہ کون سا وقت ہے گھر آنے کا۔یہ گھر ہے سرائے نہیں ہے۔آئندہ وقت پر گھر آیا کرو۔ورنہ یاد رکھنا کھانا نہیں ملا کرے گا۔''

سفینہ خاتون مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پشت کی جانب سے تاج الدین کے سوتیلے بہن بھائی حسن اور اریبہ نمودار ہوئے۔اریبہ نے آتے ہی ماں کا بازو پکڑ لیا اور کسی قدر سخت لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''ماں! آپ کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں۔میں پہلے بھی آپ کو کئی بار سمجھا چکی ہوں۔بھائی کے ساتھ اس قسم کی گفتگو ہم دونوں بہن بھائی کے لیے ناقابل برداشت ہے۔''

سفینہ خاتون نے قہر بھرے انداز میں اپنی بیٹی اریبہ کی طرف دیکھا پھر کھولتے لہجے میں کہنے لگی۔

''تم بکواس نہ کیا کرو۔ایسے معاملات میں تمہاری دخل اندازی میرے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔خبردار اگر تم دونوں بھائی بہن نے ان معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کی اس کے ساتھ ہی سفینہ خاتون غصے میں پاؤں پٹختی مڑی اور وہاں سے چلی گئی تھی۔

اریبہ آگے بڑھی بڑے پیارے انداز میں تاج الدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اس کے کندھے پر سر رکھا پھر کہنے لگی۔

''بھائی! آپ پریشان مت ہونا۔ہم دونوں بہن بھائی آپ کے ساتھ ہیں آپ بھائی کے ساتھ بیٹھیں میں کھانا لاتی ہوں۔ہم دونوں بہن بھائی نے بھی ابھی کھانا نہیں کھایا آپ ہی کا انتظار تھا۔آپ بیٹھیں میں کھانا لاتی ہوں۔''

تاج الدین کا ہاتھ پکڑ کر حسن کمرے کے اندر لے گیا۔دونوں بھائی کمرے میں کھجور کے پتوں سے بنی چٹائی پر بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر تک اریبہ کھانا وہیں لے آئی تھی۔تینوں نے بیٹھ کر کھانا کھایا۔جب وہ کھا چکے تب ان دونوں بہن بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی اور بہن! میں چند دن کے لئے احمد آباد شہر سے باہر جا رہا ہوں۔''

تاج الدین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ چونکتے ہوئے اریبہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

''بھائی آپ کیا کہہ رہے ہیں آپ کہاں جائیں گے۔لگتا ہے آپ ماں کے سلوک سے تنگ آ کر کہیں جانا چاہتے ہیں''

تاج الدین مسکرایا کہنے لگا۔

''نہیں۔ایسی بات نہیں ہے۔میری بہن!''اس کے بعد پرتگالی لڑکی مارتھا کو لانے کی مہم سے متعلق اس نے حسن اور اریبہ دونوں کو بتا دیا تھا۔تھوڑی دیر تک ان دونوں کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا رہا پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا اور اپنے دونوں کمروں کو اس نے باہر سے قفل لگا دیا تھا۔

جب وہ دوبارہ نجیب الدین کے ہاں داخل ہوا تو اس نے دیکھا وہاں پہلے سے نجیب الدین کے پاس حیدر خان بیٹھا ہوا تھا۔اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔تاج الدین جب وہاں پہنچا تو اس نئے آدمی کا تاج الدین کے ساتھ تعارف کرایا گیا۔وہ آنے والا قاصد وانجی تھا۔تاج الدین جب حیدر خان کے سامنے بیٹھ گیا تب حیدر خان نے اسے مخاطب کیا۔

''تاج الدین دیکھ! تیری حیثیت میرے ہاں چھوٹے بھائی کی سی ہے۔میں سلطان بہادر خان کے سالاروں میں سے ایک ہوں مجھے اس سے پہلے نجیب الدین بتا چکا ہے کہ

تمہارے پاس اپنی تلوار اور ڈھال ہے اور یہ چیزیں تم نے خود نجیب الدین کے ساتھ مل کر بنائی ہیں- میں تمہارے لیے ایک اچھی زرہ' نیا آہنی خود اور لوہے کے جوش لے کر آیا ہوں مجھے تمہارے جانے کے بعد نجیب اللہ نے یہ بھی بتایا تھا کہ تمہارے پاس گھوڑا تو ہے لیکن اس کا ساز نہیں-تمہارے لیے گھوڑے کا ساز بھی نیا اور بہترین لے کر آیا ہوں- اب تم اپنا گھوڑا لے کر آؤ- ساز اس پر رکھیں''- قریب ہی پڑے ساز کی طرف حیدر خان نے اشارہ بھی کر دیا تھا-

تاج الدین مسکرایا حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گیا-تھوڑی دیر بعد وہ ایک گھوڑا لے کر آیا- وہ ایک انتہائی توانا- جوان اور خوب پلا ہوا سفید رنگ کا گھوڑا تھا- وہی جو گجرات کاٹھیاوار کے سلطان بہادر خان نے ایک گواہی کے سلسلے میں تاج الدین کو دیا تھا-

گھوڑے کو کھڑا کرنے کے بعد تاج الدین کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حیدر خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس نے ساز اٹھایا- اٹھا کر وہ گھوڑے پر رکھنا چاہتا تھا کہ تاج الدین فوراً آگے بڑھا اور اس سے ساز لے لیا کہنے لگا-

جب آپ مجھے چھوٹا بھائی سمجھتے ہیں تو آپ کا ساز اٹھا کر میرے گھوڑے پر رکھنا ایک طرح سے مجھے گنہ گار کرنے کے مترادف ہے- یہ کام میں خود کروں گا-''

ساز اٹھا کر تاج الدین نے گھوڑے پر رکھا- اس کا تنگ اس نے خوب کس دیا تھا- پھر دو تین بار گھوڑے کی گردن اس نے تھپتھپائی جواب میں گھوڑا ہنہنایا- کنوتیاں بدلیں پھر تاج الدین نے حیدر خان کو مخاطب کیا-

''اب آپ کا کیا خیال ہے مجھے رخصت نہیں ہونا چاہئے-''

یہ نوجوان- وانجی جس کا نام ہے میرے ساتھ جائے گا- اس کا گھوڑا کہاں ہے-''

حیدر خان کہنے لگا-

''اس کا گھوڑا- باہر کھڑا ہے-'' پھر اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر حیدر خان نے ایک چھوٹی سی چمڑے کی تھیلی نکالی اور وہ گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی چمڑے کی خرجین میں ڈالتے ہوئے کہنے لگا-

''اس میں نقدی کی ایک خاصی بڑی رقم ہے-تمہارے کام آئے گی- یہ مہم بے شک کٹھن ہے لیکن مجھے امید ہے کہ تم اسے سر کر لوگے' اب آؤ میرے ساتھ-''

ایک نگاہ تاج الدین نے نجیب الدین پر ڈالی پھر حیدر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''آپ تھوڑی دیر رکیے میں اپنی بہن کلثوم سے مل لوں-''

تاج الدین کا اشارہ نجیب الدین کی بیٹی کی طرف تھا-

نجیب الدین مسکرایا اور کہنے لگا-

تمہاری غیر موجودگی میں میں اسے تفصیل سے اس مہم کے متعلق بتا چکا ہوں وہ یقیناً منتظر ہوگی کہ تم اس سے مل کر جاؤ-'' مسکراتے ہوئے تاج الدین وہاں سے ہٹا اندرونی حصے کی طرف گیا ایک کمرے کے دروازے پر کھٹکا جب اس نے کیا تو دروازے پر ایک انتہائی خوبصورت اور حسین لڑکی نمودار ہوئی- تاج الدین کو دیکھتے ہی کہنے لگی-

''بھائی! میری دعا ہے کہ آپ جس مہم پر روانہ ہو رہے ہیں اس میں خداوند قدوس آپ کو سلامتی سے لوٹائے''

تاج الدین مسکرایا اور کہنے لگا-

''سن میری بہن! میں تیری دعائیں لینے ہی تو آیا ہوں میرے بعد میرے لیے دعا کرنا-'' جواب میں کلثوم مسکرا دی تاج الدین پیچھے ہٹا پھر وہ حیدر خان نجیب الدین اور وانجی کے ساتھ مکان سے نکلا- باہر وانجی کا گھوڑا کھڑا تھا- پھر دیکھتے ہی دیکھتے وانجی اپنے گھوڑے

پر تاج الدین اپنے گھوڑے پر سوار ہوا- اس موقع پر حیدر خان اور نجیب الدین دونوں تاج الدین کے قریب آئے پھر حیدر خان تاج الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''تاج الدین میری دعا ہے کہ تم اپنی مہم میں کامیاب لوٹو جب تم اس لڑکی کو لے کر آؤ تو اس کا قیام یہاں نجیب الدین کے ہاں ہوگا- اس سلسلے میں میں نجیب الدین سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں اس بچی کو میں اپنے ہاں نہیں ٹھہرا سکتا- اس لیے کہ میرے گھر کا ماحول ایسا ہے- اکثر لوگوں کا وہاں آنا جانا ہے اور میں نہیں چاہتا وہ بچی سب لوگوں کی نگاہ میں آئے-''

اس کے بعد نجیب الدین اور حیدر خان دونوں نے تاج الدین اور وانجی کو الوداع کہا اور وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے تھوڑا سا آگے جانے کے بعد تاج الدین نے وانجی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''میرے عزیز! ہمیں کس راستے سے راجہ سلہدی کے شہر اجین کا رخ کرنا ہوگا'' جواب میں وانجی مسکرایا اور کہنے لگا-

''تاج الدین میرے عزیز! احمد آباد سے اجین کی طرف جانے کے لیے دو راستے ہیں ایک احمد آباد سے دھارواور رتلام کے بیچوں بیچ گزرتے ہوئے اجین کی طرف جایا جا سکتا ہے لیکن یہ راستہ خطرناک ہے- اس راستے سے اگر ہم راجہ سلہدی کی مملکت میں داخل ہوتے ہیں تو ہم سے باز پرس بھی کی جا سکتی ہے- پوچھا جا سکتا ہے کہاں سے آ رہے ہو کدھر جا رہے ہو- اس بنا پر ہم یہ راستہ اختیار نہیں کریں گے-''

احمد آباد سے نکلنے کے بعد ہم بڑودہ کا رخ کریں گے اور سیدھا دریائے نربدہ کی طرف نکل جائیں گے وہاں اپنا رخ موڑیں گے دریائے نربدہ کے کنارے کنارے مشرق کا رخ کریں گے- مشرق کی طرف جائیں تو ہاردا نام کے شہر سے تھوڑا پہلے ہم رکیں گے پھر بائیں

جانب گھومیں گے وہاں سے ایک شاہراہ اندور سے ہوتی ہوتی سیدھا اجین کی طرف جاتی ہے- بس اسی راستے پر سفر کریں گے''

وانجی کی اس گفتگو سے تاج الدین مطمئن ہوگیا تھا پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور انہیں سرپٹ دوڑا دیا تھا-

تاج الدین اور وانجی دونوں رات کی گہری تاریکی میں دریائے نربدہ کے کنارے کنارے مشرق کی طرف سفر کررہے تھے- رات بڑی تیزی سے گزرتی جارہی تھی- آسمان پر ستارے مسکراتے ہوئے اپنی منزل کا قرب حاصل کرنے کے لئے مسکراتے چلے جارہے تھے- یہاں تک کہ ان دونوں کو دریائے نربدہ کے کنارے ہی سورج طلوع ہوا اور چاروں طرف پیلی دھوپ نے ہرشے کو روشن کرکے رکھ دیا تھا-

کچھ مزید آگے جانے کے بعد ایک جگہ وانجی رک گیا اور تاج الدین کو مخاطب کرکے کہنے لگا-

''میرے عزیز! یہاں سے ہم اپنا رخ تبدیل کریں گے''

تاج الدین نے اردگرد کا جائزہ لیا- ان کے دائیں جانب دریائے نربدہ کے کنارے کشتیوں کا ایک پل تھا- جس پر سے شاہراہ گزرکر جنوب کی طرف جاتی تھی- تاج الدین نے اس موقع پر وانجی کو مخاطب کیا-

''یہ جو ہمارے دائیں جانب کشتیوں کا پل ہے اس پر سے جو شاہراہ گزرکر جنوب کی طرف جاتی ہے یہ کس شہر کا رخ کرتی ہے اور ہم نے یہاں سے کدھر جانا ہے-''

تاج الدین کے اس استفسار پر وانجی مسکرایا پھر کہنے لگا-

''یہاں سے ایک نہیں کئی شاہراہیں مختلف سمتوں کو جاتی ہیں میں آپ کو اس کی تفصیل

بتاتا ہوں اس کے بعد اپنی منزل کی طرف روانہ ہوتے ہیں-

یہ دریائے نربدہ کے کنارے کنارے جس سمت سے ہم آئے ہیں یہ شاہراہ آگے جاتی ہوئی مغرب میں بروج کی طرف چلی گئی ہے- دوسری شاہراہ سیدھی آگے جبل پور کی طرف جاتی ہے اور جبل پور سے پہلے ہی دریائے نربدہ اپنا رخ جنوب کی طرف موڑ لیتا ہے- یہ جو آپ اپنے دائیں جانب دریائے نربدا کے کنارے کشتیوں کا پل دیکھ رہے ہیں یہ پل پار کرنے کے بعد مزید تین شاہراہیں مختلف سمتوں کو جاتی ہیں- ایک سیدھی آگے نکل جاتی ہے جو برہان پور سے ہوتی ہوئی دولت آباد تک چلی جاتی ہے- ایک بائیں سمت سے مالا کی سرزمینوں میں داخل ہوتی ہے اور فاندبس سے ہوتی ہوئی ناگ پور تک چلی گئی ہے- تیسری ذرا دائیں جانب بسال سے ہوتی ہوئی اورنگ آباد اور پونا کی طرف جاتی ہے- یہ شاہراہیں دریا کے دائیں جانب ہیں- بائیں جانب بھی مختلف شاہراہیں نکلتی ہیں ایک شمال مشرق کے رخ پر بھوپال سے ہوتی ہوئی جھانسی کی طرف جاتی ہے ایک شمال مغرب کے رخ پر رتلام سے ہوتی ہوئی اودھے پور کی طرف جانکلتی ہے اور ایک بالکل ان کے درمیان میں سیدھی شمال کی طرف اندور، اجین سے ہوتی ہوئی کوٹہ تک اور پھر دریائے جمنا کا رخ کرلیتی ہے- اسی شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے ہم نے شمال کی طرف جانا ہے اور اندور سے ہوتے ہوتے ہم نے اجین کا رخ کرنا ہے-

اجین راجہ سلہدیوں کا مرکزی شہر ہے اور اسی شہر کے نواح میں اچھوتوں کی ایک بستی ہے جہاں اسی لڑکی مارتھا نے پناہ لے رکھی ہے جسے آپ نے بحفاظت وہاں سے نکالنا ہے میرا تعلق بھی اچھوتوں کی اسی بستی سے ہے- بستی کا نام شولہ پور ہے اور مارتھا نام کی اس لڑکی نے اچھوتوں کی بستی شولہ پور کے ٹھاکر جگ پال کے ہاں پناہ لے رکھی ہے- جگ پال ایک نہایت درجہ کا نیک اور رحمدل انسان ہے اور وہ ہر صورت میں سلہدی کے بیٹے لچھمن داس سے

مارتھا کو بچانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ اگر آپ پچھمن داس سے بچا کر مارتھا کو اپنے علاقوں میں لے جائیں تو میں سمجھتا ہوں یہ ایک بہت بڑا معرکہ ہوگا۔"

وانجی کی گفتگو سے تاج الدین مطمئن ہوگیا تھا۔ پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کا رخ موڑا بائیں جانب پھرے اس کے بعد وہ اس شاہراہ پر بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے جو اندور سے ہوتی ہوئی اجین اور پھر آگے کورٹہ تک چلی گئی تھی۔

☆

دونوں لگاتار سفر کرتے ہوئے اجین کے قریب آئے تب وانجی نے اپنے گھوڑے کی رفتار آہستہ کرلی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے رفتار کم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر وانجی نے تاج الدین کو مخاطب کیا۔

"تاج الدین میرے عزیز! اب وہ سامنے اجین شہر دکھائی دے رہا ہے۔ تھوڑا سا آگے ہم بائیں جانب مڑیں گے اور بائیں جانب وہ جو بستی دکھائی دے رہی ہے وہی شولہ پور ہے وہیں سے مارتھا کو آپ نے اٹھانا ہے۔"

تاج الدین خاموش رہا تھوڑی دیر تک وہ اپنے سامنے اجین شہر کو دیکھتا رہا پھر اس کی نگاہیں بائیں جانب شولہ پور نام کی بستی کی طرف جم گئی تھیں۔ انہوں نے چونکہ اپنے گھوڑوں کی رفتار کم کر رکھی تھی۔ لہذا اتنی دیر میں پیچھے سے دو گھوڑوں کی ایک بگھی آئی اور ان کے پاس سے گزری۔ جس وقت وہ دونوں بائیں جانب مڑنے ہی لگے تھے کہ اچانک بگھی کے اندر سے ایک لڑکی باہر گرگئی اور زور زور سے مدد کے لئے پکارنے لگی تھی۔

اس لڑکی کے پکارنے پر تاج الدین چونکا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات کو بھانپتے ہوئے وانجی فوراً بول پڑا۔

تاج الدین اس لڑکی کی پکار پر اس کی مدد کے لیے نہ لپک پڑنا یہ جو لوگ جا رہے ہیں یہ

راجہ سلہدی کے آدمی ہیں۔ یہ مسلمانوں کا علاقہ نہیں راجہ سلہدی کی سلطنت ہے غصے کی بجائے خاموش رہ کر تقدیر کا نوشتہ پڑھنا پڑتا ہے۔ یاد رکھنا یہاں بکری کا احتجاج نہ بھیڑیے کی خو بدل سکتا ہے نہ ہی اس کی کجی درست کرسکتا ہے۔ ان سرزمینوں میں خصوصیت کے ساتھ اچھوتوں کی زندگی کو موت سے آشنا کرنا انسانیت کا منہ نوچنا' ناخنوں سے گوشت جدا کرنا' جذبوں کی چاپ' گلابوں کے خیال اور احساسات کے شباب میں سانسوں کے عذابوں اور ستم کے سرابوں کو بھرنا انسانیت کا بہترین اور عمدہ معیار خیال کیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ لوگ بھی جیسا کہ میں تجھے بتا چکا ہوں کہ راجہ کے آدمی ہیں۔ کسی لڑکی کو اٹھا کے لائے ہیں تاج الدین ابھی تم نے کچھ دیکھا ہی نہیں ہے۔ راجہ سلہدی کا ایک بیٹا نام جس کا پچھمن داس ہے وہ ان علاقوں کا والی ہے جو مسلمانوں کی سرحدوں سے ملتے ہیں اور وہاں اس نے جو اچھوتوں اور دوسری اقلیتوں پر مظالم ڈھا رکھے ہیں انہیں بیان کرنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ جس لڑکی کو وہ چاہے اٹھا کر لے جاتا ہے اور اسے بے آبرو کر دیتا ہے۔ میرے بھائی یہ بگھی بھی راجہ کے آدمیوں کی ہے۔ چپ رہنا لڑکی نجانے کون ہے۔ ہمیں اپنی منزل کی طرف جانا ہے اور مارتھا کو وہاں سے نکالنا ہے۔ بس یہی بات اپنے ذہن میں رکھنا۔"

وانجی جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کرتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا۔

"وانجی! میری کیفیت تمہاری حالت سے مختلف ہے۔ میرے جذبات میرے احساسات بھی مختلف ہیں یاد رکھنا میرے دل میں نہ ہی تو انسانیت کے قحط کا آزار ہے نہ ہی ابھی میرا ضمیر زنگ آلود ہوا ہے۔ عورت خواہ ہندو ہو مسلمان ہو عیسائی ہو یا یہودی ہو' عورت عورت ہی ہے اور قابل احترام ہے۔ یاد رکھنا عورت کا تعلق کسی بھی دھرم سے ہو اس کا تعلق کسی بھی دین سے ہو وہ اس کائنات کے لیے روشنی کا نگر' مہک مہک تجلی' کرن کرن خوشبو

سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔عورت تو اپنی گرم سانسوں کی خوشبو، معصوم ہونٹوں کے شہد سے زندگی کی گہری تہوں تک میں بھی امن کی چمک پیدا کر دیتی ہے۔یہ لڑکی کون ہے میں نہیں جانتا یہ عیسائی ہے مسلمان ہے اچھوت ہے یا ہندو ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں میں تو صرف یہ جانتا ہوں اس نے مدد کے لیے پکارا ہے اور عورت جب مدد کے لیے پکارتی ہے تو اس کی پکار پر لبیک نہ کہنا بددیانتی اور بے غیرتی ہے۔دیکھ میں جانتا ہوں یہاں کے حالات کو تو میری نسبت بہتر جانتا ہے تو یہیں رہ بلکہ اپنی بستی کی طرف چلا جا میں ان سے نپٹ کر خود ہی شولہ پور آ جاؤں گا اس لیے کہ اب میں نے تیری بستی دیکھ لی ہے۔''

تاج الدین کے ارادے بھانپتے ہوئے وانجی سہم گیا تھا اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے وہ بلند جھاڑیوں کی اوٹ میں چلا گیا تھا۔تاج الدین نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اتنی دیر تک بگھی کے اندر سے کچھ آدمی اترے اور انہوں نے اس لڑکی کو اٹھا کر پھر بگھی کے اندر پھینک دیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا تاج الدین قریب آیا بگھی کو کھینچنے والے گھوڑوں میں سے ایک کی باگ پکڑتے ہوئے اسے کھینچ کر روکا پھر گھوڑوں کے ساربان کو مخاطب کرتے ہوئے تحکمانہ انداز میں اس نے کہنا شروع کیا۔

''بگھی کو روک دو۔ ورنہ میں گھوڑے سے اتر کر بگھی میں آؤں گا اور پھر جو تمہاری حالت ہوگی وہ تمہارے لیے ناقابل برداشت ہوگی'' اس کے ساتھ ہی ایک جھٹکے کے ساتھ تاج الدین نے گھوڑے کو رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

پھر ایک ہاتھ اس نے آگے بڑھایا اور گھوڑے ہانکنے والے کو اس نے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تھا۔اتنی دیر تک بگھی کے اندر سے بھی دو جوان نکل آئے تھے وہ بھی غیر مسلح تھے۔ان کے پیچھے پیچھے ایک لڑکی بھی نکلی تھی۔تاج الدین اپنے گھوڑے سے کود گیا تلوار اس نے بے نیام

کر لی۔اس نے جب دیکھا کہ وہ تینوں نہتے ہیں تو تلوار کے اشارے سے انہیں ایک طرف ہٹ جانے کو کہا لڑکی کو اس نے قریب بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بہن تو کون ہے۔یہ تجھے کہاں سے اٹھا کر لائے ہیں۔''

بہن کا لفظ سن کر لڑکی چونکی تھی۔ کہنے لگی۔

''تم کون ہو جو مجھے بہن کہہ رہے ہو میں تو اچھوت ہوں اور اچھوت کی اس معاشرے میں کوئی حیثیت اور وقعت ہی نہیں ہے۔''

تاج الدین مسکرایا کہنے لگا۔

''تم فکرمند نہ ہو میں ذات پات سے تعلق رکھنے والا نہیں، نہ ہی کسی کو اچھوت کہنے کا مجاز ہوں میں مسلمان ہوں۔اگر تو اچھوت ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔سب سے پہلے تو انسان ہے اور اسی ناطے سے میں نے تمہیں بہن کہا ہے۔

دیکھ میرا تعلق جس دین سے ہے اسے سب لوگ مسلمان کہتے ہیں۔ہمارے ہاں کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔سب اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔کسی کو کسی پر رنگ و نسل یا کسی اور وجہ سے فضیلت یا امتیاز حاصل نہیں ہے۔فضیلت و برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔جو سب سے زیادہ متقی ہے اللہ کے احکامات کی پیروی کرتا ہے وہ اس سے برتر ہے جو خدا کا باغی ہے اور اس کی تعلیمات کی پروا نہیں کرتا۔

میری بہن! اسلام نے انسانیت کو عدل مساوات اور تقویٰ کے جس اصول سے آشنا کیا ہے وہ اس کی امتیازی خصوصیت ہے۔اس سے ذات پات رنگ و نسل اور جغرافیائی فرق و امتیاز کے تمام بت پاش پاش ہو جاتے ہیں اور تمام انسانیت توحید کے پرچم کے سائے میں اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو کر آسمان کی بلندیوں کو چھو لیتی ہے۔لہذا تو میری

طرف پریشانی اور استفہامیہ سے انداز میں نہ دیکھ-''

تاج الدین کی بات کاٹتے ہوئے لڑکی بول پڑی-

جب تو نے مجھے بہن کہا ہے تو میں بھی تجھے بھائی کہہ کر مخاطب کرتی ہوں- میں ان علاقوں کی رہنے والی ہوں جہاں مسلمانوں اور راجہ سلہدیو کی سلطنت کی سرحدیں ملتی ہیں- یہ لوگ مجھے اٹھا کے لائے ہیں- راجہ سلہدی کا بیٹا مجھے پسند کر چکا تھا اسی کے یہ آدمی ہیں جو مجھے اٹھا کر لے جا رہے ہیں-''

اس پر تاج الدین مزید اس کے قریب ہوا اور کہنے لگا-

دیکھ! قبل اس کے کہ ان کے اور مددگار ساتھی آ جائیں تو یہاں سے بھاگ جا بائیں جانب جا وہاں جو بڑی بڑی جھاڑیاں ہیں ان کے پیچھے ایک شخص ہوگا نام اس کا وانجی ہے- اس کے پاس گھوڑا بھی ہے- اسے میری طرف سے کہنا تجھے گھوڑا دے دے گا تو اس گھوڑے پر بیٹھ کر فوراً اپنے علاقوں کی طرف بھاگ جا اپنی بستی کی طرف بھی نہ جانا اپنے کسی رشتے دار کے ہاں جا کے چھپ جانا یا مسلمانوں کی سلطنت میں گھس جانا ورنہ یہ تیرا تعاقب ضرور کریں گے اب تو جا وقت ضائع نہ کر-''

لڑکی فوراً ہی دائیں جانب بھاگتی ہوئی بڑی بڑی جھاڑیوں کے پیچھے روپوش ہو گئی تھی-

لڑکی کے بھاگ جانے کے بعد تاج الدین ان تینوں کے پاس آیا جو ابھی تک حیران اور پریشان اور ششدر کھڑے تھے- انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا-

''تم اس لڑکی کو کیوں اٹھا کر لائے؟ کیوں اس سے زبردستی؟ کی اسے کہاں لے جانا چاہتے تھے-''

اس باران میں سے ایک بول پڑا-

''تو نے جو حرکت کی ہے ایسا کر کے تو نے یقیناً اپنی موت کو دعوت دی ہے- تو دیکھتا

ہے ہم تینوں نہتے ہیں- نہتے ہم اس لیے ہیں کہ راجہ سلہدی کی سلطنت میں وہ کام کوئی کر ہی ہیں سکتا جو تم نے کر دیا ہے- اس لڑکی کو راجہ سلہدی کے بیٹے لچھمن داس کے کہنے پر اٹھایا گیا ہے اس لیے کہ وہ اس لڑکی کو پسند کرتا تھا- جن علاقوں کی یہ لڑکی رہنے والی ہے وہ علاقے سلمانوں کی سرحدوں سے ملتے ہیں اور ان علاقوں کی دیکھ بھال راجہ سلہدی کے بیٹے لچھمن اس کے سپرد ہے- اس لڑکی کو اس نے دیکھا پسند کیا پھر ہمیں اٹھانے کا حکم دیا- خود لچھمن اس بھی اپنے محافظ دستے کے ہمراہ پیچھے پیچھے آ رہا ہے وہ پیچھے اس لیے ہے کہ اگر لڑکی کے لواحقین ڑکی کو چھڑانے کے لیے پیچھا کریں تو وہ ان سے نمٹ سکیں- اب جب وہ تھوڑی دیر تک ہاں پہنچے گا تو یاد رکھنا تیری جو حالت ہوگی وہ بڑی عبرت خیز ہوگی- لچھمن داس اس لڑکی کو لے کر اپنے باپ راجہ سلہدی کے پاس جا رہا ہے اور اسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس لڑکی کو اس نے پسند کیا ہے- راجہ کی اجازت حاصل کرنے کے بعد وہ اس لڑکی کو ایک لونڈی اور داشتہ کی یثیت سے اپنے پاس رکھے گا اس لیے کہ وہ لڑکی چونکہ ملیچھ اور اچھوت ہے لہٰذا اس سے ادی تو نہیں کی جا سکتی-''

کہنے والا لمحہ بھر کے لیے رکا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے لہہ رہا تھا-

''اب تو تھوڑی دیر یہاں رک راجکمار لچھمن داس اپنے محافظ دستے کے ساتھ جو ارے پیچھے پیچھے آ رہا ہے بہت جلد یہاں پہنچے گا اور جو حرکت تو نے کی ہے اس حرکت کی تجھ سے ایسی باز پرس کرے گا کہ تجھے تیرا خون بہائے بغیر نہ چھوڑے گا''

تاج الدین ساری صورتحال کو سمجھ چکا تھا- کچھ سوچا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''میں نہ تمہارا انتظار کر سکتا ہوں نہ تمہارے راجکمار لچھمن داس اور اس کے محافظ دستے ے ملنا چاہتا ہوں میں جا رہا ہوں- راجہ سے ملنے کے لیے تم لوگوں نے

جو کچھ کہنا ہے وہیں آ کر مجھ سے کہنا اگر تم میں سے کسی نے میری راہ روکنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میری تلوار بلند ہو کے برسے گی اور تم میں سے کسی کی گردن محفوظ نہیں رہے گی-''

اس کے ساتھ ہی تاج الدین گھوڑے پر سوار ہونے ہی لگا تھا کہ جس سمت سے بگھی آئی تھی اس سمت سے کچھ گھڑ سوار نمودار ہوئے' وہ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آ رہے تھے- تاج الدین اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور آنے والوں کی طرف دیکھنے لگا- اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگا کر آگے نہیں بڑھایا تھا-

آنے والے سوار جب قریب آئے تو تاج الدین نے دیکھا ان کے آگے آگے راجکمار پچھمن داس تھا پیچھے اس کا محافظ دستہ تھا- قریب آ کر اس نے بگھی والوں کو مخاطب کر کے پوچھ لیا-

''تم لوگ رک کیوں گئے ہو کیا معاملہ ہوا- لڑکی کہاں ہے-''

وہ سائیس جو گھوڑوں کو ہانک رہا تھا بھاگتے ہوئے پچھمن داس کے گھوڑے کے قریب آیا اور اس کے پاؤں کو چھوتے ہوئے کہنے لگا-

''مہاراج! ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے-'' اس کے بعد وہاں جو کچھ پیش آیا تھا اس نے سہمے سہمے ڈرتے ڈرتے پچھمن داس سے کہہ دیا تھا-

پچھمن داس قہر بھرے انداز میں کچھ دیر تاج الدین کی طرف دیکھتا رہا پھر وہیں کھڑے کھڑے کہنے لگا-

''تم کون ہو- کہاں سے آئے ہو اور یہ جو حرکت تم نے کی ہے اس کی وجہ تم بتا سکتے ہو جلدی بولو ورنہ یاد رکھنا میرے ایک اشارے پر تمہاری گردن کاٹ کے رکھ دی جائے گی-''

کھا جانے والے انداز میں تاج الدین نے بھی اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

''سن! پچھمن داس میں راجہ سلہدی سے ملنے جا رہا ہوں- تجھے اس سے کیا کام ہے؟

میں تجھے نہیں بتاؤں گا وہ میں راجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہی کہوں گا- یہ جو حادثہ پیش آیا ہے اس میں میرا قصور نہیں اس لیے کہ بھاگتی بگھی میں باہر لڑکی نے چھلانگ لگائی تھی- مدد کے لیے پکارا تھا- انسانیت کے ناطے سے میں نے اس کی مدد کی لہٰذا وہ بھاگ گئی اور ایسا کرنا اس لڑکی کا حق تھا- جو کچھ ہوا وہ میرے فرائض میں بھی تھا-''

پچھمن داس کچھ دیر تک بڑے غور سے تاج الدین کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا-

''اگر تم نے یہ نہ کہا ہوتا کہ تم میرے باپ سے ملنے جا رہے ہو تو میں یہیں کھڑے کھڑے تمہاری گردن کاٹ دیتا لیکن میں تمہیں اپنے باپ سے ملنے کا موقع فراہم کروں گا- اس کے بعد حقیقی معنوں میں تم سے باز پرس کروں گا-'' پھر اس نے اپنے مسلح جوانوں کو حکم دیا کہ وہ دائیں جانب جائیں لڑکی کہیں جھاڑیوں میں چھپی ہو گی اسے ڈھونڈ کر لائیں-

ان میں سے کچھ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے گئے تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ آئے اور کہنے لگے-

''یہاں جھاڑیوں میں کوئی لڑکی نہیں ہے-'' پچھمن داس برس پڑا-

''تم لوٹ کیوں آئے ہو جاؤ اسے تلاش کرو اور ہر صورت میں اسے ڈھونڈ کر لاؤ-''

جب وہ چلے گئے تب اس نے گھوڑے ہانکنے والے سے کہا-

''بگھی کو ہانک دو یہ شخص بھی ہمارے ساتھ چلے گا میں دیکھتا ہوں یہ میرے باپ سے کیوں ملنا چاہتا ہے'' اس کے ساتھ ہی کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ پچھمن داس تاج الدین کو لے کر آگے بڑھنے لگا تھا-

وانجی اپنی بستی شولہ پور کے ٹھاکر جگ پال کی حویلی میں داخل ہوا- جگ پال نے شاید اسے حویلی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا- لہذا وہ سکونتی حصے سے باہر نکل آیا تھا وہ ڈھلتی ہوئی شخصیت کا ایک رحمدل انسان لگتا تھا- مسکراتے ہوئے اس نے وانجی کا استقبال کیا پھر کہنے لگا-

''آؤ دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں وہیں بیٹھ کر میں تم سے باتیں کروں گا''

اس کے ساتھ ہی جگ پال وانجی کا ہاتھ پکڑ کر دیوان خانے میں لے گیا تھا- دونوں ابھی نشستوں پر بیٹھے ہی تھے کہ دیوان خانے کا وہ دروازہ جو حویلی کے سکونتی حصے کی طرف کھلتا تھا اس سے ایک لڑکی اندر داخل ہوئی وہ مارتھا تھی- جس کا شفق رنگ بدن- شاخ مرجان ڈالیوں میں مہکتے شگوفوں اور جام گل گوں جیسا لگ رہا تھا- دیوان خانے میں وہ اس طرح داخل ہوئی تھی جیسے مسکراتے جزیروں سے صبح کے پرتو کی خوشبو لیے راحت دل و جان بنتی بادِنسیم کی روانگی داخل ہوئی ہو-

اس کی دہکتی نیلی آنکھوں میں فطرت کی نزہت کی شیرینی' دوشیزگی کی نگہت' نشے کی گلاوٹ پیدا کرتی ابریشمی لہریں اور وصل کے ہنگاموں میں فشارِ آتش برپا کرتی ایک مقناطیسیت تھی-

اس کے ابلتے سرخ چشموں سے سرخ ہونٹوں میں نغموں کا جلال و جمال زمزموں کی

غنائیت' روحانی آسودگی کے علاوہ بیلوں کے نم آلود پتوں- آلوچے کے پھولوں اور گلاب کے شگوفوں کی سی تازگی تھی-

اس کا چہرہ ایسا خوب صورت ایسا حسین تھا جیسے کوہساروں کی کہر اور سرمئی کاسنی دھند میں چھپے سرخ گلابوں میں تیرتے چاند پر سرمدی لطافتیں اور رنگ و نور کی رقص کرتی بساط بچھ گئی ہو- اس کے مہکتے لب و رخسار اسے حلقہ چمن میں دہکتے آتش و گل سا خوب صورت کیف و مستی میں موسم گل کی سلگتی شام سا حسین اور نور کے سیلاب اور چاند کی چاندنی راتوں میں احساس جمیل سا پرکشش بنا رہی تھی- اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ لڑکی تھکے ہارے خرابوں میں بھی زندگی کی گردش میں ستاروں کی چمک فسانہ ناشناس میں جمال شیریں اور حروف افسوں اور اپنے پیکر پر جمال سے جوان جذبوں میں طلب کو فروزاں اور ستاروں کے کاروانوں میں روشنی کے ساگر کھڑے کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہو-

جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تب اپنے پہلو میں خالی نشست پر ہاتھ مارتے ہوئے جگ پال نے اسے مخاطب کیا-

''مارتھا! میری بیٹی! یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو''

وہ آگے بڑھی جگ پال کے پاس بیٹھ گئی پھر جگ پال نے وانجی کو مخاطب کیا-

''وانجی اچھا ہوا میری بیٹی مارتھا بھی آ گئی ہے- اب بتاؤ تم نے مارتھا کو یہاں سے نکالنے کا کیا معاملہ طے کیا ہے- کیا اس سلسلے میں حیدر خان تمہاری مدد کے لیے آمادہ ہوا ہے-''

جگ پال کے اس استفسار پر وانجی نے تاج الدین کے سارے حالات سنانے کے علاوہ پورے سفر کی داستان اور پھر اپنی بستی کے قریب جو حادثہ پیش آیا تھا اس کی تفصیل بڑی تیزی سے سنا ڈالی تھی-

تفصیل سن کر مارتھا بہت زیادہ پریشان اور افسردہ ہو گئی تھی۔ پھر جگ پال کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نوجوان جس کا نام تاج الدین بتایا گیا ہے اور جسے مجھے یہاں سے نکالنے کے لیے روانہ کیا گیا ہے کہیں پکڑے جانے کے بعد راجہ کے سامنے یہ حقیقت نہ اگل دے کہ وہ مجھے یہاں سے نکالنے کے لیے آیا ہے۔ اگر اس نے ایسا کر دیا تو چھمن داس مجھے گرفتار کرنے کے بعد وہ اذیتیں دے گا جس کا کوئی انسان اندازہ تک نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ میں اسے ٹھکرا کر بھاگی ہوں۔"

مارتھا کے ان الفاظ پر وانجی مسکرایا پھر کہنے لگا۔

"نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں نے اس نوجوان کے ساتھ سفر کیا ہے اور راستے میں اس سے باتیں کی ہیں ایسے نوجوان یقیناً تعبیروں کے دکھ میں سکھ کے استعارے۔ اذیتوں میں گھرے سوال بن کر الجھتی عذاب رتوں میں بھی انسانی قافلوں کے راہ نما بن کر نمودار ہو جاتے ہیں۔

ایسے نوجوان سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔"

وانجی کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ مارتھا بول پڑی۔

"ویسے اس کا یہ کردار قابل تعریف ہے کہ اس نے راجہ سلہدی کی حدود بلکہ اس کے مرکزی شہر کے قریب ایک بے بس لڑکی کی مدد کی اور ایسی لڑکی کی مدد کی جسے راجہ سلہدی کے بدمعاش بیٹے چھمن داس کے آدمی پکڑ کر لا رہے تھے۔ اب جو چھمن داس اسے اپنے محافظ ستے کے ساتھ اجین کی طرف لے گیا ہے تو نجانے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے۔ ویسے ہمیں اسے اس طرح اکیلا اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کم از کم اس کے پیچھے جانا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس کے ساتھ کیا پیش آتا ہے اور اگر کسی بھی موقع پر اس کی مدد

کی جا سکتی ہو تو کرنی چاہیے اس لیے کہ وہ اتنا لمبا سفر طے کر کے آخر مجھے یہاں سے نکالنے پر آمادہ ہوا ہے اور پھر وانجی میرے عزیز تم یہ بھی بتا چکے ہو وہ بڑا دکھی ہے۔ اس کے ماں باپ کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور اس کی سوتیلی ماں کا سلوک بھی اس کے ساتھ اچھا نہیں ہے

بہرحال ....

مارتھا کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ وانجی بول پڑا۔

میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جس لڑکی کو تاج الدین نے بچایا تھا اسے اس نے میری طرف ہی بھیجا تھا۔ میں نے اسے اپنا گھوڑا دے دیا اور وہ میرے گھوڑے پر بیٹھ کے یہاں سے بھاگ گئی ہے۔ اب بھگوان کرے کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ جائے۔ میں سیدھا اس کے پیچھے پیچھے اجین کی طرف چلا جاتا لیکن میں صرف تم لوگوں کو یہ بتانے آیا ہوں کہ میں یہاں پہنچ چکا ہوں۔ میرے ساتھ تاج الدین نام کا جوان بھی آ چکا ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ مارتھا میری بہن وہ تمہیں یہاں سے نکال لے جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ بہرحال اب میں جاتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی وانجی اٹھ کھڑا ہوا رکا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"میں اجین کا رخ کرنے لگا ہوں۔ وہاں میں کسی نہ کسی طرح تاج الدین سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح اس کے کام ضرور آ سکوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی وانجی مڑا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔

☆

تاج الدین کو اجین کے سامنے راجہ سہلدی کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت سلہدی ایک بلند شہ نشین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں جانب اس کا چھوٹا بھائی لکھمن اس کے بعد اس کا سب سے بڑا بیٹا بھوپت پھر دوسرا بیٹا پورن مل پھر تیسرا بیٹا چھمن داس اور اس کے بعد

چوتھا بیٹا منگل راج بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ اس کے بائیں جانب اس کی رانی درگاوتی پھر راجہ سلہدی اور رانی درگاوتی کی اکلوتی اور انتہائی خوبصورت اور ہردلعزیز بیٹی راجکماری اناوتی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سلطنت کے دیگر لوگ اس کے سامنے اپنے اپنے منصب کے مطابق جگہیں سنبھالے ہوئے تھے۔

جس وقت تاج الدین کو راجہ سلہدی کے سامنے پیش کیا گیا اس نے وہاں بیٹھے سب لوگوں کا جائزہ لیا لمحہ بھر کے لیے اس کی نگاہیں تنقیدی سے انداز میں راجکماری اناوتی پر جم گئی تھیں۔

اناوتی کا شباب نشہ زیست سے لبریز ساغر۔ خمار آگیں اور مہتاب بکف حسین فطرت جیسا تھا۔ خوب صورت ایسی جیسے اس کا جمال سینہ سنگ تک میں نور کے سیلاب کی طرح پیوست ہو جائے گا وہ طلسم ہست و بود کو روشن کر دینے والے چاند ستاروں کے فسوں جیسی حسین سراسیمہ و حیران کر دینے والے ابرنیساں میں گونجتے محبت کے گیتوں جیسی خوب صورت تھی۔

اس کے گلاب گال اسے کیف و مستی پر اترتے شفق رنگوں جیسا بنا رہے تھے، میٹھے بولوں کا پیغام دیتی اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں یکجائی لفظوں کی اڑان سا سامان پیش کر رہی تھیں۔ اس کا چاند چہرہ اسے دلآویز رنگینیاں لٹاتی مہکتی فضاؤں، چھلکتی تمناؤں جیسا بنا رہی تھی جبکہ رنگینیوں کے جہاں سا اس کا بدن اسے خوشی کا مہکتا پھول صدف در صدف رقصاں ستاروں کے قندیل جیسا بنائے ہوئے تھا۔

مجموعی طور پر راجکماری اناوتی اپنے حسن میں کنج ویران میں جلوہ ماہتاب اپنے جمال میں سیلابی ضیاء اور طلب تمنا کی گونج اپنی جاذبیت میں لب و رخسار کے سنورتے منظر اور اپنی شخصیت کے لحاظ سے وہ خوابوں کے تجسس میں رنگوں کے قافلہ شوق سے بھی اعلیٰ و ارفع تھی۔

راجکماری اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین چونک سا پڑا اس لیے کہ اسی لمحہ اسے راجہ سلہدی نے مخاطب کیا تھا۔

"مجھے تمہارا نام میرے چوب دار نے تاج الدین بتایا ہے اور یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ تم مسلمان ہو اور میرے پاس ملازمت کے سلسلے میں آئے ہو اور تمہارا تعلق مسلمانوں کے سلطان بہادر خان کی سلطنت سے ہے۔ کہو آخر تم ملازمت کی غرض سے میرے پاس ہی کیوں آئے اپنے سلطان کے پاس کیوں نہ گئے۔ سچ بولنا۔ جھوٹ بولو گے تو مارے جاؤ گے۔"

ایک بھرپور نگاہ تاج الدین نے راجہ سلہدی پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"راجہ میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوں میرا تعلق احمد نگر سے ہے۔ آہن گری کا پیشہ بھی جانتا ہوں۔ تلوار سے کھیلنے کے فن سے بھی آگاہی رکھتا ہوں۔ وہاں میرے ماں باپ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ میں نے اس کی نالش اس کی شکایت اپنے سلطان سے پیش کی جب اس نے میری نالش پر کوئی دھیان نہ دیا تب میں اس سے مایوس ہو گیا اور ملازمت کی خاطر اور زندگی کے باقی دن گزارنے کے لیے میں نے آپ کی راجدھانی کا رخ کیا اس لیے کہ میں نے بہت سے لوگوں سے آپ کی فیاضی آپ کی سخاوت کے چرچے سنے تھے۔"

یہ سب کچھ تاج الدین نے راجہ سلہدی کو ہوا دینے کے لئے اس کی تعریف کے طور پر کہے تھے تاکہ اس کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ ہو سکے۔

تاج الدین جب خاموش ہوا تو راجہ سلہدی تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب آنے کے لیے کہا۔ تاج الدین آگے بڑھا اور بالکل راجہ سلہدی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس وقت راجہ کے قریب اور اپنی ماتا رانی درگاوتی کے پہلو میں بیٹھی راجکماری کے اناوتی کے جسم سے کنوار پنے کی خوشبو صاف اور واضح طور پر محسوس کی جا سکتی

تھی- راجہ سلہدی نے تاج الدین کو مخاطب کیا-

''اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاؤ''

تاج الدین نے بلا جھجک اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا- راجہ سلہدی نے اپنی انگلیاں تاج الدین کی نبض پر رکھیں تھوڑی دیر تک وہ نبض محسوس کرتا رہا پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا-

''اپنی جگہ پر جا کے کھڑے ہو جاؤ-''

تاج الدین مڑا اور جہاں پہلے کھڑا تھا وہیں جا کے کھڑا ہو گیا کمرے میں راجہ سلہدی کی آواز گونجی-

''تو مجھے دھارمک' بھگت' نیک اور دھرماتما اور ایماندار آدمی لگتا ہے اس لیے کہ تیرے جسم میں گھبراہٹ نہیں ہے- تیری نبض معمول کے مطابق چل رہی ہے- اب جو تو نے ایک ایسی لڑکی پر رحم کھاتے ہوئے اسے بھاگ جانے کا موقع فراہم کیا ہے جسے میرے بیٹے لچھمن داس نے اپنے لیے چن لیا تھا یہ ایسا جرم تھا جس کی سزا تجھے ہر صورت میں ملنی چاہئے تھی اور اب جو تو میرے سامنے آکر ایمانداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملازمت کی استدعا کر رہا ہے تو میں تیری استدعا کو ٹھکراؤں گا نہیں- مگر دیکھ تو اپنے حلیے اپنی جسمانی ساخت سے مجھے اچھا طاقت ور زور آور لگا ہے- تو نے اپنی باتوں میں پہلے انکشاف کیا کہ تو آہن گری کا پیشہ بھی جانتا ہے تو نے اپنی کمر پر ایک نئی اور خوب صورت پیٹی بھی باندھ رکھی ہے- جس میں تلوار اور خنجر ہیں تو تیغ زنی میں کیسا ہے-''

تاج الدین نے غور سے راجہ سلہدی کی طرف دیکھا کہنے لگا-

''میں آپ کے لشکر میں ہی شامل ہونے کے لیے حاضر ہوا ہوں- جہاں تک میری تیغ زنی کا تعلق ہے تو آپ آزما سکتے ہیں-''

تاج الدین کے ان الفاظ پر راجکماری اناوتی چونکی تھی- اپنے باپ کو مخاطب کرتی ہوئی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ راجہ سلہدی تاج الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''تو درست کہتا ہے- ایسا ہی ہوگا- میں تیری تیغ زنی کا امتحان لوں گا پر ایک بات اپنے دھیان میں رکھنا اگر تیغ زنی کے اس مقابلے میں تو ہار گیا تو پھر تجھے اس لڑکی کو بھاگنے کا موقع دینے کی سزا ضرور ملے گی اور اگر تیغ زنی کے مقابلے میں تو جیت گیا تو پھر تجھے اس جرم کی سزا تو نہ ملے گی لیکن تجھے کس قسم کی ملازمت ملے گی یہ فیصلہ میرے بیٹے اپنی بہن اور میری راجکماری اناوتی سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد کریں گے- اب بول تو اس کے لیے تیار ہے-''

تاج الدین کی چھاتی تن گئی کہنے لگا-

''راجہ میں آپ کے فیصلے سے اتفاق کرتا ہوں-''

راجہ سلہدی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے اپنے ایک سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''پرتاپ راؤ ذرا اس کے سامنے آؤ میں چاہتا ہوں تم ہی اس سے تیغ زنی کا مقابلہ کرو-''

ایک ہٹا کٹا خوب دراز قد نوجوان جو پوری طرح مسلح تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر تاج الدین کے سامنے آیا- تاج الدین کو راجہ سلہدی نے پھر مخاطب کیا-

''تاج الدین میرے ہاں یہ ایک بہترین اور عمدہ قسم کا تیغ زن ہے نام اس کا پرتاپ رائے ہے راجپوت ہے لمحوں کے اندر یہ بڑے بڑے سورماؤں کو تیغ زنی کے اندر اپنے سامنے زیر کر دینے والا ہے اگر تم اس سے ہار گئے تو تم سے جو جرم سرزد ہوا ہے اس کی برائے نام سزا دی جائے گی کڑی سزا نہیں ہوگی اور اگر تم اس سے جیت گئے تو پھر تمہیں کس قسم کی

ملازمت دی جائے گی اس کا فیصلہ میرے بچے کریں گے۔''

ذرا رک کر راجہ سلہدی نے دونوں کو مخاطب کیا۔

''دونوں اپنی تلواریں ڈھالیں سنبھال لو جس وقت میں اپنا ہاتھ فضا کے اندر بلند کروں تو مقابلے کی ابتدا کر دینا''

اس کے ساتھ ہی تاج الدین چند قدم پیچھے ہٹا اپنی تلوار اور ڈھال اس نے سنبھال لی تھی۔ پرتاپ رائے بھی ایسا ہی کر چکا تھا۔ پھر یونہی راجہ سلہدی کا ہاتھ فضا میں اٹھا تاج الدین بھوکے تیندوے کی طرح پرتاپ رائے پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

پرتاپ رائے نے تاج الدین کا وار اپنی ڈھال پر روکا پھر ایک طنزیہ سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

''اجنبی! اتنی تیزی نہ دکھا یہ مقابلہ طول بھی پکڑ سکتا ہے۔ میں تو اس طول کے دوران تیرے روم روم میں جلتے استعارۂ صحراؤں کا آشوب اور تیرے روئیں روئیں میں روح کی کلپنا بھرتا چلا جاؤں گا۔''

تاج الدین نے پرتاپ رائے کی آنکھوں میں جھانکا پھر قہر بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''ایسی گفتگو کر کے تو اگر مجھے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے تو تجھے ناکامی ہو گی میں تو خود تیرے شعور ذات کے پیمانے میں دہکتی آگ تیزی آنکھوں کے حیرت کدے میں رقص کرتے شعلے تیرے ذہن کے تحیر میں برگشتہ بختی اور تیرے دل کے پر تجسس لمحوں میں عذاب کے تیز دھارے بھرنے کا عہد کئے ہوئے ہوں۔''

اس کے بعد پرتاپ رائے نے تاج الدین کی ڈھال سے اپنی تلوار علیحدہ کی اور دونوں پھر ایک دوسرے پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔ چند بار تاج الدین پر تیز حملے کرنے کے بعد جب ایک بار اس کی تلوار تاج الدین کی ڈھال سے ٹکرائی تب طنزیہ سے انداز میں پرتاپ

رائے نے پھر پوچھا۔

''کیسے رہے میرے حملے؟''

تاج الدین مسکرایا کہنے لگا۔

رسوائی کے موسموں سے زیادہ رسوا۔ بدی کے خیالات سے زیادہ بدتر۔ پرتاپ رائے اگر تو یہ خیال کرتا ہے کہ تو راجپوت ہے اور تیغ زنی میں مجھ پر غالب رہے گا تو یہ تیرا فریب نظر ہے۔ یاد رکھنا میں تیغ زنی کے علاوہ آہن گر بھی ہوں اور جب میں ہتھوڑی کی طرح تجھ پر برسوں گا تو تیرے سارے تجربے تیرے تیغ زنی کے سارے ہنر کو ریزہ ریزہ لخت لخت کرتا چلا جاؤں گا۔ یہ بات اپنے ذہن میں لکھ کے رکھنا تیغ زنی کے علاوہ میں آہن گر اور ریزہ گر بھی ہوں میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ عنقریب میرے حملوں کے سامنے تو کم نگاہی کے کرب شر خیز لاحاصلی کے عذاب کے نشتروں اور درد کے تاریک قلعوں کی اسیری کا شکار ہو کے رہے گا۔''

اس کے بعد دونوں ایک بار پھر ایک دوسرے پر تیز حملے کرنا شروع ہو گئے تھے اب تاج الدین نے پہلے کی نسبت اپنے حملوں میں کہیں زیادہ تیزی پیدا کر لی تھی۔ کئی مواقع پر اپنی تلوار تاج الدین کی ڈھال سے ٹکرانے کے بعد پرتاب رائے نے اسے مخاطب کرنا چاہا مگر تاج الدین نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا بلکہ اس پر تیز حملے کرتے ہوئے اسے کہنے لگا۔

''میں تجھے سمجھ چکا ہوں تو بار بار میری ڈھال پر اپنی تلوار ٹکرانے کے بعد مجھ سے گفتگو کرتا ہے اس طرح تو دم لینا چاہتا ہے۔ ستانا چاہتا ہے مگر اب میں تجھے نہ دم لینے دوں گا نہ ستانے دوں گا تیری وہ حالت کروں گا جس طرح طوفانوں کے اندر خاک و خس اڑتے ہیں۔ اس کے بعد تاج الدین نے اپنے حملوں میں پہلے کی نسبت بھی زیادہ ہولناکی اور خوفناکی پیدا کر لی تھی۔

کچھ دیر دونوں جم کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے پھر پرتاب رائے کی حالت بتانے لگی تھی کہ وہ تھک چکا ہے۔ ہانپنے لگا ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے تاج الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''پرتاپ رائے بس تو تو ڈگمگانے لگا۔ ظالم ابھی تو میرے جذبہ رقابت کی ابتدا ہوئی ہے۔ ابھی تو میں تیرے لیے تقدیر کے پامال راستوں کو استوار کرنے لگا ہوں ابھی سے تیری بے داری وہموں میں تبدیل ہونے لگی ہے اور تیری آنکھیں دھندلانے لگی ہیں ٹمٹماتے لرزاں چراغ کی طرح تو ڈگمگانے لگا ہے۔''

اس کے بعد تاج الدین نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پرتاپ رائے پر وہ چنگاریوں کی طرح بھڑک اٹھنے والے شعلوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ دائیں بائیں پینترے بدلتے ہوئے وہ اعضائے بدن کے وجد آفرین رقص کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ پرتاپ رائے بڑی مشکل سے تاج الدین کے حملوں کو روک رہا تھا جبکہ تاج الدین لحہ بہ لحہ خوفناک صورتحال اختیار کرتے ہوئے پرتاپ رائے پر خشمگیں عناصر' کدورت بھری قہرمانیت اور جبر کے شور کرتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہونے لگا تھا۔ اب کے حملوں کے سامنے پرتاپ رائے الٹے پاؤں اس طرح بھاگنے لگا تھا جس طرح کوئی کوزہ گر چاک کو چکر دیتا ہے۔

ایک موقع پر جب پرتاپ رائے ڈگمگا رہا تھا اور اس نے تاج الدین کے وار کو اپنی ڈھال پر روکا تو تاج الدین طوفانی انداز میں حرکت میں آیا اپنی ڈھال اس نے پھینک دی اور پرتاپ رائے کی تلوار والا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف زور سے کھینچا اور اس کے پیٹ میں ایک زور کا گھٹنا مارا کہ پرتاپ رائے کراہ اٹھا۔ تاج الدین نے اس سے اس کی تلوار اور ڈھال چھین کر دور پھینک دی پھر دونوں ہاتھوں میں اسے فضا کے اندر بلند کیا کچھ دیر لہرایا پھر اسے اچھالتے ہوئے راجہ سلہدی کے قدموں میں پھینک دیا تھا۔

پرتاپ رائے راجہ سلہدی کے قدموں میں گرنے کے بعد سنبھل کر بیٹھا شرمندہ
مندہ اور خجل خجل سا تھا۔ راجہ سلہدی کے بھائی اور رانی کی کیفیت کچھ مختلف تھی انہوں نے
ج الدین کے اس طرح جیتنے اور پرتاپ رائے کو راجہ سلہدی کے پاؤں پر پٹخ دینے کے عمل
پسند نہیں کیا تھا۔ اسی بنا پر ان کے چہروں پر سنجیدگی اور ناپسندیدگی کے آثار تھے۔

تاہم راجہ سلہدی تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے تاج الدین کی طرف دیکھتا رہا پھر
ہنے لگا۔

''اجنبی! یہ مقابلہ جیت کر تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم ایک اچھے تیغ زن رندھیر بہادر
ع رنجیت ہو۔ تیرے جیسے راوت' بہادر اور شجاعت رکھنے والے روز روز پیدا نہیں ہوتے۔
ے مہابلی شہ زور بلونت اور طاقت ور ہونے کی بنا پر تجھے کسی لشکر کے حصے کا راول اور
دار ہونا چاہئے۔ اس وقت میرے ذہن میں تیرے لئے ایک عہدہ آتا ہے بشرطیکہ میری
اس کے لیے ہاں کہہ دے''

راجہ سلہدی رکا پھر اپنے قریب بیٹھی اپنی راجکماری اناوتی کی طرف اشارہ کرتے
ئے کہنے لگا۔

''اجنبی! یہ میری راجکماری ہے۔ نام اس کا اناوتی ہے تم دیکھتے ہو یہ سندر اور خوب
رت ہے روپ ونتی اور حسین ہے۔ اسی بنا پر ہم پیار سے اسے راج سندری کہتے ہیں۔
صورت ہونے کے ساتھ ساتھ میری بیٹی گن ونتی سگھڑ اور سلیقہ شعار بھی ہے۔ بہترین تیغ
شہ سوار ہے۔ اور شکار کی شوقین بھی ہے۔ تمہاری تیغ زنی میں مہارت' طاقت اور قوت کو
تے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تیرے ذمے دو کام لگانا چاہتا ہوں ایک یہ کہ تو
ی راج کماری اناوتی کے محافظ کے طور پر کام کرے گا اور ساتھ ہی تیغ زنی میں اس کی
بشرطیکہ میری بیٹی تمہارے لیے یہ دونوں عہدے قبول کرے۔''

راجہ سلہدی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں اس کی راج کماری اناوتی بول پڑی- تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی-

''میں اسے اپنا محافظ یا تیغ زنی کا استاد تسلیم کرنے کے لیے کسی بھی صورت تیار نہیں- یہ اچھوت اور ملیچھ ہے اور ایسا شخص اگر جس راستے سے گزر جائے میں اس راستے پر چلنا بھی پسند نہ کروں-''

راجکماری اناوتی کے اس فیصلے پر سب نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا تھا- راجہ سلہدی بھی مسکرا رہا تھا- کچھ دیر تک وہ اپنے بیٹوں سے صلاح مشورہ کرتا رہا اس کے بعد اس کا بیٹا لچھمن داس تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

''اجنبی! تو نے چونکہ تیغ زنی کا یہ مقابلہ جیت لیا ہے لہذا اس شہر سے باہر جو تم سے پاپ سرزد ہوا اس کو تو معاف کر دیا گیا ہے- ساتھ ہی تم چونکہ ہمارے ہاں ملازمت کے لیے آئے ہو اور تم اچھوت اور ملیچھ بھی ہو اس کے باوجود ہم تمہیں مایوس نہیں کریں گے-''

دیکھو! اجین شہر سے باہر ہمارا ایک خاصا بڑا اصطبل ہے وہاں ان گھوڑوں کو رکھا جا ہے جو شکار کرنے کے کام میں لاتے ہیں اور وہ گھوڑے خوب سدھائے ہوئے ہوتے ہیں تمہیں اس اصطبل میں ملازمت دی جاتی ہے- وہاں تم گھوڑوں کی دیکھ بھال ان کی خدمت ان کے دانے چارے کا اہتمام کیا کرو گے- وہاں اور بھی بہت سے کام کرنے والے ہیں سب اچھوت اور ملیچھ ہیں تم بھی چونکہ اچھوت ہو لہذا ان کے اندر ہی رہو گے جو کام اصطبل میں وہ کرتے ہیں تم بھی کرو گے میرے خیال میں ایک اچھوت اور ملیچھ کے لیے ہمارے ہاں اس سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہو سکتا- کیا تم اس ملازمت کو قبول کرتے ہو؟''

تاج الدین چونکہ اپنے مقصد کو کامیاب کرنا چاہتا تھا اور جس مقصد کے لیے اس نے بہانہ بنایا تھا کہ وہ راجہ سلہدی کے پاس ملازمت کے لیے آیا ہے وہ اس میں آدھا کامیاب

بھی ہو چکا تھا- اچھوت لڑکی کو بھی اس نے بچا کر بھاگ جانے کا موقع فراہم کر دیا تھا- ایسا کرنے کی سزا سے بچ چکا تھا- ملازمت بھی مل رہی تھی- اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر لچھمن داس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا-

''راجکمار! میں اس ملازمت کو قبول کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں یہ آپ لوگوں کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے- جو مجھے یہ ملازمت دے رہے ہیں-''

راجہ سلہدی ہی نہیں اس کے بیٹے اور رانی درگاوتی کے علاوہ راجکماری اناوتی بھی خوش ہو گئے تھے- راجکماری اناوتی نے تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

تم مسلمانوں کی سلطنت سے آئے ہو ہم مسلمانوں کو چونکہ ملیچھ اور اچھوت سمجھتے ہیں لہذا ملیچھوں اور اچھوتوں سے متعلق جو ہمارے رسم و رواج ہیں تم ان سے واقف نہیں ہو گے- میں تھوڑی سی روشنی ڈالتی ہوں باقی تفصیل تمہیں اصطبل میں کام کرنے والے اچھوت اور ملیچھ سمجھا دیں گے-

دیکھو! ہم لوگ برہمن ہیں- شودر اگر کسی برہمن پر ہاتھ اٹھائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے- اگر وہ برہمن کو لات مارے تو اس کی لات کاٹ دی جاتی ہے اگر وہ برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو راجہ کا فرض ہے کہ اس کی پیٹھ کو داغ دے- اگر کوئی شودر کسی برہمن پر تھوکے تو اس کے ہونٹ کاٹ دیے جاتے ہیں اگر کوئی شودر یا اچھوت کسی برہمن یا کھشتری کا نام بے حرمتی سے لے یا وہ کسی برہمن کو گالی دے تو راجہ کا فرض ہے کہ ایک لوہے کی کیل جو نو انگل کے برابر ہو گرم کر کے اس کے حلق میں ڈال دے-

ملیچھ اگر آزاد بھی کر دیا جائے تو وہ آزاد نہیں سمجھا جاتا اس لیے کہ قدرت نے اسے غلام بنا کر پیدا کیا ہے اور وہ پیدائشی غلام ہوتے ہیں- اچھوت اور ملیچھ کو مال و دولت جمع کرنے کا بھی کوئی حق نہیں اور اگر اسے مال و دولت جمع کرنے کا موقع ملے بھی تو اسے ایسا نہیں کرنا

چاہئے- یہ بھی اپنے دل پر لکھ رکھو کہ اچھوت کا مال برہمن بہ جبر لے سکتا ہے اور جب کوئی برہمن ایسا کرتا ہے-تو اس برہمن پر کوئی جرم عائد نہ ہوگا''

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری اناوتی رکی پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی-

''یہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو میں نے جلدی میں تم سے کہہ دیں ہیں اب تم سے کیا کام لیا جانا ہے یہ میرا بھائی تمہیں پہلے ہی سمجھا چکا ہے-''

راجکماری اناوتی جب خاموش ہوئی تب راجہ سلہدی نے لچھمن داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''لچھمن میرے بیٹے! کسی کو اس کے ساتھ بھیجو جو اس کو شہر سے باہر اصطبل تک لے جائے- وہاں اس کی رہائش کا اہتمام کرے اور جو پہلے لوگ وہاں کام کرتے ہیں ان سب سے ان کا تعارف بھی کرا دے-'' یہاں تک کہنے کے بعد راجہ سلہدی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ راجکماری اناوتی بول پڑی-

''ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کے آئے ہو وہ گھوڑا اپنے ساتھ لے جاؤ لیکن گھوڑے پر سوار ہو کے تم نہیں جاؤ گے اس گھوڑے کی باگیں پکڑ کر اس شخص کے ساتھ جاؤ گے جو تمہاری راہ نمائی کرے گا وہ گھوڑے پر سوار ہو گا تم اس کے ساتھ پیدل چلو گے اس لیے کہ تم اچھوت اور ملیچھ ہو اپنا وہ گھوڑا بھی اصطبل میں باندھ دینا اس لیے کہ اب وہ گھوڑا تمہارا نہیں رہے گا ہمارے اصطبل کی ملکیت ہوگا- اس لیے کہ کسی اچھوت اور ملیچھ کو ہمارے معاشرے میں گھوڑا رکھنے کی اجازت نہیں ملیچھ اور اچھوت صرف کتے پال سکتے ہیں-''

یہ ساری گفتگو تاج الدین بڑے تحمل بڑے اطمینان سے سن رہا تھا- کسی اور موقع پر ایسی گفتگو کوئی اس سے کرتا تو یقیناً اس کا حلقوم کاٹ دیتا لیکن یہاں معاملہ مختلف تھا- اسے اپنے

ـد میں کامیاب ہونا تھا اور اپنے مقصد کو کامیاب کرنے کے لیے وہ ہر کڑوی بات سن رہا ـمسکرا رہا تھا- بار بار سر کو خم بھی کرتا جا رہا تھا اور اس کی ان حرکات کو راجہ اس کے راجکمار ـی رانی اور راجکماری بڑی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے-

پھر لچھمن داس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور تاج الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''میرے ساتھ آؤ-''

تاج الدین باہر نکل گیا- لچھمن داس نے ایک سوار کا بندوبست کیا جو لچھمن داس کے ـے پر تاج الدین کو اجین شہر سے باہر اصطبل کی طرف لے جا رہا تھا- اس حالت میں کہ وہ ـں اپنے گھوڑے پر سوار تھا جبکہ تاج الدین اپنے ہی گھوڑے کی باگ تھامے اس کے ـھ پیدل چل رہا تھا-

شہر سے باہر نکلنے کے بعد جس وقت لچھمن داس کا بھیجا ہوا آدمی اپنے گھوڑے پر سوار ـے آگے تھا اور اس سے تھوڑا پیچھے تاج الدین اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے آ رہا تھا تب ـج الدین نے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی مدہم سی چاپ سنی- مڑ کر دیکھا تو پیچھے آہستہ ـتہ جھکتے ہوئے بڑی نرم روی سے وانجی آ رہا تھا- جونہی تاج الدین نے اس کی طرف ـا وانجی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش رہنے کے لیے کہا جس پر ـراتے ہوئے تاج الدین نے ہاتھ ہلا دیا تھا- ساتھ ہی اسے قریب آنے کو کہا-

وانجی جونہی اس کے قریب گیا- تاج الدین نے سرگوشی کی-

''وانجی دیکھو سورج غروب ہو رہا ہے- مجھے راجہ سلہدی نے اپنے اصطبل میں ـمت دے دی ہے اور یہ جو شخص آگے آگے جا رہا ہے مجھے پہلے سے وہاں کام کرنے ـلے لوگوں کے ساتھ متعارف کرنے کے لئے لے جا رہا ہے- تم ایسا کرو فوراً واپس جاؤ اپنی ـں سے مارتھا کو لے کر شاہراہ کے کنارے انہی جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کے رہنا جہاں

میں نے اس اچھوت لڑکی کی جان لچھمن داس کے جوانوں کے ہاتھوں بچائی تھی میں عنقریب وہاں پہنچوں گا اور دیکھو دیر مت لگانا مارتھا کو لے کر فوراً وہاں پہنچنا- اب تم جاؤ سورج غروب ہو گیا ہے- تھوڑی دیر تک تاریکی پھیل جائے گی- یہ جو شخص میرے آگے آگے جا رہا ہے میں اس سے نپٹ کر بہت جلد وہاں پہنچوں گا ایک فالتو گھوڑا بھی ساتھ لے کر آؤں گا- جس پر بیٹھ کر مارتھا میرے ساتھ جائے گی- اب تم جاؤ کہیں وہ شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھ لے-''

اس کے ساتھ ہی وانجی مسکراتا ہوا مطمئن سے انداز میں وہاں سے ہٹ گیا تھا-

☆

سورج غروب ہو گیا تھا- فضاؤں میں ہلکی ہلکی تاریکیاں پھیلنا شروع ہو گئی تھیں اچانک تاج الدین نے پیچھے سے اس گھڑ سوار کو مخاطب کیا-

''مہاراج! یہ راجہ کا اصطبل یہاں سے کتنی دور ہے اور مزید مجھے کتنا چلنا پڑے گا-''

لفظ مہاراج پر وہ چونکا تھا- گھوڑے کو اس نے روک لیا- مسکراتے ہوئے اس نے تاج الدین کی طرف دیکھا کہنے لگا-

''تم مجھے کوئی اچھے اور مہذب انسان لگتے ہو تمہیں لوگوں کو مخاطب کرنے کا انداز بھی خوب آتا ہے- دیکھو اصطبل یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں-''

اس کے وہاں رک جانے پر تاج الدین مطمئن تھا شاید وہ ایسے ہی کرنا چاہتا تھا- کچھ دیر اسے روک کر چاہتا تھا کہ تاریکی گہری ہو جائے- لہٰذا اسے آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے پھر اس نے بات بنائی-

''آپ کو چونکہ مجھے اصطبل کی طرف لے جا کر وہاں کے لوگوں سے متعارف کرانے کے لیے بھیجا گیا ہے لہٰذا اس وقت آپ ہی میرے لیے راجہ اور مہاراج ہیں تھوڑی دیر یہاں رک کر میری بات سنیں اس کے بعد اصطبل کی طرف چلتے ہیں-''

''وہ شخص تاج الدین کی باتوں سے پھولا نہیں سما رہا تھا- فوراً گھوڑے سے اتر پڑا کہنے لگا-

''جتنی دیر تم چاہو گے رک جاؤں گا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو-''

تاج الدین اس کے قریب ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''دراصل میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب جبکہ راجہ نے مجھے یہاں اپنے اصطبل میں ملازمت دے دی ہے تو یہاں ملازمت کے دوران راجہ سلہدی کے بیٹوں اور اس کی راجکماری کا سلوک میرے ساتھ کیسا ہو گا-''

وہ شخص تھوڑی دیر تک سوچ بچار میں ڈوبا رہا پھر ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا-

''تم بھی نادان ہو اصل میں تمہارا بھی قصور نہیں پہلی بار تم ان سرزمینوں کی طرف آئے ہو تمہارے ساتھ ان کا سلوک ایسا ہو گا جیسے براہمن کا اچھوت کے ساتھ جیسے کسی مالک کا اپنے کامدار کے ساتھ کسی آقا کا اپنے غلام کے ساتھ اور کسی مالک کا اپنے داس کے ساتھ- اب جبکہ تم نے پوچھ ہی لیا ہے اور یہ کہ تم نے مجھے اچھے الفاظ سے مخاطب کیا ہے تم مجھے کوئی نیک اور دھارمک انسان لگے ہو- بات یہ ہے کہ میرے خیال اور میرے اندازے کے مطابق یہ ملازمت تمہاری شان کے خلاف ہے- گو میں نے تمہارا اور پرتاپ رائے کا تیغ زنی کا مقابلہ تو نہیں دیکھا لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے بڑی آسانی کے ساتھ پرتاپ رائے کو تیغ زنی کے مقابلے میں نیچا دکھا دیا تھا اور پرتاپ رائے اس سلطنت کا سب سے عمدہ تیغ زن خیال کیا جاتا ہے تمہاری اس کارگزاری پر تو تمہیں لشکر میں اچھے عہدے پر فائز کیا جانا چاہیے تھا لیکن چونکہ برہمن مسلمانوں کو اچھوت اور ملیچھ خیال کرتے ہیں لہٰذا تمہیں لشکر میں شامل نہیں کیا گیا- میں تمہیں نیک مشورہ دوں گا کہ یہ ملازمت تمہاری شان کے خلاف ہے- یہ کہ یہاں ملازمت کے دوران راجکماری اناوتی اور اس کے بھائی تمہاری انا کو تحقیر تمہاری

شجاعت کو تذلیل تمہارے جذبات کو اذیت ناک گھٹن تمہارے احساسات کو قہر و جفا کے سلسلوں سے دو چار کر کے رکھ دیں گے- یہ برہمن بھی عجیب و غریب ہیں دوسروں کے ذہن کی ترتیب کو پیچ در پیچ الیموں میں ڈالنے پر فخر محسوس کرتے ہیں- اوروں سے تحقیر لفظوں کی دلدل جیسا سلوک کرتے ہیں غیر برہمن کے لیے یہ جسم کو چھبتے روح کو ڈستے اور عقل کو کج رو کر دینے والے سلوک کرنے پر بھی فخر محسوس کرتے ہیں- میرے عزیز میں تمہارے ساتھ ایسی باتیں اس لیے کر رہا ہوں کہ میں سناتن دھرمی ہوں اور میں ان برہمنوں کی ریت رواج کا قائل نہیں ہوں''

تاج الدین خوش تھا اس لیے کہ اس نے اس شخص کو باتوں میں لگا لیا تھا اور فضاؤں میں تاریکی خوب گہری ہو گئی تھی- تاج الدین نے پھر اسے مخاطب کیا-

''سن میرے عزیز! میرے مہربان! میں ان لوگوں کے پھندے اور ان کے جال میں آنے والا نہیں ہوں- میں خود ایک آہن گر ہوں پیس کر رکھ دینے والا ریزہ گر ہوں اگر میں ان برہمنوں کی نیند کی شہزادیوں کو خون آلود کر دوں اگر ان کی آگہی کی شمعوں کو بجھا دوں ان کی امیدوں کے گھر کو مٹی میں ملا دوں تو مانو گے''

اس شخص نے ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا-

''کس قسم کی باتیں کرتے ہو- ایسی انہونی باتیں جن کا کوئی مقصد نہیں جن کو عملی صورت نہیں دی جا سکتی..........''

جواب میں تاج الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا-

''دیکھ! میں کوئی بے بصر نہیں ہوں تم دیکھو گے کہ میں ان کے ہیولوں کے ہالوں ان کے تمدن کے ٹھہراؤں کے اندر ایک خونی انقلاب برپا کر دوں گا- میرے عزیز میں ریت پر لکھی ہوئی کوئی تحریر نہیں ہوں کہ ان کے کالے تمدن کے ظلم ان کے دھرم کی اندھی ریت کا

شکار ہو جاؤں میں تو خود ان کے لیے فطرت کا ایک جبر بن کے اٹھ کھڑا ہوں گا-''

اس شخص نے پھر ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا-

یہ ساری انہونی باتیں ہیں- ہندوؤں کا معاشرہ براہمنوں کو وہ مراعات دیتا ہے جو کسی اور معاشرے میں نہیں- ہماری مذہبی کتابیں اور ہمارے شاستر برہمن کو اتنا اونچا لے گئے ہیں کہ برہمنوں کا اس قدر دماغ خراب ہو گیا ہے کہ اپنے علاوہ وہ کسی کو انسان تک نہیں سمجھتے- ہمارے شاستر کہتے ہیں کہ برہمن جب جنم لیتا ہے تو وہ اعلیٰ مخلوق بن کر جنم لیتا ہے- اور وہ مخلوق کا بادشاہ ہے اور اس کا کام صرف وید شاستروں کا پرچار کرنا ہے اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب برہمن کا ہے کیونکہ وہ مخلوقات میں برتر و افضل ہے- دنیا کی سب چیزیں اسی کی ہیں- مذہبی کتابیں کہتی ہیں برہمن کو ضرورت ہو تو وہ اچھوت، ملیچھ شودر کا مال جبراً لے سکتا ہے- اس جبر سے برہمن پر کوئی جرم بھی عائد نہیں ہو گا- جس برہمن کو ضرورت پڑے اور وہ اگر ہر چیز کا ناش کر دے تو بھی اس کے اوپر کوئی گناہ عاید نہ ہو گا اگر کوئی براہمن کسی ملیچھ کو جان سے مار ڈالے تو اس کے اوپر کوئی دوش نہ ہو گا البتہ اس کو پرائسچت یعنی کفارہ ادا کرنا ہو گا یہ کفارہ وہی ہو گا جو جاندار مثلاً نیولے چھپکلی چوہے یا سانپ کو مارنے کا ہے- براہمن کی چاکری سے ملیچھ اچھوت شودر کو نجات ملتی ہے- اس لیے کہ برہمن کی اطاعت شودروں پر فرض کی گئی ہے- ہماری مذہبی کتابیں یہ بھی کہتی ہیں کہ شودر کو برہمن کی خدمت کے سوا اور کسی نیک کام کا اجر ملتا ہی نہیں ہے- اب جس معاشرے میں برہمن کے حق میں یہ احکامات ہوں وہاں دوسرے کی کیا دال گلے گی-

مذہبی کتابوں نے تو راجاؤں کو بھی برہمن کا مقام اور مرتبہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے ساتھ کس طرح پیش آئیں اور ان کے کس طرح حقوق ادا کریں- مذہبی کتابیں کہتی ہیں کہ راجہ کو نہ چاہئے کہ وہ کسی براہمن کو قتل کرے اگر چہ اس نے کیسا ہی گناہ کیوں نہ کیا ہو- راجہ کو کیسی

بھی ضرورت ہوتی کہ وہ مرتا بھی ہو تب بھی اس کو اپنے ملک کے اندر کسی برہمن کو بھوکا نہ رکھنا چاہئے- برہمن ہر حال میں سچا سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں سچ بولوں گا اس سے حلف لینے کی ضرورت ہی نہیں-

میرے عزیز! دنیا کے سارے مذاہب میں خیر خیرات کی اہمیت ہے چنانچہ ہمارے دھرم میں دان دھرم کو ضروری بتایا گیا ہے مگر اس دان دھرم یعنی خیرات کے مستحق صرف برہمن قرار پاتے ہیں- غریب غرباء خاص کر اچھوت اور شودروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے-

شاید اس لیے کہ ویدوں نے برہمنوں کو جو خود کو برہما دیوتا کی اولاد بتاتے ہیں دوسرا کاروبار کرنے سے منع کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں صرف دماغ اور زبان سے کام لے کر اپنا رزق حاصل کریں- چنانچہ برہمن کے لیے شودروں اور اچھوتوں سے بھیک مانگنے میں کوئی شرم نہیں ہے بلکہ وہ اس کو اپنا حق سمجھ کر مانگ سکتا ہے- برہمنوں کو خیرات دینے کے احکامات ویدوں اور شاستروں میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جیسا کہ اتھروید میں درج ہے کہ براہمن کو جو شخص مانگنے پر خیرات نہ دے گا وہ دوزخ میں جائے گا اور جو برہمن کو سفید پاؤں کی بھیڑ یا گائے دان یعنی خیرات نہ دے گا وہ سیدھا سوَرگ میں جگہ نہ پائے گا-

اس طرح اتھروید میں ہے کہ اے پرماتما جو شخص برہمن کی خیرات میں مزاحم ہو یعنی رکاوٹ ڈالے اس کو سوکھی لکڑی کی مانند الٹا لٹکا کر جلاؤ کیونکہ براہمن کو جو خوراک دی جاتی ہے وہ ایشور یعنی بھگوان کو پہنچتی ہے اور بھگوان یعنی خدا اسے پن یعنی ثواب بنا کر دینے والے کے پاس واپس بھیج دیتا ہے اور اس سے سوَرگ یعنی جنت پکی ہو جاتی ہے"

اتنا کہنے کے بعد وہ شخص رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

"تم اس معاشرے میں میرے عزیز اپنی مرضی اپنی انا اپنے ارادوں کو سامنے رکھتے ہوئے نہیں چل سکتے- سنو! ہمارے ہاں مہا بھارت کے مصنف مہامنی بیاجی فرماتے ہیں کہ برہمن کو جو کپڑا جوتا بستر دان دیا جاتا ہے وہ دان دینے والے کو سوَرگ لوک یعنی جنت میں پہنچاتا ہے اور دان دینے والے کو دائمی راحت ملتی ہے اور برہمن کو سونا خیرات میں دینے کا بہت بڑا اجر ہے- سونا خیرات کرنے والا مکت ہو جاتا ہے یعنی یقینی نجات پا جاتا ہے-

اس کے علاوہ اتھروید میں مذکور ہے کہ برہمن کو کھیر کھلائی جاتی ہے وہ کھلانے والے کو بہشت میں پہنچاتی ہے اس وجہ سے ہندو جب اپنے مردہ بزرگوں کا شرادھا یعنی فاتحہ کرتے ہیں تو برہمنوں کو کھیر ضرور کھلاتے ہیں یہ ان لڈوؤں سے علیحدہ ہوتی ہے جو پنڈتوں کو روپے دے دے کر کھلائے جاتے ہیں اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ برہمن سارے ہندوستان میں معاشرے پر چھائے ہوئے ہیں اور حرام خوری پر جی رہے ہیں-

بہت سے دوسرے مذاہب کہتے ہیں کہ خیر' خیرات خوری انسان کو بے غیرت اور بے حمیت بنا دیتی ہے بھیک مانگنے والے کو کسی دوسرے کام کے قابل نہیں رہنے دیتی مگر برہمن بڑا ڈھیٹ ہوتا ہے یہ خیرات بھی کھاتا ہے اور دھونس بھی جماتا ہے- غریبوں اور امیروں کو دوزخ اور جنت کے چکر میں ڈال کر اپنا رزق وصول کرتا ہے- ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں ساری دنیا سے زیادہ بھیک مانگنے والے ہیں-

(ہندو گوشائیں یعنی مجرد رہنے والے فقیروں کی جو ناگا کہلاتے ہیں تعداد پچاس لاکھ سے اوپر ہے- جن میں پانچ لاکھ عورتیں بھی شامل ہیں- یہ ماتائیں کہلاتی ہیں- یہ سنیاسی یا گوشائیں گروہ در گروہ بھیک مانگتے ہوئے سارے ملک میں پھرتے ہیں اور دولت جمع کرتے ہیں- جو بالآخر بھنگ اور چرس نوشی کے کام آتی ہے- کہا جاتا ہے کہ سارے ہندوستان کی آدھی دولت ان گوشائیوں کے پاس ہے جن کا بیشتر حصہ یہ سونے چاندی کی

شکل میں زمین کے اندر دفن کر کے محفوظ کرتے ہیں اور پھر بسا اوقات کسی کو بتائے بغیر
جاتے ہیں جس سے وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ ان کے مٹھوں اور مندروں کو ہندو راجاؤں نے
بڑی بڑی جاگیریں اور آسائش دے رکھی ہیں جن کی آمدنی سے یہ عیش کرتے ہیں۔)''
اب بول میرے عزیز کیا تو ایسے معاشرے میں اپنی مرضی اپنی منشا کے مطابق چل سکے
گا؟''

تاج الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''یہ ہندو معاشرہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تو جانتا ہے ہوا میں اگر لٹھ ماری جاتی ہے تو ہوا کو
کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب پانی پر تلواریں ماری جاتیں تو اس سے پانی کی حالت
اور ہیئت نہیں بگڑتی۔ یہی حالت میری بھی ہے تمہارا یہ برہمنوں کا معاشرہ نہ میری انا کو نہ
میرے جذبوں کو نہ میرے احساسات کو مجروح کر سکتا ہے اور نہ ہی مجھے اپنا اسیر بنا سکتا ہے۔'
اس کے ساتھ ہی تاج الدین بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ ایک ہاتھ اس شخص کے منہ پر رکھ
دوسرا اس کی کمر میں ڈالتے ہوئے اسے اٹھایا زمین پر لٹا دیا منہ اس کا بند ہی رکھا پھر اس کے
کپڑے کو استعمال کرتے ہوئے پہلے اس کا منہ باندھ کر گردن کے پیچھے گانٹھ لگا دی دوسرے
کپڑے سے اس کے ہاتھ اس کی پشت پر کس کے باندھ دیے تھے۔ پھر اسے اٹھا کر قریب ہی
درختوں کے ایک جھنڈ میں لے گیا اور وہاں اسے ڈال دیا تھا۔ پھر اس کے کان میں مخاطب
کرتے ہوئے خوش کن لہجے میں کہنے لگا۔

''میرے عزیز! برا مت ماننا جو حالت میں تمہاری کر رہا ہوں ایسا کرنا میری مجبوری
ہے۔ میں تمہیں قتل کر کے بھی اپنے مقصد کو حاصل کر سکتا تھا لیکن تم مجھے اچھے اور بھلے انسان
لگے ہو لہٰذا میں تمہارا خون نہیں بہانا چاہتا میں چاہتا ہوں تم زندہ رہو اسی بنا پر تمہارا منہ باندھ
دیا ہے اور تمہارے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیے ہیں اس کے ساتھ ہی جس گھوڑے پر سوار ہو

کے وہ شخص آیا تھا اس کی خرجین سے تاج الدین نے ایک رسی نکالی اور اس رسی سے اس شخص
کے پشت پر بندھے ہوئے دونوں ہاتھ درخت کے ساتھ اس نے باندھ دیے تھے۔ پھر
تاج الدین اس شخص کے گھوڑے کی طرف بڑھا تھا۔

تقریباً بھاگتا ہوا اور پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ہانپتا ہوا ونجی جگ پال کی حویلی میں
داخل ہوا۔ اس وقت جگ پال دیوان خانے میں اپنے اہل خانہ کے علاوہ مارتھا کے ساتھ
بیٹھا ہوا تھا اور سب مل کر کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے اور جونہی ہانپتے کانپتے ونجی وہاں
داخل ہوا سب اس کی حالت دیکھتے ہوئے پریشان ہو گئے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی پھولی
ہوئی سانس میں ونجی نے مارتھا کو مخاطب کیا۔

''مارتھا میری بہن جلدی کرو تیار ہو جاؤ۔ ابھی اور اسی وقت تم میرے ساتھ جاؤ گی۔
اس معاملے میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے۔''

ونجی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے جگ پال بول پڑا۔

''ونجی! میرے بیٹے کچھ کہو تم ہانپ کیوں رہے ہو کیا معاملہ ہے'' اس کے جواب میں
ونجی نے تاج الدین کے ساتھ اپنی ملاقات اور مختصر گفتگو کے علاوہ راجہ سلہدی کے راج محل
میں پرتاپ راؤ کے ساتھ جو اس کا مقابلہ ہوا تھا اس کی بھی تفصیل بتا دی تھی۔

یہ ساری گفتگو سن کر مارتھا کے علاوہ جگ پال اور اس کے اہل خانہ بھی خوش ہو گئے تھے
پھر جگ پال نے اسے مخاطب کیا۔

''کیا تو قصر کے اندر گیا تھا۔ تجھے کیسے خبر ہوئی کہ وہاں تیغ زنی کا مقابلہ تاج الدین اور
پرتاپ راؤ کے درمیان ہوا اور پرتاپ رائے کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔''

ونجی مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں محل کے باہر ہی کھڑا رہا مجھے تاج الدین کا انتظار تھا اس لیے کہ مجھے خبر ہو گئی تھی

تاج الدین کو راج محل کے اندر لے جایا گیا ہے- راج محل میں جو صفائی کرنے والے اچھوت ہیں ان سے میں نے رابطہ قائم کیا ان میں سے کچھ میرے جاننے والے تھے- انہوں نے اس مقابلے کی ساری تفصیل مجھ سے کہی تھی-''

وانجی کی اس گفتگو کا جواب جگ پال دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے مارتھا بول اٹھی-

''وانجی! میرے بھائی میں تمہارے ساتھ چلنے کو تو تیار ہوں پر کیا خبر کہ راجہ سلہدی کے اصطبل کے محافظ تاج الدین کی جان بھی چھوڑتے ہیں یا نہیں وہ کیسے ان سے بچ کر اس طرف آئے گا اور مجھے اپنے ساتھ احمد آباد کی طرف لے کر جائے گا-''

مارتھا کی اس گفتگو میں لمحہ بھر کے لیے وانجی مسکرایا پھر وہ مارتھا کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

مارتھا میری بہن! تاج الدین کوئی عام آدمی نہیں ہے وہ بلا کا بہادر عمدہ تیغ زن ایک بے مثال طاقت اور بھرپور قوت کا جوان ہے وہ اصطبل کے لوگوں سے نمٹ کر اس جگہ آئے گا جہاں اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے- ایسے نوجوان روز روز نہیں پیدا ہوتے- ایسے تیغ زن آگ وخون کی ہیجان میں بھی قافلہ آدم کی راہ نمائی کر جاتے ہیں- ظلم کی کالی صدیوں اور ابر گریزاں کے سایوں میں کھڑے ہو کر بھی وہ ماحول کے تپتے صحرا میں بھی گرد آلود جذبوں کو نغمات آفریں روح آفریں اور امیدوں بھرا ساز فطرت کا سنگیت سنا جاتے ہیں- ایسے جوان حلقہ زنداں کے سکوت میں بھی کھڑے ہو کر آتش وآہن کا سیلاب کھڑا کر دیتے ہیں- شش جہت سرابوں اور صحراؤں کے بدترین آشوب میں بھی وہ خلاف فطرت کام کرنے والے بدیوں کے مہیب عناصر کے لیے غموں کی شدت کا طوفان بن جاتے ہیں- ایسے نوجوان سرفرازی کے افشاں عہد کی طرح اوروں کے لیے تازگی علم وفن اور رعنائی فکر وخیال کا سامان فراہم کر جاتے ہیں مارتھا میری بہن دیر نہ کرو- میرا دل کہتا ہے بلکہ مجھے سو فیصد یقین

ہے کہ ہمارے جانے سے پہلے ہی وہ اس جگہ پہنچ چکا ہوگا جس کی اس نے میرے ساتھ اندہی کی ہے- اب تم جلدی جلدی تیار ہو جاؤ-''

وانجی کی اس گفتگو سے جگ پال کے اہل خانہ نے بھی تائید کی پھر وہ مارتھا کی تیاری ے لیے اسے دوسرے کمرے میں لے گئے تھے- اس موقع پر جگ پال بول پڑا-

''وانجی میرے بیٹے! اصولاً تو تاج الدین کو یہاں میرے پاس آنا چاہئے تھا بلکہ اسے ں ایک رات قیام بھی کرنا چاہئے تھا تاکہ میں اس کی کوئی خدمت خاطر کرتا لیکن اب رتحال کچھ اس طرح کی پیدا ہو گئی ہے کہ میں اسے یہاں روک نہیں سکتا اسے روکنا بھی ں چاہئے اب مارتھا کے ساتھ ساتھ یہاں رکنے سے اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ ئے گی- جب تم مارتھا کو لے کر جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گا کم از کم میں اسے مل لوں گا اگر وہ میرے گھر نہیں آ سکا تو وہیں میں اس کا شکریہ ادا کر دوں گا ایسے شخص سے مل بھی ایک شبھ گھڑی سے کم حیثیت نہیں رکھتا-''

اتنی دیر تک مارتھا بھی چمڑے کی ایک خرجین میں اپنا سامان ڈال کر آ گئی تھی- جگ ے اہل خانہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے- اپنے اہل خانہ کو مخاطب کر کے جگ پال کہنے

''میں وانجی اور مارتھا کے ساتھ جا رہا ہوں- کم از کم میں تاج الدین کا شکریہ ہی ادا وں گا میں اور وانجی بہت جلد لوٹ آئیں گے''

اس کے ساتھ ہی جگ پال اور وانجی دونوں مارتھا کو لے کر حویلی سے نکل گئے تھے-

شام کے ماتمی سائے گہرے ہونا شروع ہو گئے تھے- شفق سایوں کے غروب ہوتے رات اپنے دائرہ امن کو بڑھاتے ہوئے ایک جذباتی ہیجان میں گہری تاریکیوں کا لاوا لگی تھی- اندھیرے زہریلے سیاہ ناگ کی طرح اپنے پھن پھیلاتے ہوئے ہر آنکھ سے

اس کی سحر کاری چھینتے ہوئے اشیاء کو مجوب و بوسیدہ کرنے لگے تھے۔ امید کے درتھا
کا دامن پکڑے نا آسودہ خاموشیاں چاروں طرف اپنا رنگ جمانے کی کوشش کرنے لگی
سردی نے اپنے بادبان کھول دیے تھے۔ انجانی وادیوں کی طرف سے آتی ٹھٹھرتی ہوا
شے پر منجمد طاری کر دینے والی کیفیت غالب کرنے لگی تھیں۔

جو شخص تاج الدین کی راہ نمائی کرتے ہوئے اسے اصطبل کی طرف لے جا رہا تھ
درخت کے ساتھ باندھنے کے بعد تاج الدین پیچھے ہٹا پہلے اپنے گھوڑے کی لگام اس
اس کی گردن کے گرد ڈالی گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھے ہوئے کمبل اس نے درست
خرجین درست کیں اس کے بعد جس گھوڑے پر راہ نمائی کرنے والا شخص آیا تھا اس گھوڑ
سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگا دی تھی۔ اس کا اپنا گھوڑا اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

تاج الدین جب اس جگہ آیا جہاں اس نے کسی اچھوت لڑکی کو بچایا تھا اور جہاں
داس سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے اپنے دائیں جانب دیکھا وہاں نہ وانجی
مارتھا کچھ دیر وہ شاہراہ کے کنارے کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر اس نے ایڑھ
گھوڑے کو ہانکا اور دائیں جانب جو اونچے اونچے جھاڑ اور درخت تھے ان کی اوٹ میں
کھڑا ہوا تھا۔ اس کا گھوڑا ابھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

تیز ہواؤں کے سامنے بڑے بڑے جھاڑ جھنکار اجڑے چہروں پر غربت کے
پرانے بے ہنگم کپڑوں کی طرح ادھر ادھر لہرا رہے تھے۔ ویرانیوں کے ستم تخریب کی ظلمت
کے عادی اور جفا اور شقاوت کی خوگر رات ہر شے کے احساس کی تختیوں پر شکستگی و خستگی
داستانیں رقم کرتی جا رہی تھی۔

رات کے گہرے سناٹے اور تیز چلتی ہواؤں میں کچھ دیر گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے تا
الدین بائیں جانب اس بستی کی طرف دیکھتا رہا جس طرف وانجی گیا تھا پھر وہ اپنے گھوڑ

ے اتر گیا۔ دونوں گھوڑوں کی باگیں اس نے چھوٹے سے ایک درخت کے تنے کے ساتھ
باندھ دی تھیں پھر وہ تنے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسے دائیں جانب قریب ہی ہیولے دکھائی دیے وہ چونک سا پڑا پشت
پر بندھی ڈھال اس نے سنبھال لی تھی۔ تلوار بھی اس نے بے نیام کر لی تھی۔ اسے شک گزرا
تھا کہ یہ وانجی اور مارتھا نہیں اس لیے کہ آنے والے تین تھے۔ جبکہ تاج الدین کو دو کے آنے
کی امید تھی۔ جب وہ قریب آئے اور وانجی کو اس نے پہچان لیا تب مسکراتے ہوئے اس نے
اپنی ڈھال پیٹھ پر باندھ لی تلوار بھی نیام میں کر لی قریب آ کر وانجی نے تاج الدین کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے مارتھا کو مخاطب کیا۔

''مارتھا میری بہن! یہ تاج الدین ہیں۔''

مارتھا آگے بڑھی مسلمانوں کے انداز میں بڑے شیریں اور دل موہ لینے والے انداز
میں اس نے تاج الدین سے سلام کیا اس سے بھی اچھے انداز میں تاج الدین نے اس کا
جواب حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے دیا تھا۔ اس موقع پر تاج الدین کچھ کہنا چاہتا
تھا کہ اسے مخاطب کرنے میں مارتھا نے پہل کی۔

''سب سے پہلے تو میں آپ کی انتہا درجہ کی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے
اس دوزخ سے نکالنے کے لیے حامی بھری۔ اس کے بعد میں آپ کی ہمت آپ کی شجاعت
جوانمردی اور تیغ زنی میں اس مہارت کو بھی سلام کرتی ہوں۔ جس کے تحت آپ نے راجہ
چندی کے دربار میں اس کے تیغ زن پرتاپ رائے کو نیچا دکھایا۔ آپ میری باتوں سے لگتا
ہے حیران اور پریشان ہو رہے ہیں اور آپ کی ایسی کیفیت ہونی بھی چاہئے اس لحاظ سے
آپ حق بجانب بھی ہیں کہ میں بالکل مقامی لوگوں کی طرح روانی کے ساتھ مقامی زبان بول
رہی ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس میں شک نہیں میرے باپ پرتگالی تھے لیکن میں یہیں

پیدا ہوئی یہیں پلی بڑھی میرا اٹھنا بیٹھنا چونکہ زیادہ تر مسلمانوں میں تھا لہذا میں نے جوا
حدود تک پہنچتے پہنچتے اسلام قبول کرلیا تھا - اب الحمدللہ میں مسلمان ہوں -''

''مارتھا کے یہ الفاظ سن کر تاج الدین کی خوشی اور اس کے سکون کی کوئی انتہا نہ تھی مارتھا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا -

''اگر تم برا نہ مانو تو میں تم کو تمہارے نام سے مخاطب کرلیا کروں -''

رات کی گہری تاریکی میں مارتھا نے خوش کن انداز میں ایک نقرئی قہقہہ لگایا پھر اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی -

''اس سلسلے میں آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی - آپ میرے نام سے مخاطب نہیں کریں گے تو پھر کیا کہہ کر مجھے بلائیں گے لہذا آپ مجھے میر
نام ہی سے مخاطب کرسکتے ہیں اس کے علاوہ............''

مارتھا کو خاموش ہوجانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے تاج الدین بول پڑ

''ہمیں زیادہ دیر یہاں رکنا نہیں چاہئے - ابھی تک خطرات ہمارے ارد گرد
رہے ہیں -'' اس موقع پر وانجی بول پڑا -

تاج الدین! میرے بھائی میں نے آپ دونوں کی گفتگو میں مخل ہونا اچھا نہیں سمجھ
لیے میں اب تک چپ ہوں یہ جو صاحب میرے ساتھ ہیں یہ جگ پال ہیں ان کا تعا
آپ سے کرا چکا ہوں -''

وانجی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لیے کہ تاج الدین بڑھ
دوران جگ پال بھی اپنے بازو پھیلاتا ہوا آگے بڑھا تھا پھر دونوں ایک دوسرے سے بغل
ہوگئے تھے جگ پال پوری قوت سے تاج الدین سے گلے مل رہا تھا پھر علیحدہ ہوا اور کہنے لگا

''تاج الدین میرے بیٹے اس سے پہلے گو مارتھا تمہاری تعریف کر چکی ہے لیکن

سلسلے میں میں بھی کچھ کہنا پسند کروں گا - جس وقت لچھمن داس تمہیں گرفتار کرکے لے گیا تھا تو ہم مایوس ہوگئے تھے - مارتھا تو اس قدر پریشان تھی کہ اس کو یقین ہوگیا تھا کہ اب اس کا یہاں سے نکلنا بالکل ناممکن ہے لیکن جس طریقے سے تم نے لچھمن داس سے اپنی جان چھڑائی اور راجہ سلہدی کے سامنے جرات اور مردانگی کا مظاہرہ کیا اس کے لیے میں تمہیں سلام کرتا ہوں - اب میں تمہارا وقت زیادہ نہیں لوں گا - میرے خیال میں تم دونوں اب کوچ کرو رات گہری ہوتی جارہی ہے -''

اس موقع پر تاج الدین نے مارتھا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا -

''مارتھا! یہ جو بائیں جانب گھوڑا ہے یہ میرا ذاتی گھوڑا ہے یہ سدھایا ہوا ہے - حالات کیسے بھی برے ہوں یہ میرے اشاروں پر عمل کرنے کا ہنر جانتا ہے - دوسرا گھوڑا میں اس شخص سے چھین کر لایا ہوں جسے لچھمن داس نے اپنے اصطبل تک میری راہ نمائی کے لیے مقرر کیا تھا - تم ایسا کرو میرے گھوڑے پر بیٹھ جاؤ - سردی تیز ہوتی جارہی ہے - دونوں گھوڑے جب سرپٹ بھاگیں گے تو پھر تم ٹھٹھر کے رہ جاؤ گی لہذا تھوڑی دیر رکو میں سردی سے تمہارے بچاؤ کا سامان کردوں تاکہ تم سردی سے بچی رہو -''

اس کے ساتھ ہی تاج الدین نے اپنے گھوڑے کے ساتھ بندھے دو کمبل کھولے ایک اس نے زین کے اوپر ڈال دیا تھا پھر مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا -

''اب تم گھوڑے پر بیٹھو!''

مارتھا آہستہ آہستہ آگے بڑھی اندھیرے میں اس نے جب رکاب کا حلقہ ڈھونڈنا چاہا تب مسکراتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا -

''اگر تم محسوس نہ کرو برا نہ مانو تو میں گھوڑے پر سوار ہونے میں تمہاری مدد کروں -''

مارتھا مسکرائی اور کہنے لگی -

''بے شک اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔''

اس پر تاج الدین آگے بڑھا مارتھا کی پشت پر آیا اپنے دونوں ہاتھ اس کی بغل میں ڈالے پھر اسے اٹھا کر اس نے اپنے گھوڑے کی زین پر بٹھا دیا۔ اس کی اس ادا پر مارتھا مسکرائی۔ دوسری طرف وانجی اور جگ پال بھی مسکرا رہے تھے۔ پھر تاج الدین نے دوسرا کمبل لیا اس کی تہیں کھولیں اور پہلے اس کمبل کو مارتھا کے اگلے حصے میں پھیلایا پھر کمبل کے دونوں سرے اس کی پیٹھ پر لے گیا اور دونوں سروں کو اس نے ایک رسی کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ ایسا کرنے کے بعد اس نے مارتھا کو مخاطب کیا۔

''مارتھا! تمہیں میرے گھوڑے کی باگیں پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس تم مضبوطی سے گھوڑے کی زین کا بند پکڑے رکھنا۔ ویسے راستے میں مجھے وانجی نے بتایا تھا کہ تم بہترین گھڑ سوار بھی ہو میں اس گھوڑے پر بیٹھتا ہوں اسے میں آگے آگے رکھوں گا اور میرا گھوڑا تمہیں لے کر پیچھے پیچھے آئے گا۔

یہاں میں احتیاط کے طور پر ایک بات تمہیں اور بھی بتا دوں کہ راستے میں اگر کوئی خطرہ درپیش ہو یا کوئی ہماری راہ روکے اور تم یہ محسوس کرو کہ ہمارے لیے خطرہ ہے تو تم میرے گھوڑے کو شمال کے رخ پر دریائے نربدہ کی طرف زوردار ایڑھ لگا دینا کوئی کیسا بھی شہ سوار ہو اس کا تعاقب کرتے ہوئے اسے پکڑ نہیں سکے گا نربدہ کے کنارے جا کر اس کا رخ دائیں جانب موڑ لینا اور بغیر کسی راہ نمائی کے یہ تمہیں ایک اچھے ٹھکانے تک پہنچا دے گا ویسے مجھے امید ہے کہ رات کی گہری تاریکی میں ہمارے ساتھ کوئی ایسا معاملہ پیش نہیں آئے گا''

اتنی دیر تک جگ پال آگے بڑھا اور تاج الدین کے گھوڑے کی خرجین میں کچھ سامان ڈالتے ہوئے مارتھا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مارتھا! میری بیٹی! ایک خرجین میں میں نے تمہارے کپڑے ڈال دیے ہیں اور

دوسری خرجین میں کھانے پینے کا سامان ہے یہ تم دونوں کے لیے زادِ راہ ہے جو تم دونوں کے کام آئے گا'' پھر تاج الدین نے باری باری وانجی اور جگ پال سے مصافحہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگا دی۔ اس کا اپنا گھوڑا مارتھا کو لیے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا۔ جگ پال اور وانجی بھی اپنی بستی کی طرف چلے گئے تھے۔

شاہراہ پر آ کر تاج الدین رکا پھر مارتھا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہی وہ شاہراہ ہے جس پر ہم نے رات کے وقت سفر کرنا ہے۔ میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑانے لگا ہوں تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا گھوڑا آپ سے آپ میرے پیچھے آئے گا'' رات کی گہری تاریکی میں جب مارتھا نے مسکراتے ہوئے گردن اثبات میں ہلائی تو اس کے دانتوں کی چمک تاج الدین کو واضح طور پر دکھائی دی تھی۔ پھر تاج الدین نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا باگ کھینچی اور اسے ایڑھ لگا کر سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ مارتھا کو لے کر تاج الدین کا گھوڑا اس کے پیچھے پیچھے آپ سے آپ سرپٹ دوڑ پڑا تھا۔

سورج کافی چڑھ آیا تھا اب تاج الدین اور مارتھا دونوں اپنے گھوڑوں کو آگے پیچھے دریائے نربدہ کے کنارے کنارے مغرب کے رخ پر دوڑا رہے تھے۔ جہاں ایک نالہ شمال کی طرف سے آکر دریائے نربدہ میں گرتا ہے وہاں مارتھا نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر لگام کو پکڑا اسے کھینچا جس پر گھوڑا رک گیا تھا۔ اتنی دیر تک تاج الدین دریائے نربدہ کا کنارہ چھوڑ کر دائیں جانب مڑتے ہوئے نالے کے کنارے کنارے شمال کی طرف ہولیا تھا۔ یہاں تک کہ مارتھا نے اسے پکارا۔

''تھوڑا سا رک جایئے۔''

تاج الدین نے فوراً اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے موڑ لیا۔ اس نے دیکھا اس کے پیچھے مارتھا دریائے نربدہ کے کنارے رکی ہوئی تھی۔ تاج الدین نے گھوڑے کو موڑا نالے کے کنارے کنارے دریا کی طرف بڑھا۔

یہ وہی نالہ تھا جو رن کچھ کی طرف سے آتے ہوئے پالن پور کے شمال سے گزرنے کے بعد سیانہ، احمد نگر اور بڑودہ کے کافی مشرق سے ہوتا ہوا دریائے نربدہ میں جا گرتا تھا۔

مارتھا کے قریب آکر تاج الدین نے گھوڑے کو روکا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا ہوا؟ خیرت تو ہے یہ علاقہ اب راجہ سلہدیو کا نہیں ہے۔ ہمارے سلطان بہادر خان کا ہے اور یہاں اب ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے'' بڑے پیارے اور موہ لینے والے

انداز میں مارتھا نے اپنے بالوں میں اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں پھیریں پھر منت کرنے کے انداز میں کہنے لگی۔

''میں تھک گئی ہوں مجھے بھوک بھی لگی ہے۔ کہیں تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے ہیں''

مارتھا کی پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''اور یہ جو آپ نے میرے چاروں طرف کمبل باندھ رکھا ہے اس سے بھی مجھے نجات دلائیں میں اب اس سے تنگ آ گئی ہوں۔''

تاج الدین مسکرا دیا کہنے لگا۔

''ذرا میرے پیچھے پیچھے آؤ یہ جس نالے کی طرف میں مڑا تھا تھوڑا سا آگے اسی نالے کے کنارے جا کے بیٹھتے ہیں دیکھو وہ سامنے ٹیلے نظر آ رہے ہیں انہی کے اندر بیٹھتے ہیں تم ستا لینا وہاں گھوڑوں کو چرنے کے لیے کچھ گھاس بھی مل جائے گی۔''

مارتھا نے تاج الدین کی تجویز سے اتفاق کیا دونوں پھر دریائے نربدہ کا کنارہ چھوڑ کر نالے کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ تھوڑی دور آگے جا کر تاج الدین نے اپنے گھوڑے کو روک دیا گھوڑے کے منہ سے لگام اتار کر اس نے گھوڑے کے ساتھ جو خرجین بندھی ہوئی تھیں انہیں ٹٹولا اس میں سے اس کو ایک رسی مل گئی جس سے اس نے گھوڑے کے دونوں پاؤں باندھ دیے اور اسے چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔ پھر وہ مارتھا کے قریب آیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس کمبل کی وجہ سے تم اتر نہیں سکو گی بہر حال اس سے میں تمہیں نجات دیتا ہوں''

اس کے ساتھ ہی جس طرح اس کے دونوں بازوؤں کے نیچے ہاتھ ڈال کر تاج الدین نے اسے گھوڑے پر بٹھایا تھا ایسے ہی اسے پکڑا اور گھوڑے سے نیچے اتار لیا۔ پھر کمبل اس سے علیحدہ کیا اور ایک طرف رکھ دیا۔ نیچے اترنے کے بعد مارتھا لمبے لمبے سانس لینے لگی تھی۔ ایک

ٹیلے کے قریب تاج الدین نے کمبل بچھا دیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم یہاں بیٹھو یہ جو دائیں جانب کچھ گھاس دکھائی دے رہی ہے میں گھوڑوں کو اس طرف ہانکتا ہوں تا کہ تھوڑا بہت چر لیں۔ نئے گھوڑے کے میں نے پاؤں باندھ دیے ہیں یہ اجنبی ہے بھاگ بھی سکتا ہے۔ تاہم میرا گھوڑا ایسا نہیں کر سکتا۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کے منہ سے بھی دہانہ اتار دیا دونوں گھوڑوں کو دائیں جانب ہانک دیا اور وہاں دونوں گھوڑے گھاس چرنے لگے تھے۔

تاج الدین لوٹ کر اس جگہ آیا جہاں ایک پتھر کی ٹیک لگائے کمبل پر مارتھا بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ تاج الدین اس کی طرف آ رہا ہے تب فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کمبل کی ساری تہیں کھول کر اس نے پورا کمبل چٹان کے نیچے بچھا دیا پھر کھڑے کھڑے تاج الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ بھی بیٹھ جائیں۔ تھوڑی دیر ستا لیں تھکاوٹ جاتی رہے گی۔''

تاج الدین مسکرا دیا کہنے لگا۔

''تم میری تھکاوٹ کا احساس نہ کرو نہ اس سلسلے میں فکر مند ہونے کی ضرورت ہے ابھی تو ہم نے کوئی خاص سفر نہیں کیا۔ جتنا سفر کیا ہے اگر اس سے دس گنا بھی سفر کیا ہوتا تو میں تھکاوٹ محسوس نہ کرتا۔ تم کھڑی کیوں ہوگئی ہو بیٹھو مجھے یہاں رکنے پر جو سب سے زیادہ افسوس ہو رہا ہے وہ یہ کہ میں نے تمہارے لیے کچھ کھانے کا اہتمام نہیں کیا اس لیے کہ.........

مارتھا چونک پڑی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

اچھا کیا آپ نے یاد دلا دیا۔ میں تو بھول ہی گئی تھی پھر وہ اس سمت بھاگی جہاں گھوڑے چر رہے تھے۔ تاج الدین اس کے پیچھے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا مارتھا تاج الدین کے

گھوڑے کے پاس آئی۔ ایک خرجین کے اندر سے اس نے ایک پوٹلی نکالی اور وہ گٹھڑی تاج الدین کو دکھاتے ہوئے کہنے لگی۔

''اس میں ہم دونوں کے لیے زاد راہ ہے آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرے ساتھ آئیں۔''

تاج الدین چپ چاپ مارتھا کے ساتھ ہولیا۔ دونوں چٹان کے پاس کمبل پر آن بیٹھے پھر مسکراتے ہوئے تاج الدین نے پوچھ لیا۔

''اس میں ہے کیا؟''

اس گٹھڑی کی گانٹھیں کھولتے کھولتے مارتھا کے خوبصورت ہاتھ رک گئے سنجیدگی اور کسی قدر تشویش بھرے انداز میں اس نے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

''اس میں جو زادِ راہ ہے وہ نجانے آپ پسند کریں یا نہ کریں یہ میرے اور آپ کے لیے جگ پال کے اہل خانہ نے تیار کیا تھا۔ آپ پتہ نہیں کھانا بھی پسند کرتے ہیں یا نہیں۔''

لمحہ بھر کے لیے تاج الدین نے بڑے غور سے مارتھا کی طرف دیکھا پھر اس کی نگاہیں جھک گئیں کہنے لگا۔

''تم شاید میرے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہو اور کسی نے تمہیں میرے متعلق تفصیل نہیں بتائی۔ میں اپنی ذات کا کوئی بھی بھید کسی سے چھپا کے نہیں رکھتا۔ میں ایک انتہا درجہ کا مفلس اور قلاش شخص ہوں ایک ایسا انسان جو اپنے ہاتھ سے اپنا بدن خود تراشتا ہے میرا تعلق ایسے لوگوں سے ہے جن کے لیے وقت کی اندھی فرہنگ اور نفرتوں کے رنگ میں شام کی اداسیاں غم کی دیوداسیاں ہوس کی خواہشیں اور نفس کی ملامتیں اوڑھ کر دل کی زمین کو ہمیشہ پیاسا ہی رکھتی ہیں۔ کائنات کے اس آئینہ خانہ میں دکھوں کے سیاہ چھتر تلے لوگوں نے مجھے دل سے

اٹھنے والی کسک ہی دی ہے- میرے ماں باپ مر چکے ہیں- میرے گھر کا ماحول ایسا ہے جہاں اداسیاں بھری پت جھڑ ہر وقت میرا استقبال کرتی ہے- جہاں میرے روح کے خالی برتن میں قطرہ قطرہ غموں کا ٹپکاؤ ہوتا ہے- جہاں عمر کی رائیگانی جسم میں چھید کرتی ہے- ہائے حیف وقت کی بھید بھری خاموشیوں میں آج تک کسی نے بھی میرے چہرے کی تحریروں کو پڑھنے میرے جذبوں کی تفسیریں جاننے کی کوشش نہیں کی-''

تاج الدین ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے مارتھا مسکراتے ہوئے بول پڑی-

''میں آپ سے متعلق کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں- میرے خیال میں اجین کی طرف جاتے ہوئے راستے میں آپ نے اپنے پورے حالات وانجی کو بتائے تھے اور وانجی نے مجھے آپ سے متعلق آپ کے حالات پوری تفصیل سے کہہ دیے تھے- جو کردار آپ نے میرے لیے ادا کیا اس کے لیے میں ساری زندگی آپ کی ممنون اور احسان مند رہوں گی- آپ جیسے جوان ہی خواہشوں کی قبا شکن شکن کر کے اوروں کی تشنہ کامی کا مداوا بن جاتے ہیں- آپ جیسے جوان ہی عشرتوں کی آبنائے کے کنارے کھڑے ہو کر بھی انسانی اخلاق کا اعلیٰ معیار اور نمونہ ثابت ہوتے ہیں- میرے جیسی لامحدود کرب اور جبر کی تپش اور لو میں مبتلا لڑکی کو آپ نے خدا فروشوں کی نوائے پریشان کا شکار ہونے سے بچایا ہے- آپ جیسے جوان ہی میرے جیسی بے بس لڑکیوں کے لیے ہمت و عزیمت رکھنے والا پاسبان اور حق و صداقت رکھنے والا چوپان بن جاتے ہیں آپ نے مجھے موت کی آندھی کا لقمہ ہونے سے بچایا ہے- میں اس وسیع زمین پر بالکل بے نوا بے یار و مددگار تھی- آپ نے مجھے بدکردار لوگوں کے نفس کی اندھی بھوک بدی کی جو القلب سے نجات دلائی ہے- مجھے ان کے گمراہ ارادوں سے بچایا ہے- اب آپ ہی میرے دل کا سکون زار میرے لیے دار السلام اور امن کا کھلیان ہیں- میں تیغ زنی

آپ کے ہنر اور آپ کے اعلیٰ اخلاقی ذوق جمال کو صد ہزار بار سلام کرتی ہوں-''

جب تک مارتھا بولتی رہی- تاج الدین چپ چاپ خاموش رہ کر اسے سنتا رہا کبھی کبھی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہو جاتی تھی جب مارتھا خاموش ہوئی تب دھیرے مسکراتے ہوئے وہ کہنے لگا-

''کیا تم اپنے اصل موضوع سے ہٹ نہیں گئی ہو- اصل موضوع تو یہ تھا کہ جو زادِ راہ گٹھڑی میں ہے اسے میں پسند بھی کرتا ہوں یا نہیں- میں نے تمہیں اپنی زندگی کے لات کی تفصیل چند جملوں میں بتا دی ہے جب کہ وانجی بھی شاید تمہیں میرے متعلق تفصیل ے کہہ چکا ہوگا میں بد سے بدترین حالات سے بھی گزر چکا ہوں یہ جو گٹھڑی ہے اس میں جھ نہ کچھ کھانے کو تو ہوگا ہی- میں تو اکثر و بیشتر فاقوں کو بھی گلے لگا کر جینے کا عادی ہو چکا ں''

''میں اصل موضوع سے ہٹی نہیں ہوں'' تاج الدین کے خاموش رہنے پر مارتھا نے ہنا شروع کیا بلکہ میں اصل موضوع کی طرف آتی ہوں جو باتیں میں نے ابھی آپ سے کی ں جو میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا ہے یہ مجھے وہاں کرنا چاہئے تھا جب اجین شہر سے باہر پ مجھے لے کر چلے تھے لیکن وہاں وقت کم تھا- میں آپ سے کچھ نہ کہہ سکی- اب جبکہ آپ ھے خطرات سے نکال چکے ہیں برے لوگوں کی نگاہوں سے بھی محفوظ کر چکے ہیں تو سب سے ہئے مجھے جو کام کرنا چاہئے تھا وہ یہی تھا کہ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کروں اور ایسا میں کر چکی ہوں- ایسا کرنے کے بعد میرا دل میرا ضمیر اب بالکل مطمئن اور سودہ ہو چکے ہیں-''

تاج الدین نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس گٹھڑی پر رکھا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا-

''دل اور ضمیر آسودہ نہیں ہو چکے بلکہ بھوک کے مارے بلبلانے لگے ہیں اب جلدی

سے بتاؤ اس میں ہے کیا؟"

گٹھڑی کی گانٹھ کھولتے ہوئے اور اپنی نگاہیں تاج الدین کے چہرے پر جما ہوئے حسین وخوبصورت مارتھا کہنے لگی۔

"اس میں میٹھی روغنی شہد لگی مکئی کی روٹیاں ہیں اب پتہ نہیں وہ آپ کھانا پسند بھی کر گے یا نہیں، ساتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ بس روٹی کھا کر پانی پینا پڑے گا"

تاج الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

"مجھ جیسے شخص کے لیے اس سے عمدہ اور بہتر خوراک کیا ہو سکتی ہے میرے خیال م ایسی اچھی غذا تو میں نے آج تک کھائی ہی نہیں ہوگی" اتنی دیر تک مارتھا نے گٹھڑی کی گانٹھ کھول دی تھیں اور دونوں جلدی جلدی مکئی کی میٹھی روغنی اور شہد چپڑی روٹیاں کھانے لگے۔

روٹی کھاتے کھاتے اچانک تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تو اس کی طرف دیکھ ہوئے مارتھا نے پریشانی میں پوچھ لیا۔

"اب آپ کہاں جانے لگے ہیں۔"

تاج الدین اپنے گھوڑے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا "میں ابھی آیا"

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ہاتھ میں پانی کا مشکیزہ تھا کہنے لگا۔

"ہم دونوں بھی عجیب وغریب ہی ہیں۔ گھوڑے کی خرجین سے کھانے کا سامان اٹھا لائے لیکن پانی کا مشکیزہ یہاں لانا بھول گئے۔" ساتھ ہی اس نے زمین پر بیٹھتے ہوئے تھوڑا سا پانی پیا۔ مشکیزہ وہ چٹان کی ٹیک لگا کر رکھنا ہی چاہتا تھا کہ مشکیزہ اس سے لے کر مارتھا۔ پانی پیا اور خود مشکیزہ اس نے چٹان سے ٹیک لگا کر رکھ دیا تھا۔

دونوں جب کھانا کھا چکے تو وہ رومال جس میں مکئی کی روغنی، میٹھی، روٹیاں بندھی ہوئی تھیں وہ چونکہ خالی ہو چکا تھا۔ ساری روٹیاں مل کے دونوں کھا گئے تھے۔ رومال مارتھا۔

ایک طرف کر کے جھاڑ دیا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرے خیال میں آپ کو پیٹ بھر کے کھانا نہیں ملا مجھے بھوک لگی ہوئی تھی شاید میں اپنے حصے سے زیادہ کھا گئی ہوں"

تاج الدین نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

"میرے خیال میں تم کچھ زیادہ ہی کسر نفسی کا شکار ہو رہی ہو تم نے تو مجھ سے آدھا بھی نہیں کھایا کھانا تو میں نے سارا کھایا ہے۔ بہرحال میں نے سیر ہو کے کھایا ہے اب اگر تم تھکاوٹ محسوس کر رہی ہو اور ستانا چاہو تو اسی کمبل پر لیٹ جاؤ۔"

مارتھا نے اس کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

"اگر ہم اسی وقت اپنی منزل کی طرف کوچ کر جائیں تو کس وقت تک پہنچ جائیں گے"

تاج الدین نے کچھ سوچا کہنے لگا۔

"اگر ہم وقت ضائع کئے بغیر ابھی یہاں سے کوچ کر جائیں تو میرے خیال میں آدھی رات سے کچھ پہلے ہم احمد آباد تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

مارتھا فوراً چھلانگ لگانے کے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی پھر کہنے لگی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر میں ستاؤں گی نہیں، ستانے کی وجہ سے ہم اور زیادہ تاخیر کے ساتھ احمد آباد پہنچیں گے میرے خیال میں ہمیں فی الفور یہاں سے کوچ کر جانا چاہئے"

اس کے ساتھ ہی مارتھا جھکی اس وقت تک چونکہ تاج الدین بھی اٹھ چکا تھا لہذا وہ کمبل اٹھا کر تہہ کرنے لگی تھی۔

اس کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا۔

"اور یہ جو تم کہہ رہی تھی تم تھکاوٹ محسوس کر رہی ہو اس کا کیا بنے گا"

جھکے ہی جھکے بڑے غور سے مارتھا نے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"وہ معاملہ اور تھا- اس وقت آپ نے مجھے کمبل کے اندر باندھ رکھا تھا وہ بھی میرے لیے ایک کوفت تھی- میں بھوک محسوس کر رہی تھی میرے لیے وہ تھکاوٹ کا دوسرا باعث تھی- میں کہیں بیٹھ کر آپ کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتی تھی- یہ میری تھکاوٹ کا تیسرا بوجھ تھی- اب سارے ہی بوجھ اتر چکے ہیں- لہٰذا میں آپ کے ساتھ سفر کرنے کے لیے بالکل تازہ دم ہوں"

مارتھا کی باتوں سے تاج الدین مطمئن ہو گیا تھا- پھر وہ بھاگتا ہوا دائیں جانب گیا- دونوں گھوڑوں کو پکڑ لایا گھوڑوں کو اس نے دہانے چڑھا دیے مارتھا سے کمبل لے کر اس نے اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا تھا- اتنی دیر تک مارتھا نے بھی پانی کا مشکیزہ اٹھایا اور گھوڑے کی زین سے باندھ دیا پھر وہ گھوڑے پر بیٹھنے کے لیے جب قریب آئی تو تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی-

"اب مجھے اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کے گھوڑے پر نہ بٹھایئے گا اس طرح میں اس انداز میں گھوڑے پر بیٹھنے کی عادی ہو جاؤں گی- میں خود بیٹھ کے آپ کو دکھاتی ہوں اور آپ مانیں گے کہ میں ایک اچھی گھڑ سوار ہوں" تاج الدین ذرا پیچھے ہٹ کے کھڑا ہو گیا- بہترین انداز میں مارتھا نے اپنا پاؤں رکاب میں جمایا پھر ایک ہلکی پھلکی جہت لیتے ہوئے وہ گھوڑے کی پیٹھ پر ہو بیٹھی تھی-

گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھنے کے بعد داد طلب انداز میں مارتھا نے جب تاج الدین کی طرف دیکھا تو تاج الدین کہنے لگا-

"گھوڑے پر بیٹھنے کا تمہارا انداز بتاتا ہے کہ تم ایک اچھی گھڑ سوار ہو-" پھر تاج الدین پیچھے ہٹا گھوڑے پر سوار ہوا اس کے بعد ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور انہوں نے شمال کے رخ پر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیا تھا-

رات کافی گہری ہو چکی تھی- آسمان پر دھنکی ہوئی روئی کی طرح کہکشاں اور پتنگوں کی نند بکھرے ستارے دن رات کی بست و کشاد کی کہانیاں دہراتے اور امن و آشتی کے مزے گاتے اپنی مانوس منزلوں کی طرف رواں تھے- کالے کوسوں کی پرہول رات میں ن کو کاٹتی سردی نے ہر شے کو کہر کے غلاف اور سحر کی کرنوں کی طرح ڈھانپ لیا تھا- ہر ت کو گراں کی صورت چپ اور آفاق کے اسرار کی طرح خاموشی طاری تھی جاندار گہری ند سے اس طرح بغل گیر ہو گئے تھے جیسے شاخ سے جدا کوئی بے بس پتا چٹکتی دھوپ سے ل گیر ہو جاتا ہے- کبھی کبھی ہوا سے برہم بلند بالا درختوں پر پتوں کا بے پایاں سا خروش بلند تا یا پھولوں کی دف بجاتی بہاریں پانی میں بجتی گھنٹیوں کی آوازوں کی طرح اپنی موجودگی کا ادیتیں پھر اچانک فضاؤں میں گہری خاموشی چھا جاتی تھی-

رات کے اس حصے میں تاج الدین اور مارتھا دونوں احمد آباد شہر میں داخل ہوئے تھے ن گر نجیب الدین کی حویلی کے پاس آ کر تاج الدین نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اس ، پیچھے مارتھا بھی اپنے گھوڑے کو روک چکی تھی- اس نے نجیب الدین کی حویلی کا جائزہ لیا روں طرف گہری خاموشی تھی اس موقع پر مارتھا نے اسے مخاطب کیا-

"کیا یہ آپ کا گھر ہے؟"

گہرے دکھ اور پریشانی میں تاج الدین کہنے لگا-

''اس دنیا میں کوئی ایسا گھر نہیں جسے میں اپنا کہہ سکوں- یہ محترم نجیب الدین کی حو
ہے-گھوڑے کو میں نے اس لیے روکا ہے کہ شاید وہ جاگ رہے ہوں تو یہیں قیام کرلیا جا
لیکن لگتا ہے وہ دونوں باپ بیٹی سو چکے ہیں- رات کے اس وقت میں انہیں زحمت نہیں
چاہتا'' اس کے ساتھ ہی مزید کچھ کہے بغیر تاج الدین نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی
مارتھا چپ چاپ اس کے پیچھے ہولی تھی-

اپنے گھر کے سامنے آ کر تاج الدین نے اپنے گھوڑے کو روکا جو دونوں کمرے
کے تصرف میں تھے ان دونوں کمروں کے آگے کھلی جگہ تھی- جن کے ایک طرف جا
باندھنے کے لیے چھپر سا بنا ہوا تھا- تاج الدین جب گھوڑے سے اتر گیا تو مارتھا بھی ن
گئی- تاج الدین نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور اپنے گھوڑے کو بھی لے کر وہ
میں داخل ہوا مارتھا اس کے پیچھے پیچھے تھی- پہلے اس نے دونوں گھوڑوں کے منہ سے دہا
اتار دیے انہیں زینوں سے بے نیاز کر دیا وہاں ایک ٹوٹی پھوٹی سی لکڑی کی ناند پڑی تھی
کے اندر کوئی چارہ نہ تھا- ایک کونے میں سوکھی سی گھاس پڑی تھی وہ اٹھا کر اس نے ناند
ڈال دی گھوڑے اسے چبانے لگے دونوں گھوڑوں کو سردی سے بچانے کیلئے اس نے
سے بندھے کمبل گھوڑوں کے اوپر خوب پھیلا کر ڈال دیئے تھے- دونوں گھوڑوں کے
اس نے ناند کے قریب ہی دائیں بائیں دو کھونٹوں سے باندھ دیئے تھے- زینیں اتار کر
نے وہیں رکھ دیں- زینوں کے ساتھ جو اپنا اور مارتھا کا سامان تھا تاج الدین نے اتار
وہ چھپر سے باہر نکلا دونوں کمروں میں سے ایک کا جو باہر قفل لگا ہوا تھا- اسے اس نے
کمرے میں داخل ہوا- کمرے میں گہری تاریکی تھی- مارتھا بھی اس کے پیچھے پیچھے ک
میں داخل ہوگئی تھی-

دونوں کچھ دیر تاریک کمرے میں کھڑے رہے پھر تاج الدین نے خرجین ایک

رکھ دیں اور جو دروازہ اس نے کھولا تھا اسے اندر سے زنجیر لگاتے ہوئے کہنے لگا-

''مارتھا! تم بیٹھو! میں حویلی کے اندرونی حصے کی طرف جاتا ہوں اور ان کمروں میں روشنی کا سامان کرتا ہوں-''

مارتھا وہیں کھڑی رہی تاج الدین اس کمرے سے ملحقہ جو دوسرا کمرہ تھا اس میں داخل ہوا- اس کمرے کا پشتی دروازہ حویلی کے اندرونی حصے کی طرف کھلتا تھا وہ دروازہ اس نے کھولا- حویلی کے صحن میں آیا اور بلند آواز میں پکارنے لگا-

''حسن! حسن!''

تھوڑی دیر بعد تاج الدین کی سوتیلی ماں سفینہ خاتون اندرونی حصے سے نکلی اس کے ہاتھ میں جلتی ایک مشعل تھی- تاج الدین کے قریب آ کر وہ برس پڑی-

''کیا شور مچا رکھا ہے آدھی رات کے وقت یہ گھر میں آنے کا کوئی طریقہ اور سلیقہ ہے- گھر ہے سرائے نہیں ہے کیا چاہتے ہو؟''

تاج الدین نے آگے بڑھ کر اس سے جلتی ہوئی مشعل لے لی اور کہنے لگا-

''اماں! میرے ساتھ ایک مہمان بھی ہے ہم دونوں کے لیے کھانا چاہئے اریبہ اور حسن کہاں ہیں؟''

سفینہ خاتون پھر برس پڑی-

''یہ کھانے اور تواضع کا وقت نہیں ہے وہ دونوں بہن بھائی اپنے ماموں کے ہاں گئے ہوئے ہیں- حسن نے اریبہ کو وہاں چھوڑ کر آنا تھا- اس کا کھانا میں نے تیار کر رکھا ہے- دو روٹیاں اور تھوڑا سا سالن ہے وہ چونکہ واپس نہیں آیا لہذا وہ روٹیاں بچ گئی ہیں وہی میں تمہیں دیتی ہوں ان سے گزارہ کرو- اس وقت نہ میں کسی کے لیے کھانا تیار کر سکتی ہوں نہ میں کسی کی تواضع کی ہمت رکھتی ہوں''

سفینہ خاتون پیچھے ہٹنے لگی تھی کہ تاج الدین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''اماں! ایک بستر بھی چاہیے سردی ہے۔''

سفینہ خاتون درندگی میں مڑی اور چبھتے ہوئے لہجے میں کہنے لگی۔

''میں نے تمہیں کہا نا یہ سرائے نہیں جس کو چاہتے ہو پکڑ کر یہاں لے آتے ہو میں صرف تمہیں دو روٹیاں اور تھوڑا سا سالن دیتی ہوں اس سے گزارہ کرلو اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔'' اس کے ساتھ ہی پاؤں پٹختی ہوئی سفینہ خاتون اندرونی حصے کی طرف چلی گئی تھی۔

مشعل پکڑے تاج الدین کھڑا رہا تھوڑی دیر بعد سفینہ لوٹی وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھی۔ کھانے کے برتن جونہی سفینہ خاتون سے تاج الدین نے لیے سفینہ خاتون مڑی اور مزید کچھ بات کیے بغیر وہاں سے چلی گئی۔

تاج الدین واپس مڑا جس کمرے میں حویلی کے اندرونی حصے میں آیا تھا اس کمرے میں داخل ہوا ایک کونے میں بھدی سی ایک میز پر ایک مٹی کا کافی بڑا دیا سا رکھا ہوا تھا۔ جس میں بتی بھی تھی اور دیا چربی سے بھرا ہوا تھا۔ اس دیے کی بتی کو تاج الدین نے مشعل سے روشن کر دیا۔ دیا جلتے ہی کمرہ روشن ہو گیا تھا۔ پھر کھانے کے برتن اور مشعل اٹھائے تاج الدین دوسرے کمرے میں گیا وہاں بھی کونے میں پہلے کمرے جیسا ایک دیا تھا جس کو اس نے روشن کر دیا۔ اس نے دیکھا کمرے میں جو اکلوتا پلنگ لگا ہوا تھا۔ اس پر مارتھا بیٹھی ہوئی تھی۔

کمرے روشن ہو جانے کے باعث تاج الدین نے بھدی سی ایک میز اٹھا کر مارتھا کے آگے رکھی۔ کھانے کے برتن اس کے سامنے جما دیے پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کھانا کھاؤ میں تمہارے لیے پانی لاتا ہوں''

اس کے ساتھ ہی تاج الدین پھر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں سے حویلی

اندرونی حصے کی طرف گیا تھوڑی دیر بعد لوٹا اس کے ہاتھ میں مٹی کی ایک ٹھلیا اور ایک کورا پیالہ تھا دونوں چیزیں اس نے مارتھا کے سامنے میز پر رکھ دی تھیں۔ مارتھا نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا تھا۔ گہری سوچوں میں غرق تھی۔

تاج الدین نے مشعل کو بجھا دیا پھر دوسرے کمرے کی طرف جاتا ہوا کہنے لگا۔

''کھانا کھا کر برتن یہیں پڑے رہنے دینا اور اسی بستر میں سو جانا۔ میں ساتھ والے کمرے میں ہوں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے آواز دے لینا'' اس کے ساتھ ہی تاج الدین دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا بیچ کا دروازہ اس نے بند کر دیا تھا۔

مارتھا تھوڑی دیر تک اپنی جگہ پر بیٹھی رہی کھانے کے برتن پانی کی ٹھلیا اور کورے پیالے کی طرف دیکھتی رہی وہ بے چاری زخمی شاخوں، مجروح پھولوں جیسی اداس زندان کے داستان الم میں دل گرفتہ اسیر جیسی افسردہ بے وطن مسافر اور لاشۂ بے کفن جیسی ویران ہو کے رہ گئی تھی کچھ دیر اپنی جگہ پر بیٹھ کے سوچتی رہی پھر اپنی جگہ پر اٹھی۔ دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ تھوڑا سا کھول کر اس نے دیکھا اس کمرے میں جلتے دیے کی روشنی میں جو منظر اس نے دیکھا اس نے اسے پریشان ملول اور افسردہ کر دیا تھا۔ سردی کے باوجود تاج الدین فرش پر بچھی ایک چٹائی پر بالکل ٹانگیں تھوڑی سے لگائے لیٹا ہوا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے لمحہ بھر کے لیے مارتھا کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں پھر نہ جانے کیا سوچتے ہوئے اس نے دروازہ پر ہلکی سی دستک دی۔

دستک سنتے ہی تاج الدین جست لگا کر اٹھ کھڑا ہوا فوراً درمیانی دروازے کی طرف گیا دروازہ کھولا اس نے جب مارتھا کو سامنے دیکھا تو بڑی ہمدردی بڑی شفقت میں پوچھ لیا۔

''کیا تم نے کھانا کھا لیا۔ اس کے علاوہ کیا کسی چیز کی ضرورت ہے؟''

مارتھا کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ منہ سے کچھ نہیں بولی نفی میں اس نے

گردن ہلا دی تھی۔ اس موقع پر اس کی آنکھوں میں گہری نمی اتر آئی تھی بڑی مشکل سے اپ آپ کو ضبط کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ ذرا اس کمرے میں آئیں" خود مارتھا پیچھے ہٹ گئی تھی۔

ایک جستجو اور پریشانی کا شکار تاج الدین اس کمرے میں داخل ہوا مسہری کی طرف بڑھتے ہوئے مارتھا کہنے لگی۔

"یہاں اس میز کے پاس آئیں" ساتھ ہی اس نے کونے میں پڑی ایک ٹوٹی پھو کرسی گھسیٹ کر میز کے سامنے رکھ دی تھی پھر دوبارہ بولی "یہاں بیٹھ جائیں"

ایک معصوم اور فرمانبردار بچے کی طرح چپ چاپ تاج الدین وہاں بیٹھ گیا تھا اس کے سامنے مسہری پر بیٹھتے ہوئے انتہائی دکھ اور افسوس میں اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے مارتھا کہ لگی "کھانا کھائیں"

تاج الدین نے پہلے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر زبردستی مسکراہٹ بکھیری کہنے لگا۔

"یہ تم کس غلط فہمی میں پڑ گئی ہو۔ میں کھانا کھا چکا ہوں یہ کھانا صرف تمہارے لیے میں تو سمجھا تھا اب تک تم کھانا کھا کر بستر میں گھس چکی ہو گی" اس کے ساتھ ہی تاج الد نے جب اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا تو مارتھا تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی پہلی بار بے باکی کا اظ کرتے ہوئے اس نے تاج الدین کا بازو پکڑ لیا اور اسے کھینچ کر کرسی پر بٹھاتے ہوئے لگی۔

"میں جانتی ہوں آپ جھوٹ بولنے کے عادی نہیں ہیں لیکن اس وقت آپ مجھ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ آپ نے کچھ نہیں کھایا اس حویلی کے اندرونی حصے میں جو گفتگو آپ اپنی سوتیلی ماں سفینہ خاتون سے ہوئی وہ میں سب سن چکی ہوں اس نے آپ کو دو

روٹیاں ہیں تو آپ نے کھانا کیا تھا۔ آپ اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہ کیجئے گا کھانا کھائیں"

تاج الدین بے چارہ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

"یہ دو روٹیاں تو بڑی مشکل سے تمہارے لیے پوری ہوں گی۔ تم پریشان اور فکرمند نہ ہو میں ایسے بدترین اور ناانصافی پر مبنی ماحول کا عادی ہو چکا ہوں سنگریزوں کی سی بے نیازی نے مجھے اپنی ذات سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔ ہائے حیف میں ان لوگوں کے لئے کتے سے زیادہ وفادار ہوں لیکن یہ میرے لیے اونٹ سے زیادہ کینہ پرور ثابت ہوتے ہیں۔ مارتھا تم برا مت ماننا میں جانتا ہوں میں تجھے غلط جگہ لے آیا ہوں پر اس کائنات میں کوئی ایسی دہلیز نہیں جسے میں اپنا کہہ سکوں میری حالت دریا میں بہنے والے اس قطرے کی سی ہے جس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی کبھی کبھی میرے اندر کی حیوانی جبلت تقاضا کرتی ہے کہ میں اس ماحول کے خلاف بغاوت کر دوں لیکن مجبوریاں بے بسیاں میرا دامن تھام لیتی ہیں۔"

اس سے آگے تاج الدین بے چارہ کچھ نہ کہہ سکا اس کی آنکھیں پہلے ہی بھری ہوئی تھیں دو آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپک کر اس کے دامن پر گر گئے تھے۔ اس نے فوراً اپنے سر کو جھٹک کر اپنی آنکھیں صاف کر لیں۔

مارتھا بے چاری کی حالت قابل دید تھی وہ پہلے ہی دکھ اور غم کے باعث بھری بیٹھی تھی جب تاج الدین کے بے بسی کی حالت میں آنسو گرے تو وہ بے چاری ابر کی طرح برس پڑی رو دی تھی۔ آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگے تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے تاج الدین پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا مگر جلدی ہی مارتھا نے اپنے آپ کو سنبھال لیا ایک بار پھر اس کا بازو پکڑ کر کرسی پر بٹھایا کہنے لگی۔

"جب تک میں نہ کہوں آپ یہاں سے جائیں گے نہیں۔"

اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے تاج الدین پھر بول پڑا۔

''مارتھا! تم پر میرا کوئی دباؤ ہے نہ حق میں جانتا تھا اس گھر میں میری حیثیت شام غم کی دھواں دھواں لکیروں اور دیگر وقت میں قافلہ بے نوا سے بھی بدتر ہے۔ میں تمہیں یہ بھی نہیں کہ سکتا کہ ان حالات پر صبر کرو لیکن یہاں لانا میری مجبوری تھی میرے پاس اور کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ بس رات کا یہ حصہ یہاں کاٹتے ہیں صبح سویرے ہی تمہیں میں آہن گر نجیب الدین کے ہاں لے جاؤں گا وہ دونوں اپنے گھر میں باپ بیٹی رہتے ہیں ان کی تھوڑی بہت تفصیل میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ تم ان کے ساتھ خوش رہو گی۔''

مارتھا سنبھل چکی تھی۔ احتجاجی انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ نے یہ کیوں کہا کہ آپ کا مجھ پر کوئی دباؤ کوئی حق نہیں ہے۔ آپ نے جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے بدی کی اندھی تاب کاری اور بھنور بن کر پھیلے کرب سے نجات دی۔ بے آبرو کرتی آندھیوں کی شدت کے اندر آئینہ عصمت کرچی کرچی کرنے والے بھیڑیوں کے اندر سے آپ نے مجھے نجات دی۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ نے مجھے تباہی کے غار سے خوشبو کی طرح نکالا اور پھر دلدل کی مرگ خیزیوں اور قضا بھرے ظلمات کے سفر میں میرے ہمسفر رہے غموں کی بے نور گزرگاہ اور اجڑے اجڑے بے منزل راستوں پر بھی میری حفاظت کا سامان کیا مجھے شبنم کی سی آسودگی خوشبوئے عروساں جیسا ایک انوکھا تحفظ مہیا کیا۔ میرے ساتھ اعلیٰ اخلاق اور عمدہ کردار کا برتاؤ کیا پھر بھی آپ نے یہ جملہ کیسے کہہ دیا۔ آپ کا مجھ پر دباؤ بنتا ہے اور حق بھی آپ جیسا کہیں گے میں ایسا کرنے کی پابند ہوں آپ میرے محسن میرے مربی ہیں۔''

تاج الدین نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا پھر مارتھا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اچھا جب تک تم کھانا نہیں کھا لیتی میں اس کرسی پر بیٹھا رہتا ہوں اب کھانا تو کھاؤ''

مارتھا بھی سنبھل گئی۔ چہرے پر اس نے ہلکی سی مسکراہٹ بکھیری پھر کہنے لگی۔

''کھانا دونوں مل کے کھائیں گے دو روٹیاں ہیں ڈیڑھ آپ کھا لیں آدھی میں کھاؤں گی۔ میں آدھی سے گزارہ کر سکتی ہوں''

تاج الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''تم کوئی پانچ سال کی بچی تو نہیں ہو جو آدھی روٹی سے گزارہ کر لو گی میں مرد ہوں اونٹ کی طرح چار دن بھوکا رہ کر بھی زندہ رہ سکتا ہوں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جسم کی تھوڑی سی چربی پگھل جائے گی۔ تم کھاؤ۔ بھوکا رہنے سے مجھے کچھ نہیں ہو گا۔''

مارتھا اس بار فیصلہ کن انداز میں بولی۔

''ٹھیک ہے اگر آپ نے نہیں کھانا تو یہ برتن اور پانی کی ٹھلیا اٹھائیں اور جس سے لے کر آئے ہیں اسے واپس کر آئیں۔ دونوں نہیں کھاتے''

تاج الدین نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

''اچھا شروع کرو میں کھاتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں آدھا آدھا کھانا کھائیں گے''

مارتھا تیار ہو گئی۔ دونوں نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا پھر برتنوں والا میز اٹھا کر تاج الدین نے ایک طرف رکھ لیا تھا اس کے بعد وہ مارتھا کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم بستر میں گھس جاؤ آرام کرو سردی خوب ہو رہی ہے'' اس کے ساتھ ہی وہ دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔

مارتھا کچھ دیر بستر کے پاس کھڑی ہو کر گہری سوچوں میں کھوئی رہی پھر اس نے بستر کا جائزہ لیا ضائی تھی اور نیچے ایک صاف ستھری چادر تھی اور چادر کے نیچے دو گدے

تھے۔ دو ہی تکیے وہاں پڑے ہوئے تھے۔

کچھ فیصلہ کرنے کے بعد مارتھا نے چادر ایک تکیہ اور رضائی اٹھائی ساری چیزوں کو اپنے کندھے پر رکھا پھر کھٹکا کرنے کے بعد ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی اس کے ایسا کرنے پر تاج الدین جو چٹائی پر بیٹھ چکا تھا چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مارتھا کو بستر اٹھائے دیکھ کر وہ دنگ سا رہ گیا تھا۔ مارتھا چپ چاپ آگے بڑھی۔

تاج الدین بھی کچھ نہ بولا تھا۔ مارتھا نے دیکھتے ہی دیکھتے چٹائی پر چادر بچھائی تکیہ رکھا پھر اس نے چادر پر رضائی پھینکی لمبا سانس لیا اور تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اپنے گھر میں تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بستر کا جائزہ لے چکی ہوں بستر بے شک ایک ہے لیکن ہم دونوں کے لیے کافی ہے۔ یہ جس طرح آپ اتنی سخت سردی میں چٹائی پر آ کے لیٹ گئے تھے۔ صبح تک آپ نے سردی میں سکڑ کر رہ جانا تھا''

مارتھا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے تاج الدین بول پڑا۔

''اور تم پلنگ پر کیسے گزارہ کرو گی۔''

''میں گزارہ کرلوں گی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں وہاں دو گدے ہیں ایک گدا نیچے پڑا رہے گا دوسرا گدا میں اوپر لے لوں گی آپ بے فکر رہیں اب مزید اس موضوع پر گفتگو نہیں ہو گی مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سونے جا رہی ہوں'' اس کے ساتھ ہی مارتھا وہاں سے ہٹ کر دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ تاج الدین بے چارہ بھی چپ چاپ بستر میں گھس گیا تھا۔

اگلے روز تاج الدین صبح سویرے اٹھا اس نے بیچ کا دروازہ کھول کے دیکھا مارتھا ایک گدا نیچے ایک اوپر لئے گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے تاج الدین مسکرایا۔ باہر سورج چڑھ آیا تھا در و دیوار کے اندر روشنی رقص کر اٹھی تھی کچھ سوچتے ہوئے وہ

مڑا فرش پر چٹائی پر لگے اپنے بستر میں سے تکیہ' چادر رضائی اٹھائی مارتھا والے کمرے میں آیا۔ رضائی پھیلا کر اس نے مارتھا کے اوپر ڈال دی چادر تکیہ اس نے ایک طرف رکھ دیا تھا پھر حویلی کے اندرونی حصے میں جا کر وہ ہاتھ منہ دھو آیا تھا جب وہ واپس مارتھا کے کمرے میں آیا تو اس نے دیکھا مارتھا بیدار ہو چکی تھی۔ دونوں تکیے نیچے ڈالنے کے بعد اوپر چادر پھیلا دی تھی اور رضائی اس نے تہہ کر کے رکھ دی تھی۔ اسے دیکھتے ہی تاج الدین بول پڑا۔

''میں تو سمجھا تھا تم ابھی گہری نیند سوئی رہو گی اور میں............''

تاج الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ مارتھا بول پڑی۔

''میں سفر کے باعث تھکاوٹ ضرور محسوس کر رہی تھی لیکن میں زیادہ دیر سونے کی عادی نہیں ہوں۔ آپ طہارت خانے تک میری راہ نمائی کریں تا کہ میں بھی ہاتھ منہ دھولوں۔''

تاج الدین مارتھا کو بھی حویلی کے اندرونی حصے کی طرف لے گیا وہاں اس نے ہاتھ منہ دھویا پھر باہر آئے کمرے میں واپس آ کر مارتھا نے کچھ سوچا پھر بڑے دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''اب کیا کرنا چاہئے؟ یہ آپ کی سوتیلی ماں سفینہ خاتون تو ہمیں ناشتہ دینے سے رہی''

تاج الدین مسکرایا غور سے مارتھا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اپنا سامان اٹھاؤ اور آؤ یہاں سے چلیں ایسی جگہ جہاں ناشتہ بھی مل سکتا ہے اور عزت و وقار بھی مل سکتا ہے۔ ٹھہرو یہ جو برتن رات کو میری ماں نے ہمیں کھانا دے کر ہم پر احسان کیا تھا وہ برتن میں حویلی کے صحن میں رکھ آتا ہوں پھر نکلتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی تاج الدین نے برتن اٹھائے دوسرے کمرے میں گیا حویلی کے اندرونی حصے کی طرف کھلنے والا دروازہ کھول کر اس نے برتن باہر رکھ دیے۔ دروازہ پہلے کی

طرح بند کر دیا پھر مارتھا کے کمرے میں آیا وہاں سے دونوں باہر نکلے تاج الدین دروازے کو باہر سے قفل لگایا دونوں آگے پیچھے اصطبل میں داخل ہوئے- گھوڑوں کی ط دیکھتے ہوئے بڑے دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے تاج الدین بول پڑا-

''ہماری طرح ان دونوں گھوڑوں بے چاروں کو بھی فاقہ ہی لگا ہے- یہ سردی ۔ تھوڑے بہت بچ ہی گئے ہیں لیکن رہے بھوکے ہی ہیں'' اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ کر الدین نے دونوں گھوڑوں پر زین ڈالی مارتھا سے خرجین لے کر اس نے گھوڑوں کی زی سے باندھ دیں- دونوں گھوڑوں کو کھول کر باہر لایا- پھر مسکراتے ہوئے مارتھا کی طرف د اور کہنے لگا-

''میں بٹھاؤں یا تم بیٹھ جاؤ گی-''

مارتھا مسکراتے ہوئے اپنے گھوڑے کی طرف بڑھی لگام تھامی پھر اس نے زین کا پکڑا اور ایک اونچی جست لگاتے ہوئے رکاب میں پاؤں جماتے بغیر وہ زین پر ہو بیٹھی تھی- کرنے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے تاج الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگی-

''میں ایک اچھی گھڑ سوار ہوں گھوڑے پر بیٹھنے اور اسے دوڑانے کا فن جانتی ہوں- مسکراتے ہوئے تاج الدین بھی گھوڑے پر ہو بیٹھا تھا- اسے ایڑھ لگائی اور آ طرف ہانک دیا تھا- مارتھا اس کے پیچھے پیچھے تھی-

تھوڑی دیر بعد نجیب الدین کی حویلی کے سامنے آ کر تاج الدین گھوڑے سے اتر آ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مارتھا بھی اتر گئی- پھر تاج الدین نے حویلی پر دستک دی تھی-

تھوڑی دیر بعد حویلی کا دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والا نجیب الدین تھا- تاج الد دیکھتے ہی اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی- باہر نکل کر اس نے تاج الدین کو گلے لگا ل پھر اسے مارتھا کی موجودگی کا احساس ہوا- فوراً تاج الدین سے علیحدہ ہوا- بڑی شفقت

پیار بھرا ہاتھ اس نے مارتھا کے سر پر رکھا اور کہنے لگا-

''یقیناً یہ مارتھا ہے اور مارتھا بیٹی میں تمہیں اپنی حویلی میں خوش آمدید کہتا ہوں میرا نام نجیب الدین ہے شاید میرے متعلق تاج الدین نے کچھ نہ کچھ ضرور بتایا ہوگا''

مارتھا مسکرائی اور کہنے لگی-

''آپ کا اندازہ درست ہے یہ آپ اور آپ کی بیٹی کلثوم کے متعلق مجھے تفصیل سے بتا چکے ہیں-''

نجیب الدین مسکرا دیا-

''تو پھر باہر کیوں کھڑے ہیں- دونوں اندر آئیں-''

آگے بڑھ کر نجیب الدین نے پورا دروازہ کھول دیا تھا پھر مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا-

''تم اب نجیب الدین کے ساتھ جاؤ ان کی بیٹی کلثوم سے ملو- میں دونوں گھوڑوں کو اصطبل میں باندھتا ہوں- گھوڑے رات کے بھوکے اور پیاسے بھی ہیں- نجیب الدین کے اصطبل میں خوراک اور پانی وافر مقدار میں ملتا ہے'' اس کے ساتھ ہی دونوں گھوڑوں کو پکڑے تاج الدین اصطبل کی طرف ہو لیا تھا جبکہ نجیب الدین مارتھا کی راہ نمائی کرتا ہوا حویلی کے اندرونی حصے کا رخ کر رہا تھا-

ابھی وہ ایک کمرے کے سامنے ہی گئے تھے کہ اندر سے نجیب الدین کی بیٹی کلثوم بھاگتی ہوئی نکلی اس کی طرف نجیب الدین نے اشارہ کیا اور مارتھا کو مخاطب کیا-

''مارتھا! یہ میری بیٹی کلثوم ہے-''

کلثوم آگے بڑھی مارتھا کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا دونوں خوب پرجوش انداز میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئی تھیں پھر مارتھا کا ہاتھ پکڑ کر کلثوم ایک کمرے میں لے گئی

نجیب الدین ان کے ساتھ تھا- جب تینوں اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب نجیب الدین نے مارتھا کو مخاطب کیا-

مارتھا بیٹی! سب سے پہلے تو میں اس تاج الدین کا بڑا شکر گزار ہوں کہ یہ تمہیں باعافیت نکال کر یہاں لایا- راستے میں تمہیں سفر کے دوران کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی اور یہ تاج الدین تمہیں وہاں سے نکالنے میں کیسے کامیاب ہوا-''

اس پر مارتھا نے راستے میں ایک اچھوت لڑکی کی عزت بچانے راجہ سلہدی کے بیٹے لچھمن داس کے ہاتھوں تاج الدین کے گرفتار ہونے وہاں تیغ زنی کا مقابلہ جیتنے پھر شہر سے باہر اصطبل کی طرف لانے کے علاوہ وہاں سے مارتھا کو نکالنے اور پھر احمد آباد آ کر رات کے وقت سوتیلی ماں کے سلوک تک پوری تفصیل سنا ڈالی تھی-

یہ صورتحال سن کر نجیب الدین تڑپ سا گیا تھا اپنی بیٹی کلثوم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''کلثوم! میری بچی! صبح کا کھانا تو بہت دور کی بات ان دونوں نے شام کو بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا- تاج الدین کی سوتیلی ماں بڑی جلاد قسم کی خاتون ہے- بیٹے اٹھ پہلے ان دونوں کے لیے کھانا تیار کرو- پیٹ بھر کر یہ کھانا کھائیں اس کے بعد میں ان کے ساتھ بیٹھوں گا اور دونوں کے ساتھ جی بھر کے باتیں کروں گا''

کلثوم اپنی جگہ سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ کمرے میں تاج الدین داخل ہوا اور مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''دونوں گھوڑوں کو میں اصطبل میں باندھ آیا ہوں وہاں وافر مقدار میں چارہ بھی ہے وہ ان کے آگے ڈال آیا ہوں- ابھی تھوڑی دیر تک دونوں گھوڑے پیٹ بھرنے کے بعد ستا بھی لیں گے''

تاج الدین کی بات کاٹتے ہوئے نجیب الدین بے چارہ بے پناہ ہمد ی کا اظہار تے ہوئے کہنے لگا-

''تاج الدین میرے بیٹے! دونوں گھوڑے تو پیٹ بھر کے ستا لیں گے لیکن تم دونوں پیٹ بھر کے نہ رات کا کھانا ملا اور نہ صبح کے وقت''

ان الفاظ پر تاج الدین کی گردن جھک گئی تھی- اپنی جگہ پر بے چارہ کھڑا رہ گیا تھا- ندامت بھرے انداز میں کہنے لگا-

''عم نجیب الدین یہ میری بڑی بدقسمتی اور بدبختی ہے کہ میں اپنے ہی گھر میں مارتھا کے کچھ بھی نہ کر سکا- رات کو ہمیں صرف دو روٹیاں ملیں جس میں ہم دونوں نے گزارہ کر لیا- سمجھتا ہوں کہ یہاں آتے ہی مارتھا نے پورے حالات آپ کو تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے مجھے مارتھا سے بھی کوئی شکوہ نہیں اس نے اگر آپ سے حقیقت کہہ دی ہے تو یہ ایسا کہنے کرنے کا حق رکھتی ہے'' اس پر مارتھا تڑپ کر اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی آگے بڑھی کسی قدر نکلفی کا اظہار کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس نے تاج الدین کے کندھے پر رکھا پھر کہنے لگی-

''آپ کو ندامت کے انداز میں یوں سر جھکا کر کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں آپ کی شکایت نہیں کی عم نجیب الدین نے مجھ سے حالات پوچھے تھے اور میں نے سچائی کام لیتے ہوئے پورے حالات ان سے کہہ دیے ہیں- آپ برا نہ مانیے گا''

تاج الدین نے گردن سیدھی کی- آنکھیں مارتھا کی آنکھوں میں ڈالیں پھر کسی قدر جلتے ہوئے کہنے لگا-

''میں نے تمہاری بات کا برا نہیں مانا- تم نے سچ کہا ہے اور سچ کہنا چاہیے'' اس موقع یب الدین نے تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

تاج الدین تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک سگے بیٹے کی سی ہے اور تم جانتے ہو کلثوم

تمہیں سگا بھائی خیال کرتی ہے مارتھا سے پورے حالات سن کر مجھے بڑا دکھ اور افسوس ہوا ہے
کہ اس ظالم خاتون نے تم دونوں کو نہ پیٹ بھر کے کھانا دیا نہ تم دونوں کو بستر مہیا کیے وہ خاتون
تمہارے لیے بند گلی کا بدبو کا دھبہ غلاظت کا مسکن بن چکی ہے اور تمہاری زندگی کو کھولتے گرم
تنور اور بدگمانیوں کی قبر میں تبدیل کرنا چاہتی ہے۔ پر تاج الدین میرے بیٹے! میں کسی کو خواہ
وہ تمہاری سوتیلی ماں ہی کیوں نہ ہو تمہارے دوڑتے پاؤں کی زنجیر نہ بننے دوں گا کسی کو اس
بات کی اجازت نہ دوں گا کہ وہ مردہ لفظوں کے ہار تمہارے گلے میں ڈالے' کسی کو اس بات
کی بھی اجازت نہیں دوں گا کہ وقت کے اندھے سفر میں وہ تم پر بھی جبر کے بھیگے چابک
برسائے۔ آج کے بعد تم اپنی سوتیلی ماں کے ہاں نہیں جاؤ گے مستقل طور پر میرے ہاں رہو
گے۔ یہاں میری حویلی میں تمہاری حیثیت چاہت کی نئی صفوں کے اندر آنکھوں کے تارے
محبت کی نئی قطاروں کے درمیان امیدوں کے سہارے اور صف بہ صف قطار در قطار دلوں کی
پسندیدہ دھڑکن سے بھی زیادہ باعزت اور باوقار ہوگی''

تاج الدین نے فوراً بات کا رخ بدلا اور نجیب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں بھٹی گرم کرتا ہوں اور پھر کام شروع کرتے ہیں۔''

نجیب الدین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اپنے پاس بٹھا لیا اور کہنے لگا۔

''کچھ کھائے پیئے بغیر ہی کام شروع کر دو گے رات کو تم نے پیٹ بھر کے نہیں کھایا صبح
کے تم بھوکے ہو اور کہتے ہو میں بھٹی گرم کروں۔ بھوکے پیاسے اتنا وزنی ہتھوڑا اٹھا لو گے۔''

''عم آپ میری فکر نہ کریں بھوکا پیاسا رہ کر بھی میں وہ کام کر سکتا ہوں آپ بے فکر
رہیں''

''نہیں بیٹے کلثوم تم دونوں کے لیے کھانا تیار کرنے لگی ہے پہلے کھانا کھاؤ اس کے بعد
کام شروع کریں گے''

تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

''نہیں عم میں بھٹی گرم کرتا ہوں کام تو شروع نہیں کروں گا صرف بھٹی ہی گرم کروں گا
بونکہ اتنی دیر تک میری بہن کھانا تیار کرے گی پھر کھانا کھانے کے بعد کام شروع کریں
ے''

نجیب الدین ہار مان گیا کہنے لگا۔

''اچھا جیسے تمہارا جی چاہتا ہے کرو۔''

تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھا ہی تھا کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

تاج الدین نے نجیب الدین کی طرف دیکھا کہنے لگا

''آپ بیٹھیں میں دیکھتا ہوں کون ہے''

تیز تیز چلتا ہوا تاج الدین حویلی کے صدر دروازے کی طرف بڑھا جب اس نے
وازہ کھولا تو مسکرا دیا اس لیے کہ حویلی کے دروازے پر اپنے گھوڑے کی باگ تھامے حیدر
ن کھڑا تھا۔

گھوڑا اس نے باہر گلی ہی میں باندھ دیا۔ تاج الدین سے گلے ملا پھر حویلی میں داخل
ا۔ تاج الدین نے دروازہ بند کر لیا۔ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے حیدر خان بول پڑا۔

''تاج الدین میرے بھائی مجھے امید تھی کہ تم آ چکے ہو گے اور میرے اندازے
رے بھائی درست ہی ثابت ہوئے ہیں۔ اب یہ بتاؤ میری بہن مارتھا کہاں ہے'' حیدر
ن کے اس استفسار کا جواب تاج الدین دینا ہی چاہتا تھا کہ نجیب الدین' مارتھا اور کلثوم
ل باہر صحن میں نکل آئے تھے۔ حیدر خان تیزی سے ان کی طرف لپکا مارتھا نے جب حیدر
ن کو دیکھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی بھاگ کر آگے بڑھی قریب آ کر اس
، حیدر خان سے سلام کیا۔ حیدر خان نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا اور بڑے شفقت

آمیز لہجے میں کہنے لگا۔

''مارتھا میری بیٹی! خدا کا شکر ہے کہ تم بخیریت یہاں پہنچ گئی ہو۔''

حیدر خان کو بولتے بولتے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لیے کہ نجیب الدین نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا کہنے لگا۔

''باہر کھڑے ہو کر گفتگو نہ کریں یہاں دیوان خانے میں آ کر بیٹھیں۔''

پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے۔ اس دوران تاج الدین اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

عم نجیب الدین میں بھٹی کی طرف جاتا ہوں کھانا جب تیار ہو جائے گا تو میں کھا لوں گا'' اس کے ساتھ ہی نجیب الدین کے جواب کا انتظار کیے بغیر تاج الدین وہاں سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد حیدر خان کے کہنے پر نجیب الدین نے مارتھا کو وہاں لانے اور پھر اپنے گھر میں سوتیلی ماں کے سلوک کی ساری داستان حیدر خان سے کہہ دی تھی۔

نجیب الدین جب خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حیدر خان کہنے لگا۔

''نجیب الدین! میرے محترم! تم نے بہت اچھا کیا جو تم نے تاج الدین کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج کے بعد وہ اپنے گھر میں نہیں جائے گا تمہاری حویلی ہی میں رہے گا اس طرح اس بے چارے کو سکون سے زندگی بسر کرنے کے لیے ایک ٹھکانہ مل جائے گا۔''

حیدر خان کے خاموش ہونے پر نجیب الدین نے کہنا شروع کیا۔

''اس کے ماں باپ نے اسے بڑا اعزیز اور بڑا باعزت بنا کے رکھا تھا۔ ان کے مر جانے کے بعد اس کی ساری عزت اس کے سارے وقار کو اس کی سوتیلی ماں نے خاک میں ملا کے رکھ دیا ہے۔ انتہا درجہ کا بہادر جرائتمند' طاقتور دلیر اور بے مثال تیغ زن ہے۔ افسوس آج

اس سے کسی نے کسی لشکر میں بھی کوئی کام نہیں لیا۔''

حیدر خان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''میں اس کی سفارش کر کے اسے لشکر میں شامل نہیں کرانا چاہتا اگر میں ایسا کرانا وں تو یہ کام تو میں آج ہی کر سکتا ہوں لیکن کبھی موقع آیا تو میں اسے سلطان بہادر خان سامنے پیش کر کے اسے ترغیب ضرور دوں گا کہ اس کی شجاعت اس کی تیغ زنی اس کی اور جوانمردی کو پرکھا ضرور جائے۔''

حیدر خان لمحہ بھر کے لیے رکا پھر مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''مارتھا میری بیٹی! نجیب الدین اور تاج الدین کے ساتھ ایک ملاقات میں میں نے لہ کیا تھا کہ تم یہیں اسی حویلی میں رہو گی۔ میری بیٹی! تم جانتی ہو میری دو بیویاں ہیں ان پس میں نا چاقی نا اتفاقی ہے دونوں ہر وقت برسر پیکار رہتی ہیں لڑتی رہتی ہیں ان کے وا قارب بھی اکثر و بیشتر میرے گھر میں آتے رہتے ہیں اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا ے گھر میں قیام کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہاں کا ماحول تمہارے لیے پرسکون رہے گا اس کے د میری بیٹی اگر تم یہ پسند کرو کہ میرے پاس جا کے رہو تو میں ابھی تمہیں اپنے ساتھ لے ں گا۔''

مارتھا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''حیدر خان میرے بھائی! ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ مجھے گھر لے جانے کی ں کریں تب بھی میں نہیں جاؤں گی۔ اس لیے کہ میں یہیں رہوں گی۔ جہاں محترم نجیب ن کی صورت میں مجھے باپ کی شفقت ملی ہے کلثوم کی صورت میں ایک بہن کا پیار ملا ہے ر سب سے اعلیٰ وارفع اور سب سے بہتر یہاں تاج الدین ہے جو میری عزت اور ا اور میرے جسم و جان کی بہترین حفاظت کر سکتا ہے۔ اس جیسے پاسبان اس جیسے نگہبہ

دار بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں- اس نے جو اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے ہوئے میری خاطر خطرات مول لیتے ہوئے مجھے جن حالات میں وہاں سے نکالا ہے- اس کے میں اگر ساری زندگی بھی اس کی داسی بن کر اس کی خدمت کرتی رہوں تب بھی میں احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی-''

حیدر خان مسکرایا اور کہنے لگا-

''اس کا مطلب ہے تمہیں وہاں سے نکالنے کے لیے میں نے انتہائی مناسب شخص انتخاب کیا''

مارتھا مسکرائی اور کہنے لگی-

تاج الدین کے لیے مناسب کا لفظ میں سمجھتی ہوں توہین آمیز ہے- تاج الدین اس سے بھی بڑھ کر ہے اس نے دشمن کی کچھار سے مجھے نکالنے کے بعد راستے میں مجھ سے عمدہ سلوک کیا جو میرے ساتھ بہترین اخلاق و کردار کا مظاہرہ کیا میری ہر ضرورت کا خ رکھا اس کی کوئی مثال اور نظیر نہیں ملتی-''

حیدر خان اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا-

''بیٹی! تم تھکی ہاری ہوا بھی تم نے تاج الدین کے ساتھ کھانا بھی کھانا ہے- میں کچھ کام بھی نمٹانے ہیں جاتا ہوں میں گاہے گاہے تم سے ملنے کے لیے یہیں آتا رہوں گا

اس کے ساتھ ہی حیدر خان وہاں سے نکلا نجیب الدین اس کے ساتھ تھا- جب وہ دو صدر دروازے کے قریب آئے تو اس وقت تک تاج الدین بھٹی گرم کر چکا تھا- اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا- نجیب الدین کے ساتھ وہ بھی حیدر خان کے ساتھ صدر دروازے تک گیا- حیدر خان چلا گیا تب تاج الدین بھٹی کے پاس آ گیا نجیب الدین بھی وہاں آیا- چند لو کے ٹکڑے اٹھا کر اس نے گرم سرخ بھٹی میں ڈال دیے تھے- پھر وہیں بیٹھ کر نجیب

تاج الدین کے ساتھ اس کی سوتیلی ماں کے متعلق گفتگو کرنے لگا تھا-

ابھی دونوں تھوڑی دیر ہی وہاں بیٹھے تھے کہ کلثوم نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی- اس پر نجیب الدین نے اسے پکارا-

''کلثوم بیٹے کھانا یہیں لے آؤ- تم دونوں اندر بیٹھ کر اگر کھانا چاہتی ہو تو کھا لو لیکن میرا اور تاج الدین کا کھانا یہیں لے آؤ- یہاں بیٹھنے کی خاصی جگہ ہے''

نجیب الدین اور اس کی بیٹی کلثوم نے بھی ابھی تک صبح کا کھانا نہ کھایا تھا لہٰذا کلثوم اور مارتھا دونوں کھانے کے برتن اٹھا کر وہیں لے آئیں جہاں تاج الدین اور نجیب الدین بیٹھے ہوئے تھے- برتن ان دونوں نے وہاں لگا دیے اور پھر ان کے پاس ہی بیٹھ گئے اور خاموشی کے ساتھ کھانا کھانے لگے تھے-

کھانا کھانے کے بعد تاج الدین اٹھ کر تھوڑا سنبھالنا چاہتا تھا کہ بازو سے پکڑ کر نجیب الدین نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا پھر کہنے لگا-

''میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس سے متعلق میں اپنی دونوں بیٹیوں مارتھا اور کلثوم کی موجودگی میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں-

بیٹے! آج کے بعد تم اپنے گھر یعنی سوتیلی ماں کے پاس نہیں جاؤ گے-

صدر دروازے کے دائیں جانب جو کمرہ ہے وہ سمجھو کہ آج سے تمہاری رہائش گاہ ہے- ابھی تھوڑی دیر تک مارتھا اور کلثوم دونوں مل کر اس کمرے کو تمہاری رہائش کے لیے تیار کر دیتی ہیں- ہمارے پاس فالتو مسہریاں کافی پڑی ہوئی ہیں ضرورت کا ہر سامان اس کمرے میں لگا دیا جائے گا کمرے کے ساتھ ہی تھوڑا آگے طہارت خانہ ہے- قریب ہی مطبل ہے اور یہ کمرہ تمہارے رہنے کے لیے بڑا مناسب رہے گا-''

جب خاموش ہوا تب دکھ بھرے انداز میں تاج الدین کہنے لگا-

عم نجیب الدین! یہاں رہتے ہوئے عجیب سا لگے گا دراصل میں اپنی ماں کے نامناسب سلوک اور اس کے غیر انسانی رویے کا عادی اور خوگر ہو چکا ہوں۔"

تاج الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے نجیب الدین بول پڑا۔

"لیکن اب میں مزید تمہیں اس کرب میں نہیں رہنے دوں گا بیٹے لوگ تمہارے شعور کا مہر بلب کرتے رہیں تمہیں حقوق بریدہ بناتے رہیں ذلت و رسوائی کی الم ناک داستانیں تمہارے سامنے بکھیرتے رہیں اور میں چپ رہوں نہیں کم از کم یہ میری برداشت سے باہر ہے اس لیے کہ تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے کی سی ہے۔

بچے! میری ایک بات یاد رکھنا ایک نہ ایک روز تمہاری سوتیلی ماں اپنے سلوک پر پچھتائے گی ضرور اس لیے کہ جو لوگ آگ میں آگ لگاتے ہیں ان کا کوئی نام لیوا پانی دیوا نہیں رہتا۔ اب تمہارا وہاں رہنا مناسب نہیں اس لیے کہ تمہاری ماں کا سلوک اب تمہارے ساتھ انتہا درجہ کا ذلت آمیز ہو چکا ہے وہ کوئی سنجیدہ خاتون نہیں ناقابل برداشت ہے اور جب کوئی اپنی اتار لیتا ہے تو دوسرے کی اتارتے ہوئے اسے دیر نہیں لگتی۔ جو رذیل ہو دوسروں کو بھی ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ہچکچاتا نہیں ہے۔ ویسے بھی بزرگوں کا کہنا ہے کہ بدی کے ساتھ بدی سے پیش آؤ تو ہی وہ درست ہوتی ہے۔ گھر کا سارا دارومدار تمہاری ماں کے ہاتھ میں ہے۔ ویسے بھی کہنے والوں کا کہنا ہے کہ جس کے ہاتھ میں ڈوئی اس کا ہر کوئی۔ جس نے کی بے حیائی اس نے کھائی دودھ ملائی جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم لہٰذا تم اور تمہاری سوتیلی ماں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔"

تاج الدین تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا گردن اس کی جھکی رہی مارتھا اور کلثوم دونوں عجیب سی ہمدردی میں اس کی طرف دیکھے جا رہی تھیں نجیب الدین نے اسے مخاطب کیا۔

"بیٹے! جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہی درست ہے۔ اسی پر عمل کیا جائے گا اور میں تمہیں جانے نہیں دوں گا آج کے بعد تم یہیں رہو گے"

آہستہ آہستہ تاج الدین نے گردن سیدھی کرتے ہوئے نجیب الدین کی طرف دیکھا کہنے لگا

"آپ کا کہنا کسی حد تک درست ہے۔ اب میں اپنے ہی گھر میں اجنبی دیس کی سی تنہائی محسوس کرتا ہوں وہاں میری حالت ٹہنی سے ٹوٹ جانے والے زرد پتوں سے بھی بدتر ہے۔ میں آپ کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ اپنے لہجے کی شبنم سے آپ میرے دل کے داغوں پر مرہم رکھ دیتے ہیں ورنہ اب تک میں اپنے آپ کو اپنے گھر میں بدحال بستی کا ٹوٹا آنگن سمجھتا رہا ہوں۔ میرے اطراف میں شادابی سے عاری دکھ درد کے سائے ہی پھیلے رہے ہیں اور میں اپنے ہی گھر میں اپنی ذات کو اور خود کو کھوجنے میں مصروف رہا ہوں۔

میں رہنے کو تو یہاں رہ جاؤں پر میرے محترم........"

نجیب الدین نے اس کی بات کاٹ دی' کہنے لگا۔

"محترم سے آگے کچھ مت کہنا"

مسکراتے ہوئے تاج الدین پھر بول پڑا۔

"یہاں رہنے کے لیے میری ایک شرط ہے۔"

تیز نگاہوں سے نجیب الدین نے اس کی طرف دیکھا

"کیسی شرط؟"

"میں یہاں رہنے اور کھانے پینے کا معاوضہ آپ کو ادا کیا کروں گا"

نجیب الدین نے ناپسندیدگی کے سے انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

"میں نے تمہیں اپنا بیٹا کہا ہے اور کیا بیٹے اپنے ہی گھر میں ان شرائط کے ساتھ رہتے

ہیں۔''

تاج الدین خجل اور شرمندہ سا ہو گیا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے مارتھا بول پڑی۔

عم نجیب آپ فکر مند نہ ہوں آج سے یہ یہیں رہیں گے میں اور کلثوم دونوں بہنیں ان کا کمرہ تیار کرتی ہیں۔ یہ واپس اپنی سوتیلی ماں کے پاس نہیں جائیں گے ان کی وہاں کیا عزت کیا وقعت ہے وہ میں رات کو دیکھ چکی ہوں۔ لہذا انہوں نے اگر جانے کی بھی کوشش کی تو میں اور کلثوم ان کی راہ روکیں گی اور کسی بھی صورت ان کو جانے نہ دیں گی آپ بالکل بے فکر رہیں۔''

اس کے ساتھ ہی مارتھا اور کلثوم برتن اٹھا کر وہاں سے چلی گئیں پھر تاج الدین کا کمرہ تیار کرنے لگی تھیں جبکہ تاج الدین اور نجیب الدین دونوں بھٹی کے کام میں مصروف ہو گئے تھے۔ یوں تاج الدین نے نجیب الدین کے ہاں قیام کر لیا تھا۔

احمد آباد کے قصر میں سلطان بہادر ایک کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اس کا سالار حیدر خان اس کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی سلطان مسکرایا ایک نشست کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا حیدر خان جب بیٹھ گیا تو کسی قدر تجسس آمیز انداز میں سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے حیدر خان نے پوچھ لیا۔

''سلطان محترم آپ نے مجھے طلب کیا ہے۔ خیریت تو ہے۔''

سلطان نے کچھ سوچا پھر حیدر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''خیریت نہیں ہے۔ میں نے سب سالاروں کو طلب نہیں کیا۔ صرف تمہیں بلایا ہے اور کچھ امور پر میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔

تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبر یہ خبر دے گئے ہیں کہ ہمارے ہمسائے بال کے راجہ رائے سنگھ نے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی پھیلانی شروع کر دی ہے۔

دوسری جو بری خبر ہے وہ یہ کہ اجین کے راجہ سلہدی کا ایک بیٹا نام جس کا لچھمن داس ہے وہ ان علاقوں کا اپنے باپ کی طرف سے والی ہے جو علاقے ہماری سرحدوں سے ملتے ہیں۔ مخبروں نے مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ راجہ سلہدی کا بیٹا لچھمن داس گاہے گاہے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کرتا ہے۔ مسلمانوں کا قتل عام کرتا ہے اور جو اچھی اور ملتی ہے۔ اسے پکڑ کر لے جاتا ہے اور اپنے مرکزی شہر اجین روانہ کر دیتا

ہے۔اب دونوں مہموں سے نمٹنے کے لیے مجھے کسی ایسے سالار کی ضرورت ہے جو مستقبل میں بھی اپنی وفاداری پر پورا اتر سکے۔تاہم اس سلسلے میں میں تمہیں روانہ نہیں کروں گا تمہاری احمد آباد میں میں ضرورت محسوس کرتا ہوں اس لیے کہ میں جان چکا ہوں کہ کچھ سالار آپس میں چپقلش رکھتے ہیں۔جس کی بنا پر تمہارا یہاں میرے پاس رہنا ضروری ہے۔''

سلطان جب خاموش ہوا تب حیدر خان تھوڑی دیر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

''سلطان محترم آپ کے ذہن میں کوئی ایسا جوان آتا ہے جس کا نام تاج الدین ہو لوگ اسے تاج خان کہتے رہے ہوں''

سلطان مسکرایا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حیدر خان پھر بول پڑا---

''سلطان محترم جب تاج الدین کا باپ زندہ تھا تو اس کا باپ اور وہ خود بھی آپ کے مقربین میں شامل تھے لیکن کچھ حاسدوں نے اس پر آپ کے چھوٹے سالار قیصر خان کے قتل کا الزام لگایا میں نے معاملے کی پوری تحقیق کی ہے۔گو قیصر خان نے ذاتی رنجش کی بنا پر کچھ آدمیوں سے کام لیتے ہوئے تاج الدین کے باپ اور ماں کو قتل کروایا تھا اور تاج الدین کو قیصر خان کی تلاش بھی تھی لیکن تاج الدین کی بدقسمتی کہ قیصر خان اسے نہیں ملا پر کچھ سالاروں نے جو تاج الدین سے حسد کرنے لگے تھے انہوں نے قیصر خان کو قتل کر دیا اور اس قتل کا ذمہ دار تاج الدین کو ٹھہرایا جس کی بنا پر تاج الدین کو آپ نے فراموش کر دیا۔

سلطان محترم اس کی ماں سوتیلی ہے۔اس کے گھر کا ماحول تو پیچیدہ ہو ہی چکا ہے وہ بے چارہ ایک آہن گر کے پاس کام کرتا ہے۔آہن گر میرا پرانا جاننے والا ہے اس کو یہ خبر نہ تھی کہ میں تاج الدین کا پرانا جاننے والا ہوں میں آہن گر سے ملنے گیا اس پر میں نے یہی ظاہر کیا کہ تاج الدین کو میں نہیں جانتا اور میں نے اس آہن گر سے جان بوجھ کر تاج الدین کے متعلق تفصیل جانی۔اس کے بعد حیدر خان نے تاج الدین کو مارتھا کو لانے کے لیے بھجوانے

اور اس کے واپس آنے اور سوتیلی ماں کے سلوک کے بعد نجیب الدین کے ہاں اس کے قیام کرنے کی ساری تفصیل سنا ڈالی تھی۔

حیدر خان جب خاموش ہوا تو سلطان بہادر خان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر بول اٹھا۔

''حیدر خان اچھا ہوا تم نے مجھے تاج الدین یاد دلا دیا۔میں واقعی اسے بھول چکا تھا۔اگر قیصر خان کو اس نے قتل نہیں کیا اور اس پر یہ الزام ہے سازش ہے تو پھر تاج الدین پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔میں جانتا ہوں وہ دلیر ہے بہادر ہے' شجاع ہے اور طاقت ور ہے۔اگر وہ کسی آہن گر کے پاس مزدوری کر کے پیٹ پالتا ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ ہماری طرف سے اس کے حق میں بے التفاتی ہے۔ہم نے ناحق اسے نظر انداز کیا اسے ہمارے پاس لاؤ دیکھو مرنے والا قیصر خان بال کے راجہ رائے سنگھ کا دوست تھا ہماری ساری خبریں راجہ تک پہنچاتا تھا۔قیصر خان کا میں سمجھتا ہوں مر جانا ہی بہتر ہے۔اس لیے کہ اب جو مخبروں نے مجھے رائے سنگھ کے متعلق اطلاع دی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے پاس قیصر خان ایک طرح سے راجہ رائے سنگھ کا جاسوس تھا۔اگر تاج الدین نے خود اسے قتل کر دیا ہوتا تب بھی ہم تاج الدین کو گلے لگا لیتے۔میں سمجھتا ہوں رائے سنگھ کی سرکشی کو اکھٹے کے لیے راجہ سلہدی کے بیٹے لچھمن داس کو سبق سکھانے کے لیے تاج الدین سے بہتر کوئی اور سالار نہیں ہو سکتا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا پھر اپنے چوب دار کو اس نے طلب کیا۔چوب دار جب اس کے سامنے آیا تو سلطان نے کھنکتی ہوئی آواز میں اسے سارے سالاروں کو بلانے کا حکم دیا جس پر چوب دار مڑا اور باہر نکل گیا۔

چوب دار کے جانے کے بعد سلطان نے حیدر خان کو مخاطب کیا۔

''جس آہن گر کا تم ذکر کر رہے ہو اس آہن گر کے سامنے جب تم نے تاج الدین کو نہ

جاننے اور اس سے بے گانہ ہونے کا رویہ پیش کیا تو کیا تاج الدین نے اس موقع پر احتجاج نہیں کیا''

حیدر خان مسکرایا اور کہنے لگا-

''سلطان محترم! اس موقع پر میں نے تو اسے مخصوص اشارہ کرتے ہوئے خاموش کرا دیا تھا- بعد میں میں نے مارتھا کی مہم پر اسے روانہ کیا تو میں نے اسے تفصیل بتا دی کہ کیوں میں اس سے بے گانہ ہوا تھا- اگر میں اس آہن گر کے سامنے یہ بتا دیتا کہ میں تاج الدین کا پرانا جاننے والا ہوں تو پھر وہ آہن گر اعتراض کرتا کہ آپ اس کے جاننے والے ہیں اور وہ بے چارہ اس کے پاس ایک عام آدمی کی حیثیت سے ملازمت کرتا ہے- دراصل آہن گر نجیب الدین کبھی ہندوا چھوت تھا اسی نے اسلام قبول کیا وہ تاج الدین کی اصلیت سے واقف نہیں تھا- تاہم وہ تاج الدین کا باپ کا خوب جاننے والا تھا پہلے وہ کہیں اور رہائش رکھتا تھا- جس جگہ اب اس نے حویلی لی ہے یہاں وہ چند ماہ پہلے ہی آیا ہے- بہرحال تاج الدین اور آہن گر نجیب الدین دونوں ہی میرے رویے پر مطمئن ہیں-''

حیدر خان کی اس گفتگو سے سلطان خوش ہو گیا تھا کچھ دیر خاموشی رہی پھر اس کمرے میں سلطان کے سالار آنا شروع ہوئے- سب سے پہلے کمرے میں تاتار خان' سلطان عالم' علی خراسانی آئے- تینوں ایک نظریات کے سالار تھے اور تینوں اکٹھے بیٹھ گئے- اس کے بعد اس کمرے میں اختیار خان' امیر خان' رومی خان داخل ہوئے تھے- یہ تینوں سالار حیدر خان کے ہم نوا تھے- سلطان بہادر خان کے دربار میں حیدر خان اور تاتار خان ایک دوسرے کے خلاف نظریات رکھتے تھے- حیدر خان ایک معتدل شریف النفس انسان تھا جبکہ تاتار خان اس کا الٹ تھا- وہ کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا کہ حیدر خان اور اس کے ہم نوا سالاروں کو نیچا دکھائے سلطان پھر بھی حیدر خان کو پسند کرتا تھا اور اس کے فیصلوں کو اہمیت دیتا

تھا- ان سالاروں کے علاوہ جب دیگر چھوٹے سالار بھی دربار میں آ کے بیٹھ گئے تب سلطان بہادر خان نے گفتگو کا آغاز کیا-

''میرے عزیزو! میں تمہیں دو بری خبریں سنانے لگا ہوں پہلی یہ کہ ہمارے ہمسائے راجہ رائے سنگھ نے ایک طرح سے ہمارے علاقوں پر سرکشی اور ترکتاز کرنا شروع کر دی ہے اور سرحدی مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے- دوسری بری خبر یہ ہے کہ اجین کے راجہ سلہدی نے اپنے ان سرحدی علاقوں کا والی اپنے بیٹے لچھمن داس کو بنا رکھا ہے جو ہماری سرحدوں سے ملتے ہیں اور لچھمن داس بھی ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے- سرحدی قصبوں اور چھوٹے شہروں کو نقصان پہنچاتا ہے- مسلمانوں کا مال لوٹتا ہے لڑکیوں کو اٹھا کے لے جاتا ہے- اب میں نے ان دونوں مہموں کو اہمیت دیتے ہوئے ایک لشکر روانہ کرنا ہے ان دونوں مہموں کے لیے جو میں نے فیصلہ کیا ہے میں اس سے تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ تم مجھ سے اتفاق کرو گے-

''میرے عزیزو! میرے خیال میں ابھی تک تم لوگوں کے ذہنوں میں تاج الدین کا نام زائل نہیں ہوا ہو گا- چند ماہ پہلے تک وہ ہمارے بہترین اور ہردلعزیز سالاروں میں سے تھا- اس پر قیصر خان کے قتل کا الزام لگایا گیا اس بنا پر میں نے اسے نظر انداز کر دیا لیکن میں اندر ہی اندر کام کرتا رہا اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ واقعی قیصر خان کا قاتل تھا؟ اب چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیصر خان کو اس نے نہیں قتل کیا بلکہ یہ ایک سازش تھی لہذا تاج الدین کو بحال کرتے ہوئے میں یہ دونوں مہمیں اسے سونپنے لگا ہوں''

تاتار خان فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور باادب انداز میں سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا-

''سلطان محترم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ان دونوں مہموں پر تاج الدین کی بجائے کسی اور

کومقرر کیا جائے - تاج الدین کو آپ نے اپنے لشکر سے نکال دیا تھا اس پر قتل کا الزام لگا تھا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قتل کا الزام لگ جانے کے بعد اس کے خلوص میں فرق آ گیا ہو اور وہ دوبا کسی بڑے لشکر کا سالار بننے کے بعد اس الزام کا انتقام لینے پر اتر آئے - تاج الدین لشـ سے نکل چکا ہے' اس کے جانے کے بعد لشکر میں کوئی خلا پیدا نہیں ہو - اب بے شمار سالار آپ کے سامنے ہیں آپ جس کو چاہیں ان دو مہموں کو سر کرنے کے لیے مقرر کر سکتے ہیں -''

سلطان تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے تاتارخان کی طرف دیکھتا رہا ساتھ ہی اس کے چہرے کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ کوئی اہم فیصلہ بھی کر چکا ہے پھر بڑی نرمی اور اپنائیت میں تاتارخان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا -

'' تاتارخان! تمہارا مشورہ درست ہے لیکن تاج الدین کو جیسے میں نے ہی تاج خا کہنا شروع کیا تھا غلط فیصلے کے تحت لشکر سے نکالا گیا - تم کو یہ بھی یاد ہوگا کہ قیصر خان پر ایک بار الزام لگا تھا اور اس کے خلاف تاج الدین نے گواہی دی تھی اور اس کی سچی گواہی ہو۔ کے باعث میں نے اسے نہ صرف خلعت سے نوازا تھا بلکہ اپنا ایک سدھایا ہوا گھوڑا بھی ا دیا تھا - اب جو حالات میرے سامنے آئے ہیں ان سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ قیـ خان کے خلاف اس نے جو گواہی دی تو اس گواہی کی پاداش میں قیصر خان نے اس کی ماں ا باپ کو قتل کرا دیا جبکہ وہ سفر کی حالت میں تھے اور میں نے جو تحقیق کی ہے اس کے نتیجے میں بات بھی میرے سامنے آئی ہے کہ قیصر خان جو بعد میں قتل ہوا تاج الدین نے نہیں کیا تھا بلکہ لشکر کے اندر تاج الدین کے کچھ دشمن بھی ہیں جو اس سے پیشہ ور رقابت رکھتے ہیں انہو نے قیصر خاں کو قتل کرا دیا اور قتل کا الزام تاج الدین پر لگایا - وقتی طور پر میں نے بھی غلط فیصـ کیا اور تاج الدین کو لشکر سے باہر کر دیا - اب جبکہ سچائی میرے سامنے آ چکی ہے اور یہ با بھی میرے علم میں آ چکی ہے کہ قیصر خان نے ہی کچھ لوگوں کو استعمال کرتے ہوئے تا

الدین کے ماں باپ کو قتل کیا تھا - اب میں کچھ ایسے لوگوں کو بھی مقرر کروں گا جو ان قاتلوں کو تلاش کریں جنہوں نے قیصر خان کے کہنے پر تاج الدین کے ماں باپ کا خاتمہ کیا تھا -

تاتارخان! تاج الدین کو تم بھی جانتے ہو میں بھی' وہ خود غرض حریص اور قسمت آزما نہیں' قانون فطرت کا سا اٹل' انقلاب زمانہ کا سا ~~بے روک ہے~~ فشار مرگ وارفتہ سہل جیسا دلیر اور شجاع ہے اور ساتھ ہی تیز رو اور برق گام بھی ہے - ضبط کے بندھن توڑتے سینوں میں طوفانوں کا تلاطم کھڑا کرتے بگولوں کی وحشتوں کی طرح جرات مند اور شجاع ہونے کے ساتھ ساتھ یگانہ ترین راز اور صبر کے لبریز پیالوں جیسا متحمل مزاج ہے - اب جب ایسے نوجوان کے ساتھ ایک بار زیادتی ہو چکی ہے اور تاتارخان ایسے وفادار دلیر جرات مند جوان کو زیادہ عرصہ تک انصاف کے نیلام گھر میں اسیر نہیں کیا جانا چاہئے دوبارہ لشکر میں شامل ہونے کے بعد ایسا جوان عزم اور ارادے کے قفسوں سے بازیافت کے سنہری باب کھول سکتا ہے - تم بھی اس کے متعلق تفصیل رکھتے ہو میں بھی جانتا ہوں وہ یقیناً ان جوانوں میں سے ہے جو زندگی کی کال کوٹھڑی کو ہلال کی نقرئی روشنی اور حروف بے زبان کو نطق کا انوکھا اسلوب دینے کی جرات اور ہمت رکھتے ہیں -''

سلطان جب رکا تب تاتارخان پھر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا -

'' سلطان محترم! ایسا بھی تو ہوسکتا ہے اس پر جو الزام لگا کر اسے لشکر سے باہر نکالا گیا ہے اور اب اگر پھر اس کی کمانداری میں کوئی بڑا لشکر دے دیا جاتا ہے تو اس لشکر کو اپنے حق میں کرتے ہوئے وہ بغاوت اور سرکشی بھی کر سکتا ہے -''

سلطان نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا -

'' نہیں تاتارخان! ایسا ممکن نہیں اس قسم کے نوجوان بغاوت کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوتے - میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ سنگریزوں کے طوفانوں اور سلگتی سانسوں کی خوشبو کی

طرح لشکر میں واپسی کے بعد تجدید رفاقت کرے گا“ ۔

سلطان رکا پھر بڑے غور سے تاتار خان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے تھا۔

”تاتار خان! تاج الدین نہ میرے لیے نیا ہے نہ تم سب کے لئے اجنبی وہ اہل لشکر میں شامل رہا ہے اور لشکر میں اس کی کارکردگی اور کارگزاری میرے خیال میں سب سے عمدہ رہی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس کا تعلق آہن گری کے پیشے سے ہے لیکن تم لوگوں نے ہی اس کا نام ریزہ گر ڈالا ہوا تھا کہ جس دشمن پر بھی وہ حملہ آور ہوا اسے لخت لخت ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔ اب جبکہ ہمارا ہمسایہ راج رائے سنگھ آئے دن مسلمانوں کے علاقوں پر یلغار کئے ہوئے ہے دوسری طرف اجین کے راجہ سلہدی کا بیٹا جو اس کے سرحدی علاقوں کا والی ہے اور نام جس کا پچھمن داس ہے وہ بھی ہمارے علاقوں پر حریصانہ نظر ڈالے ہوئے ہے۔ تاج الدین کے سارے معاملے کا جائزہ لینے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ راجہ رائے سنگھ اور راجہ سلہدی کے بیٹے پچھمن داس سے نپٹنے کے لیے ایک لاکھ کا لشکر تیار کیا جائے گا ایک لاکھ کا یہ لشکر تاج الدین کی کمانداری میں دیتے ہوئے اس کو رائے سنگھ اور پچھمن داس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا جائے گا (مورخین بھی اس امر سے متفق ہیں کہ سلطان بہادر خان نے تاج الدین کو ایک لاکھ کے لشکر کا کماندار بناتے ہوئے راجہ رائے سنگھ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تھا)۔

قصر کے اس کمرے میں سلطان کی آواز پھر گونجی تھی۔

”میں نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ جس طرح پہلے ہمارے دو سالار امیر خان اور رومی خان، تاج الدین کے تحت کام کرتے رہے ہیں اب بھی یہ دونوں سالار تاج الدین کے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے۔ تاہم حیدر خان اور اختیار خان یہاں مرکز میں میرے پاس

ہیں گے۔

لشکر سے نکالے جانے کے بعد اب تک تاج الدین لرزاں خاموشی میں اونگھتی نیندوں اگتے سپنوں اور تخیل کے پر پیچ راستوں پر سرنگوں پلیے سکتے کی طرح چپ چاپ زندگی بسر کرتا رہا ہے۔ کہیں سویرا اندھیرا نہ بن جائے کہیں وہ انتقامی احساس میں غلطاں ہو کر اپنوں کے لیے ہی وحشی یادوں کا درد بھرا طوفان بے رنگ دھندلکوں سے نکلنے والی دکھ کی الم خیز وغات ہی نہ بن جائے۔“ تاتار خان نے ایک طرح سے تاج الدین کے خلاف کرودھ اور غصب کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

سلطان پھر کہنے لگا۔

”تاتار خان میرے اندازے ہیں کہ ایسا نہیں ہوگا بہر حال تاج الدین کو یہاں اتے ہیں اس سے گفتگو کرتے ہیں میرے خیال میں اس کی گفتگو کے درمیان سچائی اور قیقت خود ابھر کے سامنے آجائے گی پھر سلطان نے حیدر خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”حیدر خان کسی کو بھیجو تاج الدین کو بلا کے لائے۔“

جواب میں حیدر خان نے اپنے پہلو میں بیٹھے سلطان کے لشکر کے بہترین سالار اختیار ان کی طرف دیکھا اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گیا تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ کھسر ھسر کرتا رہا جسے سن کر اختیار خان مسکراتا رہا پھر جب حیدر خان نے اپنا منہ پیچھے ہٹایا تو ختیار خان اٹھا اور اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

نجیب الدین، تاج الدین مارتھا اور کلثوم دوپہر کا کھانا کھا کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ اج الدین اٹھا اور نجیب الدین کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

عم! میرا خیال ہے انھیں کام شروع کریں“

نجیب الدین اپنی جگہ پر بیٹھا رہا مسکرایا پھر تاج الدین کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''تاج الدین بیٹے! ایک تو تم پر طوفان کی طرح کام کرنے کی دھن سمائی رہتی
سے دوپہر تک کافی کام کیا ہے اب کھانا کھایا ہے تھوڑا استا بھی لیں ذرا بیٹھو ایک موضو
میں نے تم سے بات بھی کرنی ہے۔''

تاج الدین بیٹھ گیا۔ اس موقع پر نجیب الدین نے عجیب سے انداز میں مارتھا کی ط
دیکھا اور اسے سر کا اشارہ بھی دیا اس پر مارتھا اپنی جگہ سے اٹھی اسی کمرے کے ایک کونے
گئی لوٹی پھر ایک تھیلی لاکر اس نے نجیب الدین کو تھما دی تھی۔ نجیب الدین نے اس تھیلی ک
کھول کر دیکھا مسکرایا پھر اس نے وہ تھیلی تاج الدین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنا شر
کیا۔

''تاج الدین میرے بیٹے! یہ نقدی کی تھیلی سنبھال کے رکھ تمہارے کام آئے گی۔

تاج الدین ساری صورتحال دیکھ چکا تھا۔ مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ ٹھٹکا
تھا پھر ایک دم اس نے نجیب الدین کو مخاطب کیا۔

''نقدی کی یہ تھیلی کہاں سے آئی؟'' اور پھر عم! میں نے کیا کرنی ہے' میں بڑا
ضرورت سا انسان ہوں۔ تین جوڑے کپڑے میرے پاس پہلے ہی ہیں۔ ایک جوڑے
میں آپ کے ساتھ کام کر لیتا ہوں۔ دوسرے دو جوڑے کچھ بہتر ہیں وہ بدل بدل کے
لیتا ہوں اس کے علاوہ مجھے کیا چاہئے''

اس موقع پر مارتھا بول پڑی کہنے لگی۔

''ساتھ یہ بھی کہیں کہ ہر جوڑا پیوند لگا ہوا ہے۔''

لمحہ بھر کے لیے تاج الدین کی گردن جھک گئی پھر کہنے لگا۔

''مارتھا یہ میری مجبوری ہے۔ جب تک میں اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے انتقام
لے لیتا اس وقت تک پیوند لگے کپڑے ہی پہنوں گا اور انہیں ہی اپنا مقدر بنا کے رکھوں گا

تاج الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے نجیب الدین
نقدی کی تھیلی اس کی گود میں رکھ دی کہنے لگا۔

''بیٹے! اس نقدی کی تھیلی پر تمہارا حق بنتا ہے۔''

تاج الدین پھر بول پڑا۔

''عم! اگر یہ نقدی مجھ سے ہمدردی کرتے ہوئے مارتھا نے دی ہے تو اسے میں قبول
ں کروں گا یہ مارتھا کا حق ہے۔ اسی پر خرچ ہونی چاہئے اس کی ہمدردی کا میں ممنون اور شکر
ار ہوں۔''

نجیب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بیٹے! یہ نقدی مارتھا نے نہیں دی جو گھوڑا تم راجہ سلہدی کے کارکن سے چھین کر لائے
مارتھا کے کہنے پر وہ گھوڑا میں نے بیچ دیا ہے اور اس تھیلی میں جو نقدی ہے اسی گھوڑے کی
ت ہے۔''

گھورنے کے انداز میں تاج الدین نے مارتھا کی طرف دیکھا اس موقع پر مسکراتے
ئے مارتھا کی گردن جھک گئی تھی۔ تاج الدین نے پھر نجیب الدین کو مخاطب کیا۔

''پر وہ گھوڑا تو میں مارتھا کو دے چکا تھا۔ وہ اسی کی ملکیت تھا''

''بیٹے! مارتھا کے کہنے پر ہی میں نے وہ گھوڑا بیچا ہے اور مارتھا کے کہنے پر ہی یہ رقم میں
ب دے رہا ہوں''

تاج الدین تھوڑی دیر مسکراتا رہا پھر اس نے وہ نقدی اٹھا کر مارتھا کی گود میں رکھ دی۔
ا چونک سی پڑی تھی۔ سوالیہ سے انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس موقع
ج الدین نے مارتھا کو مخاطب کیا۔

''مارتھا! تم عورت ہو۔ مزید یہ کہ غریب الوطنی کی زندگی بسر کر رہی ہو۔ تیسری بڑی

بات یہ کہ تمہارے باپ کو قتل کیا جا چکا ہے- میری نسبت تم اس تھیلی کی زیادہ حق دار ہو-
میں خود بھی بدحال ہوں اگر تم نے عم نجیب الدین سے کہہ کر گھوڑا بکوا دیا ہے کہ مجھ
کی رقم مل جائے اور میں اپنی حالت سنوار سکوں تو اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار
میرے گھر کے حالات کیا ہیں وہ تم جانتی ہو- میرا بھائی میرے باپ کی دکان سنبھال
اس سے انہیں اچھی خاصی آمدنی ہوتی ہے- جس سے ان کی گزر بسر نہایت عمدہ انداز
ہوتی ہے- میرے بھائی حسن اور میری بہن اریبہ کا سلوک میرے ساتھ انتہائی شفیقانہ
ہمدردانہ ہے لیکن ان کی ماں کا سلوک میرے ساتھ کیسا ہے اس کو تم اچھی طرح جان چکی
اس لحاظ سے مجھ پر کسی کے اخراجات کا بوجھ نہیں ہے اکیلی جان ہے میں کہیں بھی پڑا رہ
بسر کر سکتا ہوں- یہ تھیلی تم اپنے پاس رکھ لو- اگر کبھی مجھے نقدی کی ضرورت پڑی تو میں تم
وعدہ کرتا ہوں میں تم سے لے لیا کروں گا-''

تاج الدین کی اس گفتگو سے شاید مارتھا مطمئن ہو کر مسکرا رہی تھی نجیب الدین او
بھی مسکرا رہے تھے- قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی تاج الدین کی اس گفتگو کے ردعمل
کچھ کہتا حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی-

تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا-

''میں دیکھتا ہوں کون ہے' اس کے ساتھ ہی وہ اس کمرے سے نکل گیا تھا'

جونہی اس نے دروازہ کھولا سامنے اختیار خان کھڑا تھا- اسے دیکھتے ہی تاج ال
مسکرایا پھر پرجوش انداز میں اس سے بغل گیر ہو گیا تھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''آج تم یہاں کیسے بھول پڑے''

اختیار خان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا کہنے لگا-

''میں تمہارے لیے سلطان کی طرف سے ایک انتہائی اہم پیغام لے کر آیا ہوں'

ٹھو میں تمہیں اس کی تفصیل بتانا چاہتا ہوں-''

صدر دروازے کے قریب ہی وہ کمرہ جو تاج الدین کی رہائش کے لیے استعمال ہوتا تھا
ں کا دروازہ اس نے کھولا اختیار خان کو اس نے وہاں بٹھایا پھر لوٹا اور نجیب الدین کی طرف
یکھ کر کہنے لگا

''عم! میں تھوڑی دیر تک آیا میرا ایک جاننے والا مجھ سے ملنے کے لئے آیا ہے میں
نے اسے اپنے کمرے میں بٹھایا ہے اس سے گفتگو کرنے کے بعد میں لوٹتا ہوں'' اس کے
اتھ ہی تاج الدین مڑا دوبارہ اس کمرے میں اختیار خان کے سامنے آ کر بیٹھ گیا تھا پھر
سے مخاطب کیا-

''اب کہو کیا کہتے ہو''

جواب میں اختیار خان نے قصر میں ہونے والی سلطان کی گفتگو تا تار خان کے جواب
ر وہاں جو فیصلے ہوئے تھے اس کی تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا-

اس خبر پر تاج الدین کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی- اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا-

''لگتا ہے آج کا دن میرے لیے خوش قسمتی کا دن ہے تم تھوڑی دیر یہاں بیٹھو جن کے
ں میں رہتا ہوں ان کو میں تفصیل بتاؤں اس کے بعد میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں-'' اس
ے ساتھ ہی اس کمرے سے نکل کر تاج الدین اس سمت لپکا جس کمرے میں نجیب الدین
تھا اور کلثوم بیٹھے ہوئے تھے-

ان تینوں کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد تاج الدین مؤدب انداز میں ہاتھ
رھ کر نجیب الدین کے سامنے کھڑا ہو گیا- گردن اس نے جھکا لی اس کی یہ حالت دیکھتے
ئے جہاں نجیب الدین پریشان ہو گیا تھا وہاں مارتھا اور کلثوم بھی فکر مندی کا شکار تھیں پھر
[illegible]
ب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے تاج الدین بول پڑا-

''محترم نجیب الدین! جو شخص مجھ سے ملنے آیا ہے اسے میں نے اپنے کمرے میں ہ
ہے- اس کے ذریعے مجھے سلطان نے طلب کیا ہے- سلطان کی طرف جانے سے پہلے
اپنی ذات کی اصل صورت آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں- اس لیے کہ آپ کے
کام کے لیے جب میں آیا تھا تو میں نے آپ کے سامنے جھوٹ بولا تھا- یوں کہہ لیں کہ
نے اپنی زندگی کا ایک حصہ آپ سے چھپا کے رکھا تھا-

حقیقت یہ ہے کہ میں سلطان کے لشکر میں اس کے چند سرکردہ سالاروں میں سے ا
تھا- پھر کچھ لوگوں نے جب بغاوت کا ایک سلسلہ قائم کرنا چاہا تو میں نے ان کے خلا
سلطان کے سامنے گواہی دی جس کے صلے میں سلطان نے اپنا ایک ذاتی گھوڑا اور خلعت
عطا کی-

جن لوگوں کے خلاف میں نے گواہی دی ان میں سے ایک سلطان کا سرکردہ قیصر خا
تھا- اس قیصر خان کو سلطان نے میرے کچھ مخالف لوگوں نے قتل کرا دیا اور اس کے قتل کا ذ
دار مجھے ٹھہرایا حالانکہ اللہ جانتا ہے قیصر خان کو میں نے قتل نہیں کیا- لیکن میں اس کے در
ضرور ہونا چاہتا تھا اس لیے کہ مجھے کچھ لوگوں نے بتا دیا تھا کہ قیصر خان ہی کے کہنے پر
لوگوں نے میرے ماں باپ کو قتل کیا- قیصر خان نے شاید مجھ سے اسی گواہی کا بدلہ لیا تھا
میں نے اس کے خلاف دی- سلطان نے اب مجھے کسی باز پرس کے لیے نہیں بلایا- وہ مجھے
مہمیں سونپنا چاہتا ہے- مہمات کی تفصیل تو میں آپ سے بعد میں کہوں گا لیکن پہلے میں آ
پر یہ واضح کر دوں کہ یہ حیدر خان جو آپ کے پاس آ تارہا ہے- وہ اکثر و بیشتر آپ کے پا
اس وقت آیا کرتا تھا جب میں آپ کے پاس نہیں ہوتا تھا- اس طرح اس کی آپ کے سا
واقفیت اور جان پہچان ہو گئی- حالانکہ میں اور وہ دونوں اکٹھے کام کرتے رہے ہیں اور پ
سے ایکدوسرے کو جانتے تھے-

میں اور وہ دونوں باہر ملتے بھی رہے ہیں اس نے پہلے سے مجھے بتا رکھا تھا کہ اگر میں
بجیب الدین کے ہاں آؤں جاؤں تو ہم دونوں ایک دوسرے کو اجنبی ہی ظاہر کریں گے-
یدر خان ایسا اس لیے چاہتا تھا کہ فی الحال میرے اس معاملے کو وہ راز میں رکھنا چاہتا تھا کہ
بس سلطان کے اچھے سالاروں میں سے تھا- دراصل وہ سلطان کی نگاہوں میں مجھے بری
لذمہ کرنے کے بعد اصل صورت آپ کو بتانا چاہتا تھا- یوں جانیں وہ میرے حق میں کام کر
ہاتھا-

اب تفتیش کے بعد اس نے سلطان کو اس بات پر قائل کر لیا ہے کہ قیصر خان کے قتل کا
بن ذمہ دار نہیں کچھ اور لوگ ہیں تاہم یہ بات واضح ہے کہ میرے ماں باپ کو قتل قیصر خان
نے ہی کرایا تھا-

اب جبکہ میں سلطان کی نگاہوں میں مجرم اور ملزم نہیں رہا تو مجھے سلطان نے پھر بلایا
ہے- جس وقت مجھ پر قیصر خان کے قتل کا الزام لگا تھا تو سلطان نے مجھے اپنے لشکر سے نکال
یا تھا- میرا لشکر سے نکالا جانا ظاہر ہے میری عزت پر ایک حرف گیری تھا میری ذات پر ایک
اغ تھا اور اس حرف گیری اور داغ کو حیدر خان بھی اس وقت تک پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا جب
تک میں بری الذمہ نہ ہو جاؤں اس لیے اس نے آپ کے سامنے بھی میری اصل صورتحال کو
چھپا کے رکھا- اب سلطان نے جو مجھے طلب کیا ہے تو سلطان میرے ذمے دو مہمات لگا رہا
ہے ایک ہمارا ہمسایہ راجہ رائے سنگھ مسلمانوں کے علاقوں پر بار بار حملہ آور ہو رہا ہے دراصل
ائے سنگھ اور قیصر خان کے آپس میں بہترین تعلقات تھے- یوں جانو قیصر خان رائے سنگھ کا
دی ہی تھا- اس بنا پر وہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر قیصر خان کے مارے جانے کا
نتقام لینے پر تلا ہوا ہے- دوسری مہم اجین کے راجہ سلہدی کے خلاف ہے- اس کا بیٹا ان
لاقوں کا والی ہے جو ہماری سرحدوں سے ملتے ہیں اور یہ بیٹا وہی لچھمن داس ہے جو مارتھا کو

پسند کر چکا تھا اب سلطان نے مجھے بلایا ہے۔ آنے والے جوان نے جو کبھی میرے سالار رہا ہے جس کا نام اختیار خان ہے۔ یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ سلطان ایک لاکھ کا جر میری سرکردگی میں دے کر مجھے ان مہموں پر روانہ کرنا چاہتا ہے اور میں سلطان کی اس پ کو بخوشی قبول کرلوں گا۔"

تاج الدین جب خاموش ہوا تب بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہ مارتھا بول پڑی۔

"آپ کو اس انکشاف پر پشیمان اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے نہ آپ کوئی جھوٹ بولا ہے نہ ہی آپ نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ اگر اپنی عزت نفس کو رکھنے کے لیے آپ نے کھل کر اپنی ذات کا اظہار نہیں کیا تو یقیناً آپ کو ایسا کرنا چا میرے خیال میں عم نجیب الدین بھی آپ کے ان انکشافات کو محسوس نہیں کریں گے۔"

مارتھا کے ان الفاظ پر نجیب الدین کھل کر بول پڑا۔

"بیٹے! اس سلسلے میں برا ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تم نے اپنی ذات کے حصے کو چھپایا ہے تو میں سمجھتا ہوں تمہیں ایسا کرنا چاہئے تھا۔ تمہاری ذات کا وہ حصہ جو چھپایا ہے وہ تمہاری ذات کے عروج کا دور تھا۔ اگر اس پر حرف گیری ہوئی ہے کسی نے لگایا ہے تو کوئی بات نہیں بیٹے جو کچھ تم نے کیا ہے میں سمجھتا ہوں اس میں نہ تم نے جھوٹ ہے نہ دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ اب پہلے کی نسبت مجھے تم سے زیادہ محبت ہوگئی ہے۔ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب جبکہ تم لشکر میں شامل ہو جاؤ گے تو رہائش کہاں گے؟"

تاج الدین کے بولنے سے پہلے ہی مارتھا بول پڑی۔

عم نجیب الدین یہ اپنی رہائش یہیں رکھیں گے جہاں آجکل ان کی ہے پھر مارتھ

بڑے فکرمند سے انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھا اور بڑی سنجیدگی میں پوچھ لیا۔

"کیا آپ ہم تینوں کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟"

تاج الدین نے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی کہنے لگا۔

"چھوڑ کے کیوں جاؤں گا جس کمرے میں ان دنوں میری رہائش ہے میری اصل رہائش گاہ یہی ہوگی۔ میں عم نجیب الدین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنے ہاں مجھے یہ کمرہ دیا۔ تاہم ضرورت کے تحت کبھی کبھی مجھے مستقر میں بھی قیام کرنا پڑے گا ورنہ اگر کوئی ضروری کام نہ ہوا تو میں آپ لوگوں کے پاس ہی آ کر قیام کروں گا۔"

تاج الدین کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ حویلی کے صحن میں کسی کی آواز بلند ہوئی۔

"کوئی ہے۔"

تاج الدین نے جب باہر نکل کے دیکھا تو اس کا سوتیلا بھائی حسن اور بہن اریبہ آئے تھے۔ دونوں بھاگ کر آگے بڑھے۔ باری باری تاج الدین سے لپٹ گئے۔ تاج الدین نے ان دونوں کا تعارف پہلے مارتھا سے کرایا پھر حسن، نجیب الدین کے پاس بیٹھ گیا جبکہ اریبہ مارتھا اور کلثوم کے درمیان ہو بیٹھی تھی۔ اس کے بعد تاج الدین نے ان دونوں بہن بھائی کو اجین کی طرف جانے وہاں سے مارتھا کو لانے اور سلطان کے طلب کرنے کے سارے واقعات ان دونوں بہن بھائی سے کہہ دیے تھے۔

سارے واقعات سن کر حسن اور اریبہ دونوں بہن بھائی کی گردن جھک گئی تھی پھر حسن نے تاج الدین کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیز اور محترم بھائی! ہم دونوں بہن بھائی سخت شرمندہ ہیں کہ ماں نے آپ اور مارتھا بہن سے ایسا بدترین سلوک کیا۔ اس سلسلے میں جا کے میں اور میری بہن ضرور ماں

سے بات کریں گے میرے خیال میں میری ماں نفرت کی ساری حدود پار کرتی جارہی ہے اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اسے ایک حد میں رہنے کے لیے روکا جائے۔''

حسن کو رک جانا پڑا کہ اس وقت اریبہ بول پڑی۔

''بھائی! یہ واقعات سن کر مجھ میں ایسی ہمت نہیں کہ میں اپنے بڑے بھائی کو اپنا چہرہ دکھاؤں اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالوں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری ماں آپ اور مارتھا بہن کے ساتھ ایسا بدترین سلوک کرے گی۔ اس سے باز پرس تو بھائی میں ضرور کروں گی اور سب سے پہلے میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ سلطان کی نگاہوں میں آپ بری الذمہ ہو چکے ہیں اور اب سلطان نے آپ کو اپنے لشکر میں شامل کرلیا ہے اور ایک مہم بھی سونپ رہا ہے۔''

اریبہ کے رکنے پر تاج الدین بول پڑا۔

''اب تم دونوں بہن بھائی یہاں بیٹھو سلطان کی طرف سے ایک آدمی مجھے بلانے کے لئے آیا ہوا ہے وہ ایک اچھا سالار اختیار خان ہے اسے میں نے اپنے کمرے میں بٹھایا ہوا ہے میں اس کے ساتھ جاتا ہوں۔''

حسن اور اریبہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر اریبہ آگے بڑھی اس نے بڑے پیارے انداز میں تاج الدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے سہلاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بھائی! میری آپ سے التجا ہے کہ آپ ہم دونوں بہن بھائی کی طرف سے نگاہ نہ پھیریئے گا۔ ماں کو سیدھا کرنا اب ہم دونوں بہن بھائی کا کام ہے۔ آپ فکرمند نہ ہوں پہلے جو شخص آپ کو بلانے آیا ہے اس کے ساتھ سلطان کے پاس جائیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہر کام میں کامیاب کرے'' اس کے ساتھ ہی تینوں باہر نکلے' حسن اور اریبہ گھر چلے

گئے تھے جبکہ تاج الدین اختیار خان کے ساتھ سلطان سے ملنے کے لیے جارہا تھا۔

☆

تاج الدین جب اختیار خان کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا تو سب سے پہلے حیدر خان' رومی خان' امیر خان اور ان کے ہم نوا سالاروں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا تاہم تاتار خان' سلطان عالم' علی خراسانی اور ان کے ہم نوا چھوٹے سالار ابھی تک اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عین اسی لمحہ جب سلطان' تاج الدین سے مصافحہ کرنے کے لیے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تاتار خان اور اس کے ہم نوا بھی تاج الدین کے استقبال کے لئے اپنی جگہ پر کھڑا ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔

تاج الدین کے ساتھ سلطان نے پرجوش مصافحہ کیا ساتھ ہی اس نے سب لوگوں کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ سب لوگ جب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب حیدر خان کے پہلو میں جو خالی نشست پڑی تھی۔ سلطان نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تاج الدین کو بیٹھنے کے لیے کہا تاج الدین اپنی جگہ پر کھڑا رہا کہنے لگا۔

''سلطان محترم! میرا جی چاہتا ہے کہ جو گفتگو آپ مجھ سے کرنا چاہتے ہیں وہ میں آپ کے سامنے باادب کھڑا ہو کر سنوں اور اس کا جواب دوں۔ میں جانتا ہوں میرے متعلق لوگوں نے آپ کو بہت کچھ کہا ہوگا۔ وہ میں سب کچھ سننا چاہتا ہوں اور اس کا معقول جواب بھی دینا چاہتا ہوں۔

سلطان مسکرایا پھر دھیمے سے لہجے میں کسی قدر شفقت بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''تاج الدین! میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں تمہاری طرف سے کسی شک و شبے کا شکار نہیں گو تم پر جو الزام لگایا گیا تھا اس کی بنا پر تمہیں لشکر سے نکالے جانے کی ناانصافی ضرور ہوئی تھی لیکن آج اس کا ازالہ کر دیا جائے گا۔ کچھ لوگ تمہارے متعلق بدظن ضرور ہیں انہوں

نے اپنی بدظنی اپنے شکوک کا اظہار بھی کر دیا ہے کہ تمہارے ساتھ یہ جو زیادتی ہوئی ہے تم کو لشکر سے نکالا گیا ہے تو تم اس کا انتقام لیتے ہوئے کہیں بغاوت اور سرکشی پہ نہ اتر آؤ اس لیے کہ میں تمہیں ایک لاکھ کا لشکر دے کر دو مہمات پر روانہ کرنے والا ہوں میرے خیال میں اختیار خان نے تمہیں تھوڑی بہت تفصیل ضرور بتائی ہوگی۔''

سلطان جب خاموش ہوا تب تاج الدین اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا ''سلطان محترم! میں اپنے دل کے دروازوں پر لہو کی دستک دے سکتا ہوں سانسوں کی سلوٹ سلوٹ اور گردش لہو کی تہہ در تہہ میں زیست کے قحط کے آزار اور جاں کی اذیت کوشی تو بھر سکتا ہوں لیکن اپنی ملت اپنی قوم اپنے دین کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔

سلطان محترم! جو لوگ میری طرف سے شک وشبہ کا شکار ہیں وہ گرد آلود جذبوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اپنے آبگینہ احساس میں انہوں نے تعصب کا زہر بھر لیا ہے اندھی نجر سوچوں کے تحت وہ میرے متعلق ایسا سوچتے ہیں مجھے امید ہے کہ دوبارہ لشکر میں شامل ہونے کے بعد جب میں حسب سابق اپنی وفاشعاری اور اپنی جان نثاری کا مظاہرہ کروں گا تو میرے خلاف بولنے والے آگ سے پانی اور دشمنی کے کڑے زہر سے آپ سے تریاق ہو کے رہ جائیں گے۔

سلطان محترم! جو لوگ میرے متعلق شک وشبے کا اظہار کرتے ہیں میں ان کے لیے یہ کہنا پسند کروں گا کہ میں اتنا پلید اور نابکار نہیں کہ اپنی ملت ہی کے خلاف سرکشی کا اظہار کروں۔ سلطان محترم! میں انہیں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اگر دنیا بھر کی پیاسی نگاہوں کے گلابی جوان جسم میرے سامنے کھڑے کر دیے جائیں' اگر بے حجاب صندلی پیکر اگر اپنی غزل خواں نگاہوں اور زمزمہ ریز پلکوں کے ساتھ میری زیست کی راہ روک کھڑے ہوں تو سلطان محترم اپنی ملت کے مفاد اپنی قوم کی بہتری کی خاطر میں انہیں کافر وزندیق' انہیں گرد کدورت

نہیں سرزنش کے گھاؤ جان کر لات مارتے ہوئے دور پھینک دوں۔ سلطان محترم! اگر مجھے ھٹکانے کے لیے ہزاروں جلتے بھوسے اور آئینوں کے اوراق جیسے شباب میری راہ میں کھڑے کر دیے جائیں تو میں انہیں بارود کا تعفن جان کر اپنی راہ بدل لوں۔ سلطان محترم میں پنی قوم اپنی ملت کے لیے زندگی کے ہر گام پر لہو کے چراغ روشن کرنے اور دشمن کے لیے نقلاب آفریں پیغام بننے کا ہنر جانتا ہوں آپ مجھ پر مکمل بھروسہ اور اعتماد کر سکتے ہیں۔ میں کسی بھی موقع پر اپنی زندگی کے آخری دم تک آپ کے اعتماد کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔''

جب تک تاج الدین بولتا رہا سلطان مسکراتا رہا۔ اس کے خاموش ہونے پر سلطان نے کہنا شروع کیا۔

''تاج الدین! جو الفاظ تم نے کہے ہیں بیٹے! وہ تمہیں ادا کرنے کی ضرورت ہی نہ ی۔ میرے سامنے جن لوگوں نے تمہاری صفائی پیش کی ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو کسی بھی قع پر غلط بات نہیں کہتے۔ جو نہ کسی پر الزام تراشی کرتے ہیں اور نہ ہی اصل راہ سے بھٹکنے کی اہش رکھتے ہیں۔ سو تم پر میرا پورا اعتماد ہے۔ تھوڑی دیر تک اس مجلس کو ختم کروں گا اس کے تم حیدر خان کے ساتھ جانا ایک لاکھ کا جو لشکر تمہاری سرکردگی میں روانہ کیا جائے گا۔ اس تفصیل حیدر خان تمہیں سمجھا دے گا جس طرح پہلے امیر خان اور رومی خان دونوں تمہارے ب کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں اسی طرح اب بھی وہ تمہارے ماتحت اس لشکر میں م کریں گے تمہارے دونوں مہموں کی تفصیل تمہیں حیدر خان سمجھا دے گا اور مجھے امید ہے تم راجہ رائے سنگھ اور اجین کے راجہ سلہدی کے بیٹے لچھمن داس سے خوب نپٹو گے''

اس کے ساتھ ہی سلطان نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے جب ہ حیدر خان' تاج الدین' اختیار خان' امیر خان اور رومی خان کو اپنے ساتھ مستقر کی طرف لے جا رہا تھا۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے تاج الدین نجیب الدین کی حویلی میں داخل ہوا۔ مارتھا کلثو اور نجیب الدین کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ تینوں بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے ہوں۔ جونہی وہ حویلی میں داخل ہوا تینوں صحن میں آ گئے تھے پھر شکووں بھرے انداز م مارتھا نے پوچھ لیا۔

''آپ کو گئے اتنی دیر ہو گئی۔ آپ نے اپنا کوئی اتا پتہ ہی نہیں بتایا۔''

تاج الدین سامنے والے کمرے کی طرف بڑھا اور کہنے لگا۔

''میرے خیال میں بیٹھ کے گفتگو کرتے ہیں۔''

نجیب الدین، مارتھا اور کلثوم اس کے پیچھے ہو لیے تھے۔ چاروں جب کمرے میں بیٹھ گئے تب تاج الدین نے کہنا شروع کیا۔

''پہلی اچھی بات یہ ہے کہ سلطان نے تسلیم کر لیا ہے کہ مجھے لشکر سے نکالے جانے کا فیصلہ غلط تھا اور لوگوں نے مجھ پر الزام تراشی کی تھی۔ ساتھ ہی حیدر خان اور سلطان نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ کچھ آدمی مقرر کیے جائیں گے جو میرے ماں باپ کے قاتلوں کو تلاش کریں گے۔ دوسری بات یہ کہ آج رات میں اپنی پہلی مہم کی طرف روانہ ہوں گا۔ یہ مہم راجہ رائے سنگھ کے خلاف ہوگی اور اس سے نمٹنے کے لیے مجھے ایک لاکھ کا لشکر مہیا کیا گیا ہے۔ میں آج رات کے وقت یہاں سے لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا۔

مجھے دیر اس لیے ہو گئی کہ لشکر گاہ میں جا کے ان سارے مخبروں سے بھی میرا تعارف کرایا گیا اور جنہوں نے رائے سنگھ کی سرزمینوں کی طرف میری راہ نمائی کرنی ہے۔ پھر ان میں وہ مخبر بھی شامل تھے جو پہلے سے رائے سنگھ اور اجین کے راجہ سلہدی کے بیٹے لچھمن داس کے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے ہیں اور وہاں کے حالات سے مجھے آگاہ کرتے رہیں گے اور انہی کی روشنی میں میں ان دونوں قوتوں سے نپٹوں گا۔

اب میں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کروں گا اور..........''

تاج الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے مارتھا بول پڑی۔

''آپ کیا کیا ساتھ لے جانا چاہیں گے؟''

''کچھ بھی نہیں'' اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں لشکر میں کھانے پینے کے علاوہ دیگر ضروریات کی ہر شے موجود ہوگی۔ سلطان کے کہنے پر حیدر خان نے مجھے جنگی ہتھیاروں کی بھی پیشکش کی لیکن میں نے کوئی چیز نہیں لی میری اپنی تلوار اور ڈھال پہلے سے میرے پاس ہے۔ خود بھی ہے بہترین نئی کڑیوں دار زرہ بھی ہے۔ ہاتھوں اور کندھوں کے جوش بھی ہیں اور مجھے کچھ چاہئے بھی نہیں۔''

مارتھا پھر بول پڑی ''اور زادراہ؟''

''زادراہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی ضرورت تو اس وقت محسوس ہوتی جب میں اکیلا کہیں سفر کرتا۔ ایسی کوئی بات نہیں اپنے پورے لشکر کے ساتھ میں حرکت میں آ رہا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''میرے خیال میں اب میں تیاری کرتا ہوں اس لیے کہ حیدر خان اور کچھ دیگر سالار لشکر گاہ میں میرے منتظر ہیں میں اپنا گھوڑا تیار کر کے ان کی طرف جاتا ہوں۔ مغرب کی نماز کے بعد میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔''

نجیب الدین مارتھا' کلثوم تینوں چپ چاپ رہے- تاج الدین اٹھا اصطبل کی طرف گیا- گھوڑے کے پاس جا کر اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر اسے پانی پلایا اس پر زین کسی پھر اپنے کمرے میں آیا کمرے سے اس نے زین سے باندھی جانے والی خرجینیں' نیزہ' کلہاڑا تیروں کا ترکش' کمان لی وہ ساری چیزیں اس نے گھوڑے کی زین سے باندھ دیں گھوڑے کو تیار کرنے کے بعد جب وہ اسے اصطبل سے باہر لایا تو اس نے دیکھا صحن میں مارتھا' نجیب الدین اور کلثوم کھڑے تھے-

مارتھا نے کچھ کپڑے تھام رکھتے تھے- جب تاج الدین قریب آیا تب بجھے بجھے انداز بیٹھی بیٹھی سی آواز میں مارتھا نے تاج الدین کو مخاطب کیا-

''آپ نے اپنے وہ لباس جو پہلے سے آپ کے پاس ہیں خرجین میں ڈال لیے ہوں گے- یہ آپ کے تین لباس اور ہیں یہ میں اور کلثوم دونوں نے مل کے بنائے ہیں''

خوش کن انداز میں تاج الدین نے مارتھا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

''مارتھا تم جانتی ہو میں پیوند لگے کپڑوں کے علاوہ کچھ نہیں پہنتا میں نے قسم کھا رکھی ہے اور یہ اس وقت پوری ہوگی جب میں اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے نپٹ لوں گا-''

مارتھا بے چاری انتہا درجہ کی افسردہ اور اداس ہو رہی تھی کہنے لگی-

''آپ بے فکر رہیں آپ کی قسم کے متعلق میں بھی جانتی ہوں' کلثوم بھی' کپڑے نئے ہیں لیکن ان پر ہم نے پیوند لگا رکھے ہیں آپ کو کسی قسم کی فکر مندی کی ضرورت نہیں''اس کے بعد مارتھا نے تاج الدین کے جواب کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی چرمی خرجین میں ڈال دیے تھے-

ایسا کرنے کے بعد جب مارتھا پیچھے ہٹی تو اس کو شکر گزار انداز میں دیکھتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا-

''میں تم دونوں کا شکر گزار ہوں کہ تم دونوں نے میرا اس قدر خیال رکھا ورنہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں............''

اس موقع پر کلثوم بول پڑی اور اس کی بات کاٹ دی-

''بھائی رخصت کے اس موقع پر ایسی گفتگو نہ کریں جس میں آپ کے گھریلو معاملات آئیں اور آپ کی سوتیلی ماں کا ذکر آئے-''

تاج الدین خاموش رہا پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے چپ چاپ صدر دروازے کی طرف بڑھا- مارتھا' کلثوم' نجیب الدین اس کے ساتھ تھے- تینوں کو اس نے الوداع کیا- اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کو ایڑھ لگاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا- اسی روز مغرب کی نماز کے بعد تاج الدین ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ راجہ رائے سنگھ سے نمٹنے کے لیے کوچ کر گیا تھا- امیر خان اور رومی خان دو بہترین سالار اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھے-

☆

رات کھانے کے بعد نجیب الدین مارتھا اور کلثوم جب اکٹھے بیٹھے تو ماحول بہت اداس اور افسردہ تھا- اس موقع پر مارتھا نے نجیب الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگی-

''عم! تاج الدین یہاں تھے تو میں کلثوم اور آپ ان کے پاس بیٹھتے تھے اور وقت کے گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا- آج وہ چلے گئے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے وقت تھم گیا ہو- ہر ساعت ہر لمحہ زمین میں گڑ کر بالکل منجمد ہو گیا ہو اور نہ گزرنے کی اس نے قسم کھا لی ہو- عم! مجھے تاج الدین نے بتایا تھا کہ آپ پہلے ہندو اچھوت تھے پھر آپ نے اسلام قبول کیا اور یہاں آ کے آباد ہو گئے- کیا آپ کے لیے ایسا ممکن نہیں کہ آپ مجھے ہندو مذہب کے متعلق بتائیں یہاں کے بسنے والے ہندوؤں کی اصلیت ان کی تاریخ سے مجھے آگاہ کریں''

جواب میں نجیب الدین مسکرایا اور کہنے لگا-

''مارتھا! میری بیٹی! یہ بہت لمبی تفصیل ہے اور ایک نشست میں نہ میں تمہیں یہ سنا ہوں نہ تم سن سکو گی' تھکاوٹ کا شکار ہو جاؤ گی اکتا جاؤ گی-''

اس پر مسکراتے ہوئے مارتھا کہنے لگی-

''عم! اگر ایک نشست میں نہیں تو کچھ تفصیل آج سنا دیں کچھ پھر میں آپ سے سن لو گی- بہرحال میں پوری تفصیل جاننا چاہتی ہوں اگر آپ محسوس نہ کریں تو شروع کریں-''

نجیب الدین کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا-''اچھا بیٹی! میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہو

اس کے ساتھ ہی اس نے گلا صاف کیا پھر وہ مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''مارتھا! میری بیٹی! ہندوستان کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں کے جو اصل باشندے تھے یہاں پردیسی ہو گئے ہیں اور پردیسی جو آریا تھے اور باہر سے ہجرت کر کے آئے وہ یہاں اصل باشندے بن کر عیش و عشرت کر رہے ہیں' یہ آریا جو بابل شہر کو اپنی جنم بھومی اور زاد بھ خیال کرتے ہیں یہ ادھر سے ہی ہجرت کر کے آئے اور وہاں کے حکمرانوں کی ہی صفات کر یہاں آئے- بابل کے بادشاہ بنوکدنصر یا بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کیا اور یہودیو غلام بنا لیا ان کے ایک لاکھ چالیس ہزار جوان قتل کئے ستر ہزار کو گرفتار کر کے اور غلام بنا بابل لے گیا- ان غلاموں میں اللہ کے نبی دانیال بھی شامل تھے- یہ منتقل کئے جانے وا یہودی لگ بھگ ستر برس تک اہل بابل کی غلامی کرتے رہے پھر ایران کے بادشاہ سائر اعظم نے بابل پر حملہ کیا اور اس نے اللہ کے نبی دانیال اور ان کی قوم کو آزادی دلائی ا اجازت دے دی کہ وہ بابل سے نکل کر ارض فلسطین کی طرف چلے جائیں-

اس کے علاوہ اشوریوں کا بادشاہ سناخریب شام کنعان اور فلسطین، ور ایران وغیرہ علاقوں پر قابض ہو گیا- وہاں کے حکمرانوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور ان کو اپنی خدمت

ور لیا- جب آشوریوں کے اس بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تو لگ بھگ گیارہ ممالک کے ناہ اور حاکم اس کے آگے آگے بھاگتے تھے اور وہ اس بات پر فخر کرتا تھا کہ اتنے ملکوں کے ران اس کے ساتھ غلامانہ زندگی بسر کر رہے ہیں-

میری بیٹی اس قسم کی ذہنیت لے کر جب آریا قوم اپنے ملک سے بھاگی اور ہندوستان آ کر پناہ گزین ہوئی تو پھر رفتہ رفتہ اپنی اصلیت اپنی حقیقت پر اترنے کے لیے آہستہ تہ انہوں نے ہاتھ پاؤں مارنے' کل پرزے نکالنے شروع کر دیے-

ہندوستان میں وارد ہونے کے بعد آریاؤں نے زیادہ دن نہیں لیے اور انہوں نے ں کے قدیم امن پسند باشندوں سے لڑنا بھڑنا اور ان سے جنگ و جدل کرنا شروع کر دیا-

یہاں کے مقامی باشندوں کی بدقسمتی اور آنے والے ڈاکو آریاؤں کی خوش قسمتی کہ ان یاؤں کے پجاریوں نے آریاؤں کے لیے نغمے لکھے ان کے دل بڑھانے ان کے لوں کو نیا ولولہ عطا کرنے کے لیے قوانین تیار کیے تاکہ ہندوستان کے مقامی لوگوں کا ن دولت چھین لیا جائے اور ان کے گھر بار اور زمینوں پر قبضہ کر لیا جائے- آریاؤں کے ریوں نے آریاؤں کو ترغیب دی کہ گوری چمڑی والے آریاؤں پر ہندوستان کے مقامی ں کی ہر شے مباح اور حلال ہے-

پجاریوں کے یہی نغمے اور ان کے فتوے جمع ہو کر ہندو قوم کے وید مقدس بنے ہیں جو مل سفید فاموں کی برتری اور سیاہ فاموں سے نفرت کی تعلیم دیتے ہیں- گویا ہندوؤں کی س کتابیں جنہیں وید کہتے ہیں وہ سیاہ رنگ والے افراد کی ابدی غلامی کی ایک دستاویز جسے زمانہ مٹا نہ سکا یعنی وہ گزشتہ ہزاروں برس سے برہمنوں کے ایک کامیاب حربے کے پر مستعمل ہیں اور مفید طلب بھی ہیں- اسی بنا پر گاہے گاہے ہندوؤں کے پجاری اور عالم وں کا احیاء کرتے رہتے ہیں تاکہ ان سرزمینوں میں رام راج قائم کرنے کا خواب پورا

ہو سکے- یہ سب اس لئے کہ جاہل عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ ویدآ کتابیں ہیں اور ان کے احکامات خدا کے احکامات ہیں-

بہر حال آریائی اس ملک میں آئے اور انہوں نے ایک گاؤں کے بعد دوسرا گاؤں ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح کرنا شروع کر دیا اور ان کے پجاریوں نے ہی نفرت پھیلا والے وید پڑھ کر ان کی تائید کر دی کہ بھگوان کی یہی مرضی ہے کہ مفتوح قومیں فاتحین کی غ قبول کر لیں اور سرتابی نہ کریں ورنہ بھگوان ان کو تباہ و برباد کر دیں گے- یہی بات پٹے ہو ہزیمت خوردہ یہاں کے مقامی افراد کے دل میں بیٹھ گئی اور ایسی بیٹھی کہ صدیاں بیت گئیں وہ مٹھی بھر گورے برہمنوں اور کھتریوں کے خلاف بغاوت کرنے کی سوچ تک نہ سکے- ن اپنے سماجی سیاسی اور مذہبی حقوق مانگ سکے- اسے آرام طلبی کہیئے بزدلی یا امن و آشتی خواہش کہ ہندوستان میں اچھوتوں کی تین گنا آبادی اونچی ذات کے چوتھائی افراد کی غا میں کئی ہزار سال سے مطمئن ہے اور کبھی خیال بھی نہیں کرتے کہ اونچی ذات کے لوگ ا گندا پلید اور اچھوت کیوں کہتے ہیں اور ذلیل کیوں سمجھتے ہیں-

میری بیٹی! یہاں رہتے ہوئے تم نے یہ بھی اندازہ لگایا ہوگا کہ برہمن' چھتری یا ب اپنے گھر میں غریب اچھوت شودر اور ملیچھ کی عورت ڈال لیتا ہے اور اس سے بچے بھی پیدا ہے مگر پھر ان بچوں کو معاشرے میں کوئی مقام نہیں ملتا نہ ہی وہ جائیداد کے حق دار ہوتے اور اس کے برعکس نہیں ہوتا- یعنی کسی اچھوت کو اجازت نہیں وہ برہمن یا چھتری عورت اپنے گھر میں ڈال لے اور اس سے اعلیٰ ذات کے بچے پیدا کر سکے-

میری بیٹی! میں نہیں کہتا کہ غلامی نے صرف ہندوستان ہی میں جنم لیا- غلامی کی تا بڑی عبرتناک ہے- غلامی تہذیب کے ساتھ چل رہی ہے جہاں تہذیب ہے وہاں غلامی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے کہیں حاکم آقا ہے تو رعایا غلام کہیں راجہ آقا ہے تو پرجا غا

ہیں ساہوکار آقا ہے تو کسان غلام بہر حال یہ غلامی تو ازمنہ قدیم اور پرانے وقتوں سے اری و ساری ہے اور وہاں بھی آقا اور غلام کا رشتہ بڑا گھناؤنا نظر آئے گا- وہاں ایک قبیلہ وسرے پر حملہ کر کے فتح پاتا ہے تو مفتوح قبیلے کو غلام بنا لیتا ہے اور ان کے بیوی بچوں اور اثے کو آپس میں تقسیم کر لیا جاتا چنانچہ بڑے بڑے سرداران قوم غلام بنتے رہے ہیں اور ن کے بیوی بچے دوسروں کے تصرف میں آتے رہے ہیں لیکن ہندوستان میں ان آریاؤں نے برہمنوں اور چھتریوں کے زیر سایہ غلامی کی تاریخ کو اور زیادہ گھناؤنا بنا کے رکھ دیا-

اونچی ذات کے ہندو نے برہمنوں کے ساتھ مل کر یہ بات اونچی ذات کے لوگوں میں ال دی کہ ویدوں کا ایشور یعنی خدا اچھوتوں اور ملیچھوں کو پسند نہیں کرتا اور اس نے ازل ہی ں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ہندوستان کے قدیم باشندوں کو آریاؤں کا غلام بنا دے گا اور ان کو یشہ تباہ حال و برباد رکھے گا اور برہمنوں اور بنیوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار کرتا رہے گا ان کو چھا اور ناپاک کہلائے گا اور ان سے دوجوں یعنی اعلیٰ ذات کی خدمت کروائے گا-

اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں اکثریت والے فرقے برہمنی اقلیت کے غلام بنے ہوئے ہیں اور اپنی ذلت اور خواری کو محسوس بھی نہیں کرتے وہ دوجوں یعنی اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اور اسی میں ان کی نجات خیال کی جاتی ہے- ان و یہ بھی یاد نہیں کہ کبھی ان کے اجداد اس ملک کے مالک تھے- یہاں کا راج پاٹ یہاں کی یتی باڑی یہاں کا بنج بیوپار سب ان کے ہاتھ میں تھا اور ان کی دیانت داری کا چرچا عراق صر شام اور دیگر شہروں تک پھیلا ہوا تھا- ان کے راجے مہاراجے ان کے سرداران کے کریوں کے سالاران کے سرکاری درباری لوگ سب انہی شودروں' اچھوتوں اور ملیچھوں لا سے تھے-

مگر ان کی بدقسمتی جب وہ آریاؤں سے ہارے تو سب کچھ کھو بیٹھے بلکہ وطن سے

نکالے گئے تو جنوبی ہند کے جنگلوں میں جا کر ان کو پناہ لینا پڑی اور آریائی جو خود چور ا لٹیرے بن کے آئے تھے ان کو اپنا داس یعنی غلام بنا لیا اور چور ڈاکو کہنے لگے۔ حالا دراوڑوں کی دولت وثروت دیکھ کر آریاؤں کی آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں اور ان کے مق ویدوں نے ان کو لوٹ مار کرنے کی اجازت دے دی تھی بلکہ پجاریوں نے جو وید خود لکھ تھے ان کے مطابق انہوں نے برہمنوں اور چھتریوں کو اجازت دے دی کہ وہ..........

داس یعنی غلام قوم کے راجہ گائے بیل اور گھوڑوں کے مالک ہیں ان کے بڑے بڑ گلے اور ریوڑ ہیں۔

داس بڑے دولتمند ہیں اور سونے چاندی کے مالک ہیں۔

داسوں کے شہروں کیفصیلیں اتنی بڑی ہیں کہ ان کے اندر داخل ہونے کے لیے دروازے ہیں۔

داسوں کے سینکڑوں مستحکم قلعے ہیں جن کو ہمارے بہادر راجہ فتح کر رہے ہیں اور کے پرخچے اڑا رہے ہیں۔

یہ حال تھا ہندوستان کے قدیم باشندوں کی دولت اور خوشحالی کا جس نے برہمنو آنکھیں خیرہ کر دیں اور انہوں نے وید بنا بنا کر چھتریوں کو لوٹنے کی ترغیب دی، پھر چھتر نے دولت لوٹی تو کس طرح کہ ایک برہمن کو پچاس پچاس کنواری چھوکریاں عطا کر جب ہی تو ویدوں کے احکامات برابر نافذ ہوتے رہے اور منتر بنتے رہے، ان احکامات کو تفصیل سے دیکھ لیں تو ان منتروں کے علاوہ ان کتابوں اور دیوتاؤں تک سے گھن آ ہے۔

مارتھا میری بیٹی! گو آج کل کے دور کو سامنے رکھتے ہوئے ہندوستان کی قدیم تو ہمارے معیار سے وحشی ہی سہی لیکن ان کی رانیاں مہارانیاں شاہی تزک واحتشام سے وا

تھیں وہ محلات میں رہتی تھیں ویدوں نے ان کو راکھشش یعنی بھوت پریت بنا ڈالا اور جنم جنم کے لیے اپنا اور اپنی اولاد کا غلام بنا کے چھوڑا۔"

اتنا کہنے کے بعد نجیب الدین لمحہ کے لئے رکا پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ وید اصلی اور الہامی کتابیں ہیں اور یہ انتہائے آفرنیش سے موجود تھیں اور آفرنیش کا زمانہ ان کے خیال میں کوئی بیس ہزار سال ہے۔ اس سے ہندوؤں کی جہالت کا پتہ چلتا ہے آریاؤں کے ہندوستان میں آنے کا زمانہ دو ہزار ق م سے پندرہ سو سال ق م تک بتلایا جاتا ہے۔ بابل کی تہذیب کا زمانہ اگر اس سے ایک ہزار سال قبل شمار کر لیا جائے تو راجہ اندر یعنی بابل کا پہلا بادشاہ جو نمرود نائینس، اوزی رس، جیوپیٹر اور وشنو کے ناموں سے آریائی قوموں میں پہچانا جاتا ہے، پانچ ہزار سال سے زیادہ قدیم نہیں بنتا رگ وید کا مصنف لکھتا ہے کہ مجھ کو راجہ پورت اور راجہ یادو نے دو غلام اور سو گائیں خیرات دیں۔

اب اس جملے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ راجہ پورت اور راجہ یادو دونوں حقیقی بھائی تھے۔ ان کا باپ اس خاندان کا چھٹا راجہ تھا جس کا شجرہ نسب مہا بھارت اور راگنی پرانوں میں تفصیل سے درج ہے۔ ان میں سے یادو کرشن جی کا مورث اعلیٰ تھا جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہا بھارت تیسری اور دوسری صدی ق م میں لکھی گئی ہے تو ان لوگوں کا زمانہ متعینکر نے میں دشواری نہیں رہتی۔ انسانی یادداشت کا لحاظ کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مہا بھارت کی کہانی اور ان راجاؤں کا زمانہ انہی ہزار برسوں میں ق م ہوگا اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ ویدوں کا زمانہ تین چار ہزار سال سے زیادہ کا نہیں ہے کیونکہ ویدوں میں راجہ پورت اور راجہ یادو کا ذکر موجود ہے۔

بیٹی! جب ہم ہندو معاشرے کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے دیوتاؤں کی زندگی کا گندا ماحول دیکھیں تو حیران رہ جاتے ہیں بلکہ ان تمام افعال اور عمال کو ہندو مذہب کی مقدس

کتابیں یعنی ویدوں کی تعلیم کے عین مطابق سمجھیں اور یقین کرلیں کہ یہی وہ قدیم الہامی کتابیں ہیں جن پر آریا سماج کو ناز ہے اور انہی کو وہ دنیا کے دوسرے مذاہب کے مقابلے میں پیش کرنے کا بیڑہ اٹھاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنی کتابوں اپنے معاشرے اور اپنے مذہب کو بھول جائیں اور شدھی ہو جائیں یعنی ہندومت قبول کرلیں مگر افسوس کہ شدھی ہونے والوں کو مذہبی گندگی کے سوا کچھ نہیں مل سکتا۔ آریا سماج جسے شدھی کرواتے ہیں اسے پہلے پانچ غلاظتیں کھلاتے ہیں۔

اول گائے کی ناک کا میل، دوم گائے کی آنکھ کا میل، سوم گائے کے کان کا میل، چہارم گائے کا پیشاب پنجم گائے کا گوبر۔

یہ رسم پنچ گاؤ کہلاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس رسم کو ادا کرنے سے مسلمان یا دوسرے مذہب والے شدھی یعنی پاک ہو جاتے ہیں اس عقل و دانش پر خدا کی مار۔

میری گفتگو سے بیٹی تم نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ ویدوں میں کس قدر انسانیت سے نفرت پر مبنی احکامات رکھے گئے ہیں۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ویدوں سے نفرت صرف مسلمان، عیسائی یہودی اور دیگر مذہب والے ہی نہیں بلکہ خود ہندوؤں پڑھے لکھے شریف سناتن دھرمی ہندو بھی متنفر اور بے زار ہیں اور ہمیشہ سے رہے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کتابیں ہندوستان کے قدیم باشندوں یعنی دراوڑی قوموں کے خلاف جنہیں آریاؤں نے اچھوت اور شودر قرار دے دیا تھا کس قدر بغض اور نفرت کا پرچار کرتی ہیں۔ انہی کتابوں سے برہمنوں نے اپنی برتری اور آریا نسلوں کی حکومت کئی ہزار برس برقرار رکھی تھی اور دیگر اقوام کے حقوق سماجی سیاسی اور مذہبی حقوق بھی پامال کرتے رہے تھے حتیٰ کہ مسلمانوں نے آکر انہیں اس ذلت سے نکالا اور معاشرے میں ان کو بہتر مقام دیا۔

ویدوں سے شاکیہ سنی یعنی گوتم بدھ سخت متنفر تھے۔ ان کے باپ دادا اور پردادا ویدک

ھرمی تھے مگر انہوں نے ویدوں کے مکروہات اور مذمومات کو دیکھ کر ان کو ترک کر دیا اور اپنا یک نیا دھرم ایجاد کیا جس میں زیادہ رواداری اور زیادہ بھائی چارے کا پرچار تھا۔ چنانچہ وہ ہب سارے ہندوستان میں پھیلا اور ہندوستان کے باہر بھی مقبول ہوا۔ (ویدوں کی تعلیم یں جس میں چھوت چھات اور نسلی تعصب کے سوا کچھ نہ تھا گورونانک، کبیر داس، گورو، سبھی خت متنفر اور بے زار تھے انہوں نے ویدوں کو ترک کر کے اپنا علیحدہ مذہب نکالا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ویدوں کی تعلیم میں نہ خدا پرستی ہے نہ انسانی رواداری کی اجازت ہے اس لیے ہ رد کر دینے کے لائق ہے)

ویدوں میں مظاہر قدرت یعنی دریا پہاڑ پانی مٹی اور آگ کی پوجا کے سوا کہیں خدائی تصور کی جھلک بھی نہ ملے گی یہ اجرام پرستی یعنی سورج چاند ستاروں کی پرستش سکھاتے ہیں یا پھر اپنے مردہ بزرگوں یعنی راجہ اندر، وشنو جی، برہما جی اور دیگر رشی سنی فقیر سنیاسی اور برہمنوں کے علاوہ اپنے باپ دادا کی روحوں کو بلا کر نذریں پیش کرنا سکھاتے ہیں۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آگ جلا کر ان میں گھی کافور، بخور اور دیگر خوشبوئیں ڈالنا آگ کے آگے ناچنا اور بھجن گانا منتر پڑھنا سکھاتے ہیں جن سے دیوتاؤں کے علاوہ سامعین بھی گرما جاتے ہیں اور شہوت میں آکر مندروں میں وہ سب کچھ کر ڈالتے ہیں جو لوگ کوٹھوں پر جا کر کرتے شرماتے ہیں۔ اسی وجہ سے مندروں میں پجاریوں اور پجارنوں کی زندگیاں عیاشی کے سوا کوئی نمونہ پیش نہیں کرتیں۔ عورتوں کو ویسے بھی ہندو معاشرے میں سوائے شہوت پرستی کے کھلونے کے کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔

اس لیے بہت سے بزرگوں نے کہا ہے کہ ویدوں میں نہ کوئی بصیرت ہے نہ بشارت نہ خدا پرستی کا درس دے سکتے ہیں نہ کسی بے چین روح کو ہدایت فراہم کرتے ہیں ان میں شروع سے آخر تک دیوی دیوتاؤں کی حرام کاری جوئے بازی شراب نوشی کے قصے درج ہیں

البتہ نسلی تعصب اور طبقاتی نفرت کی تعلیم بدرجہ اتم موجود ہے۔ جس کے زور پر برہمنوں نے ہمیشہ اقلیت میں رہتے ہوئے بھی عوام پر حکومت کی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نجیب الدین رک گیا۔ پھر مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''مارتھا میری بیٹی! میرے خیال میں اب تم تھک چکی ہوگی۔ آج کے لیے اتنی تفصیل کافی ہے۔ باقی پھر مختلف نشستوں میں تم سے میں تفصیل کہہ دوں گا اس پر مارتھا منت کرنے کے انداز میں کہنے لگی۔

''عم! میرے صرف دو سوالوں کے جواب دیں اس کے بعد باقی کی تفصیل پھر سہی۔

میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں برہمن اچھوت کس کس کو سمجھتے ہیں۔

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ جو اکثر ہندو بلکہ کچھ مسلمان فقیر قسم کے لوگ بھی جو سر پر بالوں کی نٹ رکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔''

نجیب الدین مسکرایا پھر مارتھا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بیٹی! اول میں تیرے پہلے سوال کا جواب دیتا ہوں اس کے بعد دوسرے سوال کی طرف آئیں گے۔

جہاں تک اچھوتوں کا تعلق ہے تو مختلف قبائل کو ہندو اچھوت سمجھتے ہیں۔ میں ان کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔ سب سے پہلے کائست قوم کو شودر خیال کیا جاتا ہے۔ اس قوم کے لوگ بہت اچھے صاحب علم بھی ہیں اس کے باوجود برہمن چھتری بنیئے بقال ان کو نیچ اچھوت اور شودر ہی سمجھتے ہیں اور ان سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان کا چھوا ہوا کھانا پینا نہیں کھاتے نہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد کرمی قوم بھی اچھوت ہے۔ یہ لوگ اودھ کے رہنے والے کاشتکار ہیں ان کا

رہن سہن برہمنوں اور چھتریوں جیسا ہے۔ زنار پہنتے ہیں۔ عقد بیوہ کے مخالف ہیں گوشت نہیں کھاتے رام کرشن وغیرہ کو پوجتے ہیں اور اپنے مردوں کو کریا کرم بڑے برہمن کو بلا کر کرواتے ہیں۔ مختصر یہ کہ کوئی کام برہمنی دھرم اور ویدک دھرم کے خلاف نہیں کرتے مگر شاستروں کے مالکوں نے ان کو بھی اچھوت قرار دے رکھا ہے۔ برہمن اور چھتری ان سے بیٹی روٹی کے تعلقات نہیں رکھتے یعنی ان کا چھوا ہوا نہیں کھاتے اور ان کے گھرانوں میں رشتہ نہیں کرتے۔

تیسری بڑی قوم جسے اچھوت قرار دیا گیا ہے وہ نائڈو ہیں اسی سے میرا بھی تعلق ہے۔ نائڈو قوم کے علاوہ دکن کی مختلف اقوام جن کا تعلق دراوڑی نسل سے ہے اچھوت ہیں۔ ان میں بلما' ایڈی' لنگایت' جنگم' مہذب قومیں ہیں جن میں تہذیب و تعلیم بھی دیگر اقوام کے مقابلے میں زیادہ ہے مگر ان بے چاروں نے اپنا آبائی سناتن دھرم چھوڑ کر برہمنی ویدک دھرم قبول کر لیا تو یہ اچھوت قرار دیے گئے۔

اس کے علاوہ برہمن اور چھتری مرہٹوں کو بھی اچھوت قرار دیتے ہیں۔ مرہٹوں کے کل بارہ قبیلے ہیں اور یہ خود کو راؤ بھی کہتے ہیں۔ جو راجپوتوں کا لقب ہے۔ یہ لوگ کاشتکاری کا پیشہ کرتے ہیں مگر شاستروں نے ان کو اچھوت قرار دے رکھا ہے۔ برہمن اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ قوم دوغلی اور مخلوط نسل ہے اور یہ کہ ان مرہٹوں میں دراوڑی خون شامل ہو گیا ہے اس طرح ناگ پور کے بھونسلے' اودھے پور کے دوغلے راجہ بنبھیر سنگھ کی نسل سے ہیں جو ایک مقامی عورت کے بطن سے تھا۔ مختصر یہ کہ مرہٹے خواہ خود کو کچھ ہی سمجھیں وہ چھتری نہیں بن سکتے نہ ہی برہمن کہلا سکتے ہیں شاستروں نے ان کو اچھوت قرار دے رکھا ہے برہمن ان کی روٹی نہیں کھاتے نہ ان میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔

(گو مسلمانوں نے ہندوستان پر آٹھ سو سال حکومت کی ہے اور اپنی مفتوحہ قوموں سے

کبھی کوئی پرہیز نہیں کیا ہے اور ان کو سرکار دربار میں برابر کا شریک رکھا ان سے تعلقات کیے مگر ان سب کے باوجود نہ صرف ویدوں اور شاستروں کے ماننے والے برہمنوں نے چھتری ویش کے علاوہ اچھوت ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کو ہمیشہ اچھوت اور ملیچھ ہی سمجھا گو وہ مسلمانوں کا چھویا ہوا کھانا پینا استعمال نہیں کرتے نہ مسلمانوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند کرتے ہیں جو لوگ مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں گھر جا کر نہاتے اور گائے کا پیشاب چھڑک کر خود کو پاک ضرور کر لیتے ہیں- اسی حقارت اور تذلیل سے بے زار ہو کر مسلمانوں نے ا علیحدہ وطن حاصل کر لیا اب جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے ہیں انہیں بہر حال اچھوت بن کر رہنا ہے اور اونچی ذات کے ہندوؤں کی چاکری کرنا ہے- اس کے علاوہ بڑی ذات کے ہندوؤں نے سکھوں کو بھی اچھوتوں میں شمار کیا ہے- اعلیٰ ذات کے برہمن چھتری وغیرہ ا سے شادی بیاہ نہیں کرتے نہ ان کا کھانا پینا کھاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سکھ دراصل پ جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے اور جاٹ قوم ویدوں کے زمانے سے اچھوت شمار ہوتی چلی آ ہے-)

نجیب الدین رکا پھر وہ مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا-

''بیٹی! تمہارے پہلے سوال کا جواب تو میں دے چکا ہوں- اب دوسرے سوال طرف آتے ہیں کہ ہندو ماتھے پر لمبے بالوں کی لٹ کیوں رکھتے ہیں اور کچھ مسلمان مان والے جو اپنے آپ کو فقیر سمجھنے لگے ہیں وہ بھی ایسی لٹ کیوں رکھتے ہیں-

بیٹی! اس لٹ کے رکھنے کا تعلق چونکہ سیتا سے ہے- سیتا کا تعلق چونکہ رام سے تھا ا لیے مجھے تھوڑی سی تفصیل بتانی پڑے گی کہتے ہیں اجودھیا میں راجہ دسرتھ کا راج تھا- راجہ چار بیویاں تھیں ہر ایک سے اولاد تھی رام سب سے بڑا تھا مگر رانی کیکئی راجہ کی منہ چڑھی تھی اس نے چاہا کہ رام کو ہٹا کر اپنے بیٹے کو راج پاٹھ دلا دے-

اس نے راجہ سے کہہ کر رام کو چودہ سال کا بن باس دلا دیا یعنی جنگلوں میں پھرنے کا حکم دیا- رام نے نہایت سعادت مندی سے حکم کی تعمیل کی ان کی بیوی سیتا نے ساتھ جانے پر اصرار کیا تو بھائی لکشمن بھی ساتھ ہو لیا-

وہ ضلع باندہ کے مقام پر چتر کوٹ گئے وہاں سے جنوب کی طرف چل پڑے اور شہر ناسک میں چند دن قیام کر کے دریائے گوداوری کے ساتھ ساتھ گھومتے گھامتے پنچولی کے مقام پر جا کے ٹھہر گئے- وہاں سیر و شکار کر کے یہ جنگلی پھل کھا کر دن گزارتے رہے قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ مقامی سیاہ فام لوگ ان گورے نوواردوں کو تقدس اور احترام کی نظر سے دیکھتے تھے- جیسے کہ ان کی عادت ہے سیاہ فام اقوام گوروں کو آسمانی مخلوق سمجھتے ہیں اور ان کی پوجا کرنے لگتے ہیں-

لیکن یہاں دریائے گوداوری کے آس پاس ایک حادثہ پیش آیا لنکا کے راجہ راون کی بہن ان نوواردوں کی آمد کا سن کر ان کو دیکھنے آئی اور جب دیکھا کہ لکشمن غیر شادی شدہ ہے تو اس پر عاشق ہو گئی- گورے چھتری کو یہ بات پسند نہ آئی کہ وہ ایک سیاہ فام شہزادی سے شادی کرے اس کا آریائی خون اس کی اجازت نہ دے سکتا تھا- لکشمن نے تلوار سے اس کی چھاتی ہی کاٹ دیں-

لنکا کے راجہ راون کی بہن نام جس کا سروپ تھا روتی چلاتی بھائی کے پاس پہنچی اور دہائی دی- راون نے گورے نوواردوں کو سزا دینے کا فیصلہ کیا جو اس کی راجدھانی میں رہ کر اس کی بہن کے ساتھ ایسے سلوک کے مرتکب ہوئے تھے- وہ آیا اور سیتا کو پکڑ کر لے گیا-

رام اور لکشمن شکار کے بعد شام کو گھر آئے تو سیتا کو غائب پایا- لوگوں نے بتایا کہ اسے راون لے گیا ہے تو آہ و بکا اور واویلا شروع کر دیا- مہینوں اسے تلاش کرتے پھرے لیکن سیتا کہیں نہ ملی-

پھران کی ملاقات ہنومان سے ہوئی- ہنومان مدراس کے لشکر کا سالار تھا اسے رام سے ہمدردی ہوگئی- اس نے رام لکشمن کو دلاسہ دیا اوران کی مدد کی- راون کا بھائی لکشمن تخت کی آرزو رکھتا تھا- ہنومان نے اس سے ساز باز کی اور سازش سے ایک دن راون کو قتل کردیا اور رام کو لے کرلنکا پہنچے تا کہ بھکشن کی تخت نشینی میں شریک ہوں اور دعا دیں-

رام اور لکشمن نے اسے تخت پر بٹھایا اور جب جشن ختم ہوگیا تو بھکشن کے حکم سے سیتا کو نہلا دھلا کرشاہی لباس پہنا کر دربار میں پیش کیا گیا-

رام نے سیتا کو دیکھا تو کہا میں نے تمہیں آزاد کروا کر اپنے چہرے سے بے آبروئی کا داغ دھولیا مگر میں تمہیں قبول نہیں کرسکتا کیونکہ تم ایک سیاہ فام راکھشس کے پہلو میں چندماہ رہی ہو-

سیتا نے بہتیرا کہا کہ یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو اس نے مجھے چھوا ضرور ہے مگر میں پاک دامن ہوں- یوں سیتا کی باتوں پراعتبار کرتے ہوئے رام اور لکشمن سیتا کو لے کر وطن پہنچے تو وہاں سیتا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا- لوگوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں کسی نے کہا ہائے یہ کیسی بات ہے کہ رام چودہ سال اپنے بھائی کے ساتھ بن باس میں رہا وہاں تو سیتا کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی راون کے ہاں سیتا چھ ماہ رہی تو چاند سا بیٹا مل گیا- لوگوں نے یہ بھی شور کر شروع کردیا کہ یہ تو راون جی کا چمتکار ہے- سیتا نے لاکھ اپنی پاک دامنی کے ثبوت دیے مگر کسی نے نہ مانا مجبوراً رام جی سیتا کو دریا پار جنگل میں چھوڑ آئے-

وہاں سیتا ایک سنیاسی کے پاس رہنے لگی اور وہ سنیاسی سیتا اور اس کے بیٹے کو پالنے لگا- ادھر رام جی کو سیتا کی جدائی نے جب تنگ کیا اور لوگوں نے بھی مشورہ دیا کہ سیتا کو لے آنا چاہئے تو رام سیتا کو لینے کے لئے گیا چنانچہ جب وہ سیتا کو لانے کے لئے اپنے لاؤلشکر کے ساتھ گیا تو وہاں دیکھ کے دنگ رہ گیا کہ وہاں ایک کی بجائے سیتا کے دو بچے ہوگئے تھے

رام جی نے سر پٹ لیا سیتا سے کہا ہائے باؤلی یہ کیا کر کے رکھا یعنی یک نہ شد دو شد- ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ سیتا جی نے لاکھ سمجھایا مگر رام اس کی بات نہ سمجھے پھر ہندوؤں نے یہ عقیدہ بنایا کہ اس موقع پر سیتا نے زمین سے کہا کہ پھٹ جائے اور اس کو نگل لے پس زمین نے سیتا کا حکم مانا اور زمین اسے نگلنے لگی جب رام نے دیکھا کہ سیتا تو ہاتھ سے جاتی ہے تو اس نے بڑھ کر اس کو بچانا چاہا اس بچاؤ کے درمیان سیتا تو زمین میں دھنس چکی تھی صرف اس کی چٹیا رام کو ہاتھ لگی یہی چٹیا برہمن سر پر لگائے پھرتے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی یہ رسم مسلمانوں میں بھی رائج ہوگئی ہے- کہتے ہیں رام جی نے خالی ہاتھ گھر لوٹنا پسند نہ کیا دریائے سرجو کی خطرناک لہروں میں کود کر اپنی جان دے دی-

سیتا کے دو بیٹے لو اور کش جوان ہو کر بڑے بہادر چھتری نکلے انہوں نے ملک فتح کئے اور بادشاہت حاصل کی پھر برہمنوں نے ان کو رام کی صحیح اولاد تسلیم کرلیا ان کی شمولیت کے بعد رام، لکشمن، سیتا، لو اور کش کی پارٹی پنج جنا کا پنجہ بن گئی جس کی پوجا ہونے لگی- پنج جنا کی پوجا سارے ہندوستان میں ہوتی ہے اور یہ پہلے ایشوری اہل بیت خیال کئے جاتے ہیں-

میں یہاں یہ بھی بتانا پسند کروں گا کہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ بھگوان رام کے اندر حلول کر گیا تھا-

یہاں ایشور جی کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ رام کے اوتار پر آ کر دکھ کے سوا کچھ سکھ نہ دیکھ سکے- کاش وہ آسمان پر ہی کچھ کرتے رہتے مگر ان میں کچھ کرنے کی سکت کہاں تھی ورنہ جب سیتا جی کے حکم سے زمین پھٹی اور اس کو نگلنے لگی تو رام جی زمین کو حکم دیتے کہ وہ اگل دے مگر رام جی کو معلوم تھا کہ برہمنوں کی طرح زمین بھی ان کا حکم نہ مانے گی بے شک بھگوان کو بھی دنیا میں آ کر دکھ ہی اٹھانے پڑتے ہیں کیونکہ یہ دکھ...... ہے-

بیٹی اب تم پوچھو گی کہ برہمنوں نے اوتار گیان یعنی حلول کا طریقہ کیوں ایجاد کیا-

جب اس کا ذکر مذکوران کے ویدوں میں نہیں ہے اور پھر اس تصور میں کیا جاذبیت ہے؟
جس کو ساری دنیا بلکہ کائنات کا نظام سنبھالنا ہے وہ دنیا میں آ کر رحم کے غلیظ اور تاریک
خانے میں نو ماہ گزارنے اور ایک لاچار بچے کی شکل میں انسانی ماں کا دودھ پی کر نشونما پا
جوان ہو کر دنیا کے نشیب وفراز دیکھے اور بالآخر کسی کے ہاتھوں مارا جائے یا ڈوب کر مر جا
تو اس کا جواب یہی ہے کہ آپ برہمن کی شرارت نہیں سمجھے وہ ایسے ہی کمالات دکھا تا
انسانوں کو خدا بنا کر اپنا الو سیدھا کرتا ہے بادشاہوں سے انعام حاصل کرتا ہے اور عوام کو
کر کے بادشاہوں کا مطیع اور فرماں بردار بناتا ہے تاکہ وہ اس کی نسل ہا نسل تک پرستش کر
رہیں کبھی بغاوت کی نہ سوچیں بادشاہ اور حاکم سے تو بغاوت کی جا سکتی ہے مگر دیوتاؤں
ایشوری کے اوتاروں سے سرتابی کی جرات کون کر سکتا ہے۔

برہمنوں اور چھتریوں نے انہی ہتھکنڈوں سے ہندوستان کے عوام کو تقریباً تین
سال سے غلام بنا رکھا ہے اور کبھی کسی کو احتجاج یا بغاوت کا موقع نہ دیا حالانکہ وہ آبادی
برہمنوں اور چھتریوں سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

مسلمانوں نے یہاں آ کر برہمنوں کا کچھ کفر توڑا اور ان کی خدائی اور دیوتائی نکال
تھی مگر وہ دیرپا نہ رہی کیونکہ جلد ہی برہمن نے ان کو بھی مہابلی اور مہابیر اور ایشٹر پتی بنا د
ان سے وہی فوائد حاصل کرنے لگے جو انہوں نے چھتریوں سے حاصل کئے تھے۔

چونکہ ہنومان کا تعلق جنوبی ہندوستان کے اچھوتوں سے تھا۔ ہنومان نے رام کی
کر کے سیتا کو برآمد کیا تھا لہذا برہمن اور چھتری مجبور ہوئے کہ ہنومان کو کچھ نہ کچھ تو اہمیت
جانی چاہئے لہذا اسے بھی دیوتا مان لیا اور برہمن نے ان کی خدمات کا یہ صلہ دیا کہ ا
ذات کرنے کے لئے اسے بندر کی دم لگا دی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جنوبی ہند کے با
باشندوں نے بھی ہنومان جوان کی قوم سے تھا اسے دم دار اور بندر نما دیوتا کی شکل میں

کرلیا۔ شاید انہوں نے دیکھا کہ برہمن ان کی قوم کے ساتھ ان کے دیوتاؤں کو بھی ختم کر
ہے ہیں مگر ہنومان جی کی دم لگا کر ان کو قابل پرستش بنانے پر راضی ہیں تو سوچا چلو ہمارا ایک
فرد بھلے دم لگا کر ہی سہی دیوتا تو بن جائے اس میں برا ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ اس طرح
قدیم دراوڑی ہندوؤں کی دلداری ہو گئی کہ برہمن ہمارے ہنومان جی کے بڑے بھگت ہیں
اور ان سے لڑنا بھڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ چلو ان کو مندروں پر قبضہ کر لینے دو اور مندروں کی کمائی
کھانے دو۔ وہ ہمارے دیوتا کو بھی تو پوجتے ہیں۔

حالانکہ یہ ہنومان جی کے لیے ایک شرمناک بات تھی کہ انہوں نے گوری چمڑی کے
دیوتاؤں کی خاطر اپنے راجہ کو مار ڈالا مگر پرستش انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ لوگ اپنے
آقاؤں کی پرستش کرنے کے لیے اپنے بھائی بندوں اور اپنے ہموطنوں کو بھی قتل کر دیتے
ہیں۔ (ایسی غداری شاید اس سرزمین کے پانی میں ہے اپنے گورے آقاؤں کو خوش کرنے
کے لیے لوگوں نے اپنے ہی بھائی بندوں کو مار ڈالا اور لوٹا ہے۔ میر جعفر اور میر صادق بھی اس
سرزمین کے فرزند تھے)

برہمن جنوبی ہند کے راجہ راون سے خوش نہیں اسے راکھشس اور شیطان ظاہر کرتے
ہیں۔ تصویروں میں اس کے دس سر اور بیس ہاتھ دکھائے جاتے ہیں۔ اس کے ہر منہ سے
آگ نکلتی دکھائی جاتی ہے۔ کہتے ہیں راون نہایت رحمدل اور شریف قسم کا راجہ تھا۔ اس کا
قصور صرف اس قدر تھا کہ وہ گوری چمڑی کا راجہ نہ تھا۔ اور سب سے بڑی بات کہ ذات کا
برہمن تھا مگر شمالی ہند کے برہمن جنوبی ہند کے برہمن کو اپنا ہم سر نہیں سمجھتے۔ انہیں کالا برہمن
کہتے ہیں۔

دوسروں کی خلاف بولتے ہوئے برہمن اس قدر دور چلے جاتے ہیں کہ رامائن میں
مہاتما بدھ کی بھی مذمت کی گئی ہے انہیں چور اور ملحد کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ

مت کے خلاف برہمنوں نے جو ''جہاد'' شروع کیا تھا اس کے بانی یہی برہمن ہی تھے۔

ہندو دھرم میں اس ہنومان کی شکل وصورت کچھ اس طرح کی ہے کہ اس کے پا دکھائے جاتے ہیں یہ پانچ سر ہنومان کی عظمت ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا اپنا سر تو بندر کا باقی چار سروں میں ایک شیر کا ایک گھوڑے کا ایک سور کا اور ایک چھتری کا یعنی سپاہی کا دراصل ان کی حیوانی خصوصیات کو اجاگر کر کے دکھانا مقصود ہے کہ وہ ایک سپاہی بھی تھے ہنومان سے جنوبی ہند کے اچھوتوں کو خوش کرنے کے لئے برہمنوں نے عجیب وغریب مشہور کر دیں۔ یہ کہنا شروع کر دیا کہ لکشمن جب زخمی ہوا تو ہمالیہ میں سے کسی بوٹی کی ضر پڑی ہندوؤں نے اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے کہ ہنومان فوراً اڑ کر گیا اور بوٹی سمجھ میں نہ پورا پہاڑ اٹھا کر لے گیا اور کہا کہ اپنی بوٹی ڈھونڈ لو پھر پہاڑ کو جا کر دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ آ

یہ بھی تاریخ میں شامل کر دیا کہ لنکا پر حملہ کرنے کے لیے اس نے سمندر میں لو پتھر جو کچھ ملا ہلا ڈالا وہ سب چیزیں تیرنے لگیں تو ان کا پل بنا دیا اور اپنا لشکر لے کر را حملہ آور ہو گیا''

نجیب الدین رک گیا کچھ سوچا پھر مارتھا کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''مارتھا بیٹی! میرے خیال میں تمہیں تمہارے دوسوالوں کا جواب خوب مل گیا اب ہندوؤں کے متعلق مزید تفصیل میں تمہیں پھر کسی نشست میں بتاؤں گا اب اٹھو اور آرام کرو۔'' اس کے ساتھ ہی مارتھا اور کلثوم اٹھیں اور آرام کرنے کے لیے اپنے کم طرف چلی گئیں تھیں

تاج الدین اپنے راہ نماؤں کی سرکردگی میں بڑی برق رفتاری سے راجہ رائے سنگھ کا رخ کر رہا تھا۔ دوسری جانب رائے سنگھ کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان نے ایک لشکر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا ہے۔ جس کی کمانداری تاج الدین کر رہا ہے لہذا اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے کھلے میدانوں میں وہ تاج الدین اور اس کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا۔

مسلمانوں پر حملہ آور ہونے میں پہل کر کے شاید راجہ رائے سنگھ اپنے لیے فوائد حاصل کرنا چاہتا تھا لہذا تاج الدین کے لشکر پر وہ آسیب زدہ لمحوں سے لپٹ کر جسموں میں چبھتے روحوں میں ڈستے کروٹیں لیتی نوحہ گر صداؤں بلا آموز اور سیخ پا کمینے ذہنیت اور منتقمانہ مزاج رکھنے والے شام کے ماتمی سایوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تاج الدین نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا درمیانی حصے میں وہ خود رہا دائیں جانب رومی خان کو اور بائیں جانب کے حصے کی کمانداری امیر خان کو سونپی گئی تھی رائے سنگھ کے حملے کو روکنے کے بعد تاج الدین نے اپنے کام کی ابتدا کی پھر وہ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشت بلا سے گزر کر موت کے سامنے نقد جان پیش کر کے فنا کا رقص کرنے والے سحاب شعلہ آسا، مرگ کے کاروانوں کو درماندہ شعور ہوش کے کشکول میں بے خود کر دینے والے قضا کے نشے بھرتی وحشت اور دل کو سراپا حیرت کر کے روح میں پیوست ہو جانے والی آتش پکار کے شور کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

تاج الدین کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی ساتھ دائیں جانب سے رومی خان حرو
جفا کو منسوخ، پروان چڑھتے طرز ستم کو بے ربط اور خواب و خیال تک کو بے صدا کر دینے وا
تیزی سے پھیلے موت کے سایوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا- جب کہ بائیں جانب سے ا
خان عداوتوں کے حصار کو ریزہ ریزہ، زندہ رہنے کی تگ و دو کو بے سطوت و بے تنگ و نا
دینے والے قہر مذلت کی طرح رائے سنگھ کے لشکر پر یورش کر چکا تھا-

کھلے میدانوں میں یوں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے دھرتی اور آکاش کے درمیا
من کے اڑتے پنچھیوں کے پر کٹنے لگے تھے- حیات کے پردے میں موت رقص کر
ہوئے زیست کے گوشوں کو ویران کرنا شروع ہو گئی تھی- آسودہ فضائیں ستم خوردہ ادوار
تبدیل ہونا شروع ہو گئی تھیں- زندگی کی طرب گاہوں میں فنا کا نزول شروع ہو گیا تھا- ہر
اپنے مقدر کا ناخدا بن کر ستیزہ کاری کرتے ہوئے اپنے دشمن کی سعی کو رائیگاں کر کے انہ
ویران مرقد میں تبدیل کرنے کا عزم کیے ہوئے تھا- تلواروں اور ڈھالوں کے سایوں
زمین خون آلود ہونا شروع ہو گئی تھی اور امیدوں بھری صدائیں ہوس کے طول میں کھونے
تھیں-

رائے سنگھ کا خیال تھا کہ اس کے مقابلے میں صرف تاج الدین کو بھیجا جا رہا ہے اور ا
کے ساتھ کوئی بڑا جرنیل نہیں اور وہ اسے پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن اس
سارے خیالوں اس کے سارے ارادوں کو تاج الدین نے بھڑکتے انگاروں میں تبدیل
شروع کر دیا تھا- رائے سنگھ تو یہ ارادہ کیے ہوئے تھا کہ تاج الدین کو شکست دینے کے بعد
صرف یہ کہ اس کے لشکر کے پڑاؤ کو لوٹے گا بلکہ اس سے پہلے مسلمانوں کے علاقوں
جہاں تک اس نے قباہ کاری پھیلائی تھی اب اس سے بھی آگے مسلمانوں کے علاقوں
روندتے ہوئے بربادی کا کھیل کھیلے گا-

ں جوں جنگ طول پکڑتی جا رہی تھی- توں توں رائے سنگھ کے لشکر پر مسلمان
ں یورش موت کے سائے زندگی کو جینے سے بے زار اور نا امید کرنے لگے تھے- اس
کے اندر انقطاع کی مفلوک الحال کر دینے والی رسموں کا رقص شروع ہو گیا تھا جبکہ تاج
ر اس کے لشکری تبسم و نغمہ آفریں انداز میں سرکش و بے روک جذبوں کی طرح حملہ
ہے تھے- ان کے حملہ آور ہونے کے انداز میں نور سحر کی درخشانی خیبر شکن عزائم اپنا
نے لگے تھے-

ب مزید کچھ دیر تک جنگ کی بھٹی قیامت مچاتی رہی، حشر برپا کرتی رہی، تب وقت
ں کی آنکھ نے دیکھا رائے سنگھ کے لشکریوں کی حالت قہر غربت میں بھوک اور افلاس
ں فاختاؤں سکوں سے خالی کشکول گدا، وسوسوں اندیشوں خطروں اور وہموں سے
ٹے خوابوں کی بکھری تعبیروں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی جبکہ دوسری طرف
ین کے لشکر میں اب تک دعوت لب و برہنہ ترغیبوں کے سامنے برق و باراں کے
ر امتناع و انتباہ کے عذابوں سے بھی زیادہ پر ہول ہوتی جا رہی تھی اور وہ بڑھ چڑھ کر
ھ کے لشکر پر حملہ آور ہونے لگے تھے-

ج الدین نے جب دیکھا کہ لحہ بہ لحہ رائے سنگھ کے لشکری جنگ سے بددل ہونا
و گئے ہیں اور یہ کہ ان کے ولولے سرد پڑ گئے ہیں اور آگے بڑھنے کی بجائے اب وہ
ہے پیچھے مڑ کر اپنے فرار کی راہیں بھی متعین کرنے لگے ہیں تب اس نے اپنے حملوں
، سے زیادہ سختی جوش اور شدت پیدا کر لی تھی- جس کے باعث رائے سنگھ کے لشکر کو
ئکست ہوئی- رائے سنگھ بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا اور ایک قریبی ٹیلوں
ائی سلسلے کے تنگ دروں کو اس نے اپنی آماجگاہ بنا لیا تھا-

اج الدین نے پہلے رائے سنگھ کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا پھر اس نے دشمن کی طرف

پیش قدمی کی۔ اس کے ساتھ جو دشمن پر نگاہ رکھنے والے نقیب تھے انہوں نے رائے سنگ
آ ماجگاہ کی پوری تفصیل تاج الدین سے کہہ دی تھی۔ ان ٹیلوں کے قریب جا کر تاج الد
نے رومی خان اور امیر خان اپنے دونوں نائبوں کو اپنے قریب بلایا پھر انہیں مخاطب کر
کہنے لگا۔

میرے دونوں عزیزو! گو رائے سنگھ ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد زخم خو
ہو چکا ہے لیکن ہم اسے اپنے لیے ضرر رساں نہیں بننے دیں گے، جس طرح ہمارے نقیب
چکے ہیں کہ جس جگہ اس نے گھات لگائی ہے وہاں اس کے دائیں اور بائیں جانب دو چھو
چھوٹے ٹیلے ہیں اب اس صورتحال سے نپٹنے کے لیے جو طریقہ ہم نے اپنانا ہے وہ اس طر
ہے کہ پہلے لشکر سیدھا سامنے کی طرف سے رائے سنگھ کی طرف جائے گا' میں درمیان م
رہوں گا سامنے کی طرف سے میں رائے سنگھ پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کروں گا میرے حملہ
آور ہونے کے ساتھ ہی تم دونوں مجھ سے علیحدہ ہونا اور دائیں بائیں سے ہوتے ہو
ٹیلوں کے گرد چکر کاٹ کر رائے سنگھ کے لشکر پر دائیں بائیں سے خوفناک حملے کرنا اس طر
اگر ہم رائے سنگھ کے لشکر کر کچل دیں تو آنے والے دور میں کبھی میرے خیال میں رائے سنگھ
ہمارے خلاف سر اٹھانے کی جرات اور جسارت نہ ہو سکے گی۔

امیر خان اور رومی خان دونوں نے تاج الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر لشکر آ
بڑھا اور جس طرح معاملہ طے پایا تھا اس کے مطابق سامنے کی طرف سے تاج الدین را
سنگھ کے لشکر پر زخم خوردہ نفرت کی آگ ہر انتظام و انضباط ہر اہتمام و انصرام کو تباہ و برباد
دینے والے زیست کے بدترین حروف کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس حملے کے ساتھ ہی دائیں جانب سے ٹیلے کے گرد چکر کاٹتے ہوئے رومی خا
رائے سنگھ کے لشکر کے پہلو پر لہو کی حدت میں غموں کی شدت پیدا کر دینے والے دکھوں

ے بگولوں کی طرح پھوٹ پڑا تھا۔ جبکہ اسی کے سے انداز میں بائیں جانب سے ٹیلے
ر دلگوا کاٹتے ہوئے امیر خان رائے سنگھ کے لشکر کے پہلو پر مقصدیت کی کرچیاں اور
وں کی ڈور کو لخت لخت کر دینے والی فضا کی نا آشنا سزاؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا
ں کے اندر تاج الدین رومی خان اور امیر خان نے رائے سنگھ کے لشکر کو پیچ در پیچ عذابوں
بار گراں اور سلسلہ قہر و جفا کی طرح پیپنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ان ٹیلوں کے اندر
راجہ رائے سنگھ کو بدترین شکست ہوئی اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ کاٹ دیا گیا اور رائے
اپنے چند دستوں کے ساتھ اپنی جان بچانے کے لیے اپنی پناہ گاہوں کی طرف بھاگ
۔ وہ مسلمانوں کے لیے یقیناً ضرر رساں نہ رہا تھا۔

☆

نجیب الدین، کلثوم اور مارتھا ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ اس کمرے
سکراتے ہوئے تاج الدین کی بہن اریبہ داخل ہوئی تھی اسے دیکھتے ہی مارتھا اور کلثوم
ں پر جوش انداز میں اٹھیں اسے گلے لگا کر اپنے قریب بٹھایا پھر مارتھا نے اسے مخاطب
۔

''کیا تم اکیلی آئی ہو؟''

اریبہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

''نہیں میں اکیلی نہیں آئی میرے ساتھ بھائی آئے تھے۔ وہ اپنی بھٹی کی طرف چلے
ہیں مجھے حویلی کے دروازے تک چھوڑ گئے ہیں'' مارتھا جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ
لراتے ہوئے نجیب الدین بول پڑا۔

''اریبہ! میری بیٹی! تم ہوا کی طرح گھر میں داخل ہوئی ہو تمہارے آنے کی کسی کو خبر
نہیں ہوئی۔ اس وقت پتہ چلا جب تم کمرے میں داخل ہوئی ہو۔''

نجیب الدین کی اس گفتگو کا جواب اریبہ دینا ہی چاہتی تھی کہ گھر کے صحن میں کھنکھارا' نجیب الدین اور اس کے پیچھے پیچھے مارتھا' اریبہ اور کلثوم جب اس کمرے دروازے پر آئے تو انہوں نے دیکھا صحن میں حیدر خان تھا اور اس کے ساتھ کوئی اجنبی اجنبی کو دیکھتے ہی نجیب الدین کو مخاطب کر کے مارتھا کہنے لگی۔

''یہ بھائی حیدر خان کے ساتھ میرا چچا نائیکولو کہاں سے آ گیا۔''

پھر وہ آگے بڑھی حیدر خان اور اپنے چچا دونوں کو سلام کیا۔ نجیب الدین بھی سے ملا پھر اس نے دونوں کو کمرے میں لا کر بٹھایا اس موقع پر مارتھا کو مخاطب کرتے اس کا چچا نائیکولو کہنے لگا۔

''مارتھا! محترم حیدر خان مجھے تمہارے پورے حالات تفصیل کے ساتھ بتا چکے مجھے تمہارے باپ اور اپنے بھائی کے مرنے کا بے حد صدمہ ہے۔ مجھے خبر ہی نہ ہوئی حادثہ پیش آ چکا ہے۔ میں تو یونہی احمد آباد کی طرف اپنے تجارتی مال کے لین دین کے میں آیا تو حیدر خان سے ملاقات ہوئی اور اصل حالات کا پتہ چلا۔ بیٹی! میرے کچھ ساتھی شہر سے باہر انتظار کر رہے ہیں۔ میں اپنے گھوڑے کو بھی اس حویلی کے باہر ہی باندھ ہوں۔ تم جلدی جلدی تیار ہو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں میں ان محترم الدین کا بھی بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے تمہیں اپنے ہاں پناہ دی۔ کاش تاج ال اس وقت یہاں ہوتا تو میں اس کا بھی شکریہ ادا کرتا کہ وہ تمہیں ایک جہنم سے نکال کر میں لایا۔''

مارتھا اپنی جگہ پر بیٹھی رہی اٹھی نہیں۔ نائیکولو نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''بیٹی! میرے پاس وقت نہیں میں فوراً یہاں سے کوچ کرنا چاہتا ہوں۔ اپنی مج میں حیدر خان سے بتا چکا ہوں جلدی اٹھو تیار ہو جاؤ''

مارتھا چونکی' اپنے سرخ ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اپنے چچا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں کہیں نہیں جاؤں گی۔۔۔یہیں رہوں گی''

نائیکولو چونکا' کہنے لگا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تمہارا وہاں جانا ضروری ہے۔ وہاں تمہارے باپ کا اثاثہ ہے اور پھر میں وہاں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے بیٹے سے بیاہ کر اپنے گھر والا بنانا چاہتا ہوں جہاں تم زندگی کے دن خوش وخرم گذارو۔ بیٹے یہاں تم زیادہ عرصہ اجنبیوں کی طرح نہیں رہ سکتی۔ جلدی اٹھو اور فوراً تیار ہو جاؤ۔''

مارتھا اپنی جگہ پر بیٹھی رہی اور اس بار بڑی سنجیدگی میں اس نے اپنے چچا نائیکولو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میں یہاں سے نہیں جاؤں گی جہاں میں رہ رہی ہوں نہ میں ان کے لیے اجنبی ہوں نہ یہ میرے لیے نا آشنا' آپ یوں سمجھیں کہ میں ایسے لوگوں میں رہ رہی ہوں جو سنگ ظالم اور سر مظلوم میں تمیز کرنے والے ہیں۔ جو بے رحم اور زر اندوز وقت کے غلام نہیں ہیں۔ جو یاس وافلاس میں مجھے بے چین نہیں ہونے دیں گے۔ جو ظلم کی تیغ کو انصاف کی آگ میں صیقل کرنے کا ہنر بھی جانتے ہیں یہاں ان کے پاس رہتے ہوئے مجھے حوادث کی بھٹیوں اور وقت کی گردشوں کا کوئی اندیشہ اور خوف نہیں ہے یہی لوگ اب میرے لیے ستم گری کی ہواؤں میں محبتوں کا اثاثہ ہیں میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ جہاں میں رہ رہی ہوں یہ لوگ میرے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کو سسکتی تنہائیوں میں ن ڈوبنے دیں گے میری ذات کے عناصر کو ریت کی طرح بکھرنے نہ دیں گے۔''

نائیکولو' مارتھا کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پھر بول پڑا۔

''میری بیٹی! یہ میرے ایک سوال کا جواب ہے پر تم زیادہ عرصہ اجنبیوں میں نہیں رہ سکو گی- تم نے کہہ دیا ہے کہ تم ان کے لیے اجنبی ہو نہ یہ تمہارے لیے نا آشنا' چلو میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں مگر میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں- تمہیں تمہارا گھر والی بنانا چاہتا ہوں اور یہ کام یہاں رہ کر نہیں ہو سکتا-''

مارتھا نے کچھ سوچا پھر بڑی گہری آواز میں کہنے لگی-

''آپ کے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ میں آپ کے بیٹے سے شادی نہیں کروں گی- میں یہاں رہتے ہوئے بھی اپنے گھر والی ہو سکتی ہوں جس شخص سے میں نے شادی کرنی ہے اس کا میں انتخاب کر چکی ہوں اور وہ یہیں ہے- اب وہی میرے دل کے معصوم رشتے کی تعبیر ہے اور وہی میری ذات کے بھونچال کو بے مثال توازن عطا کر سکتا ہے-''

لمحہ بھر کے لیے نائیکولو پریشان اور فکر مند سا ہو گیا تھا لیکن جلدی ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر مارتھا کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''بیٹی! اگر تم ان لوگوں میں خوش و خرم ہو اور یہیں کسی سے شادی کرنے کا فیصلہ کر چکی ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ تم میرے ساتھ چلو یہیں رہو پر وہاں جو تمہارے باپ کا اثاثہ ہے اس کا کیا بنے گا-''

''مجھے اپنے باپ کے اثاثے میں سے کچھ نہیں چاہئے- میرا باپ ہی مارا جا چکا ہے تو میں نے اثاثہ لے کے کیا کرنا ہے- میں یہاں خوش ہوں وہاں جو میرے باپ کا اثاثہ ہے وہ میں نے آپ کو سونپا-''

نائیکولو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا نقدی کی ایک تھیلی اس نے مارتھا کی گود میں رکھی اور کہنے لگا-

''بیٹی! یہ میری طرف سے رکھو تمہارے کام آئے گی-''

''مارتھا نے فوراً نقدی کی وہ تھیلی اٹھا کر اپنے چچا کی کمر میں باندھ دی کہنے لگی-

''آپ بے فکر رہیں یہاں رہتے ہوئے مجھے نقدی کی ضرورت نہیں ہے میرے پاس سب کچھ ہے- یہی نقدی آپ اپنے پاس رکھیں یوں جانیں میں نے یہاں اپنی ساری زندگی بسر کرنے کا سلیقہ جان لیا ہے-''

ایک استفساریہ سی نگاہ نائیکولو نے حیدر خان پر ڈالی پھر مارتھا کو گلے لگا کر اس کا سر چوما- نجیب الدین سے مصافحہ کیا پھر کہنے لگا-

''بیٹی! کاش میں یہاں رک سکتا- میرے ساتھی میرے منتظر ہیں لہٰذا میں یہاں سے جاتا ہوں-'' اس کے ساتھ ہی نائیکولو' حیدر خان کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا-

نجیب الدین بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر کلثوم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''کلثوم میری بیٹی! میرا بھٹی پر تھوڑا سا کام ہے وہ نمٹا لوں تم اور مارتھا باتیں کرو- اور یہ بیٹی کھانا کھا کر جائے گی-''

اس پر مسکراتے ہوئے کلثوم کہنے لگی-

''اور یہ جائے گی نہیں یہیں رہے گی میں نے ہی اسے بلایا تھا-''

نجیب الدین مسکرا دیا-

یہ تو بہت ہی اچھا ہے بیٹے ہمارے پاس رونق رہے گی اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ تاج الدین کی بہن ہمارے ہاں قیام کرے-'' اس کے ساتھ ہی نجیب الدین اس کمرے سے نکل کر بھٹی کی طرف چلا گیا تھا- اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد تک خاموشی رہی پھر تیز نگاہوں سے مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کلثوم نے پوچھ لیا-

''مارتھا! میری بہن تم عمر میں مجھ سے چھوٹی ہو گی بلکہ یہ یقینی امر ہے کہ تم سے میں بڑی ہوا؟ تم [illegible] ے بات پوچھتی ہوں اس کی وضاحت کرتے ہوئے جھوٹ مت کہنا- اپنے

چچا سے گفتگو کرتے ہوئے تم نے انکشاف کیا تھا کہ تم اس کے ساتھ نہیں جاؤ گی۔ اس کے بیٹے سے شادی بھی نہیں کرو گی۔ اپنے باپ کی میراث بھی اس سے حاصل نہیں کرو گی۔ اس لیے کہ یہاں تم نے کسی کو چاہ لیا ہے اور جسے تم نے چاہا ہے اس کے متعلق تم نے کہا تھا کہ ا وہی تمہارے دل کے رشتوں کی تفسیر ہے۔ ایک بہن کی حیثیت سے کیا میں پوچھ سکتی ہوں کون ہے؟ جسے تم نے اپنی چاہت اور محبت کا مرکز بنایا ہے اور جسے تم جیسی لڑکی محبت کرنے اعزاز بخش رہی ہے۔

مارتھا! تم جیسی خوب صورت اور حسین لڑکی تو کسی نوجوان کو ایک بار آنکھ بھر کے د لے تو وہ پتھر سے پارہ ہو کے رہ جائے۔ بولو میری بہن وہ کون ہے۔ جسے تم نے اپنی محبت مرکز بنالیا ہے اور یہ بات کیا تم نے اپنے چچا کو ٹالنے کے لیے کہی ہے یا یہ ایک حقیقت ا سچائی ہے۔''

مارتھا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''میری اچھی بہن یہ واقعی ایک حقیقت اور سچائی ہے جسے میں نے چاہا ہے وہ ا میرے آنچل کی خواہش میرے دامن کا ارمان میری بھٹکتی روح کی منزل ہے۔ ایک عر سے میرے خوابوں کی متلاشی آنکھیں میرے تبسم کے متلاشی ہونٹ کسی کو ڈھونڈتے تھے۔ ک کی جستجو کرتے تھے اور جس کی جستجو تھی اسے میں نے پالیا ہے۔

جسے میں نے اپنی محبت کا مرکز پایا ہے۔ اس سے ملاقات سے پہلے میں پیاسے آبل مسافر جیسی تھی۔ ٹھکرائی ہوئی ایک لڑکی تھی۔ زیست کے سنسان راستوں پر اب وہ میر لیے ستاروں کا حسین آنچل اور خواہشوں کے زندان میں ایک ابدی سعادت ہے۔

کلثوم میری بہن! میں اس سے ملنے سے پہلے ایک بے نام پتھر تھی۔ سرد آہ، س خواب تھی۔ اس نے مجھے شوق کے پروں پر اٹھا کر مہتابوں کے عکس اور محبت کے پھیلے دائرہ

کھڑا کیا۔ اب وہ میرے پیاسے نینوں کی سیرابی میرے شباب کا روپ سروپ میرے کا رس میرے گالوں کی لالی، میرے جذبات کا عہد زریں، میرے احساسات کی قوس میری چاہت کی پوشاک اور میرے خوابوں کا ریشم ہے۔''

جب تک مارتھا بولتی رہی کلثوم اور اریبہ دونوں مسکراتی رہیں جب وہ خاموش ہوئی تب نے بڑی جستجو سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''جسے تم نے چاہا ہے۔ اس کے لیے تم نے ایسے خوب صورت الفاظ استعمال کئے ہیں ں چاہتا ہے تمہارا منہ چوم لوں پر یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں وہ ہے کون''

مارتھا مسکرائی اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''وہ ایسا نوجوان ہے جو تاریخ کے بکھرے اوراق میں پتھروں کو نطق کا جمال اور شب ں کو بے کنار روشنی عطا کر دے۔ اپنی علو بختی سے آدمیت کی تعمیر کر دے۔ جہل کی ں میں شعور کا نقیب خرد کا امین بن جائے۔ اب وہی میری ذات کی آرائش وہی میری ں کا نشان ہے۔''

کلثوم نے جھنجھلاتے ہوئے پھر پوچھ لیا۔

''میں نے تم سے یہ پوچھا ہے کہ تمہاری ذات کی آرائش، تمہاری عظمتوں کا نشان، جو ے لیے چاہتوں کی پوشاک اور خوابوں کا ریشم ہے وہ ہے کون، اس کا نام کیا ہے؟ کوئی نہیں ہے۔ کوئی اجنبی مسافر تو نہیں ہے اس کا کوئی نام کوئی اتہ پتہ تو ہوگا۔ بس اس کا نام

مارتھا مسکراتے ہوئے شرما سی گئی۔ گردن اس نے جھکالی منہ سے کچھ نہ بولی کلثوم ا دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی اریبہ کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر ئی تھیں پھر فیصلہ کن انداز میں کلثوم بول پڑی۔

"تم بولو نہ بولو۔ بتاؤ نہ بتاؤ مگر میں جان چکی ہوں وہ کون ہے جس کو تم نے چاہا ہے کون ہے جسے تم نے اپنی ذات کی پوشاک بنالیا ہے۔"

مارتھا نے چونکتے ہوئے کلثوم کی طرف دیکھا پھر سوالیہ انداز میں پوچھ لیا۔

"کون ہے وہ؟"

کلثوم نے پہلے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر مارتھا کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرا انداز غلط نہیں ہوسکتا جس کو تم نے اپنی محبت کا مرکز بنالیا ہے وہ میرا اور ار بھائی تاج الدین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔"

مارتھا کو کلثوم نے علیحدہ کیا اور پوچھنے لگی۔

"کیا میرا اندازہ غلط ہے۔؟"

مارتھا نے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔ پھر کہنے لگی "تمہارا اندازہ در ہے۔ اب میری منزل صرف تاج الدین ہی ہے۔"

مارتھا کے منہ سے یہ الفاظ سن کر اریبہ اور کلثوم دونوں ایک ساتھ اس سے لپٹ گئی تھیں مارتھا کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اریبہ کلثوم سے بھی کہیں زیادہ اسے چومنے لگی تھی پھر ا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"مارتھا میری بہن! تم نے ایسا فیصلہ کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے تاج الدین میرا بھائی ہے کہ وہ یقیناً تمہارے لیے چاہت کی چھتنار چھاؤں، محبت کا نرم اجالا ثابت ہو انتہائی مخلص اور وفاداری کا مظاہرہ کرنے والا ہے اور اجنبیت کے تیز دھاروں اور م راہوں کی تیرگی میں وہ تمہیں تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑے گا مجھے امید ہے کہ جہاں میرا تمہارے لیے کرن کرن کو امیدوں کے پھولوں میں تبدیل کرے گا۔ وہاں تم بھی اپنی چا سے ان کی راہ کے کانٹوں کو گلابوں میں تبدیل کرتی چلی جاؤ گی۔ میری بہن! جہاں میں

مت ہوں کہ میرے بھائی کو تم جیسی محبت کرنے والی لڑکی مل رہی ہے میں یہ بھی یقین تی ہوں کہ بھائی بے دھڑک للکار کی طرح تمہارا پاسبان اور مہیب طوفانوں کے شور سا بار امحافظ ثابت ہوگا۔"

اریبہ کے ان الفاظ پر مارتھا مسکراتی رہی جب وہ خاموش ہوئی تب مارتھا اٹھ کھڑی ئی کہنے لگی۔

"باتیں بعد میں ہو جائیں گی۔ اٹھو پہلے کھانا تیار کریں۔"

اس کے ساتھ ہی کلثوم اور اریبہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں کلثوم کو اس موقع پر نجانے کیا آیا دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تم دونوں مطبخ کی طرف چلو میں ابھی آئی۔" اس کے ساتھ ہی وہ بھاگتی ہوئی اس مت گئی جہاں اس کا باپ نجیب الدین بیٹھ کر آہن گری کا کام کرتا تھا۔

مارتھا اور اریبہ دونوں مطبخ میں داخل ہوئیں دونوں کھانا تیار کرنے لگی تھیں، تھوڑی دیر ند مطبخ میں کلثوم جب داخل ہوئی تو اس کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مارتھا نے چھ لیا۔

"تم نے اتنی دیر وہاں لگا دی۔"

کلثوم نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگی۔

"تھوڑی دیر پہلے جو ہم دونوں کے درمیان گفتگو ہوئی تھی وہ میں نے ابا سے کہہ دی"

مارتھا کے ہاتھ کام کرتے کرتے رک گئے۔ کہنے لگی۔

"کیا تم نے عم کو یہ بھی بتا دیا کہ میں تاج الدین سے محبت کرتی ہوں ان کو پسند کرتی ہوں۔"

"ہاں کہہ دیا ہے۔" کلثوم نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

''پھران کا کیا ردعمل تھا؟'' مارتھا نے جستجو کے انداز میں پوچھا-

''ردعمل کیا ہونا ہے وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے- کہہ رہے تھے کہ یہ تو بہت اچ
ہے کہ مارتھا بیٹی تاج الدین کو پسند کرنے لگی ہے-'' کلثوم نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے
اس پر مارتھا اور اریبہ دونوں مطمئن ہوگئی تھیں- پھر تینوں مل کر مطبخ کے کام میں مصروف ہو
تھیں-

اسی روز کھانے کے بعد نجیب الدین‘ مارتھا‘ کلثوم اور اریبہ جب اکٹھے ایک کمرے میں ہوئے تھے تب مارتھا نے نجیب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''بابا! اس روز جو آپ نے ہمیں ہندوؤں کے متعلق تفصیل بتائی تھی- میں چاہتی ہوں اس کو آگے بڑھایا جائے-'' اس پر نجیب الدین نے غور سے مارتھا کی طرف دیکھا پھر لیا-

''آج تم کیا جاننا چاہتی ہو بیٹی!''

مارتھا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی-

''بابا پہلے آپ مجھے ان کے دیوی دیوتاؤں کا بتائیں کہ انہوں نے کیوں دیوی
ؤں کی پرستش شروع کی اور یہ دیوی دیوتا کہاں سے لے کر آئے؟''

نجیب الدین نے کچھ سوچا اور کہنے لگا-

''اچھا میری بیٹی! میں تمہیں اس کی تفصیل سناتا ہوں سنو!

جس وقت آریاؤں نے بابل سے مشرق کی طرف ہجرت کا سلسلہ شروع کیا اس وقت
یک خدا کے ماننے والے ضرور تھے- بیٹی میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ آریہ کے معنی نیک
یف‘ برادری والے کے ہیں- یہ دراصل کسی نسل کا نام نہیں ہے- ان لوگوں کے لیے
مال ہوا جو مغرب سے اٹھ کر ہندوستان میں آ کر آباد ہوگئے- کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال

ہے کہ آریا بابل سے اٹھ کر ان سرزمینوں کی طرف نہیں آئے بلکہ آریا نسل کا گہوارہ در
ڈینیوب کی وادی تھی جہاں سے ان کے قبیلے ادھر ادھر جاتے رہے وہ قبیلے جو ہندوستا
دانیال سے گزر کر ایشیائے کوچک اور شمالی ایران ہوتے ہوئے ادھر آئے انہوں نے
ایران میں ایک عظیم سلطنت قائم کی پھر وہ شمالی ہندوستان میں آباد ہونے لگے تھے۔ ز
مذہب کی مقدس کتاب ''ژند آوستا'' اور ہندوؤں کی کتاب ''رگ وید'' کی زبان میں ا
فرق ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ آریاؤں کے ہندوستان آنے اور رگ وید کے مرتب ہونے
درمیان بہت لمبا عرصہ نہ گزرا ہوگا۔

ہندوؤں کے دیوتاؤں سے متعلق تفصیل سے پہلے میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ یورپ
لے کر ہندوستان تک جو زبانیں بولی جاتی ہیں یا پہلے کبھی بولی جاتی تھیں ان میں سے ک
یونانی، لاطینی، جرمن، قدیم ایرانی فارسی، سنسکرت وغیرہ سب ایک نسل سے ہیں اور اس ن
زبان کا نام ہندی یورپی یا ہند جرمانی رکھا گیا تھا۔ آریا جب تک اپنے وطن میں تھے تب
وہ یہی زبانیں بولتے ہوں گے۔ جب ان کے قبیلے وطن چھوڑ کر ادھر ادھر گئے تو ان کی ز
میں بہت سے غیر زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہو گئے۔

آریاؤں کے جو قبیلے ہندوستان میں آباد ہوئے ان کی زبان بھی اسی طرح بدلتی،
ان کا ذخیرہ بھی آہستہ آہستہ بڑھتا رہا جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ان سرزمینوں کی ط
آنے سے پہلے چند ایک دیوتاؤں کے علاوہ آریاؤں کے ہاں خدائے واحد کو ماننے کا
بھی تھا۔ جسے وہ پرماتما' کہہ کر پکارتے تھے۔ یعنی سب کا بنانے والا اسے آریاؤں نے ا
بھی کہا۔ جس کے معنی ہیں بڑی طاقت والا۔

ہندوؤں کی مقدس کتاب میں خدائے واحد سے متعلق کچھ یوں لکھا ہے۔
ابتدا میں ہستی تھی نہ نیستی نہ علت مادی یعنی آگ پانی خاک و باد وغیرہ نہ آ ... تھا

ی کا احاطہ کرتا تھا کون کس کی...... لیتا تھا۔ یہ...... پانی میں اس وقت نہ موت تھی نہ بقا
تھی نہ دن صرف ایک نفس اپنی قدرت کے ساتھ موجود تھا اور تاریکی چھائی ہوتی تھی
موجودات اس وقت بے نام ونشان تھے۔
یہی ساری خلقت کا اولین سبب ہے۔ اس نے دنیا کو بنایا وہ آسمان اعلیٰ پر رہ کر دنیا پر
کرتا ہے۔

بٹی! جس قوم کو خدا پرستی سکھائی جاتی ہے۔ وہ باطل پرستی اور اوہام پرستی انسان پرستی'
پرستی میں گرفتار نہیں ہوتی مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کے برہمنوں نے اپنی مقدس
ویدوں کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنے اور خدا پرستی سے دور رکھنے کی کوشش کی اور وہ
ش میں کامیاب رہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ معاشرے میں برہمنوں کی بالادستی قائم
رعوام کے دلوں میں خدا کی جگہ ان کا خوف بیٹھ جائے اور وہ محسوس کریں کہ برہمن
ہے کہ کس خدا کو کب پوجنا ہے اور کون سا خدا کس بات سے خوش ہوتا ہے۔ اس لیے خدا
رکھنے سے پہلے برہمنوں کو خوش رکھنے کی ضرورت مقدم ہوگئی۔

س بے راہ روی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک خدا کو چھوڑ کر آریا انسانوں کے علاوہ عنصری
یعنی آگ پانی ہوا اور صوابت وسیارگان کی پرستش کرنے لگے۔ ان کے سامنے خدا کی
ہوگئی تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ یہی ان کا مقصد تھا۔ اب اگر ہندو اپنی مقدس کتابوں
کو ڈھونڈ کر بھی تلاش نہ کر سکیں تو ان کی خطا نہیں جو وہ گمراہی کے گڑھے میں پڑ کر بت
مبتلا ہیں۔

یدوں کے بنانے والے برہمن جانتے تھے کہ ان کی برتری وہی قومیں تسلیم کریں گی
پرستی سے دور ہوں گی اور مادی قوتوں کو پوجنے والے ہی اپنے سے زیادہ عقلمند اور
فراد کو بھی پوج سکتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سارے ہندوستان میں ہمالیہ سے لے کر

راس کماری تک آپ کو ایک مندر دیول یا چبوترہ ایسا نہ ملے گا جہاں ایشور جی یعنی خد
کی جاتی ہو لیکن رام، لکشمن، سیتا، کرشنا پاربتی، لکشمی، ہنومان اور گنیش جی یا کالی مائی.
ہر گاؤں، ہر قصبے ہر شہر میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں جن میں انسانوں اور حیـ
پوجنے کے طریقے بڑے بڑے برہمن پجاری سکھاتے رہتے ہیں اور روپیہ کماتے ہیں

یہاں تک کہنے کے بعد نجیب الدین رکا پھر وہ کہتا چلا گیا-

''میری بیٹی! ہندوؤں کے ہاں اب دیوتا تین قسم کے ہیں-ایک اجرامی دیوتا عنصری دیوتا' تیسرے انسانی خدا' پہلے اجرامی دیوتاؤں کی طرف آتے ہیں-

ان میں سب سے زیادہ اہمیت سورج دیوتا یا آفتاب خدا کو ہے-

ہندوستان کے آریاؤں کے علاوہ یونانی آریا بھی سورج کو دیوتا سمجھتے تھے-اس انسانی بناتے تھے اور اس کی داڑھی مونچھ بھی رکھتے تھے اور یہ بھول گئے تھے کہ دیوتا ک مونچھیں سورج کی تمازت سے جلتی کیوں نہ تھیں لیکن شاید ان کا خیال تھا کہ خدا ک مونچھیں جل جاتیں تو وہ خدا کب ہوسکتا ہے-

سورج کی دنیا کی تمام قومیں خواہ وہ آریائی نسل سے ہوں یا سامی نسل سے اپنا خدا سمجھ کر پوجتی رہیں-انہوں نے سورج کی منقبت میں گیت لکھے ہیں-بھجن گا سلام پڑھے ہیں-اس کی خدمت میں قربانیاں پیش کی ہیں اور اس کے نام کی قسمیں ہیں-

سورج کی پرستش کا رواج بابل اور نینوا کی سرزمین سے شروع ہوا اور اکناف پھیلتا چلا گیا-اسی لیے اس علاقے کو تہذیب کا گہوارہ کہا جاتا ہے اور قرائن سے ثابـ مذہب اور تہذیب کے اولین معمار اسی سرزمین نے پیدا کیے جہاں حضرت نو سیلاب کے بعد آ کر آباد ہوئی اور حضرت ابراہیم نے بھی یہیں آنکھیں کھولیں-

بابل اور نینوا کے کاہنوں نے سورج دیوتا کو بعل کا نام دیا تھا-بعل کے معنی ان کی قدیم بان میں دل کے تھے-سورج کو کائنات کا دل اس لیے کہا گیا کہ ہمارے نظام شمسی میں تمام یارے جن میں زمین بھی شامل ہے-سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور یہ بات ان لوگوں کو آج سے پانچ ہزار سال پہلے معلوم ہو چکی تھی-

مصر کے سامری بھی سورج کو پوجتے تھے مگر انہوں نے اس کا نام ''رع'' دیوتا رکھا تھا-ممکن ہے رع دراصل ...... سے بنا ہے...... کے معنی ان کی زبان میں آگ کے ہیں-لفظ آریا شاید اسی ''ار'' سے بنا ہے-جس سے مراد آگ کو پوجنے والے ہیں-چنانچہ آریا جہاں بھی ہیں وہ اجرام فلکی کے علوم سے واقف ہیں اور سورج کی اہمیت کو جانتے ہیں-ایرانی سورج کو متھرا اور مہر کہتے ہیں اور اپنے بادشاہ کو آریا مہر کے نام سے یاد کرتے ہیں-

دریائے فرات کے کنارے بسنے والے سورج کی پرستش کی وجہ سے آشور مشہور ہوئے...... زبان میں آشور سورج کو کہتے ہیں-

اہل فونیقہ بھی سورج کو پوجتے تھے اور اس کو بعل دیوتا سمجھتے تھے-ان کا اعتقاد تھا کہ سال میں ایک بار شیطان بعل دیوتا کو مار ڈالتا ہے-اس دن عوام سوگ مناتے تھے جلوس نکالتے تھے-عورتیں اور لڑکیاں اپنے بال کھول کر روتی سڑکوں پر نکل پڑتی تھیں اور ماتم کرتی تھیں-چھاتیاں کوٹتی تھیں بلکہ ناخنوں سے اپنے چہروں کو زخمی کر کے لہولہان ہو جاتی تھیں-یہ سوگ دس دن تک منایا جاتا تھا-اور پجاری جس دن اعلان کرتے خداوند بعل پیدا ہو چکا ہے اس دن سارے ملک میں خوشی منائی جاتی اور لوگ گاتے بجاتے نکلتے اور مندروں میں نیازیں پیش کرتے تھے-

آریاؤں کی آمد سے پہلے ہندوستان کے قدیم باشندے جنہیں آریاؤں نے داس اور غلام بنالیا تھا-وہ بھی سورج کے پرستار تھے اور اب بھی وہ سورج کو پوجتے ہیں اور اس کو

اپنا بڑا دیوتا کہتے ہیں۔

ایران میں بھی سورج کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ایران کے قومی نشان میں شیر کی پر سورج کو چمکتا دکھایا جاتا ہے۔ اہل ایران زرتشت سے کئی ہزار سال پہلے سے مہر اور کے نام سے سورج کو پوجتے رہے ہیں۔ آفتاب ان کے ہفت قبائل کا قدیم معبود تھا۔ زرا نے جب اپنا نیا مذہب پیش کیا تو آفتاب کو خدائی سے معزول کر دیا اور آگ کو اپنے خدا آہورہ مزدا کا فرزند بنا کر پوجنے کی رسم نکالی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت بھی ویدوں کے خوشہ چیں تھے۔

زرتشت کی مذہبی کتاب ''آوستا'' کا مطالعہ کریں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ زرتشتی مذہب اور اس مذہب کے خدا ویدوں کے دیوتاؤں کی ہی نقل اور چربہ ہیں۔ اس میں صرف زبان کا فرق ہے اور دونوں کے اعمال عقائد اور عبادات بالکل یکساں درج ہیں۔ اگنی مہا یعنی آگ جلا کر اس میں خوشبوئیں ڈالنا اور جلانا اور پھر اس کی راکھ کو منہ پر ملنا جسے ارمغان بھبھوت کہتے ہیں خالص ویدوں کا طریقہ تھا اور پارسیوں کی کتاب آوستا نے اسی کو قبول کر اور راکھ کو ارمغان کا نام دے دیا یعنی پجاریوں کی آگ یا راکھ تاہم دیگر رسومات میں تو تھو بہت فرق پیدا کر لیا۔

ہندوؤں اور پارسیوں میں بس فرق یہ ہے کہ ویدوں کے مطابق ہندو مردوں کو جلا اور ان کی راکھ دریا میں بہانے کا حکم دیتے ہیں جبکہ آتش پرستوں کی کتاب آوستا میں مرد کو کسی میدان یا پہاڑ پر لٹا کر چیل کوؤں بجوؤں کو اس کا گوشت کھلا دینا ثواب بتلایا ہے ج کے بعد ہڈیاں کسی تاریک غار یا کنوئیں میں پھینک دی جاتی ہیں۔

اس میں ان کی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ حضرت نوح نے اپنی قوم کو بتلایا تھا کہ انسان سے پیدا ہوا ہے۔ مٹی میں مل جائے گا اور ایک دن مٹی ہی سے اٹھایا جائے گا اور اس دن ا

ا اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا مگر یہ بات ان کی قوم نے تسلیم نہ کی اور فیصلہ کر لیا کہ وں کا گوشت پوست تباہ کر دیا جائے اور ہڈیاں بھی باقی نہ رکھی جائیں تا کہ نہ رہے بانس بجے بانسری۔ یعنی گوشت پوست جب مٹی میں نہ ملے گا تو خدا اس کے ذرات کو پرندوں بیٹ جانوروں کے فضلے میں کہاں تلاش کرتا پھرے گا یا راکھ جو دریا میں بہا دی گئی کہاں پھرے گا۔

یہ ضد اور ہٹ دھرمی بھی انسان سے کیا کیا نافرمانیاں کروالیتی ہے بے چارے یہ سمجھنے قاصر ہیں کہ دوبارہ پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو دو من گوشت اور من بھر ہڈیاں درکار وں گی۔ جس طرح وہ پہلے ایک قطرہ حقیر سے وجود میں لے آیا تھا دوبارہ بھی اسی طرح ذرے یا قطرے سے پیدا ہو سکتا ہے مگر انسان جب تک اپنے بزرگوں کو خدا کی قربت نے اور ان سے سفارش کرانے اور مقرب بارگاہ الٰہی بنوانے اور خدا کے وصال سے نار کرنے کے چکر میں ہے یہ سب کچھ ہوتا رہے گا کوئی اپنے مردے مٹی میں توپ کر خدا قرب کرتا ہے تو کوئی اسے جلا کر خدا سے ملا دیتا ہے اور کوئی پرندوں درندوں کو کھلا کر سمجھتا کہ وہ خدا کے پاس چلا گیا ہے۔

مارتھا میری بیٹی دوسرا بڑا اجرامی دیوتا چندرما دیوتا ہے۔ اس کو چاند دیوتا بھی کہتے ہیں سوم دیوتا بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے اور اسی سے سوموار کا دن رکھا گیا۔ سنسکرت میں چونکہ ند کو سوم کہتے ہیں اس لیے چاند دیوتا کو سوم دیوتا بھی کہہ کر پکارا گیا۔ سوم ایک بوٹی کا بھی ہے جس کا رس متبرک سمجھا جاتا ہے اس کو آریا بڑے شوق سے پیتے تھے۔ ایران میں اس ٹی کا نام ہوم یا ہوما تھا اور وہاں بھی یہ برہمنوں کی طرح ایران کے زرتشتیوں میں اجزائے بادت میں استعمال ہوتی تھی۔ ایرانیوں کا عقیدہ تھا کہ اس کو چاند کی ٹھنڈی کرنیں پیدا کرتی ر [illegible] بھ [illegible] ندو بڑے شوق سے تہواروں میں استعمال کرتے ہیں ہمارے [illegible] لی ماہیت

حشیش یا بھنگ کہلاتی ہے۔

اب میں ہندوؤں کے عنصری دیوتاؤں کی طرف آتا ہوں۔سب سے پہلے آ گ پوجا جاتا ہے چونکہ وہ آگ کو مشکل سے حاصل کرتے تھے پتھروں کو رگڑ کر پیدا کرتے تھ اس سے بھبھوت رکھتے تھے اس لیے اسے بھی پوجنے لگ گئے۔آگ کی پرستش آج بھ رہی ہے۔ہندو اگر روزانہ نہیں تو سال میں ایک بار دیوالی کے دن چراغاں کر کے اور آ گ کر اپنے اجداد کی رسم پوری کرتے ہیں اور یہ اگنی دیوتا یعنی آگ کے دیوتا کی رسوم ک ہیں۔

اگنی دیوتا کے بعد ہندوؤں کی مذہبی کتابوں ویدوں نے درون دیوتا یعنی پانی کے کو اہمیت دی ہے۔پانی کے دیوتا کو درون دیوتا کہہ کر پکارا جاتا ہے اور اس دیوتا کو آ گ سورج پر فضیلت دی جاتی ہے۔اسے زمین کا فرزند بتایا جاتا ہے۔اسی فضیلت کی وجہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں گنگا جمنا سرسوتی نربدا، جہلم بیاس راوی چناب وغیرہ کی منق درج ہے۔چنانچہ ان دریاؤں کی پوجا کی جاتی ہے اور ان میں اشنان کیا جاتا ہے تا کہ گناہ جائیں۔

پانی کی پوجا بھی ایک مذہبی فریضہ ہے ان کے علاوہ مصر کے قبطی بھی دریائے نیا بہت محترم جانتے تھے۔پارسی دریائے فرات اور دریائے اروند کو محترم سمجھتے تھے ان کے پانی کے احترام کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے مردے کو پانی سے نہیں نہلاتے تھے کیونکہ ان کے عـ میں پانی پاک اور مردہ ناپاک تھا وہ ناپاک مردہ کو پاک پانی سے آلودہ کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ کوئی مردے کو پانی سے نہلاتا تو اس کو دو سو درے مارے جاتے تھے۔اسی وجہ سے آج ... اپنے مردے کو گائے کے پیشاب سے پاک کرتے ہیں یعنی گائے کے پیشاب میں سے بید ے کے جسم پر پھیرتے ہیں اور اسی سے جسم کو پونچھ دیتے ہیں یہی حال ان

طہارت کا بھی ہے۔مگر ہندو اس معاملے میں ان سے زیادہ پانی کے پرستار ہیں وہ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے گنگا اور گوداوری میں نہانے جاتے ہیں۔اپنے مردوں کو ان میں بہاتے ہیں اور اگر ان کو جلا دیا ہے تو ان کی راکھ اور ہڈیاں بہا دیتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جو ہڈیاں دریا میں بہائی جائیں وہ سوارتھ ہوتی ہیں اور مردے کی روح مکت ہو جاتی ہے یعنی نجات پا جاتی ہے اور سیدھی سورگ یعنی جنت پہنچ جاتی ہے۔

عنصری دیوتاؤں کے تیسرے نمبر پر خاک پرستی آتی ہے اور اسے بھومی ماتا، دھرتی ماتا یا بھارت ماتا کے نام دیے گئے ہیں۔اوتی دیوی یعنی زمین کو جنم بھومی، ماتا دیوی اور پورج مان یعنی قابل پرستش سمجھا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسی پر ان کے بچے کھیل کود کر اور پل بڑھ کر جوان ہوتے ہیں سکھ چین اٹھاتے ہیں۔

آریا جب اکناف عالم میں پھیلے اور وہاں کے مناظر قدرت کی رنگینیوں سے مسحور ہوئے تو مادر زمین کے گن گانے لگے چنانچہ آج بھی آریائی نسلیں جہاں بھی آباد ہیں مادر وطن کی بڑی پرستار ہیں۔یہ جب اپنے وطن سے لٹے پٹے یہاں آئے تھے تو تباہ حال اور سراسیمہ تھے اور انہوں نے آشوریوں سے زک اٹھائی اور شکست کھائی تھی۔یہاں کے امن پسند مقامی باشندوں میں پہنچ کر گویا ان کے دن پلٹ گئے اور وہ پھر دولت اور ثروت کے مالک بن گئے۔

گویا اس سرزمین نے آریاؤں کو مالا مال کر دیا۔پس انہوں نے شکر گزاری میں بھارت ماتا کی پوجا شروع کر دی اور اپنے بچوں کو بھی اس دھرتی کی پوجا سکھائی اور وہ آج بھی اسے پوج رہے ہیں۔

عنصری دیوتاؤں میں چوتھے نمبر پر واؤ دیوتا آتا ہے۔یعنی ہوا کی پوجا، عناصر اربعہ میں ہوا ایک غیر مرئی عنصر ہے جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا مگر اس کی قوت سے اس کی ماہیت

نہ جانتے ہوئے بھی انسان اپنے ابتدائی دور سے واقف ہے۔ اس کا بڑی بڑی آندھیاں ا اور لاکھوں من پانی سے لدے ہوئے بادلوں کو ادھر ادھر ہچکولے دیتے ہوئے لے جانا اس پرستش کا باعث بن گیا۔

اب ہندوؤں کے ان دیوتاؤں کی طرف آتا ہوں جنہیں انسان سے دیوتا یا خدا بنا گیا۔ ان میں سب سے پہلے اندر دیوتا آتا ہے۔

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے مطابق یہ دیوتاؤں کا راجہ شمار ہوتا ہے اور اسی کی تعریف میں ہندوؤں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اندر دیوتا کی قیام گاہ سورگ میں ہے اور یہ سورگ کوہ قاف کی چوٹیوں پر ہے اور وہاں پریاں اور دیو اس کے دربار م ناچتے گاتے ہیں۔ پریاں جو ناچتی ہیں ان کے نام ''رمبا'' ''مینکا'' ''اروسی'' ''بر لوچنی'' ''الونگ لوچنی'' اور ''خترلیکھا'' وغیرہ لکھے گئے ہیں۔ پریوں میں سب سے حسین رمبا ا مینکا کو رکھا گیا ہے۔ دیو جو اندر دیوتا کے دربار کے گویے ہیں ان کے نام مذہبی کتابوں م ''چتر سین'' ''گندرپ سین'' ''دسواسو'' لکھے گئے ہیں اور یہ سب بڑے بڑے موسیقار س جاتے ہیں۔

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے مطابق اندر دیوتا کی بیوی کا نام ''اندرانی'' ہے اندر د شراب اور سوم کے بڑے شوقین خیال کئے جاتے ہیں اس لیے کہ ان کے پجاری ان کو شرا اور سوم کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ سوم رس یعنی بھنگ زیادہ پی جاتے ہیں ا بیمار پڑ جاتے ہیں تو ان کا آسمانی حکیم جس کا نام ''اشونی کمار'' ہے اس کا علاج سرسوتی دیو کے مشورے سے کرتا ہے اور اسے ٹھیک کر دیتا ہے۔

یہ زیادہ تر ہندوؤں کی ذات چھتری کا دیوتا مانا جاتا ہے اور برہمنوں کے اندر مقابلے میں بڑے دیوتا برہسپتی جی ہیں۔

ہندوؤں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ راجہ اندر کے پاس جو رتھ ہے اس میں سبز رنگ کے گھوڑے جوتے جاتے ہیں ظاہر ہے دیوتاؤں کے گھوڑوں کا رنگ دنیاوی گھوڑوں کے رنگ سے مختلف ہی ہونا چاہئے تھا چنانچہ مرقوم ہے کہ ان کے خاص سواری کے گھوڑے کا رنگ بھی سبز ہے اور وہ اڑتا ہے۔ اسی گھوڑے پر بیٹھ کر وہ کوہ قاف سے دنیا کی سیر کو آتا ہے۔ اس گھوڑے کا نام ''اچی شرد'' ہے غالباً اسی گھوڑے پر آکر وہ کبھی آریاؤں کی طرف سے راکھشستوں اور داسوں سے لڑتا ہے اور انہیں تہس نہس کرتا ہے۔

ہندوؤں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ راجہ اندر کے پاس ایک ہاتھی بھی ہے جس کا نام ''ایراوت'' ہے اس ہاتھی کی خوبی یہ ہے کہ وہ اندر کو لے کر ساری دنیا کی سیر کراتا ہے مگر اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگتے۔ ہاتھی پر سوار ہو کر وہ ایک بار دیوالی کے چراغاں کے موقع پر ساری دنیا میں گھومتا ہے اور دکھی انسانوں کے دکھ دور کرنے اور زندگی کی خوشیوں سے مالا مال کرنے کے لیے آواز دیتا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے سب سے بڑے دیوتا اندر کے محل کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہے نہ ہی آریاؤں کو یاد رہا کہ اس کا محل کہاں واقع ہے اور کیسا ہے۔ یونانیوں نے اپنے دیوتا کا محل اولمپس کی برف پوش چوٹیوں پر بتایا تھا مگر وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ اولمپس کہاں ہے۔ بعض جگہ اسے الپس کی چوٹیوں پر بتایا ہے اور بعض جگہ کاکیشیا کے پہاڑوں پر یعنی کوہ قاف پر اور یہی ہندوستانیوں کا حال ہے۔ انہیں خیال تھا کہ راجہ اندر کا استھان یا محل کوہ قاف میں ہے مگر پھر ہمالیہ کی برف پوش چوٹیاں دیکھیں جہاں انسان کی رسائی ناممکن تھی تو انہی چوٹیوں کو انہوں نے راجہ اندر کا استھان سمجھ لیا۔

ساتھ ہی انہوں نے دریائے برہم پتر کے متعلق یہ عقیدہ بنالیا کہ یہ برہما دیوتا کی چوٹی سے نکلتا ہے اور برہما جی ہمالیہ کی چوٹی پر براجمان ہیں مگر برہما جی کے پاس اڑنے والا گھوڑا

نہیں یہ گھوڑا اندر کا ہے- جو اس کو دنیا میں لاتا ہے اور لے جاتا ہے- اسی بنا پر ہندوؤں ـ ہاں اڑنے والے گھوڑے ہاتھی اور بیل کی تصویریں بھی ملتی ہیں-

ہندوؤں کی مقدس کتابیں یہ بھی بتاتی ہیں کہ ان کا سب سے بڑا دیوتا اندر بزدل بھ تھا- اس لیے کہ کتابیں کہتی ہیں کہ ہندیوں کے ہاں ایک رشی یعنی بزرگ ''وشواستر'' نے ا درجہ ریاضت کی کہ اندر دیوتا کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ وہ انسان سے دیوتا بن جائے گا اور ممکن ـ سورگ یعنی جنت پر قبضہ کر لے-

اس کی ریاضت کا ستیاناس کرنے کے لیے اندر نے اپنی ایک قابل اعتماد اور انتہا خوب صورت اپسرا یعنی پری نام جس کا منیکا تھا اس کو حکم دیا جاؤ اور اس رشی کو ورغلا کر اس ک تپسیا بھنگ یعنی ضائع کر دو-

منیکا دنیاوی عورت کی شکل میں آئی اور رشی کی کٹیا کے سامنے ناچنے لگی- ہندوؤں ـ عقیدہ ہے کہ اس کا لباس ڈھیلا ڈھالا اور ریشمی تھا جس میں سے اس کا گورا بدن صاف دکھائی دے رہا تھا اور ہوا کے جھونکے سے بار بار کھل بھی جاتا تھا- رشی اس منظر کی تاب نہ لا سکا او جلد ہی اس سے ملوث ہو گیا- (راجہ اندر کے یہ واقعات کالی داس نے ایسے کھلے اور فحاشی پر مبنی الفاظ میں لکھے ہیں جنہیں یہاں تحریر نہیں کیا جا سکتا-) بہرحال وشواستر سے ملوث ہونے کے بعد منیکا نام کی وہ اپسرا رشی کی کٹیا میں ہی رہنے لگی اور وہیں اس کے ہاں ایک بیٹی نے جنم لیا-

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ رشی نے بچی کا نام شکنتلا رکھا اور اسے پال پوس کر بڑا کیا مگر جوان ہوتے ہی یہ لڑکی کسی کے ساتھ پھنس گئی یہ ہندو دھرم کی ایک دوسری فحش کہانی ہے-

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس کے بعد وہ رشی پھر ریاضت میں مصروف ہو گیا اور اندر دیوتا کے لیے پریشانی کا باعث ہونے لگا اس بار اندر دیوتا نے اس کی ریاضت کا بیڑہ غرق کرنے کے لیے ایک دوسری اپسرا کو بھیجا جس کا نام ''رمبا'' تھا کہ جاؤ اور رشی کو ورغلاؤ مگر وہ

پسرا رشی کے پاس تنہا جاتے ہوئے ڈرتی تھی- ہندوؤں کا عقیدہ ہے راجہ اندر نے خود کوئل کی نکل اختیار کی اور اس کے ساتھ گیا-

کوئل کی شکل میں اندر دیوتا نے سارے جنگل کو اپنی سریلی آواز سے مسحور کر دیا- شور ن کر رشی مراقبت سے اٹھا تو دیکھا کہ حسین رمبا اس کی کٹیا سے باہر مادر زاد برہنہ رقص کر رہی ہے- کہتے ہیں پہلے تو رشی کی نیت خراب ہو گئی مگر وہ سنبھلا اور سمجھ گیا کہ اندر دیوتا کی شرارت ہے- اس نے رمبا کو بددعا دی جس سے وہ پتھر کی مورتی ہو گئی- ہندو کہتے ہیں کہ اندر دیوتا نے یہ ماجرا دیکھا تو ڈر کر سورگ کی طرف بھاگ گیا اور پھر اس نے کبھی اس رشی کو نہیں ستایا- س طرح ہندو خود ہی اپنے سب سے بڑے دیوتا اندر کی بزدلی کو ظاہر کرتے ہیں-

اپنی مذہبی کتابوں میں اپنے سب سے بڑے دیوتا اندر کی بزدلی کے علاوہ اس کی خلاقی پستی کی کہانیاں بھی ملتی ہیں- ہندوؤں کی کتابیں کہتی ہیں کہ ایک بار راجہ اندر دیوتا' گوتم بدھ کی بیوی ایلیا پر فریفتہ ہو گیا اندر نے سوم دیوتا یعنی چاند دیوتا سے مدد مانگی اور اسے لے کر گوتم کے گھر پہنچا- سوم دیوتا نے مرغ کی شکل میں گوتم کے گھر پر چڑھ کر بانگ دی- گوتم سمجھا صبح ہو گئی جلدی سے اٹھ کر گنگا اشنان کرنے چلا وہاں دریا نے پوچھا آج آدھی رات کو ہانے کیسے آ گئے- خیر تو ہے-

گوتم خفیف ہو کر لوٹا مگر اسی دوران دیوتا اندر' گوتم کی شکل اختیار کر کے اس کی اہلیہ کو خراب کر چکا تھا-

شوہر کی واپسی کے بعد جب گوتم کی بیوی کو پتہ چلا کہ اسے دھوکا دیا گیا ہے تو اس نے سب حال شوہر کو بتا دیا تب گوتم جان گیا کہ یہ شرارت اندر دیوتا کی ہے اس نے بددعا کی کہ ندر دیوتا شریفوں کی محفل میں نہ جانے پائے-

اس طرح اندر دیوتا کو خود برہمنوں نے ایک طرح سے بدنام کرنے کی کوشش کی ہے

اس لیے کہ اندر راجپوتوں کا دیوتا خیال کیا جاتا ہے۔ برہمن اس سے خوش نہ تھے۔ ار ایسے قصے اس سے منسوب کیے گئے۔ نیز یہاں گوتم کا ذکر کر کے مہاتما بدھ پر بھی حملہ کر ہے۔ اس لیے کہ برہمن مہاتما بدھ سے بھی خوش نہ تھے۔

ایک دیوتا وشنو ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اندر دیوتا کا ہی دوسرا روپ ہے یعـ کا دوسرا نام ہے۔ وشنو وش سے بنا ہے۔ وش کے معنی زہر کے ہیں گویا یہ زہریلا دیوتا۔ تعریف اس کی قہاری ظاہر کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ وشنو دیوتا کو ہندو معاشرے میں دوسرے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً اسے جگ ناتھ اور نٹ راج بھی کہتے ہیں راج کے معنی نٹوں کا بادشاہ یعنی مسخرہ ہے اور اس کی صورت بھی مسخروں جیسی بنائی گئ اس کے چار ہاتھ، شیر جیسا بھیانک چہرہ، اس پر اس کا ناچتا تھرکتا جسم دکھایا جاتا ہے۔ جس دیوتا کم اور مسخرہ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔

ایک اور بڑا دیوتا برہما ہے۔ برہما کو ہندو معاشرے میں کائنات کی چمن بند خدمت سپرد کی گئی ہے اور اس کو بڑا دیوتا تسلیم کیا گیا ہے چنانچہ لفظ برہمن اسی نام کی سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ لوگ خود کو برہم پتر یعنی برہم کی اولاد کہتے ہیں ان کا یہ بھی عقیدہ ایشور یعنی خدا نے جب خوب ریاضت کی تو وہ گرم ہو کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ چوتھائی حصہ اس دنیا میں رہا جو شبل برہمن کہلایا یعنی فنا پذیر برہمن اور پون حصہ آ چلا گیا۔ جسے انہوں نے شدھ برہم یعنی لافانی اور غیر حادث اور پاک برہم کا نام دیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد نجیب الدین رکا اس کے بعد وہ سلسلہ کلام جاری رکھتے پھر کہہ رہا تھا۔

''بیٹی! اپنے خدا کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا خیال یہ برہمنوں کا اپنا نہیں۔ ویدوں کے بنانے والے اتنے بڑے مفکر نہ تھے۔ جو خود وہ کوئی نظریہ پیش کر سکتے۔ یہ نظ

تصور دراصل انہوں نے عراق کے کلدانی کاہنوں سے حاصل کیا تھا۔ انہوں نے اپنے سورج دیوتا کے بارے میں یہ عقیدہ بنا لیا تھا کہ اس کی چوتھائی حدت اور روشنی ہماری دنیا تک پہنچتی ہے کیونکہ وہ ہم سے لاکھوں میل دور ہے اور پون حدت اور روشنی بالائی فضا یعنی آسمانوں کو ملتی ہے۔ برہمنوں نے اسی تصور کو اپنایا اور اپنے ایشور جی کو تقسیم کر ڈالا۔ ظاہر ہے یہ ایک بھونڈی نقل تھی اور احمقانہ بھی مگر اس کا کیا کیا جائے کہ سماجی مہاشے اپنے ویدوں کو الہامی کتابیں سمجھ کر اس میں عقل کی باتیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔

برہما کا تعلق چونکہ بابل اور نینوا کی سرزمینوں کے کلدانی کاہنوں سے تھا جو آفتاب پرستی کرتے تھے اور اجرام فلکی پر مکمل معلومات رکھتے تھے وہ ستاروں کی گردش اور سیاروں کے اثرات پر جو علوم چھوڑ گئے ہیں وہ آریاؤں اور مسلمانوں میں آج بھی موجود ہیں علم نجوم رمل، جفر، دست شناسی وغیرہ کے ناموں سے رائج ہیں۔ یہ علوم روح اسلام کے منافی ہیں مگر مسلمان بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

ہندو برہم دیوتا کی تصویر کو کچھ اس طرح بناتے ہیں کہ ہمالیہ کی چوٹیوں پر ایک سادھو کی شکل بناتے ہیں جس کی لٹوں سے پانی بہہ رہا ہے سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا ہے اور وہ گیان دھیان میں محو ہے۔ برما کا ملک بھی برہما دیوتا کی نسبت کو ہی ظاہر کرتا ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ برہما سارے جہاں کا مالک ہے اسی نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور اسی برہما نے ساری مخلوق اپنے جسم سے یوں پیدا کی کہ برہمنوں کو اپنے منہ سے چھتریوں کو اپنے بازوؤں سے ویشوں کو اپنے رانوں سے اور شودروں کو اپنے پاؤں سے پیدا کیا۔ چاند کو اپنے دل سے سورج کو اپنی آنکھ سے ہوا اور روح کو اپنے کانوں سے اور آگ کو اپنے منہ سے پیدا کیا۔''

نجیب الدین تھوڑی دیر کے لیے رکا دم لیا پھر کہتا چلا گیا تھا۔

''مارتھا میری بیٹی! ان کے علاوہ برہمنوں نے دراوڑوں کے کچھ دیوی دیوتاؤں کو بھی اپنے اندر شامل کر لیا- دراوڑوں کے تین بڑے دیوی دیوتا تھے شیوا' پاربتی اور گنیش جنوبی ہ کے لوگ ایک طرح سے بتوں کی اس تثلیث کے قائل تھے اور آریاؤں کی آمد سے پہلے ہندوستان کی قدیم دراوڑی قوم کے عقاید اس تثلیث کے گرد گھومتے تھے اور یہ تثلیث غالباً مصر یا افریقہ سے لائے تھے کیونکہ ان کے خدوخال سیاہ رنگ چوڑے چہرے اور مضبوط جسم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ افریقہ سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے اور کسی زمانے میں سارے ہندوستان کے مالک تھے- شمالی علاقوں میں بھی انہی کی حکومت تھی- آریاؤں اور ان کے ویدوں نے ان کو راکھشس یعنی شیطان کا نام دیا پھر ان کو مار کر جنوب کی طرف بھگا دیا-

یہ جنوبی ہند میں ہزاروں سال سے آباد ہیں- ان لوگوں کو گونڈ' بھیل' سنتال' دھرڑ' لمباڑ لمباڑے وغیرہ کے ناموں سے پہچانا جاتا ہے- ان کا سب سے بڑا دیوتا شیوا تھا- جو رزق دینے والا- مخلوق پیدا کرنے والا سمجھا جاتا تھا- موت دینے والا بھی یہی دیوتا تھا یعنی وہ جملہ خدائی قدرت کا مالک تھا-

پاربتی کو بڑی دیوی اور شیوا دیوتا کی بیوی خیال کیا جاتا تھا اور اس کے ذمے پرجا کی دیکھ بھال تھی- تیسرا ان کا گنیش دیوتا تھا یہ شیوا اور پاربتی کا بیٹا خیال کیا جاتا تھا- اسے عقل کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا اس کی شکل ہاتھی جیسی تھی غالباً اس لیے کہ وہ لوگ ہاتھی کو عقلمند جانور سمجھتے تھے-

برہمن بڑا چالاک ہے- اس کو معلوم ہے کہ یہاں کی سیاہ فام اور قدیم آبادی کو پڑھنے لکھنے سے محروم رکھا گیا ہے اس لیے ان کے پاس اپنے عقاید کا کوئی تحریری مواد موجود نہیں ہے پھر آہستہ آہستہ ان برہمنوں نے ان کے مندروں پر قبضہ کر لیا اور ان کو اپنی مذہبی چودھراہٹ

نی تھی' جس دیوتا کا بھی مندر ملا اس کے مالک بن بیٹھے اور اس دیوتا کے مناقب لکھ کر اور پھیلانے لگے چنانچہ دراوڑیوں کے مندر میں پہلے شیوا' پاربتی کی کرامتیں بیان رہے پھر ان میں کیڑے نکالنے لگے- ان کے فضائل ایسے بیان کرنے لگے جن سے بران ہوں اور سمجھ دار سن کر بے زار ہو جائیں- آہستہ آہستہ انہوں نے رنگ دکھانا لیا اور دراوڑیوں کے دیوتاؤں کو بھی حقیر بنا کے رکھ دیا- شیوا جی کو انہوں نے بڑا دیوتا ندگی کا مالک کی بجائے صرف موت کا دیوتا بنا کر اس کے ذمے گھناؤنا کام لگا دیا- ی کے ذمے پہلے پرجا کی دیکھ بھال تھی- یہ کام اس سے چھین کر برہمنوں نے اس ے گانے بجانے اور موسیقی کا کام لگا دیا- گنیش کو دراوڑ علم و حکمت کا دیوتا سمجھتے تھے- یہ ا سے چھین کر برہمنوں نے اس کو صرف جنگ و جدل کا دیوتا بنا دیا-

یری بیٹی اب صرف ہندوؤں کی تین دیویاں رہ گئی ہیں ان کی تفصیل بھی میں تم سے ا ہوں-

پہلے سری دیوی آتی ہے- اسے سرسوتی' شرلا اور سرئی بھی لکھا جاتا ہے- اگر اس دیوی ل جاننے کی کوشش کی جائے تو اسے حضرت ابراہیم کی بیوی سائرہ خیال کیا جاتا ہے- ا نے اس دیوی کی شکل کچھ اس طرح بنائی ہے کہ اس کے سر کے ساتھ جو بہت سے ے گئے ہیں وہ اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس دیوی سے ہی تمام دیوی دیوتا پیدا ور مسلمانوں کا بھی یہ اعتقاد ہے کہ حضرت سائرہ کی نسل سے بے شمار نبی اور پیغمبر پیدا

-

ہندوؤں کی دوسری بڑی دیوی لکشمی دیوی ہے- اسے حضرت ابراہیم کی دوسری بیوی یال کیا جاتا ہے- ہندوؤں نے ہاجرہ کو لکشمی کیوں لکھا ہے- یہ معلوم کرنے کے لیے ر تورات کو اگر دیکھا جائے تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاجرہ جسے انگریزی میں ہجر لکھا

جا تا ہے- ان کا نام نہیں ہے- یہ لفظ دراصل الخاغار تھا- پرانے زمانوں میں اس ک
اجنبی اور غیر قوم والی' یعنی یہ حضرت ابراہیم کے خاندان سے نہ تھیں یہ بادشاہ مصر کی ب
جب حضرت ابراہیم کی پہلی بیوی سارہ نے ہاجرہ کو ستانا شروع کیا تو ہاجرہ
ایک چشمے پر بیٹھ کر رونے لگی تو فرشتے نے اللہ کا پیغام دیا اے ہاجرہ تو گھر لوٹ جا-
نسل کو بڑا بڑھائے گا ایسا بڑھائے گا کہ وہ گنی نہ جا سکے گی- تو ایک بیٹا جنے گی اس کا
رکھنا کہ خدا نے تیرا دکھ سنا- یہی شما ایل عربی میں اسماعیل ہو گیا- عبرانی زبان میں ش
تھے سنا عربی سمع اور ایل ان کی زبان میں خدا کو کہتے تھے ایلی' ایلیہ اور عربی الہٰ اسی
سے بنے ہیں-

یہ بات یقینی ہے کہ آریا حضرت ابراہیم اور ان کے اہل خاندان سے واقف
لیے کہ ابراہیم انہی کے شہر بابل میں پیدا ہوئے تھے اور انہی کے بادشاہ سے لڑ کر وط
اور شام میں جا کر آباد ہو گئے- آریاؤں نے ان کو اپنا دیوتا بنا لیا اور یاد رکھا اگرچہ ان
سے اتفاق نہ کیا یعنی ان کی توحید نہ سیکھ سکے بتوں کو پوجتے رہے-

ہندوؤں کی تیسری بڑی دیوی کالی کلکتے والی ہے- اس کے متعلق روایت ہے
جب مختلف علاقوں کو فتح کرتے ہوئے بنگال پہنچے تو ان کا وہاں کی سیاہ فام رانی سے
اس رانی نے آریاؤں پر حملہ آور ہو کر انہیں بدترین شکست دی اور حملہ آور آریاؤں پ
مظالم ڈھائے- پس آریاؤں نے اس کی طاقت اس کے ظلم سے متاثر ہو کر اسے بھ
تسلیم کر لیا لیکن چونکہ وہ غیر آریائی دیوی تھی اس لیے اس سے نفرت کے اظہار کے
کے گلے میں بچوں کی کھوپڑیوں کا ہار اور کمر میں ہاتھوں کا گھاگھرا پہنا دیا گیا- ایک طر
اسے دیوی ماننے کے باوجود برہمنوں نے اسے ڈائن ظاہر کیا کہ وہ بچوں کو کھا جاتی ہے
سب ہندو اسے دیوی تسلیم کرتے ہیں اور کلکتے جانے والے اسے نمسکار ضرور کرتے ہیں

یہاں تک کہنے کے بعد نجیب الدین رک گیا پھر بڑے پیار سے مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''مارتھا میری بیٹی! ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کے متعلق جس قدر تفصیل میری بیٹی میں جانتا تھا وہ میں نے تم سے کہہ دی- اب اٹھو جا کے آرام کرو-'' اس پر مارتھا' کلثوم اور یہ تینوں اٹھیں اور دوسرے کمرے کی طرف چلی گئیں-

رائے سنگھ کو بدترین شکست دینے کے بعد اور اس کی عسکری قوت کو اچھی طرح کچل
بعد تاج الدین اپنے لشکر کے ساتھ سرحد پر ہی پڑاؤ کیے ہوئے تھا کہ وہ طلایہ گر او
جنہیں سلطان نے اس کے ساتھ کام کرنے پر مامور کیا ہوا تھا ان میں سے کچھ پڑاؤ میں
ہوئے اور تاج الدین کے پاس آئے۔ تاج الدین اس وقت لشکر گاہ میں رومی خان او
خان سے محو گفتگو تھا۔ ان کے آنے پر اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا انہیں اپنے ق
بٹھایا پھر ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائیو! تم اجین کے راجہ سلہدی کے بیٹے لچھمن داس کی نقل وحرک
نظر رکھنے کے لیے مامور تھے کہو تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟"

تاج الدین کے اس استفسار پر آنے والوں میں سے ایک اس کی طرف دیکھتے ہ
بول پڑا۔

"امیر تاج الدین! ہم آپ کے لیے یقیناً اچھی ہی خبر لے کر آئے ہیں راجہ سلہد
خبر ہو چکی ہے کہ مسلمان راجہ رائے سنگھ کے خلاف حرکت میں آئے ہیں اور اس کی عس
قوت کو کچل کے رکھ دیا ہے۔ اسی بنا پر اس نے اپنے بیٹے لچھمن داس کو سرحدوں کی حفا
کے لیے ایک اور لشکر مہیا کر دیا ہے۔

لچھمن داس کے پاس سرحد پر پہلے ہی ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ اب راجہ سلہدی نے ا

رے بیٹے منگل راج کو ایک اور لشکر دے کر لچھمن داس کی مدد کے لیے روانہ کیا ہوا ہے اور
گل راج اس لشکر کے ساتھ لچھمن داس کے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس لشکر میں شکار کی غرض سے
بہ سلہدی کے کچھ راجپوت سرداروں کے علاوہ راجہ سلہدی کی بیٹی راجکماری اناوتی بھی
ئی ہوئی ہے اور وہ لوگ اپنے لشکر کے پچھواڑے میں جو وسیع جنگل پڑتا ہے۔ ہر روز اس کے
ر شکار کرتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا رکا اس کے بعد وہ تاج الدین کی طرف دیکھتے
ئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"امیر! لچھمن داس کے پاس چونکہ پہلے کی نسبت دوگنے سے بھی بڑا لشکر ہو چکا ہے اور
ں کا بھائی منگل راج بھی اس کے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے سورما قسم
ے راجپوت لڑاکے بھی اس کی کمانداری میں آ چکے ہیں لہذا لچھمن داس کو قوی امید ہے کہ
لمان اس پر حملہ آور ہونے کی غلطی نہیں کریں گے۔"

آنے والا وہ مخبر جب خاموش ہوا تب لمحہ بھر کے لیے تاج الدین کے چہرے پر ہلکی سی
کراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

"لچھمن داس کے خلاف حرکت میں تو ہم ایسے آئیں گے کہ اس کی پشتیں بھی یاد رکھیں
ں۔ جنگ کرنا تو بہت دور کی بات وہ اپنے جنگلوں میں شکار کرتے ہوئے بھی خوف محسوس
ریں گے۔ میرے عزیزو! پہلے مجھے لچھمن داس اور اس کے بھائی منگل راج اور اجین سے
نے والے راجپوت سورماؤں کے محل وقوع سے آگاہ کرو پھر میں اپنا کوئی لائحہ عمل تیار کروں
ا۔"

اس مخبر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"امیر تاج الدین! دریائے نربدا کی طرف سے ایک کافی بڑی شاہراہ اندور اور

دھارو کے بیچوں بیچ گذرتی ہوئی شمال مغرب کے رخ پر آتی ہے- راستے میں چند نالے
ہیں جو جنوب مغرب سے شمال مشرق کی طرف بہتے ہیں اور پھر آگے جا کر بنارس کے قریب
دریائے جمنا میں گرتے ہیں- انہی نالوں میں سے ایک کے پاس آ کر اس شاہراہ پر ایک
راہا بنتا ہے- اس شاہراہ میں سے ایک شاہراہ نکل کر دائیں ہاتھ کو رتلام سے ہوتی ہوئی آ
نکل جاتی ہے اور دوسری شاہراہ سیدھی آگے شمال مغرب کے رخ پر اودھے پور کی طرف
جاتی ہے- اس دوراہے کی مشرقی جانب گھنے جنگلات ہیں انہی کے اندر اپنے لشکریوں
ساتھ پچھمن داس منگل راج اور راجپوت سردار شکار کرتے ہیں اور اس شکار میں راجہ سلہد
راج کماری اناوتی بھی شامل ہوتی ہے-''

تاج الدین تھوڑی دیر گردن جھکائے گہری سوچوں میں ڈوبا رہا اس موقع پر اس
چہرے پر ہلکا ہلکا تبسم بھی تھا پھر ایک نگاہ اس نے اپنے قریب بیٹھے رومی خان اور امیر خا
طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

''میرے عزیزو! تم جانتے ہو کہ میں مارتھا نام کی پرتگالی لڑکی کو نکالنے کے لیے اجی
طرف گیا تھا وہاں میری ملاقات راجہ سلہدی' اس کے بیٹوں اس کے راجپوت سورماؤ
اس کی بیٹی راجکماری اناوتی کے علاوہ اس کی رانی درگاوتی سے بھی ہوئی تھی' پہلے میں
برہمنوں کی عادات کے متعلق سن رکھا تھا لیکن وہاں جانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ ج
میں نے سن رکھا تھا سچ ہے- جو کچھ وہاں میں نے جانے کے بعد اندازہ لگایا اس کے مطا
برہمن اپنے علاوہ دوسروں کو انسان ہی نہیں سمجھتے- انہیں ایسا سبق سکھاؤں گا کہ یاد
گے- تم اچھی اطلاعات لے کر آئے ہو- میرے خداوند نے چاہا تو میں اس پچھمن داس
منگل راج پر حملہ آور ہو کر ان کی عمر کی بے جہت مسافت میں ان کی خواہشوں کو بے ثمر با
کو بے ربط شاموں کو بے نام سحر کو ناآشنا کرتا چلا جاؤں گا- ان سرزمینوں کی بدقسمتی ہے

من دلہن کی طرح گنگناتی کھیتوں کے لیے خشک دھرتی کی زہریلی ہنسی بن گئے ہیں یہ
کراتے لبوں' شادماں چہروں کے لیے دکھ کا بھاری گھونگھٹ ثابت ہوئے ہیں- یہ لوگ
گی کے منجدھار میں لوگوں کو تمدن کا فریب دیتے ہوئے اپنے آپ کو احترام کا ستارہ و
ستعارہ اور عزت کی درخشاں دہلیز خیال کرتے ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کو یہ بددعاؤں سے
صور گھپ اندھیروں' کدورت بھرے مجرم ضمیر اور احساس سے خالی غیر جذبوں سے بھی بدتر
یال کرتے ہیں-

میرے عزیز بھائیو! جہاں میری یہ خوش قسمتی ہے کہ پچھمن داس کا بھائی بھی ایک لشکر
لے کر یہاں پہنچ چکا ہے- جس کا نام منگل راج ہے اور اس لشکر میں بڑے بڑے راج پوت
رما بھی ہیں اور راجہ سلہدی کی راجکماری اناوتی بھی اس میں شامل ہے- اناوتی کو بھی میں
بق سکھانا چاہتا ہوں کیونکہ جب میں اجین گیا تھا تو وہاں کے راجہ سلہدی نے میرا مقابلہ
پنے ایک بہترین تیغ زن سے کرایا تھا جسے میں نے نیچا دکھایا اس کے صلے میں راجہ سلہدی
نے مجھے اپنی بیٹی اناوتی کا محافظ مقرر کرنا چاہا لیکن اناوتی نے بڑی حقارت سے کام لیتے
وئے اور مجھے اچھوتوں سے بھی بدتر خیال کرتے ہوئے اپنا محافظ رکھنے سے انکار کر دیا-
ب میں نے اس اناوتی پر ثابت کرنا ہے کہ اگر وہ برہمنوں کے علاوہ باقی سب لوگوں جن میں
سلمان' عیسائی اور یہودی بھی شامل ہیں اچھوت سمجھتی ہے تو ہم اس سے اچھوتوں سے بھی
تر سلوک کریں گے تا کہ اسے احساس ہو کہ دنیا میں جس قدر انسان ہیں وہ سب قابل
حترام ہیں اور کسی کو بھی ذات پات کے لحاظ سے اپنے سے کم تر اور ذلیل خیال نہیں کرنا
پاہئے- یہ کم تری یہ رفعت صرف انسان کے اخلاق و اعمال کی بنا پر ہونی چاہئے-

یہاں تک کہنے کے بعد تاج الدین پھر لمحہ بھر کے لیے خاموش رہا پھر کچھ سوچا اس کے
صدو امیر خان اور رومی خان اپنے دونوں نائبوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

میرے دونوں عزیزو! جو خبر ہمارے یہ بھائی لائے ہیں یہ ہمارے لیے بڑی سود مند ہے اس کی روشنی میں اپنی کاروائی کرتے ہوئے ہم اجین کے راجہ سلہدی کے دونوں بیٹوں پچھمن داس اور منگل راج کو اپنے سامنے ایسا زیر کریں گے کہ راجہ سلہدی کے لیے بھی عبرت بن کے رہ جائیں گے- خصوصیت کے ساتھ میں راجہ سلہدی کی راجکماری اناوتی کو اس کے دونوں بھائیوں کے ساتھ زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہوں انہیں ایک سبق دینا چاہتا ہوں جو اپنے علاوہ سارے انسانوں کو اچھوت خیال کرتے ہیں-

اب پچھمن داس اور منگل راج دونوں بھائیوں کے علاوہ راجپوت سالاروں سے نپٹنے کے لیے جو اس وقت میرے ذہن میں تجویز ہے وہ میں تم سے کہتا ہوں اس پر عمل کرتے ہوئے ہم دشمن کو اپنے سامنے باآسانی زیر کرلیں گے-

تھوڑی دیر تک لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ میرے پاس رہے گا دوسرا حصہ جو ہے اس کے مزید دو حصے کیے جائیں گے ان میں سے ایک حصہ رومی خان تمہارے پاس دوسرا امیر خان کی سرکردگی میں ہوگا- میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آنے والی شب کو رات کی تاریکی میں دائیں جانب ذرا فاصلے پر چلا جاؤں گا میری غیر موجودگی میں چاروں طرف یہ خبر مشہور کر دینا کہ میں واپس احمد آباد کی طرف جا چکا ہوں جب کہ میں جنوب کی سمت مناسب مقام پر گھات لگا لوں گا-

امیر خان اور رومی خان تم دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اگلی صبح کو یہاں سے کوچ کرنا یہ بات بھی مشہور کر دینا کہ تاج الدین لشکر کا ایک بڑا حصہ لے کر احمد آباد جا چکا ہے اور چھوٹا سا ایک حصہ یہاں رہ گیا ہے جو مسلمانوں کی سرحدوں کے والی ضیا الملک کی کمانداری میں دے دیا جائے گا-

تم اگلی صبح کو کوچ کرنے کے بعد سیدھا ضیا الملک سے جا کر ملنا' ضیا الملک جو ان

سلمانوں کی سرحدوں کا نگہبان اور والی ہے اسے سلطان کی طرف سے میرے متعلق ل سے احکامات مل چکے ہیں اس کے ساتھ مل کر تم پچھمن داس اور اس کے بھائی منگل سے جنگ کی ابتدا کرنا جب تم ضیا الملک سے ملو تو اسے ساری تفصیل سمجھانے کے بعد رحدوں کی طرف کوچ کرنا تمہاری ان حرکات کو دیکھتے ہوئے پچھمن داس اور منگل راج رکت میں آئیں گے پھر سرحدوں پر ہی تمہاری راہ روکنے کی کوشش کریں گے- جب سے تمہارا ٹکراؤ ہو تو وسطی حصے میں ضیا الملک کو رکھنا دائیں بائیں تم دونوں اپنے اپنے کے لشکر کے ساتھ رہنا دشمن کے ساتھ جم کر جنگ کی ابتدا کرنا-

میرے متعلق تم فکر مند نہ ہونا- جس وقت تم جنگ کی ابتدا کرو گے میں آس پاس ہی گا اور مناسب موقع دیکھ کر دشمن کے ایسے پہلو پر ضرب لگاؤں گا کہ دشمن کے لشکر کے اہ اور سالار تو ایک طرف رہے میں ان کے لشکریوں کو بھی بھاگنے کا موقع نہیں دوں گا بار اپنی سرحدوں پر ہم راجہ سلہدی کے دونوں بیٹوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے رکھنا آئندہ راجہ سلہدی کے بیٹے یا اس کے لشکری یونہی منہ اٹھائے کبھی بھی ہماری روں پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کریں گے اگر کریں گے تو پھر ہم ان کے مرکزی شہر ن کی طرف پیش قدمی کر رہے ہوں گے-"

یہاں تک کہنے کے بعد تاج الدین رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ رومی خان اور امیر خان کی ے دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

"جو کچھ میں نے کہا ہے اس سلسلے میں تم دونوں کو کوئی شک ہو تو کہو ساتھ ہی یہ جو مخبر ئے ہیں ان میں سے کچھ تمہارے ساتھ جائیں گے کچھ کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا لہ یہ ہم سب کی راہ نمائی کریں- اب بولو تم کیا کہتے ہو-"

امیر خان نے تاج الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر آنے والی شب

کوتاج الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کسی نامعلوم منزل کی طرف کوچ کر گیا تھا- جبکہ خان اور رومی خان مسلمانوں کے سرحدی علاقے کے والی ضیاالملک کی طرف کوچ کر چکے۔

کوچ والے دن ہی رومی خان اور امیر خان دونوں ضیاالملک سے جا ملے تھے، صورتحال سے اسے آگاہ کیا اور جنگ کا جو لائحہ عمل تاج الدین نے بتایا تھا اس کی تفصیل اسے بتائی- آنے والی شب کو لشکر ترتیب دیا گیا اور جب رات گہری ہو گئی تب ضیاا رومی خان اور امیر خان اپنے متحدہ لشکر کو لے کر سرحدوں کی طرف بڑھے تھے-

اگلی صبح جب وہ اپنی سلطنت اور اجین کے راجہ کی راجدھانی کی سرحدوں پر پہنچے تو کا لشکر وہاں پہلے سے پڑاؤ کیے ہوا تھا شاید راجہ سلہدی کے بیٹے پچھمن داس کے مخبر ضیاا امیر خان اور رومی خان کے لشکر کی نقل و حرکت سے اسے آگاہ کر چکے تھے- جونہی مسلمانو لشکر وہاں پہنچا راجہ سلہدی کے بیٹے پچھمن داس اور منگل راج نے جنگ کی ابتدا کرنے لیے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں- اس صورت حال کو دیکھتے ہو الملک امیر خان اور رومی خان بھی اپنے لشکر کو استوار کرنے لگے تھے- کچھ اس طر درمیانی حصے میں ضیاالملک رہا دائیں جانب رومی خان کو اور بائیں جانب امیر خان کو ان حصے کے لشکریوں کے ساتھ رکھا گیا تھا-

پچھمن داس بھی اپنے لشکر کی ترتیب درست کر چکا تھا- درمیانی حصے میں وہ خود دائیں ہاتھ پر اس نے اپنے بھائی منگل راج کو رکھا اور بائیں جانب جو لشکر تھا اس کمانداری ایک راجپوت سورما کر رہا تھا-

مسلمانوں پر اپنا رعب اپنا دبدبہ قائم کرنے کے لیے پچھمن داس نے خود جنگ کی کی- اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا پھر وہ مسلمانوں پر مسموم خیالات کی تخم ریزی کر تصور پرست وحشی نفرتوں کے زنگ بھری گمراہ نفس کی تہمتوں اور خجل و شرمندگی بھری

اور عداوتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا-

رومی خان اور امیر خان نے بھی جوابی کاروائی کی- انہوں نے بھی اپنے لشکر کو ایسے بڑھایا جیسے شب کی تاریک درزوں سے شعلوں کی بے تابی نکلتی ہے پھر وہ بھی پچھمن کے لشکر پر رگ رگ میں ریشے ریشے میں حوصلہ شکنی کی اوس بھرتی جرات رنداں اور جنم ے چکروں سے نجات دیتے ناآشنا رقص مجنونانہ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے-

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے خوشیوں کی نرم سرگوشیاں موت کی آوازوں میں ئی تھیں- سفید اجلے براق لباس خون آلود ہونا شروع ہو گئے تھے- عمروں کی مسافتیں پرندوں کی طرح اجلے نفس کی حدتوں کا شکار ہونا شروع ہو گئی تھیں-

تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ایک انقلاب رونما ہوا تاج الدین جو اپنے لشکر کے ساتھ علاقوں میں ایک محفوظ جگہ گھات لگائے ہوئے تھا وہ حرکت میں آیا دشمن کے علاقوں نے کے بعد اس نے ایک کاوا کاٹا اور پھر وہ کالی راتوں کے سامان زینت میں سنہری ں کی دھول اور دل کے نہاں خانوں تک میں اتر جانے والی مرگ بدوش برق کی طرح اس کے لشکر کی پشت پر نمودار ہوا اور اس کے بعد اپنے لشکریوں کے ساتھ بلند آواز میں یں بلند کرتے ہوئے تاج الدین خواہشوں کے پرندوں کی طرح بے خطر اڑانیں رکھنے گرداب اجل کے رقص اور جریدہ دل کے قرطاس ابیض پر نارسائی کی تحریریں رقم کر والے اذیت کوشی کے شراروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا-

اپنے پہلے ہی حملے میں تاج الدین نے اپنے لشکریوں کے ساتھ اس طرح ایک صف وسری صف کے اندر گھسنا شروع کر دیا تھا جس طرح بے آب و گیاہ صحرا میں شام کے ں میں سر جھکائے کھڑے ٹیلوں کے اندر برق کے شرارے اپنا رنگ دکھا جاتے ہیں- لدین کے حملہ آور ہونے سے تن کے دریچوں کے اندر موت کی کھوکھلی آوازیں ابھرنا

شروع ہوگئی تھیں مصاف زندگی خونی فاصلوں سا مشکل ہوگیا تھا- قضا کی آگ بلند آ
صداؤں کے ساتھ آتشی رقص کرنا شروع ہوگئی تھی-

پھر دوطرفہ حملے کے باعث بڑی تیزی سے لچھمن داس کی حالت ڈوبتی کشتی کے
کی سی مضموم مسکراہٹ سنگین راتوں میں' تیز ہواؤں کی نوحہ خوانی اور ذلت کے لباس
احساس کی شکست اور ولولوں کی ماندگی سے بھی بدتر ہونا شروع ہوگئی تھی-

تھوڑی دیر جب مزید جنگ جاری رہی تو لچھمن داس کے لشکر کی پچھلی صفیں جو ہر
میں سے اکثریت کو کچل دیا گیا تھا- اب پشت کی جانب سے تاج الدین کو اپنی شان دا
اور دشمن کی ذلت آمیز شکست صاف دکھائی دینے لگی تھی لہذا اس نے اپنے لشکر کا ایک
علیحدہ کیا اور اسے دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کا حکم دے دیا تھا- اس کے بعد اس نے پہ
نسبت حملے اور زیادہ تیز کر دیے تھے- جس کی تاب نہ لاتے ہوئے لچھمن داس اور اس
بھائی منگل راج نے اپنی شکست قبول کرتے ہوئے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہا
اب بھاگنا بھی مشکل تھا- سامنے اور پشت کی جانب سے دشمن کا قتل عام شروع ہو چکا
منگل راج اپنے چند محافظوں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح بائیں طرف سے ہوتا ہوا بھاگنے
کامیاب ہوگیا- جنگ میں لچھمن داس اور منگل راج کی بہن اور راجہ سلہدی کی بیٹی اور
کماری اناوتی بھی حصہ لے رہی تھی- منگل راج تو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بھاگنے
کامیاب ہوگیا لیکن باقی لشکر کو تہ تیغ کر دیا گیا- لچھمن داس اور راجکماری اناوتی کے علاو
اور لوگ جنہوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے انہیں گرفتار کرلیا گیا تھا-

دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر اپنا قبضہ کرنے کے بعد اور لچھمن داس اور اناوتی کے علا
دوسرے قیدی ہاتھ لگے تھے انہیں لے کر تاج الدین اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹا اور ا
علاقوں میں آ کر اس نے ایک محفوظ اور مناسب جگہ اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا

یہیں پر تاج الدین نے ضیا الملک' رومی خان اور امیر خان کے ساتھ جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ جنگ کے دوران جو زخمی ہوئے تھے ان کی دیکھ بھال کی گئی- اتنی دیر تک لشکریوں نے خیمے نصب کر دیے تھے- جہاں تاج الدین کا خیمہ نصب کیا گیا تھا تاج الدین وہاں ضیا الملک رومی خان اور امیر خان کے ساتھ آیا- چاروں چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ وہاں بیٹھ گئے پھر رومی خان کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا-

''رومی خان میرے بھائی' ذرا لچھمن داس کو لے کر میرے پاس آؤ-'' رومی خان وہاں سے اٹھ کر چلا گیا- تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا چند مسلح جوانوں کے ساتھ وہ لچھمن داس کو لے کر آیا- جب اسے تاج الدین کے سامنے لا کھڑا کیا تب لچھمن داس کو مخاطب کرتے ہوئے تاج الدین نے پوچھا-

''راجہ سلہدی کے بیٹے کیا تو نے مجھے پہچانا؟''

غصے اور نفرت میں لچھمن داس نے انتہائی حقارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے زمین پر تھوک دیا- تاج الدین کی گفتگو کا اس نے کوئی جواب نہ دیا-

تاج الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا-

''تمہارے اس طرح تھوکنے اور نفرت کا اظہار کرنے سے جو حالات تمہیں پیش آنے ہیں وہ تبدیل تو نہیں ہو سکتے- میں نے تم سے پوچھا ہے تم نے مجھے پہچانا' اگر تم نے خاموش رہ کر میرے سوالوں کا جواب نہ دیا تو پھر یاد رکھنا میری تلوار نیام سے باہر نکلے گی اور تمہیں ایسا نطق عطا کرے گی کہ تم بولتے چلے جاؤ گے''

تاج الدین کے ان الفاظ سے لچھمن داس سہم گیا تھا- کسی قدر نرم بھی ہوگیا تھا فوراً بول پڑا

''ہاں میں نے تمہیں پہچان لیا ہے- ایک بار تم ہمارے مرکزی شہر اجین گئے تھے- ملازمت کی تلاش میں لیکن وہاں سے اچانک بھاگ نکلے تمہارے بھاگنے کی وجہ تو مجھے اس

وقت معلوم نہ ہوسکی اب پتہ چلا ہے کہ تم شاید جاسوسی کی غرض سے ہمارے شہر اجین گئے

تاج الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا پھر غور سے کچھمن داس کی طرف دیکھتے کہنے لگا۔

''کچھمن داس تم احمق اور بے وقوف ہونے کے ساتھ ساتھ بد دماغ بھی ہو تمہارے شہر میں جاسوسی کی غرض سے نہیں گیا تھا۔ میں وہاں سے مارتھا کو نکالنے گیا تھا تم پسند کر چکے تھے اور بے آبرو کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس کی خوب صورتی اس تمہارے لیے وبال جان بن گیا تھا اور دیکھو میں اسے نکال کر اپنی سرزمینوں کی طرف جانے میں کامیاب بھی ہو گیا اور تیرے جیسے احمق اور بدھو کو خبر بھی نہ ہونے دی۔''

تاج الدین کے اس انکشاف پر کچھمن داس کا رنگ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔ کچھ سکا بس ضبط کر کے رہ گیا تھا۔ تاج الدین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''تم نے مارتھا کے باپ کو کیوں قتل کیا؟''

کچھمن داس کچھ نہ بولا خاموش رہا گردن اس کی جھکی ہوئی تھی۔ اس کی یہ حالت ہوئے ایک دم غصے کی حالت میں تاج الدین اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اس صورت حال کچھمن داس نے اپنے لیے خطرناک سمجھا تھا۔ تاج الدین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ تاج نے پھر سوال کیا۔

''کیا تم نے مارتھا کے باپ کو قتل کیا تھا؟''

کچھمن داس عجیب سے انداز میں جس میں بے بسی اور لاچارگی کا اظہار تھا تاج کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تاج الدین کا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا اور پہلے سے زیا لہجے میں اس نے پوچھ لیا۔

''میں نے تم سے جو سوال کیا ہے مجھے اس کا جواب چاہئے۔ ابھی میرا ہاتھ صرف

کے دستے پر گیا ہے۔ اگر تم نے مزید چپ اختیار کیے رکھی تو پھر میری تلوار باہر آئے گی اور وہ خود ہی میرے سوال کا جواب بھی دے گی۔''

کچھمن داس لرزنے کانپنے لگا تھا۔ کپکپاتی آواز میں کہنے لگا۔

''اس میں شک نہیں میں نے ہی مارتھا کے باپ کو قتل کیا تھا وہ مارتھا کو میرے حوالے نہیں کرتا تھا۔ میں ہر صورت میں مارتھا کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسی وجہ سے میں نے مارتھا کے باپ کو قتل کر دیا۔''

تاج الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی رومی خان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''رومی خان میرے عزیز بھائی! یہ کچھمن داس مارتھا کے باپ کو قتل کرنے کا جرم تسلیم کر چکا ہے۔ اسے ایک طرف جاؤ اس کا کام تمام کر دو۔''

رومی خان چند مسلح جوانوں کے ساتھ کچھمن داس کو پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور وہاں اس کی گردن کاٹ دی گئی تھی۔

کچھمن داس کے خاتمے کے بعد تاج الدین، رومی خان، امیر خان ضیاالملک اور چند دیگر چھوٹے سالاروں کے ساتھ ان قیدیوں کی طرف گیا جن میں مرد عورتیں سبھی شامل تھے اور جنہیں شکست کے بعد گرفتار کیا گیا تھا۔ ان قیدیوں میں راجہ سلہدی کی راجکماری اناوتی بھی شامل تھی۔

قیدیوں کا جائزہ لیتے ہوئے تاج الدین اناوتی کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اناوتی نے جب ایک بھرپور نگاہ تاج الدین پر ڈالی تو اس کا چہرہ پیلا اور ہلدی ہو کے رہ گیا تھا۔ گردن اس کی جھک گئی تھی۔ تاج الدین نے اناوتی کو مخاطب کیا۔

''راجہ سلہدی کی بیٹی! کیا تو نے مجھے پہچانا۔؟''

اناوتی نے گردن سیدھی نہیں کی بس زمین کی طرف دیکھتی رہی- تاج الدین پھر ب

"راجکماری اناوتی میں وہی تاج الدین ہوں جو ایک بار تمہارے مرکزی شہر آ گیا- وہاں تمہارے باپ راجہ سلہدی نے میرا تیغ زنی کا مقابلہ اپنے ایک تیغ زن پرتا سے کرایا تھا اور میں نے اسے تیغ زنی میں ہرایا بھی تھا- جس کے جواب میں تمہارے سلہدی نے مجھے تمہارا محافظ مقرر کرنا چاہا لیکن تم نے حقارت سے مجھے اچھوت کہا اور محافظ بنانے سے انکار کر دیا- راج کماری کیا میں سچ کہہ رہا ہوں-"

راجکماری اناوتی پھر بھی کچھ نہ بولی زمین کی طرف دیکھتی رہی اس موقع پر تاج ا اپنا منہ رومی خان کے کان کے قریب لے گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

رومی خان اناوتی کے علاوہ جس قدر قیدی عورتیں ہیں انہیں رہا کر دو جانے دو ا کہ با عزت اپنی سرزمینوں کی طرف چلی جائیں- یہ جو قیدی ہیں ان میں سے دس کو اپ میں رکھو باقی کو آزاد کر دو اور انہیں کہو اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں- جہاں تک راج اناوتی کا تعلق ہے تو اس کے لیے علیحدہ خیمے کا اہتمام کرو اور اس کے خیمے کے ارد گ جوانوں کا پہرہ لگا دو- جو قیدی اپنے پاس رکھے جانے ہیں ان پر بھی کڑا پہرہ رکھنا ہم ایک دن یہاں قیام کریں گے اس دوران میں ضیا الملک کو ان علاقوں میں حفاظت انتظامات سے متعلق ہدایات جاری کر دوں گا اور اس کے بعد کل ہم یہاں سے کوچ کریں

تاج الدین کے کہنے پر رومی خان حرکت میں آیا جس قدر قیدی عورتیں تھیں انہیں جانے کا حکم دے دیا- قیدی مردوں میں سے دس کو رکھا گیا باقی سب کو بھی رہا کر دیا گیا ایک شب تاج الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا پھر سرحدی علاقوں کی حفا کے سلسلے میں چند ہدایات اس نے ضیا الملک کو دیں اس کے بعد اپنے لشکر کے علاوہ انا دیگر دشمن کے دس قیدیوں کے ساتھ وہ میدان جنگ سے احمد آباد کا رخ کر رہا تھا-

ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے اپنے لشکر کے ساتھ تاج الدین احمد آباد کے مستقر یں داخل ہوا- وہاں سلطان بہادر خان بڑے سالار حیدر خان، اختیار خان، تاتار خان سلطان الم علی خراسانی اور دوسرے بڑے چھوٹے سالاروں کے علاوہ شہر کے معززین نے بہترین انداز میں اس کا استقبال کیا اور دونوں قوتوں کے خلاف اس کی شاندار فتح پر عمدہ انداز میں اسے مبارکباد دی-

اس کے بعد جو مال غنیمت تاج الدین لے کر آیا تھا- سلطان نے اس کا جائزہ لیا- مال غنیمت کے اندر ہی راجکماری اناوتی اور کچھ دوسرے قیدی تھے- جب سلطان اور دیگر سالار اناوتی کے قریب آئے تو تاج الدین اپنا منہ سلطان کے قریب لے گیا اور کہنے لگا-

"سلطان محترم جب میں مارتھا کو نکالنے کے لیے اجین کی طرف گیا تھا تو اس لڑکی کے ساتھ ایک میرا معاملہ ہوا تھا- یوں جانیں ہم دونوں کے درمیان ایک ادھار ہے اور میں اسے یہاں رکھ کر ادھار چکانا چاہتا ہوں- اس کی عزت اس کے ناموس کا بھی پاسبان بن کے رہوں گا بس میں اسے ایک سبق سکھانا چاہتا ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ہاں انسانیت کے وقار میں کس قدر تفاوت اور فرق ہے-"

جب تک تاج الدین سرگوشی کرتا رہا سلطان مسکراتا رہا- تاج الدین جب خاموش ہوا تو اناوتی کو مخاطب کر کے سلطان کہنے لگا-

"راجہ سلہدی کی راجکماری مجھے افسوس ہے کہ تو گرفتار ہو کے ایک قیدی کی حیـ
سے یہاں پہنچ گئی ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے باپ اور تمہارے بھائیوں کی غلطیوں اور ا
غیر ذمہ داری کے باعث ہے۔ بہر حال فکر مندمت ہو میں تمہیں تاج الدین کے حوا
ہوں یہ چاہے تو تمہیں اپنے پاس اپنی بیوی بنا کے رکھ لے چاہے تو ایک لونڈی کی حیثیت
تمہیں اپنے پاس ٹھہرا لے" اس کے بعد سلطان آگے بڑھ کر دوسرے قیدیوں کا جائزہ
تھا۔

سلطان جب فارغ ہوا تو تاتار خان سلطان کے قریب آیا اور سلطان کو مخاطب ک
ہوئے سرگوشی میں کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں نے آج تک آپ سے کچھ نہیں مانگا۔ آپ جانتے ہیں کہ بغ
بوجھ اور لالچ کے میں نے لشکر میں خدمت کی ہے۔ گو میری حیثیت لشکر میں حیدر خان کے
نائب سپہ سالار اعلیٰ کی ہے اور یہ ایک نہایت عمدہ مقام ہے اس کے لیے میں ہمیشہ آ
ممنون اور شکر گزار بھی رہوں گا لیکن اس موقع پر میں آپ سے ایک گزارش کرنا چاہتا
راجہ سلہدی کی راجکماری اناوتی کے حسن اس کی خوب صورتی کے چرچے میں گذشتہ کئی ما
سن رہا ہوں یہ بھی کہا جاتا رہا ہے کہ یہ اپنے وقت کی حسین ترین لڑکی ہے۔ سلطان محتر
آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ چونکہ اناوتی مال غنیمت میں آئی ہے لہذا اسے مجھے سو
جائے میں اس سے شادی کر کے اسے اپنی بیوی بنا کر اسے وقار اور عزت کے ساتھ
گا۔"

یہ گفتگو حیدر خان، اختیار خان، تاج الدین کے علاوہ دوسرے سالاروں نے بھی سن
یہ الفاظ خود اناوتی نے بھی سنے تھے۔ سلطان مسکرا دیا، تاتار خان کا شانہ تھپتھپایا کہنے لگا۔

"تاتار خان ایسا ممکن نہیں ہے۔ تمہیں پتہ ہے میں پہلے ہی فیصلہ دے چکا ہوں

ی کو تاج الدین اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ میں یہ بھی کہہ چکا ہوں اس کی مرضی ہے چاہے تو
ے نکاح کر کے اسے اپنی بیوی کی حیثیت سے رکھے چاہے لونڈی کی حیثیت سے اپنے
ر میں رکھ لے یہ اس کو اختیار ہے۔ دیکھو! یہ آخری فیصلہ ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی
پسند نہیں کروں گا۔ ہاں تاج الدین اپنی مرضی اپنی رضامندی سے راج کماری اناوتی کو
ی کے حوالے کرنا چاہے تو یہ اس کی مرضی اس کی منشا ہے۔ میں اس معاملے میں ہرگز
اخلت نہیں کروں گا اور نہ کسی اور کو اجازت دوں گا کہ وہ میرے فیصلے میں مداخلت کرنے کی
شش کرے۔" اس کے ساتھ ہی سلطان نے تاج الدین کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب
ر کے کہنے لگا۔

"تاج الدین! میرے بیٹے! تم تھکے ہوئے ہو گے تم راج کماری اناوتی کو اپنے ساتھ
لے جاؤ۔ جا کر آرام کرو۔" اس کے بعد سلطان نے حیدر خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"حیدر خان تم اختیار خان کو اپنے ساتھ لو ان قیدیوں کے لیے فی الحال زندان میں
چھی رہائش کا اہتمام کرو۔ ان سے میں بعد میں گفتگو کروں گا اور جس قدر مال غنیمت ہے
اسے بھی بیت المال کی طرف بھجواؤ اس سلسلے میں اپنی مدد کے لئے اختیار خان کو بھی ساتھ
رکھو" پھر سلطان وہاں سے چلا گیا تھا۔ تاج الدین لوٹا اناوتی کے قریب آیا اور اسے مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

"اناوتی! اپنے گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔" اناوتی منہ سے کچھ نہ بولی۔ قریب ہی کھڑے
اپنے گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ تاج الدین بھی سوار ہوا۔ پھر تاج الدین اناوتی کو لے کر مستقر سے
نکلا۔ جس وقت وہ نجیب الدین کی حویلی میں داخل ہوا تب حویلی کے ایک کمرے سے نجیب
الدین، مارتھا، کلثوم اور اریبہ بھاگتے ہوئے نکلے تھے۔ اتنی دیر تک تاج الدین اپنے گھوڑے
سے اتر چکا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سہمے سہمے انداز میں اناوتی بھی اپنے گھوڑے سے

اتر چکی تھی- سب سے پہلے نجیب الدین آگے بڑھا تاج الدین کو اپنے ساتھ لپٹا
پیار کیا- جب وہ پیچھے ہٹا تو بھاگ کر اریبہ آگے بڑھی پنجوں پر کھڑے ہوتے ہو
تاج الدین کی پیشانی پر طویل بوسہ دیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی-

''بھائی! اپنی دو مہمات میں جو آپ نے کامیابیاں حاصل کی ہیں میں آ
آپ کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتی ہوں- آپ کی کارگزاری کی خبریں یہاں آ
رہی ہیں اور ہم آپ کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے-''

اریبہ جب خاموش ہوئی تو بڑے پیارے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہ
الدین نے پوچھ لیا-

''تم کب سے یہاں ہو؟'' اریبہ کی بجائے اس بار مارتھا بول پڑی-

''اسے اکثر و بیشتر میں کلثوم یہاں لے کر آتے ہیں- رات بھی اکثر ہمارے
رہتی ہے-'' مارتھا کو خاموش ہو جانا پڑا- اس لیے کہ اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے تا
بول پڑا-

''اناوتی مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے عزیزوں کے ساتھ باتوں میں لگ گیا ا
موجودگی کو لمحہ بھر کے لیے بھول گیا- اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں''

پھر نجیب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''عم! یہ راجہ سلہدی کی راجکماری اناوتی ہے- اس کی بدقسمتی ہے کہ جنگ کے
یہ لشکر میں شامل ہوئی اور گرفتار ہو گئی- یہ کچھ عرصہ یہیں رہے گی-'' پھر اناوتی کو مخاطب
ہوئے تاج الدین کہنے لگا-

''اناوتی! یہ حویلی میرے عم نجیب الدین کی ہے- ان کے ساتھ جو لڑکی ہے-
بہن اریبہ ہے- اس کے ساتھ عم نجیب الدین کی بیٹی اور میری دوسری بہن کلثو

ساتھ مارتھا ہے- اس کا نام تم نے سن رکھا ہوگا- اس لیے کہ تمہارے بھائی لچھمن داس نے
تھا کے باپ کو ورغلاتے ہوئے اسے اجین کی طرف بلایا تھا- وہاں مارتھا کو حاصل کرنے
لیے جب اس نے اس کے باپ پر دباؤ ڈالا تو مارتھا کو لچھمن داس کے حوالے کرنے سے
کے باپ نے جب انکار کر دیا تو تمہارے بھائی نے مارتھا کے باپ کو قتل کر دیا- مارتھا کو
اس نے بے آبرو کرنا چاہا تو مارتھا کسی نہ کسی طرح تمہارے اجین کے محل سے بھاگ کر
ن کے نواح میں ایک اچھوت کے ہاں پناہ لینے میں کامیاب ہوئی-

مارتھا میں اجین میں جو ملازمت کی غرض سے گیا تھا وہ ملازمت تو ایک بہانہ تھا اور
نے دفاع کے لیے میں نے ایسا کیا تھا- ورنہ اصل میں میں مارتھا ہی کو وہاں سے نکالنے
لیے گیا تھا اور میری خوش قسمتی کہ میں مارتھا کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہوا تھا-''

مارتھا نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا چپ چاپ سنتی رہی- تاج الدین جب خاموش ہوا تو
ب بھرپور نگاہ اس نے اس پر ڈالی پھر مارتھا کی طرف دیکھا- مارتھا آگے بڑھی اناوتی کو اس
نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے کہنے لگی-

''اناوتی جو سلوک تمہارے بھائی نے میرے ساتھ کیا ویسا سلوک یہاں تمہارے
اتھ نہیں ہوگا-'' اس کے بعد کلثوم اور اریبہ نے بھی اناوتی کو ڈھارس دی پھر تاج الدین
نے کچھ فیصلہ کیا اور کہنے لگا-

''کلثوم اور اریبہ تم دونوں بہنیں اناوتی کو اپنے ساتھ لے جاؤ- عم نجیب الدین اور
رتھا تم دونوں یہاں رکو'' اس پر کلثوم اور اریبہ حرکت میں آئیں اناوتی کو اس کے دونوں
ازوؤں سے پکڑ کر سامنے والے کمرے کی طرف لے گئیں- ان تینوں کے جانے کے بعد
تاج الدین نے مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''مارتھا'' جو بات میں کہنے لگا ہوں اس کا ذکر فی الحال اناوتی سے مت کرنا اس کے

بھائی پھمن داس نے تمہارے باپ کو قتل کیا تھا لہٰذا میں تم سے کہوں گا کہ اپنے باپ کے
جانے کے سلسلے میں تم اس اناوتی کے خلاف کوئی انتقامی کاروائی مت کرنا''

تاج الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ فوراً مارتھا بولتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ اگر اس کے بھائی نے میرے باپ کو قتل
تو میں اپنے باپ کے قتل کے سلسلے میں اس بے چاری معصوم کے خلاف کوئی انتقامی
کیوں کروں گی۔ یہ تو سراسر ناانصافی اور درندگی ہوگی۔ میں اسے۔۔۔''

تاج الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''تم اسے یہاں جس طرح چاہے رکھو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن ابھی میں
گفتگو ختم نہیں کی میں مزید کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

مارتھا! جنگ میں اس کا بھائی اور تمہارے باپ کا قاتل پھمن داس گرفتار ہوا تھا
جب میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں نے باز پرس کرتے ہوئے پوچھا کہ اس نے کیوں
پر ظلم کرنے کی کوشش کی اور کیوں اس نے تمہارے باپ کو قتل کیا۔

اس نے میرے سامنے اپنے جرم کو تسلیم کیا۔ تمہارے باپ کے قتل کو بھی وہ مانا
جرم کے بعد میں نے اسے موت کے گھاٹ اتروا دیا۔ یوں مارتھا تمہارے باپ کے
انتقام میں لے چکا ہوں۔''

تاج الدین کے اس انکشاف پر تھوڑی دیر تک مارتھا بڑے پیار بھرے اور ممنونیت
بھرپور انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

''میرے پاس الفاظ نہیں جو میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔ آپ نے جو مجھے ا
اور دوزخ سے نکالا تو یہ ایک ایسا احسان تھا جس کا بوجھ زندگی بھر نہ اتار سکوں گی۔ اپ
کے مرنے کے بعد دشمنوں کی سرزمینوں میں میری حالت ضمیر انسانیت کے قیدی کی سی

تمام رشتے کھو کر صرف اپنے زخموں کو شمار کرنے کے لیے رہ گئی تھی۔ میں وہاں اکثر سوچا
تی تھی کہ مجبوروں اور معصوموں کے غم کا سورج کب چھپے گا۔ اس لیے کہ حالات نے مجھے
قدر بے بس بنا دیا تھا میں کسی سے اپنا دکھ درد بھی بیان نہیں کر سکتی تھی کہ کہیں پکڑی نہ
ں۔ کسی کو خبر نہ ہو جائے کہ میں نے وہاں اچھوتوں کے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔ یوں درہم
بنار کی اس فرہنگ میں میرا ہر لفظ بے نطق ہو چکا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد میں اکثر
تی تھی کہ یہاں اس دنیا میں کیوں لاشے اٹھتے ہیں لہجے کیوں سہمے سہمے ہو جاتے ہیں۔

محترم تاج الدین باپ کے قتل ہونے کے بعد میرے چاروں طرف اندھیرا ہی
یرا تھا۔ آپ میرے لیے نئے سویروں کا پیغام بن کر نمودار ہوئے۔ مجھے خاموش راہوں
سنسانی سے رہائی دلا کر گلاب بستیوں کے امن سے ہمکنار کیا۔ آپ نے اپنی جراتمندی
ے خلوص سے میرے ماتھے پر انسانیت کا وقار میرے ہونٹوں پر تحفظ کا تبسم سجایا۔ میرے
م کی سوندھی مٹی کو اشکوں کی برسات سے نکال کر کرنوں کی فصیل پر لا کھڑا کیا۔ میں جب
زندہ رہوں گی میری زیست کی ہر شکن میں آپ کے لیے ممنونیت اور شکر گزاری کے
بے پنہاں رہیں گے۔

اگر آپ میری مدد نہ کرتے تو اب تک میں مارتھا ٹوٹے خوابوں کے ماتم اور ایک
مت دریدہ لڑکی سے بھی بدتر ہو کے رہ جاتی۔''

مارتھا جب خاموش ہوئی تو تاج الدین تھوڑی دیر تک تیز نگاہوں سے اس کی طرف
ھتا رہا۔ مارتھا ان نگاہوں کی تاب نہ لا سکی۔ گردن اس نے جھکا لی پھر تاج الدین کے
ے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مارتھا! تم تو کمال کی لڑکی ہو۔ کوئی اور اچھے جملے نہیں ہیں جنہیں تم استعمال کر سکو تم تو
سا میرے لیے عمدہ عمدہ الفاظ استعمال کر رہی ہو جیسے میں نے تمہارے لیے کائنات کو فتح کر

لیا ہو- میں نے جو کام تمہارے لیے کیا ہے میں نہ ہوتا تو یہی کام کوئی اور کرتا- بہر حال ی کرنے کا تھا سو کیا گیا- اب اس کے لیے نہ تمہیں میرا نہ کسی اور کا شکر گزار ہونے کی ضرو ہے- بس میں نے تمہیں یہی بات بتانے کے لیے روکا تھا تم جاؤ میں ذرا گھوڑوں کو اص میں باندھتا ہوں-''

مارتھا فوراً آگے بڑھی ایک گھوڑے کی باگ اس نے پکڑ لی اور کہنے لگی-

''میں بھی آپ کے ساتھ گھوڑوں کو جا اصطبل کی طرف لے کر جاتی ہوں-''

الدین نے مارتھا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا-

''یہ تمہارا کام نہیں جاؤ کلثوم اور اریبہ کے پاس جا کر بیٹھو'' اس موقع پر نجیب الدین مارتھا کی طرفداری کی-

''بیٹے اگر وہ اپنی خوشی سے تمہارے ساتھ اصطبل کی طرف جانا چاہتی ہے تو تم ا کیوں منع کرتے ہو جانے دو'' ساتھ ہی نجیب الدین مڑا اور اس کمرے کی طرف ہو لیا ج طرف کلثوم اور اریبہ' اناوتی کو لے کر گئی تھیں- اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے تاج ال چپ چاپ اصطبل کی طرف ہو لیا- جس گھوڑے پر بیٹھ کر اناوتی آئی تھی اس گھوڑے کی مارتھا نے پکڑی اور اس کے پیچھے پیچھے وہ بھی اصطبل کی طرف ہولی تھی-

اصطبل میں داخل ہونے کے بعد ایک جگہ تاج الدین رک گیا پھر اسے کچھ خیال گز بڑے غور سے وہ اپنے پیچھے آتی ہوئی مارتھا کی طرف دیکھنے لگا تھا- مارتھا جب اس کے قر پہنچی تب اسے مخاطب کر کے تاج الدین کہنے لگا-

''مارتھا! اچھا ہوا تم میرے ساتھ اصطبل کی طرف چلی آئی میں علیحدگی میں تم سے انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا تھا-''

تاج الدین کے ان الفاظ پر مارتھا چونکی تھی- عجیب سے انداز میں وہ تاج الد

رف دیکھنے لگی تھی- تاج الدین نے کچھ سوچا پھر دوبارہ اسے مخاطب کیا-

''مارتھا! تم جانتی ہو یہ حویلی میری نہیں ہے- نجیب الدین کی ہے- ان کا احسان اور ان کی مہربانی ہے کہ انہوں نے ہم دونوں کو اپنے ہاں برداشت کیا ہوا ہے ورنہ اگر حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو ہم دونوں ان پر بوجھ ہیں- میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ یہاں رہتے ہوئے تم خوش تو ہو نا- کوئی تمہاری دل شکنی تو نہیں کرتا- اور-----''

تاج الدین کو خاموش ہونا پڑا اس لیے کہ مارتھا مزید اس کے قریب ہوئی اور شکووں بھری آواز میں کہنے لگی-

''یہ آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ تکلیف اور یہاں اس حویلی میں وہ بھی محترم نجیب الدین اور کلثوم کی طرف سے' یہ ناممکن ہے- آپ جانتے ہیں یہاں آنے سے پہلے میں قلب کی پیوندکاری جیسے ماحول میں تھی اور اپنی خودداری کے آنچل اور اپنے طبعی تبسم تک سے محروم ہوتی جا رہی تھی- یہاں محترم نجیب الدین اور کلثوم دونوں میرے لیے مہکتے میٹھے دریاؤں کی کہانی سے زیادہ خوشگوار' امن اور انسانیت کے راستوں پر خوشبو کے سفر سے زیادہ خوش کن' پاکیزہ چاہتوں کے ثمر اور لوح جان پر مہکتے لہجے سے کہیں زیادہ مہربان ہیں- یہاں اس حویلی میں وہ دونوں میرے لیے پر امن رتوں کا سکھ اور حسین و مسحور کن نغموں کا سا ماحول ہیں- آپ کو ان سے متعلق ایسا سوچنا بھی نہیں چاہئے کہ وہ میری دل شکنی کر سکتے ہیں' آپ کے علاوہ یہ ان کا مجھ پر کرم احسان ہے کہ انہوں نے مجھے اپنے ہاں بیٹی کی طرح رکھا ہوا ہے- اس حویلی میں محترم نجیب الدین کلثوم اور مجھ میں کوئی فرق نہیں کرتے-''

یہاں تک کہنے کے بعد مارتھا چونکی پھر ایک دم موضوع بدلتے ہوئے کہنے لگی-

''مجھے یاد آیا آپ کی غیر موجودگی میں میرا چچا نائیکولو مجھے لینے کے لیے آیا تھا- وہ حیدر خان کو اپنے ساتھ لایا تھا- وہ اپنے کچھ تجارتی ساتھیوں کے ساتھ احمد آباد آیا تھا- حیدر

خان سے ملاقات کے دوران اسے پتہ چلا کہ میں نے یہاں قیام کر رکھا ہے۔ اسے یہ بھی خبر نہیں تھی کہ میرے باپ کو قتل کر دیا گیا ہے لہٰذا وہ یہاں آیا اور مجھے اپنے ساتھ لے جانے کی پیشکش کی لیکن میں نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس لیے کہ وہاں لے جا کر وہ مجھے اپنے بیٹے سے بیاہنا چاہتا تھا اور میں ایسا نہیں چاہتی میں نے اسے یہ بھی کہہ دیا کہ ان کے ہاں جو میرے باپ کا اثاثہ ہے میں اس سے بھی دستبردار ہوئی بہر حال میں نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا''

تیز نگاہوں سے تاج الدین نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تم نے اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ شادی کرنے سے کیوں انکار کر دیا۔ اس طرح تو تمہارا مستقبل سنور جاتا تمہاری تنہائی ختم ہو جاتی اور۔۔۔''

مارتھا فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑی۔

''اور وور کچھ نہیں بس میں نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ میں اپنے چچا زاد سے شادی نہیں کر سکتی تھی اس لیے کہ میں اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر کسی کا انتخاب کر چکی ہوں۔''

تاج الدین نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو یہ انتخاب تم نے کب کہاں اور کیسے کر لیا؟''

مارتھا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''کیوں مجھے ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔؟''

''بالکل حق ہے لیکن وہ کون ہے جس کو تم نے منتخب کیا ہے وہ کیسا ہے کہاں ہے تم نے اس کو کس جگہ دیکھا اس کی کون سی ادا تمہیں پسند آئی کہ اپنوں کو چھوڑ کر تم اس کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کو تیار ہو گئی۔ ویسے تو تم حسین ہو نوجوان ہو بلکہ میں کہوں گا کہ حسین ترین ہو۔

تمہیں تمہاری خواہشوں سے بھی بڑھ کر زندگی کا ساتھی مل سکتا ہے مگر تم نے کہاں اور کس کا انتخاب کیا؟''

لمحہ بھر کے لیے مسکراتے ہوئے مارتھا نے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''تاج الدین اپنی زندگی کے لیے میں نے جس کا انتخاب کیا ہے وہ برف آلود طوفانوں اور سرگشتہ قیامت سا دلیر' شور کرتی سرخ آندھیوں اور آگ کے بھڑکتے تیز سیلاب جیسا زور آور کڑکتی آسمانی برق اور رعد جیسا بے باک و جفاکش ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ معصوم ہے۔ دل کش اور حسین نقوش والا ہے۔ ساتھ ہی وہ عقابی نگاہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک سپاہیانہ وقار بھی رکھتا ہے۔ اب وہی میرے دل کے فلک کا ستارہ اور میں اس کی پر رونق کہکشاں ہوں۔ اب وہی میری زیست کی بینائی اور میں اس کے بستر کی شکنوں میں پوشیدہ محبت بھرا لمحہ ہوں۔''

مارتھا جب خاموش ہوئی تو تاج الدین نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''مارتھا تم بھی عجیب لڑکی ہو۔ میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا کہ تم اس کی تعریف کر کے دکھاؤ۔ میں نے تو یہ پوچھا تھا کہ وہ کون ہے۔ کہاں اس سے تمہاری ملاقات ہوئی اور وہ خود کہاں رہتا ہے لیکن یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں۔''

مارتھا بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''گھبرائیں نہیں جب وقت آیا سب کچھ بتاؤں گی آپ سے اس کا نام بھی کہوں گی۔ کہاں رہتا ہے یہ بھی بتاؤں گی بلکہ جب مناسب وقت آیا تو میں آپ کو اس کے پاس لے کر جاؤں گی۔''

مارتھا رکی کچھ سوچا پھر تاج الدین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنے لگی۔

کیا آپ کو پسند نہیں آیا کہ میں نے اپنے لیے زندگی کا ساتھی خود چن لیا ہے۔''

تاج الدین چونک سا پڑا کہنے لگا۔

''نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں اگر تم خود اپنے مستقبل کو سنوارنے کا کوئی کام کرتی ہو یاد رکھنا یہ میری بھی دل جمعی اور روحانی آسودگی کا باعث ہے میں چاہتا ہوں کہ تم جہاں بھ رہو خوش اور مطمئن رہو۔ اب چلو سب ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔''

اس کے ساتھ ہی تاج الدین نے اپنے گھوڑے سے دہانہ اتارا زین اتار کر ایک طرف رکھ دی۔ اس کے آگے چارہ ڈال دیا تھا۔ دوسری جانب دوسرے گھوڑے کے منہ سے دہا نکالنے اور زین اتارنے کے بعد مارتھا نے اسے ناند پر باندھ دیا تھا۔ پھر دونوں باہر نکے اچانک تاج الدین مڑا۔ اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ جو چرمی خرجین بندھی ہوئی تھی، اس نے کھولی اور مارتھا کو تھماتے ہوئے کہنے لگا۔

''مارتھا! یہ تھیلی سنبھال کر رکھو کچھ نقدی ہے اس میں سے جتنی تمہیں ضرورت ہو رکھ لینا۔ کچھ میں اپنی بہن اریبہ کو دینا پسند کروں گا۔'' اس کے ساتھ ہی دونوں اصطبل سے نکل کر اس کمرے میں آئے جہاں نجیب الدین کلثوم اور اریبہ بیٹھے ہوئے تھے پھر نجیب الدین کے کہنے پر کھانا تیار کرنے کے لیے مارتھا، کلثوم اور اریبہ مطبخ کی طرف ہولیں۔ اناوتی کو بھی و اپنے ساتھ لے گئی تھی نجیب الدین اور تاج الدین وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے۔

☆

شام کا کھانا کھانے کے بعد جب برتن سمیٹے جا چکے تب نجیب الدین نے مارتھا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''مارتھا میری بیٹی تم تینوں اناوتی کو حویلی کے سارے کمرے، طہارت خانے دکھا د تاکہ اسے یہاں اجنبیت محسوس نہ ہو۔''

مارتھا فوراً اٹھ کھڑی ہوئی فوراً بولی۔ ''عم میں بھی یہی چاہ رہی تھی کہ اناوتی کو سارے

لی دکھا دیں۔'' اس کے ساتھ ہی مارتھا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھتے ئے کلثوم اور اریبہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں پھر مارتھا نے اناوتی کا ہاتھ پکڑا اور اسے مخاطب ر کے کہنے لگی۔

''آؤ ہمارے ساتھ'' اناوتی چپ چاپ اٹھی مارتھا کے ساتھ ہو لی۔ عین اسی لمحہ حویلی ے دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھا اور نجیب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں کون ہے۔''

آگے بڑھ کر جب اس نے حویلی کا صدر دروازہ کھولا تو وہاں تاتار خان اور اس کے اتھ دو چھوٹے سالار تھے۔ تاج الدین کو دیکھتے ہی تاتار خان کہنے لگا۔

''تاج الدین میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں میں تمہارا یادہ وقت نہیں لوں گا۔''

تاج الدین مڑا اور کہنے لگا۔

''میں ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھولتا ہوں پھر بیٹھتے ہیں۔''

تاتار خان اور اس کے ساتھ دونوں سالار اندر آئے اس کمرے کا دروازہ تاج الدین نے کھولا۔ اتنی دیر تک نجیب الدین بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ تاتار خان اور دونوں سالاروں سے مصافحہ کرتے ہوئے وہ بھی ملا۔ تاج الدین نے ان تینوں کو اپنے کمرے میں بٹھایا اتنی دیر تک مارتھا کلثوم اریبہ اور اناوتی بھی اس سمت ہی آ گئی تھیں۔ نجیب الدین ابھی باہر ہی کھڑا تھا کہ کلثوم تیزی سے آگے بڑھی اور اس کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

''بابا! یہ کون مہمان آئے ہیں؟''

کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں نجیب الدین کہنے لگا۔

"بیٹے! تا تارخان اور اس کے دو ساتھی ہیں- نجانے تاج الدین سے کیا کہنا چا
ہیں مگر یہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے-"

کلثوم نے کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا-

"آپ کا مطلب ہے کہ یہ بھائی سے الجھیں گے"

نہیں بیٹی! میں یہ تو نہیں کہتا لیکن تا تارخان کوئی مخلص آدمی نہیں ہے اور پھر میں
ہے ماضی میں بھی یہ اکثر و بیشتر تاج الدین سے الجھتا ہی رہا تھا- میں اندر جا کر ان کے پ
بیٹھتا ہوں اور دیکھتا ہوں یہ کس غرض سے آئے ہیں-" اس پر کلثوم کہنے لگی-

"بابا میں مارتھا بہن اریبہ اور اناوتی بھی یہیں اندرونی دروازے کے پاس کھڑی
ہیں اور ان کی گفتگو سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں یہ کیا کہتے ہیں" نجیب الدین نے کوئی جواب
اور کمرے میں داخل ہو گیا-

مارتھا' کلثوم' اناوتی اور اریبہ دوسرے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر ان کی گفتگو
کی کوشش کرنے لگی تھیں- نجیب الدین اندر جا کر تاج الدین کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا
کمرے میں تاج الدین کی آواز گونجی تھی-

"تا تارخان کہو کس غرض سے آئے ہو گو میرے ذہن میں ایک فیصلہ ہو چکا ہے
کس غرض سے آئے ہو لیکن میں سب کچھ تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں' کہو کیا کہنا چا
ہو-" اس پر تا تارخان نے گلا صاف کیا پھر تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھ

"تاج الدین! پہلے یہ بتاؤ کیا تم اجین کے راجہ سلہدی کی بیٹی راجکماری اناوتی کو
بیوی بنانا چاہتے ہو یا باندی اور لونڈی بنا کر گھر رکھنا چاہتے ہو-"

تا تارخان کے الفاظ کو تاج الدین نے خاصا ناپسند کیا تھا- اس کے باوجود ضبط کر
ہوئے کہنے لگا-

"تا تارخان! میں جانتا تھا تم اسی موضوع پر مجھ سے گفتگو کرنے آئے ہو دیکھو اناوتی
ے گھر میں ایک معزز اور محترم مہمان کی حیثیت رکھتی ہے- اسے باندی اور لونڈی بنا کر اس
ھر میں رکھنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں اس سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتا- وہ یہاں
چھ دنوں کی مہمان ہے اس کے بعد وہ اپنے شہر کی طرف لوٹا دی جائے گی- اسے اس کے گھر
ک پہنچانا میری ذمہ داریوں میں سے ایک ہے-"

تا تارخان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا-

"وہ مال غنیمت میں آئی ہے اسے واپس کیسے لوٹایا جا سکتا ہے- اگر تم اس سے شادی
یں کرنا چاہتے باندی اور لونڈی بنا کر بھی اپنے ہاں نہیں رکھنے کا ارادہ کرتے تو میرے
الے کر دو میں اس سے شادی کروں گا اسے وہ عزت وہ وقار دوں گا جو اس سے پہلے اس
نے دیکھا نہ ہو گا-"

تاج الدین غصہ کھا گیا تھا کہنے لگا-

"تا تارخان! آتشیں سل پر بیٹھ کر دوسروں کے لیے صلیبیں مت کھڑی کیا کرو- اپنی
اہشوں کے حصار میں رہتے ہوئے صرف اپنی ذات کے لیے خوابوں کے گلدستے نہ بنایا
کرو- میں جانتا ہوں تم طوفانی جھکڑوں اور سیلابی ریلوں میں بھی کھڑے ہو کر دوسروں کے
ں کے گلشن اجاڑنے میں خوشی محسوس کرتے ہو- اناوتی اس حویلی میں قابل احترام ہے کوئی
ں کی طرف نگاہ اٹھا کے بھی نہیں دیکھ سکتا- تا تارخان! وہ میری مہمان ہے اور میں اس کی
زت اس کے ناموس' اس کی آبرو' اس کی عصمت کو اپنی جان سے بھی زیادہ قیمتی اور گراں
یال کرتا ہوں-"

تاج الدین کی بات کاٹتے ہوئے تا تارخان بول پڑا-

"اس کے باوجود کہ وہ ہندو ہے- مال غنیمت میں آئی ہے- قیدی ہے- اسیر ہے پھر

بھی تم اسے ایسی عزت دے رہے ہو جس کی وہ قطعاً حقدار نہیں۔''

''تاتارخان بغیر سوچے اپنے منہ سے الفاظ مت نکالو عورت مسلمان ہو ہندو ہو عیـ ہو یہودی ہو ایک جیسی قابل احترام ہے بشرطیکہ وہ عورت ہو۔ اگر وہ صحیح معنوں میں عورت اور اس کا تعلق کسی بھی مذہب کسی بھی گروہ سے ہو تو وہ انسانی عظمتوں کی پیکر ہے۔ شفق رنگوں جیسی پاکیزہ صبح کی پلکوں برگ زیتون جیسی قابل احترام رنگ و خوشبو کے جھونکے جیسی وقار ہے۔ سن ہوس کے سوداگر تیری رگ حمیت مردہ کیوں ہو گئی ہے میں تمہیں بتا چکا ہوں اس کی حفاظت اس کی تعظیم میرے فرائض میں ہے۔ اگر تم نے اس لڑکی پر بری نگاہ ڈالنے کوشش بھی کی تو یاد رکھنا میں رسوائیوں کی خلقت کو تمہاری جاں کا مقدر بنا دوں گا۔ تم کیا؟ ہو کہ وہ کارواں سے بچھڑ کر نگر نگر بھٹکنے پر مجبور ہے۔ ہرگز نہیں وہ یہاں ایسے ہی تحفظ کی چ میں رہے گی جیسے وہ اپنے ماں باپ کے پاس رہتی رہی ہے۔''

ایک بار پھر تاج الدین کی بات کاٹتے ہوئے تاتارخان بول پڑا۔

''تاج الدین! اگر تم ویسے اناوتی کو میرے حوالے نہیں کرتے تو بولو اس کی کیا قیم لگاتے ہو؟ جس قدر بھی رقم تم مجھ سے مانگو گے میں ادا کروں گا اناوتی میرے حوالے کر اس کے بدلے مجھ سے جس قدر مانگو گے میں ادا کر دوں گا اور اس رقم کے بدلے ساری عمر اور چین سے زندگی کاٹتے رہو گے۔''

یہ ساری گفتگو گھر کے اندر کھلنے والے دروازے کے پردے کی اوٹ میں مارتھا' اناو کلثوم اور اراریہ سن رہی تھیں۔

تاتارخان کے ان الفاظ سے تاج الدین کا خون کھول اٹھا تھا۔ کچھ سوچتا رہا پھر لگا۔

''تاتارخان! جہاں تک مجھے علم ہے تمہارے گھر میں تمہاری دو بیٹیاں ہیں ایک بچپن

ت کر کے جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔ دوسری ابھی چھوٹی ہے۔ جو تمہاری بڑی ہے۔ مانگو اس کا کیا مانگتے ہو۔ جتنی رقم مانگو گے میں تمہیں دوں گا اسے ابھی جا کر لے آنا ہاں میرے پاس چھوڑ جانا میں جو چاہے اس کے ساتھ سلوک کروں۔''

تاتارخان آگ کی طرح بھڑک اور کھول اٹھا۔ دھمکی آمیز انداز میں تاج الدین کی د دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تاج الدین! لفظوں اور معنی کے ہجوم کو سوچ کر اپنی زبان سے نکالو جو الفاظ تم ادا کر ہو ایسے الفاظ کے اظہار پر تلوار کی نوک سے بھی پابندی لگائی جا سکتی ہے۔''

تاج الدین بھی کھول اٹھا تھا کہنے لگا۔

''بدی کے گماشتے! ابلیس کے سائے کی طرح پھیلتے مت جاؤ تمہیں اپنی بیٹی کا بڑا دکھ حساس ہوا ہے۔ اناوتی بھی کسی کی بیٹی ہے۔ کسی کی عزت ہے کسی کی آبرو ہے۔ تم کیا ۓ ہو کہ وہ یونہی راستوں میں بھٹکتا ہوا ہوا کا ایک جھونکا ہے۔ جو چاہے اس سے مستفید ہو ۓ۔ اب تم نے مزید کچھ اناوتی کے متعلق کہنا چاہا تو یاد رکھنا میری تلوار نیام سے باہر آئے اور میں تمہاری رگوں سے مچلتا تمہارا گندا خون نکال کر تمہیں موت کی وادیوں کی طرف سا دوں گا''

اس موقع پر تاتارخان کا ہاتھ تلوار کے دستے پر چلا آیا تھا اور جو دو چھوٹے سالار اس ساتھ آئے تھے وہ بھی اپنے ہاتھ اپنی اپنی تلوار کے دستے پر رکھ چکے تھے ایک جھٹکے کے ھ تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تلوار اس نے فوراً بے نیام کر لی پھر دو چھوٹے سالار ا تارخان کے ساتھ آئے تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں اب تک تم دونوں کی طرف سے خاموش تھا لیکن میں اندازہ لگا چکا تھا کہ تم دونوں تارخان کی مدد کے لیے اس کے ساتھ آئے ہو۔ تاتارخان کی گردن تو میں بعد میں کاٹوں گا

پہلے تم دونوں کی ٹانگیں ایسی کاٹوں گا کہ زندگی بھر کے لیے تمہیں معذور بنا کے رکھ
ان دونوں سالاروں نے اپنی تلواروں کے دستے سے ہاتھ ہٹا لیے تھے م
انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھنے لگے تھے پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

''امیر تاج الدین خدا گواہ ہے ہم ہرگز اس نیت سے تاتارخان کے ساتھ نہ
آپ کے خلاف ہم اس کی مدد کریں گے یہ بھی معلوم نہ تھا یہاں لانے کے بعد تا
موضوع پر آپ سے گفتگو کرے گا۔''

تاج الدین ابھی اس سالار کی گفتگو کا جواب دینے ہی لگا تھا کہ عین ا
دروازے سے جو کھلا تھا حیدر خان، اختیار خان، رومی خان اور امیر خان داخل ہو۔
اس موقع پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پردے کے پیچھے کھڑی کلثو
''پہلے مجھے ڈر اور خوف تھا کہ یہ تینوں بھائی سے الجھ پڑیں گے لیکن اب
حیدر خان، اختیار خان، رومی خان اور امیر خان بھی آ گئے ہیں۔''

سب نے دیکھا حیدر خان آگے تھا۔ اس کے پیچھے اختیار خان، رومی خا
خان تھے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ اس سمے غصے میں حیدر خان کا چہرہ ایسے تھا جیسے سور
اس کے چہرے پر بکھر گیا ہو اور اس کی آنکھوں کے اندر موت کے ہیولے جوش
وہ برابر تاتارخان کو گھورتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ تاتارخان نے جب حیدر خ
کے پیچھے اختیار خان، رومی خان، اور امیر خان کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو
خان کے احترام میں وہ اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حیدر خان آگے بڑھا پھر اس کا ہاتھ
الٹے ہاتھ کا ایک زوردار طمانچہ اس نے تاتارخان کے منہ پر اس انداز میں مارا
جس نشست سے اٹھا تھا اسی نشست پر گر گیا تھا پھر کھولتے لہجے میں حیدر خان غ
کہنے لگا۔

''تم نے جو اناوتی سے متعلق گفتگو کی تھی اس وقت میں جان گیا تھا کہ تم کچھ نہ کچھ ضرور
روگے اس لیے میں نے تم پر نگاہ رکھنے کے لیے اپنے آدمی مقرر کر دیے تھے۔ تاتارخان
ں سے پہلے بھی تم قیصر خان کے قتل کا الزام تاج الدین پر لگا کر کچھ عرصہ کے لیے اسے
لطان کی نظروں میں گراتے ہوئے لشکر سے نکلوا چکے ہو۔ اب اس کی معصومیت، اس کی بے
ناہی نے اسے پھر لشکر میں وہی عزت احترام دے دیا ہے اور اپنی ان دو مہموں کو کامیابی
ے سر کرنے کے بعد سلطان کی نگاہوں میں اس کی عزت اس کا احترام اب تم سے بھی کچھ
یادہ ہو چکا ہے۔

تاتارخان دروازے سے باہر کھڑا ہو کر میں تمہاری اور تاج الدین کی ساری گفتگو سن
کا ہوں۔ مجھے چاہئے تو یہ تھا کہ ابھی تلوار بے نیام کر کے تمہاری گردن کاٹ دوں اس لیے
لہ تم جیسے بے ہودہ اور بدکردار شخص کی گردن سلامت نہیں رہنا چاہئے لیکن تاج الدین کے
لاف کھل کر آنے کا یہ تمہارا دوسرا موقع ہے۔ پہلے تم نے اسے قاتل ثابت کرنے کی کوشش
ی جس سے یہ بری ہوا۔ دوسرا موقع یہ ہے جو تم نے اس کے گھر آ کر اس کے ساتھ دھمکی
میز گفتگو کرتے ہوئے اس سے اناوتی کو حاصل کرنا چاہا۔ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ میں بیچ
ں آ گیا ہوں ورنہ ہوسکتا ہے میں تھوڑی دیر لگاتا تو تاج الدین خود تیری گردن کاٹ دیتا۔
ہر حال دو مواقع ہو چکے تیسری بار کسی بھی موقع پر اگر تم نے تاج الدین کے خلاف کسی بھی
رح حرکت میں آنے کی کوشش کی تو تاتارخان! میں خود اپنی تلوار سے تیری گردن کاٹوں گا
ب اٹھ اور یہاں سے دفع ہو جا۔''

تاتارخان نے اسے غنیمت جانا۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ جو دو چھوٹے
سالار آئے تھے۔ حیدر خان نے ان کی طرف گھورا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔
آج کے بعد اگر تم دونوں مجھے تاتارخان کے ساتھ نظر آئے تو تمہارے گھر والے

تمہیں ڈھونڈتے رہیں گے تم انہیں ملو گے نہیں تم بھی دفع ہو جاؤ-"

اس کے ساتھ ہی تاتار خان اور اس کے دونوں ساتھی وہاں سے چلے گئے تھے۔ خان کے چہرے پر اب مسکراہٹ نمودار ہوئی آگے بڑھا تاج الدین کے شانے پر ہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

"تاج الدین میرے عزیز بھائی! میں تمہارے عمدہ اخلاق، تمہاری بلند کرداری کرتا ہوں- اناوتی کے متعلق جو الفاظ جو جملے تم نے تاتار خان سے کہے وہ اس قابل انہیں سنہری حروف میں لکھا جائے- تاتار خان جیسے بھیڑیے ہی انسانیت کا منہ نوچ ورنہ عورت اگر صحیح معنوں میں عورت ہے تو وہ ہندو ہو، مسلمان ہو، عیسائی ہو یہودی ہو تعلق کسی بھی گروہ کسی بھی مذہب کسی بھی فرقے اور کسی بھی نسل و قوم سے ہو یکساں احترام ہے- اب تم آرام کرو- میں، اختیار خان، رومی خان اور امیر خان جاتے ہیں-"

نجیب الدین اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا-

"حیدر خان بیٹے! بیٹھو نا"

حیدر خان نے نجیب الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

"نہیں عم ہم چلتے ہیں کچھ کام بھی نپٹانے ہیں-" اس کے ساتھ ہی حیدر خان خان، رومی خان، امیر خان، چاروں نے باری باری نجیب الدین اور تاج الدین سے م پھر وہ وہاں سے چلے گئے تھے- ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد پشتی دروازے اناوتی، کلثوم اور اریبہ کمرے میں داخل ہوئی تھیں- جس نشست پر نجیب الدین الدین بیٹھے ہوئے تھے وہ چاروں اس کے سامنے والی نشست پر بیٹھ گئیں- کچھ دیر میں خاموشی رہی پھر طنزیہ سے انداز میں تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے را اناوتی بول پڑی-

"کیا آپ مسلمانوں کے ہاں عورت کی یہ عزت اور وقار ہے کہ جس بدمعاش جس اش کا جس طرح جی چاہے بکری کی طرح عورت کا سودا کرنے کے لیے گھس آئے-"

تاج الدین نے چونکنے کے انداز میں اناوتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

"اناوتی! ایسی کوئی بات نہیں ہے- جس قدر عزت اور احترام ہمارا مذہب عورت کو دیتا ، دنیا کا کوئی مذہب بھی ایسا وقار عورت کو نہیں دیتا- بلکہ میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ ارے دھرم میں تو عورت کی عزت نہ ہونے کے برابر ہے- اگر میں اس کی تفصیل خود ؤں تو تم مانو گی ہی نہیں- میری ساری باتوں کو ایک اچھوت اور متعصب کی باتیں سمجھ کر ان جھٹلا دو گی- میں اس موقع پر محترم نجیب الدین سے گزارش کروں گا کہ وہ خود تمہیں بتائیں ، کہ تمہارے ہاں اور قدیم آریاؤں کے ہاں عورت کی کیا عزت تھی- ایسا میں اس لیے کہہ ہوں کہ نجیب الدین کبھی خود ہندو تھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا تھا- اس لیے یہ ارے معاشرے میں عورت کے مقام کی بہتر انداز میں عکاسی کر سکتے ہیں-"

اناوتی نے چونکنے کے انداز میں نجیب الدین کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا-

"کیا واقعی آپ پہلے ہندو تھے بعد میں آپ نے اسلام قبول کر لیا-"

نجیب الدین مسکرایا کہنے لگا-

"بیٹی! تاج الدین کا کہنا درست ہے میں واقعی پہلے ہندو تھا پھر میں نے اسلام قبول ر لیا مگر میں تمہارے کام کا ہندو نہیں تھا- اس لیے کہ میں اچھوت تھا اور میری بیٹی جو تفصیل ھے تاج الدین نے بتائی ہے اس کے مطابق تم اچھوتوں سے انتہا درجہ کی نفرت کرتی ہو بلکہ ں وقت تاج الدین اجین گیا تھا تو تو نے اچھوت سمجھتے ہوئے اسے اپنا محافظ بنانے سے کار کر دیا تھا- بیٹی ایک بات اور بھی سن لینا تاج الدین تمہیں اس لیے یہاں اپنے شہر میں یا ہے کہ تمہیں اپنا معاشرہ بھی دکھائے اور تم انصاف سے کام لیتے ہوئے موازنہ کر سکو کہ

معاشرہ ہمارا اچھا ہے یا تمہارا' عورت کی تمہارے ہاں قدر زیادہ ہے یا ہمارے ہاں- انسان وقار تمہارے ہاں بہتر ہے یا ہمارے ہاں اعلیٰ و ارفع' میں تمہیں تھوڑی سی تفصیل عورت کے مقام کی ہندو معاشرے میں اور مسلم معاشرے میں بتاتا ہوں پھر جب تم واپس جاؤ تو جا اپنے بڑوں سے پوچھنا- اپنے برہمنوں سے بات کرنا جو کچھ میں نے کہا ہے یہ سچ ہے جھوٹ- اس کے بعد فیصلہ کرنا کہ عورت کے حق میں کون سا معاشرہ اچھا ہے-

بیٹی! میں تمہیں صرف یہ نہیں بتاؤں گا کہ ہندوستان میں تمہارے ہاں عورت کا کیا مقا ہے بلکہ دیگر جگہ جہاں آریا آباد ہوئے وہاں بھی میں بتاؤں گا کہ عورت کی ان کے ہاں اہمیت ہے-

پہلی بات جو تم سے میں کہوں وہ یہ کہ آریا قوم میں سرے سے شادی بیاہ کی رسم واقف نہ تھیں یہ لوگ جس عورت کو چاہتے بلا روک ٹوک اور قاعدے کے وحشی جانوروں طرح حاصل کر لیتے کیونکہ ان کا قومی قانون تھا کہ زن زر زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتے حاصل کرے اسی کی ہو جاتے ہیں-

ہندو معاشرہ اپنی ویدوں کو الہامی کتابیں سمجھتا ہے- ان کا عقیدہ ہے کہ ان کتابوں جو کچھ لکھا ہے وہ دیوتاؤں کا حکم ہے اور تمہاری مذہبی کتابیں کہتی ہیں کہ عورت کی تخلیق کا مقص صرف استعمال ہونا ہے اور وہ پیدا ہوتے ہی استعمال ہونا شروع ہو جاتی ہیں کیونکہ دیوتاؤں کا تحفہ ہے اور تحفہ اسی کو ملتا ہے جو ہاتھ بڑھا کر لے لے- مردوں کو ان پر حق جتا حق نہیں ہے-

یوں جانو کہ تمہارے معاشرے میں پہلے جنگل کا قانون تھا- جو جس عورت کا چا ہاتھ پکڑ کر گھر میں ڈال لے- اسے بے آبرو کر دے پھر رفتہ رفتہ ان میں شائستگی پیدا ہونے کچھ پابندیاں بھی عاید ہوئیں اور جب زمانہ آگے بڑھتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ رام چندر

نے میں عورت کو حاصل کرنے کے لیے سوئمبر کی رسم جاری کی گئی- سب نوجوان جمع ہوں کوئی شرط پوری کر کے بیوی جیت لیں- اس میں بھی عورت کی مرضی اور پسند کو دخل نہ تھا-

پھر کچھ عرصہ کے لیے ذات پات کی قید اٹھ گئی اور عورتوں کو اجازت مل گئی کہ وہ جسے ہیں پسند کریں اور شادی کر لیں مگر براہو منو کا اس نے ذات پات کی شرط لگا دی- اپنے وں سے جا کے یہ بھی پتہ کر لینا کہ ہمارے سلطان شہاب الدین غوری نے آ کے سوئمبر کی ختم کی-

بیٹی! تمہارے ہندو معاشرے کی حالت یہ ہے کہ ہبرار' کرناٹک' میسور اور ان سے قہ علاقوں میں اب بھی کئی ہندو قومیں ایسی ہیں جو بھانجی کے ساتھ شادی کرنا جائز سمجھتی - ارناڈن قوم جو ہندوستان میں اچھی خاصی تعداد میں آباد ہیں وہ اپنی بیٹی سے شادی ز سمجھتے ہیں- خاڈ قوم اپنی خالہ سے نکاح جائز سمجھتی ہے- کوڈ یہ قوم بیوہ ماں کے ساتھ بیاہ ز سمجھتی ہے- دام مارگی کسی عورت کو حرام نہیں سمجھتے خواہ بیٹی' بہن یا ماں ہی کیوں نہ ہو-

اس کے علاوہ بھی میں تم سے کہوں کہ ڈیرہ دون کے ایک پرگنہ نام جس کا چون سار ہے کے کوہستانی سلسلے میں جو قومیں آباد ہیں ان میں سارے بھائیوں کے لیے ایک ہی بیوی کتفا کیا جاتا ہے ان کا کہنا ہے کہ اس سے زمین تقسیم نہیں ہوتی اور خاندان میں ایکا رہتا ہے- شادی کے اس طریقہ کار کو پلندری بیاہ کہا جاتا ہے- اگر کوئی بھائی اس پلندری بیاہ پر نی نہ ہو تو اس کو دوسرا مکان بنا کر دوسری عورت رکھنے کی اجازت دے دی جاتی ہے اور دی کے اس طریقہ کار کو قدیم آریاؤں نے بھی جاری کیا تھا-

اناوتی بیٹی! تم جانتی ہوگی کہ ہندوستان کے قدیم شہر ہستناپور کا راجہ پانڈو تھا- ذرا اس بھی حالات سنو اور اندازہ لگانا کہ تمہارے پرانے معاشرے میں بھی عورت کی کیا عزت رمقام تھا-

کہتے ہیں کہ راجہ پانڈو شکار کا بہت شوقین تھا- ایک بار اس نے ایک ہرنی کو اس شکار کیا جب وہ جفتی کے عالم میں تھی- ہرنی نے زخمی ہو کر بد دعا دی کہ راجہ بھی ایسے ہی پر مارا جائے-

کہتے ہیں راجہ اس بد دعا سے ڈر کر اپنی بیویوں سے لاتعلق ہو گیا اس کا شہرہ پنڈتوں نے اپنی کتابوں کے مطابق فتویٰ دیا کہ جو راجہ تاج و تخت کا وارث چھوڑے بغ جائے- اس کی مکتی یعنی بخشش نہیں ہوتی اور وہ نرگ اور جہنم میں جاتا ہے- برہمنوں نے یہ اس بنا پر دیا تھا کہ راجہ پانڈو کی کوئی اولاد نہ تھی-

اس فتویٰ نے راجہ کو فکر مند کر دیا تھا کہ تاہم اس نے پنڈتوں پر اپنی مجبوری ظاہ مشورہ ملا کہ جو راجہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنی بیویوں برہمن، رشی جوگی یا کھشتری سے اولاد حاصل کرنے کی اجازت دے دے-

راجہ نے اپنی رانیوں کو اجازت دے دی مگر ایک رانی نام جس کا گونتی تھا اس کو لاج اور وہ اس فعل پر آمادہ نہ ہوئی تو راجہ نے خود اپنے باپ کا حال بیان کیا اور بتلایا کہ اس پیدائش کس طرح ہوئی اس نے کہا-

میرا باپ لاولد اور لاوارث فوت ہو گیا تھا تو ارکان سلطنت نے اس کی رانیو اجازت دی کہ وہ کسی راکھشس سے رجوع کر کے اولاد حاصل کر لیں-

راجہ نے مزید بتایا کہ میرے باپ کی جتنی بیویاں تھیں سب اس پر متفق ہو گئیں بیوی نے اس موقع پر آنکھیں بند کر لیں اور اس کے ہاں اندھا بچہ پیدا ہوا اس کا نام د راشٹ رکھا گیا وہ راجہ کا بڑا بھائی تھا-

دوسری رانی نے آنکھیں تو بند نہ کیں مگر خوف سے پیلی پڑ گئی اس کے ہاں زرد رنگ بیٹا ہوا جو خود راجہ پانڈو تھا-

تیسری بیوی خوشی خوشی گئی اس کا بیٹا صحت مند پیدا ہوا اس کا نام یادور کھا گیا- جو اس راجہ کا چھوٹا بھائی تھا- اس طرح تینوں بھائی اپنے باپ کے وارث ہوئے مگر اپنا وارث پیدا کرنے سے اس نے عاجزی ظاہر کی اور اس نے خود ہی برہمنوں سے کہا کہ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ تم لوگ ہی میرے لیے تخت و تاج کا وارث حاصل کرو-

راجہ کے سمجھانے پر رانی گونتی بھی اس بے آبروئی کے لیے تیار ہو گئی اور اس کے لیے ایک رشی کی خدمات حاصل کی گئیں اس طرح رانی گونتی کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام یدھشٹر تھا اور یہ اپنے باپ کی نسل سے نہ تھا دھرم نوت یعنی مفت کی مذہبی اولاد تھا-

پھر تمہاری مقدس کتابیں کہتی ہیں کہ اس کارروائی سے رانی گونتی کی عادتیں بگڑ گئیں اور وہ فحاشی پر اتر آئی اس کا پہلا بیٹا تو یدھشٹر تھا اس کے بعد اس نے ایک بیٹا مالی سے حاصل کیا- اس کا نام بھیم سین رکھا دوسرا دھوبی سے اس کا نام ارجن رکھا اسی طریقے سے دوسرے بیٹے سیدیو اور نکل بھی پیدا ہوئے-

ہندوؤں کی کتاب مہا بھارت میں راجہ پانڈو کے ان پانچ حرامی بیٹوں کے کارنامے آب و تاب سے درج ہیں- ارجن تو کرشن جی کا دست راست تھا اور پھر بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ ان پانچوں پانڈوں بھائیوں نے اپنے باپ سے بھی زیادہ دل چسپ کارنامہ سر انجام دیا اور وہ یہ کہ انہوں نے مل جل کر صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا فیصلہ کیا اور ان پانچوں کی اکلوتی بیوی دھروپتی آریا تہذیب کی مایہ ناز ہستی تھی-

ان پانڈووں نے اپنی مشترکہ بیوی کو جوئے میں ہارا اسی بیوی کو فوج کے سامنے ننگا نچوایا گیا اور وہ لشکریوں کی ہوس کا شکار بھی بنی لیکن حیرت ہے آریا ناری کے ماتھے پر پھر بھی کوئی شکن نہ آئی-

اب بھی ہندوستان کے جوگونت قبائل ہیں ان کے ہاں ان کی لڑکیاں وقت واحد میں

چار چار، چھ چھ، آٹھ آٹھ، شوہر رکھتی ہیں اور ان کے ساتھ خوش اسلوبی سے بسر کرتی ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نجیب الدین رکا کچھ سوچا اور اس کے بعد دوبارہ اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹی! ہندوستان کے علاوہ آریاؤں نے ایران کا بھی رخ کیا اسلام سے پہلے ایران میں جو عورت کی حالت تھی اس پر بھی میں روشنی ڈالتا ہوں ذرا غور سے سنو۔

ایران میں اسلام سے پہلے کا معاشرہ کچھ اس طرح تھا کہ وہاں بھی عورت کی کوئی قدر قیمت نہ تھی۔ اس لیے کہ وہ بھی آریا نسل سے تھے۔

زرتشت کے دین کو جب سکندر اعظم نے تہس نہس کر دیا تو ایران کے ایک فرزند نے نام جس کا مانی تھا آریاؤں کی کتابوں ویدوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی کتاب "ژند" تیار کی جسے زرتشت سے منسوب کر دیا گیا۔

اس کتاب نے جو معاشرہ پیدا کیا اس کے مطابق ماں کو جنسی طور پر بیٹے کے لیے حلال خیال کیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جنس کے معاملے میں بیٹا اپنی ماں کا سب سے زیادہ حق دار ہے اور جب شوہر مر جائے تو بیٹا ہی اس کا اس معاملے میں مستحق ہے۔ بیٹا نہ ہو تو میت کے مال سے کوئی فرد کرایہ پر حاصل کر لیا جائے تا کہ اس عورت کے اولاد ہو جائے۔

اس معاملے میں ہر عورت کو ہر مرد کے لیے مباح کر دیا یعنی جو مرد جس عورت کو چاہے اپنی ہوس کا نشانہ بنا لے اور حد یہ کہ مانی کے بعد جب ایرانیوں کا دوسرا مصلح مزدک آیا تو اس نے اس رسم پر سختی سے عمل کرایا اس نے ایران کے بادشاہ قباد کی عورتوں تک کو اس اصول کے تحت بے آبرو کیا۔

کافی عرصے تک ایران میں یہ رسم چلتی رہی یہاں تک کہ بے آبروئی کے لیے ایران کے عظیم بادشاہ نوشیروان کی ماں کا نمبر آیا کہ مزدک اسے بے آبرو کرے نوشیروان کو جب خبر

ئی تو اس نے اپنے باپ یعنی ایران کے بادشاہ قباد سے کہا کہ میری ماں کو مزدک کی بجائے ے پاس بھیج دو۔ مگر مزدک نہ مانا۔ آخر جب نوشیروان نے منت سماجت کی یعنی اپنے پ کے آگے اس نے ہاتھ جوڑ دیے کہ اس کی ماں کو بچایا جائے تب کہیں جا کے نوشیروان ے رونے دھونے سے متاثر ہو کر قباد نے مزدک کی منت محتاجی کی اور نوشیروان کی ماں دک کے ہاتھوں بے آبرو ہونے سے بچ گئی اور پھر ایسا ہوا کہ قباد کے بعد جب اس کا بیٹا شیروان ایران کا بادشاہ بنا تو اپنی ماں کا بدلہ اس نے اس طرح لیا کہ اس نے مزدکیوں کو قتل ر کے نابود کر دیا۔

بگڑا ہوا معاشرہ سدھرا نہیں وہ برائیاں جو مزدک پیدا کر گیا تھا وہ مجوسی معاشرہ کا جزو ن گئیں۔ اس معاشرے کو تباہ کرنے کے لیے سخت تادیب کی ضرورت تھی جس کے لیے اللہ نے عربوں کو تیار کیا۔ عربوں نے چند سال بعد ایران پر حملہ کیا اور ایرانیوں کو مغلوب کر کے س رسم کا بھی خاتمہ کر دیا۔

لیکن ایرانی چونکہ بنیادی طور پر آریا تھے لہٰذا آریاؤں کی کوئی نہ کوئی نشانی ان کے ہاں ضرور رہ گئی۔ آریا چونکہ اجرام فلکی میں سے سورج کو سب سے بڑا دیوتا سمجھتے تھے لہٰذا ایران میں بھی سورج کو بڑی اہمیت حاصل رہی آپ دیکھتے ہیں کہ ایران کے قومی نشان میں شیر کی پیٹھ پر سورج کو چمکتا ہوا دکھایا جاتا ہے۔ میں ایک بات اور بھی یہاں بتاتا چلوں کہ ----

نجیب الدین ذرا رکا پھر کہتا چلا گیا۔

عام تاثر یہی دیا جاتا ہے کہ "ژند" یا "اوستا" جو پارسیوں کی کتاب ہے وہ زرتشت کی الہامی کتاب ہے جو صحیح نہیں ہے۔ زرتشت کا مذہب اور اس کی تمام کتابیں یونانیوں نے تباہ و برباد کر دیں جب سکندر اعظم ایران پر حملہ آور ہوا۔ جو حالات سامنے آتے ہیں ان کے مطابق موجودہ پارسیوں کی کتاب ایران کے بادشاہ شاپور کے حکم پر ایران کے فرزند مانی نے

آریاؤں کی مذہبی کتابوں کو سامنے رکھ کر لکھنی شروع کی تھیں اور یہ مشہور کر دیا تھا کہ اسے یہ مضامین خواب میں دکھائے جاتے رہے ہیں چنانچہ اس کتاب کی اشاعت سے ایران میں جنسی بے راہ روی عام ہوگئی- حتی کہ شاہی محلات بھی اس جنسی بے راہ روی سے محفوظ نہ رہ سکے اور پھر تعجب کی بات یہ کہ جنسی معاملات میں ماں بیٹی اور بہن کی بھی کوئی تمیز اور قدر و قیمت نہ رہی-''

نجیب الدین پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا-

''اناوتی! میری بیٹی! ہندو معاشرے میں عورت سے متعلق اس سے بھی زیادہ ننگے اور گرے ہوئے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو اس وقت اپنی بیٹیوں کے سامنے میری زبان ادا کرنے سے قاصر ہے- بیٹی جب تم واپس جاؤ تو پھر جا کے جو باتیں میں نے کہی ہیں ان پر تحقیق ضرور کرنا اس کے بعد تمہیں میری باتیں یاد ضرور آئیں گی-

بیٹی تم خود بھی جانتی ہوگی کہ اونچی ذات کے آریائی ہندو معاشرے میں بیوہ کو نکاح ثانی کا حق نہیں ہے- ہاں کوئی داشتہ کے طور پر رکھ لے تو اور بات ہے-

نوجوان بے عیب بیوائیں اکثر مندروں میں جا کر پجارن بن جانے کا شوق رکھتی ہیں مگر یہ شوق صرف اسی وقت ہی پورا ہوسکتا ہے جب وہ خوب صورت ہوں حسین ہوں اس لیے کہ خوب صورت عورتوں کو ہی مندر کے پجاری اور پانڈے اجازت دیتے ہیں کہ وہ پجارن بنیں- بھگتوں کے کپڑے پہن کر وہاں رہیں مگر وہاں بھی انہیں عزت کے ساتھ رہنا نصیب نہیں ہوتا اس لیے کہ پجاریوں کی ہوس کا انہیں شکار ہونا پڑتا ہے- اگر وہ اس کام کے لیے راضی نہ ہوں تو مندر سے نکال دی جاتی ہیں- اسی بنا پر اکثر بیوائیں مندر میں جانے سے گریز کرتی ہیں- خوبصورت اور نوجوان عورتیں مندروں سے ڈرتے ہوئے ہندوستان میں اکثر و بیشتر کوٹھے سنبھال کر طوائف بن جاتی ہیں اور عمر رسیدہ عورتیں جو بیوہ ہوتی ہیں مندروں

ا منے یا سڑکوں پر بھیک مانگتی دکھائی دیتی ہیں-

اسی بناء پر پرانے زمانے میں ہندو عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ جل کر مرجانا پسند تھیں تاکہ شوہر کے بعد ان کی عزت و آبرو نہ مندروں میں محفوظ رہ سکے گی نہ عام رے میں- بھلا ہو ان مسلمانوں کا کہ انہوں نے جب ہندوستان میں اپنی حکومت قائم ''ستی'' کی رسم کو ختم کیا-

بیٹی! اسلام میں دوسرے تمام مذاہب کی نسبت عورت کے لیے بڑے باعزت اور پر حکامات ہیں- ہمارے دین میں جائیداد میں مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا ہے یعنی کے دو حصے اور بہن کا ایک حصہ اور پھر اگر کوئی عورت اپنا کوئی ورثہ چھوڑ مرے تو اس کا مرد کا اگر کوئی اولاد نہ ہو تو اور اگر اولاد ہو تو چوتھائی حصہ اس کا عورتوں کو اپنے شوہر کا ئی ورثہ ملے گا اگر وہ بے اولاد ہو اور اگر وہ صاحب اولاد ہو تو آٹھویں حصے کی حق دار قرار ا ہے-

ہمارے ہاں عورت کو معاشرے میں باعزت زندگی بسر کرنے کی تلقین کی گئی ہے- ہمارا اپنے پیروکاروں سے کہتا ہے کہ مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا کسی دوسرے گھر میں بلا ت اور بغیر سلام کے داخل نہ ہوا کرو- ہمارے ہاں یہ بھی احکامات ہیں کہ اگر کسی گھر میں ا مرد موجود نہ ہو تو جب تک اجازت نہ دی جائے اس میں داخل نہ ہونا اور کہا جائے کہ جاؤ تو واپس چلے جاؤ- یہ بھی احکامات ہیں کہ ''مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے پاکیزگی کی علامت ہے-

مومن عورتوں سے بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اپنی شرمگاہوں کی لت کریں- اپنی آرائش و زینت کی چیزوں کا مظاہرہ نہ کریں سوائے ان حصوں کے جو رہتے ہیں- مثلاً چہرہ اور ہاتھ اور اپنے سینے پر اوڑھنی اوڑھ کر رکھیں- اس کے علاوہ

خاوند‘ سسر اور بیٹوں‘ خلوند کے بیٹوں‘ بھائی‘ بھتیجوں بھانجوں اور اپنی ہم جنس عورتوں لونڈیو
غلاموں کے سوا ان خادموں کے جو عورتوں کی خواہش نہیں رکھتے یا ایسے لڑکوں کے سامنے
عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہیں کسی پر اپنی زینت کو ظاہر نہ کرنے کا حکم ہے۔
بھی کہا گیا ہے کہ زمین پر قدم اس طرح نہ رکھو کہ جھنکار سے دوسرے متوجہ ہو جائیں۔“

تھوڑی دیر نجیب الدین رکا پھر دوبارہ کہنے لگا۔

”اناوتی! میری بیٹی! تمہارے اور اپنے معاشرے سے متعلق جو کچھ میں عورتوں ک
حالت سے واقف تھا وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ ابھی میری باتوں کی وجہ سے تمہارے د
میں تمہارے ذہن میں کوئی شک ابھرے تو جب تم واپس جاؤ تو اپنے دھرم کے پنڈتوں او
برہمنوں سے میری کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرا لینا مجھے امید ہے کہ وہ میری کہی ہوئی باتو
سے انکار نہ کریں گے۔ اب رات کافی ہو چکی ہے اٹھو سب جا کے آرام کرو۔“ اس کے ساتھ
ہی مارتھا‘ کلثوم اور اریبہ‘ اناوتی کو اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ نجیب الدین بھی وہاں سے نکل گ
تھا۔ جب کہ اسی کمرے میں تاج الدین آرام کرنے کے لیے اپنے بستر پر لیٹ گیا تھا۔

ایک روز راجہ سلہدی اجین میں اپنے بھائی لکھمن بیٹے بھوپت‘ دوسرے بیٹے پورن مل
ی رانی درگاوتی اکٹھے بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ راجہ کا سپہ سالار پرتاپ
-راجہ کو اس نے تعظیم دی پھر راجہ سے کہنے لگا۔

”مالک سرحدوں کی طرف سے دو پیغام بر آئے ہیں وہ کچھ بری خبریں لے کر آئے
یری ہمت نہیں پڑتی کہ ان کی تفصیل بتاؤں وہ خود ہی آ کر آپ سے کہیں گے۔“

پرتاپ راؤ کے ان الفاظ پر راجہ سلہدی‘ اس کا بھائی لکھمن‘ بیٹے پورن مل اور بھوپت
وہ رانی درگاوتی بھی پریشان ہو گئے تھے تاہم راجہ سلہدی نے کسی قدر اپنے آپ کو
‘پرتاپ رائے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ان قاصدوں کو بلاؤ میں ان سے خود بات کرتا ہوں۔“

پرتاپ رائے وہاں سے ہٹ گیا پھر تھوڑی دیر بعد دو قاصدوں کو اپنے ساتھ لے کر
اتھ کے اشارے سے سلہدی نے اپنے سالار کو بیٹھنے کے لیے کہا تو پرتاپ راؤ ایک
ت پر بیٹھ گیا راجہ سلہدی نے آنے والے قاصدوں کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ دونوں
یٹھ گئے تب راجہ نے انہیں مخاطب کیا۔

”کہو تم میرے بیٹے لچھمن داس اور منگل راج کی طرف سے کیا خبریں لے کر آئے
باان کا مقابلہ مسلمانوں کے لشکر سے ہوا۔ پرتاپ راؤ کہہ رہا تھا کہ تم کچھ بری خبریں

لے کر آئے ہو- جب کہ جنگ سے پہلے مجھے بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کا کوئی بڑا لشکر نہیں تھ
جو ہمارے سرحدی علاقوں پر آیا تھا- پھر اگر ٹکراؤ ہوا ہے تو بری خبر کہاں سے آ گھسی-''

اس پر آنے والے دو مخبروں میں سے ایک بول پڑا-

''مالک! آپ نے ٹھیک سنا ہم واقعی بری خبر لے کر آئے ہیں'' اس کے بعد اس مخبر
تاج الدین کے ساتھ لچھمن داس اور منگل راج کی ہونے والی جنگ کی ساری تفصیل سنا ڈا
تھی-

آنے والے اس مخبر سے تفصیل سن کر سارے ہی پریشان اور فکر مند ہو گئے تھے- را
درگاوتی کی حالت سب سے بری تھی- اس نے فوراً مخبر کو مخاطب کر کے پوچھ لیا-

''میرے بیٹے اور راجکماری اناوتی اس وقت کہاں ہے-؟''

قاصد فکر مند سا لگ رہا تھا- ہچکچاتے ہوئے کہنے لگا-

''مالکن! جب ہمارے لشکر کو شکست ہوئی تب ایک بھگدڑ سی مچ گئی تھی- کسی کو کچھ خبر
تھی کہ کوئی کہاں ہے- راجکمار لچھمن داس اور راجکماری اناوتی کی کچھ خبر نہیں کہ وہ کدھر ہیں
اور کہاں گئے ہیں اس لیے کہ راجکماری بھی جنگ میں حصہ لے رہی تھی- تاہم راجکمار منگ
راج اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر سرحدوں سے پیچھے ہٹ گئے ہیں- انہوں نے اپنے بہت
سے آدمی راج کمار لچھمن داس اور راجکماری اناوتی کی تلاش میں روانہ کئے لیکن ان دونوں
کچھ پتہ نہیں چلا-

مخبر کے اس انکشاف پر رانی درگاوتی سرسوں اور ہلدی ہو کے رہ گئی تھی- اس کے شو
راجہ سلہدی اور دونوں بیٹوں بھوپت اور پورن مل کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھی-
لکھمن بھی گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا- اتنے میں راجہ سلہدی کی فکر بھری آواز سنائی دی-

''نگ کے بعد کیا منگل راج نے جنگ میں مرنے والوں کی لاشوں کا جائزہ لیا-''

مخبر جھٹ سے بول پڑا-

''جی ہاں- جائزہ لیا گیا تھا- ان میں راجکمار لچھمن داس اور راجکماری اناوتی نہیں

ں پر رانی درگاوتی روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی-

''اگر وہ دونوں بہن بھائی میدان جنگ میں کام بھی نہیں آئے تو پھر کہاں چلے گئے
اش کرنا چاہئے تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان انہیں قیدی بنا کے اپنے ساتھ لے گئے
ایسا ہوا ہے تو وہ ان بہن بھائی کو موت کے گھاٹ ضرور اتاریں گے-''

کچھ دیر الم بھری خاموشی طاری رہی کوئی کچھ نہ بول رہا تھا- اتنے میں راجہ سلہدی نے
خاموشی کا سینہ چاک کیا- اس نے مخبروں کو مخاطب کیا تھا-

''مجھے یہ بھی خبریں ملی تھیں کہ مسلمان راجہ رائے سنگھ سے بھی ٹکرائیں گے اس ٹکراؤ کا
''

ں پر وہی مخبر پھر بول پڑا-

''مالک! مسلمانوں کا لشکر پہلے رائے سنگھ سے ٹکرایا رائے سنگھ کو مسلمانوں نے بدترین
دی- اس کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو تہ تیغ کر دیا گیا- رائے سنگھ کو پوری طرح
ے بعد ہی مسلمانوں نے ہمارے علاقوں کا رخ کیا- رائے سنگھ نے مسلمانوں کے
یں گھس کر دور تک یلغار کی تھی جبکہ مسلمان مخبروں نے راجکمار لچھمن داس کے متعلق
ان کے سلطان بہادر کو اطلاع دی تھی کہ لچھمن داس مسلمان علاقوں میں گھس کر لوٹ
ے کے ساتھ ساتھ قتل عام کرتا ہے اور عورتوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے- اسی بنا پر
ا کے سلطان نے یہ کاروائی کرنے کا حکم دیا-''

ں مخبر کی اس گفتگو کے جواب میں کوئی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ راجہ سلہدی کے محافظ
سالار اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''مالک! راجہ رائے سنگھ آپ سے ملنا چاہتا ہے وہ ابھی ابھی یہاں پہنچا ہے۔''

رائے سنگھ کا نام سن کر سب ہی اپنی جگہ چونک گئے تھے۔ راجہ سلہدی کھڑا ہ
دوسرے لوگ بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے کھڑے ہو گئے تھے۔ راجہ سلہدی چونک
کے انداز میں کہنے لگا۔

''اگر راجہ رائے سنگھ آیا ہے تو اسے باہر کیوں روکا اسے اندر لے کر آؤ۔''

اس پر وہ سالار باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد راجہ رائے سنگھ اس کمرے میں داخل
آگے بڑھ کر بڑے خوشگوار انداز میں وہ باری باری راجہ سلہدی لکھمن، پورن مل اور
رائے سے بغل گیر ہو کر ملا پھر سلہدی نے اسے اپنے پاس ہی بٹھا لیا اور رائے سنگھ کو
کر کے کہنے لگا۔

رائے سنگھ تمہاری آمد سے پہلے مسلمانوں کے ساتھ جو ہمارا رن پڑا اس کے متعلق
ہو رہی تھی۔ یہ میرے دو مخبر آئے ہوئے ہیں یہ جنگ کی تفصیل بتا رہے تھے۔ ہمار
بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میرا بیٹا لچھمن داس اور راج کماری اناوتی دونوں
ہیں۔ ان دونوں کا کچھ پتہ نہیں چل رہا کہ کہاں گئے ہیں۔ دوسرا بیٹا منگل راج مسلمانو
ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد سرحد سے ذرا پیچھے ہٹ گیا ہے۔''

رائے سنگھ نے کچھ سوچا پھر راجہ سلہدی کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''سلہدی! میرے بھائی ان مسلمانوں سے نمٹنے کے لیے کوئی اپائے کرنا پڑے
یاد رکھنا یہ مسلمان ہم سب کو مٹا کے رکھ دیں گے۔ صرف تمہارے بیٹے لچھمن داس ا
راج کو ہی شکست نہیں ہوئی ان سے ٹکرانے سے پہلے مسلمانوں کا لشکر مجھ پر حملہ آو
میرے لشکر کے ایک بڑے حصے کو تہہ تیغ کر دیا میں بچے کھچے لشکر کو بڑی مشکل سے بچا
ہٹنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اب میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ ہم سب کو م

ں کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔ ایک بار ہم انہیں شکست دینے میں کامیاب
پھر یاد رکھنا یہ اپنی سرحدوں کے اندر محصور ہو جائیں گے اور ہم وقفے وقفے سے ان
ف میں حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے اور ان کی مملکت کو سکیڑنے کے عمل کی
یں گے۔''

ئے سنگھ جب خاموش ہوا تو سلہدی نے پھر اسے مخاطب کیا۔

رائے سنگھ میرے بھائی! مسلمانوں کے سلطان بہادر کے کس سالار نے تم پر حملہ آور
نقصان پہنچایا اور کون سالار میرے بیٹوں سے ٹکرایا۔ کیا وہ حیدر خان تھا۔ تاتار خان
ار خان؟''

ائے سنگھ نے غمزدہ سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

'نہ وہ حیدر خان تھا' نہ اختیار خان نہ تاتار خان بلکہ اس کا نام تاج الدین ہے۔ بڑا
الار ہے۔ اس کے ماتحت مسلمانوں کے سلطان بہادر کے دو اور نامور سالار بھی تھے
ام امیر خان' دوسرے کا نام رومی خان ہے۔ تاج الدین کے ساتھ ان دونوں کے
مراسم ہیں اور اس کے ماتحت وہ کام کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔''

ہاں تک کہنے کے بعد جب رائے سنگھ تھوڑی دیر کے لیے رکا تو قاصدوں میں سے
ہ سلہدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

'مالک! اگر اجازت ہو تو اس تاج الدین کے متعلق میں کچھ کہوں۔''

ائے سنگھ نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

'کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

ان پر قاصد بول پڑا۔

مالک! تاج الدین کے متعلق جو باتیں ہم نے سنی ہیں ان کے مطابق یہ تاج الدین

وہی آدمی ہے جو کچھ عرصہ پہلے یہاں اجین میں آپ کے پاس آیا تھا- اس نے بہانہ کہ وہ ملازمت کے سلسلے میں یہاں آیا ہے- آپ نے پرتاپ راؤ سے اس کی تیغ مقابلہ بھی کرایا تھا اور وہ مقابلہ جیت گیا تھا وہ بڑا عیار، بڑا تیز آدمی ہے- ملازمت کے یہاں نہیں آیا تھا- دراصل راج کماری پچھمن داس نے ایک پرتگالی لڑکی کو نام جس کا پسند کرلیا تھا اسے اپنی پتنی بنانے کا اس نے فیصلہ کیا تھا- اس کے باپ کا نام مانوسی تھا تجارت پیشہ تھا پچھمن نے اس سے رابطہ قائم کیا اور اسے اپنے علاقے یعنی اجین میں تجا کی غرض سے اور مال کے لین دین کے سلسلے میں بلایا- مانوسی اپنی حسین اور خوب صورت کے ساتھ جب اجین پہنچا تو پچھمن نے اس کا قیام ایک سرائے میں کرایا اور اس سے اس کی کا رشتہ مانگا-

مانوسی نے اس سلسلے میں اپنی بیٹی مارتھا سے بات کی- مارتھا نے راج کمار پچھمن جیون ساتھی بنانے سے انکار کردیا اس پر مانوسی پر راجکمار پچھمن نے سختی کرنا شروع کی صورتحال دیکھتے ہوئے مانوسی نے اپنی بیٹی کے ساتھ واپس جانا چاہا لیکن راج کمار پچھمن اسے واپس نہیں جانے دیا بلکہ اور سختی کرنا شروع کی یہاں تک کہ مانوسی کو اس نے موت گھاٹ اتار دیا- اس کی بیٹی مارتھا کسی نہ کسی طرح بچ کر سرائے سے بھاگنے میں کامیاب ہوگئی-

اس نے یہیں کہیں اجین کے آس پاس پناہ لے لی کس کے پاس ٹھہر گئی تھی کس ہاں قیام کیا- کسی کو کچھ خبر نہیں- میرے خیال میں اس نے کسی ذریعے سے اس کی اط مسلمانوں کی سلطنت میں اپنے کسی جاننے والے سے کی جس نے اس تاج الدین کو روانہ اور تاج الدین یہاں آنے کے بعد صرف ایک ہی رات میں مارتھا کو جہاں اس نے قید رکھا تھا نکال کر لے گیا-"

مخبر خاموش ہوگیا- راجہ تھوڑی دیر تک بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے غصے کا اظہار کرتا رہا پھر غضبناک آواز میں کہنے لگا-

"اگر مجھے خبر ہوتی کہ وہ مسلمانوں کے سلطان بہادر کا سالار تاج الدین ہے تو جس وقت وہ اجین میں یہاں آیا تھا میں اسی وقت اس کی گردن کٹوا کے رکھ دیتا- اب مجھ پر دکھ اور غم کا پہاڑ کچھ اس طرح ٹوٹ پڑا ہے کہ ایک تو ہمارے لشکر کو بدترین شکست ہوئی- میرا بیٹا منگل راج بچے کھچے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گیا ہے اور دوسرے راج کمار پچھمن داس اور راج کماری اناوتی کا پتہ ہی نہیں چل رہا کہ وہ کہاں ہیں-"

کچھ دیر خاموش رہ کر مخبروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

"میرے بیٹے منگل راج نے میرے نام کوئی پیغام بھی دیا ہے-؟"

اس پر مخبر بول پڑا-

"مالک! راج کمار منگل راج نے آپ سے پوچھا ہے کہ اب انہیں کیا کرنا چاہئے وہ سرحدوں سے تو پیچھے ہٹ چکے ہیں- راج کمار منگل راج نے یہ بھی کہا تھا کہ اسے ایک اور لشکر مہیا کیا جائے تاکہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوکر اپنی شکست کا انتقام لے-"

"سلہدی میرے بھائی جس مقصد کے لیے میں تمہاری طرف آیا ہوں پہلے میں اس پر روشنی ڈالتا ہوں اس کے بعد مل کر فیصلہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے سلطان بہادر خان کے خلاف ہمیں اجتماعی طور پر کیا قدم اٹھانا چاہئے کہ آنے والے دور میں کسی بھی ہندو حکمران اور راجہ کے لیے سلطان دردسر بننے کی کوشش نہ کرے" راجہ رائے سنگھ نے بڑی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے راجہ سلہدی سے کہا تھا-

سلہدی میرے بھائی کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم اتنے زیادہ راجہ ہیں اور ہم سے ایک مسلمانوں کا سلطان بہادر خان نہیں سنبھالا جا رہا- میرے پاس خاصی بڑی طاقت تھی

میرے بھائی تمہارے پاس بھی بہت قوت تھی ہم دونوں کے علاوہ اطراف میں پاکر کا
پرس رام تھے۔ اس کے ایک شہر کا حاکم اس کا بھائی چکا گا ہے اور وہ بھی پرس رام جیسی طاقت
اور قوت رکھتا ہے پھر بانسہ والا اور ڈونگر پور کے راجہ ہیں ان کی بھی بڑی قوت ہے۔ کا کرن
راجہ ہے اور اس کا سپہ سالار رام جی جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے کے علاوہ ایک انتہائی درجہ
خونخوار سیناپتی بھی ہے اور پھر سب سے بڑی قوت رانا سنگھا کے بیٹے اور بھتیجے کی ہے۔
سنگھا کا بیٹا برتسی اس وقت جے پور میں ہے اس کے لشکر کی تعداد ہم سب کے لشکریوں
تعداد سے زیادہ ہے۔ اس کی طاقت اور قوت کا مقابلہ کرنا بھی آسان نہیں۔ اس کے علا
جتور میں برتنی کا چچا زاد رانا سنگھا کا بھتیجا اور اس کے بھائی پرتھوی راج کا بیٹا نندیال ہے
نندیال کے پاس بھی بڑی قوت ہے۔ اس لیے کہ جیتور میں اتنا بڑا لشکر ہے کہ وہ اکیلا
مسلمانوں کے سلطان کے ساتھ ٹکرانے کی ہمت اور جرات رکھتا ہے۔ اب اصل مسئلہ ہمارا
سامنے یہ ہے کہ ان سارے راجاؤں کی طاقت اور قوت کو ہم اگر یکجا کر کے مسلمانوں
خلاف حرکت میں لائیں تو میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ کسی بھی محاذ پر کسی بھی رن
مسلمانوں کا سلطان ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

یہ تو ایک عام سی بات تھی جس کا میں نے اظہار کیا ہے اب جو منصوبہ میں آپ کے پا
لے کر آیا ہوں وہ کچھ اس طرح ہے کہ ہم مسلمانوں ہی کے دو محاذ ایسے کھولنا چاہتے ہیں
مسلمانوں کی طاقت اور قوت کو ختم نہیں تو کمزور ضرور کریں گے۔“

راجہ سلہدی نے بڑے غور سے رائے سنگھ کی طرف دیکھا پھر پوچھنے لگا۔

”رائے سنگھ کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو تمہاری بات میں سمجھا نہیں ہوں۔“

اس پر رائے سنگھ لمحہ بھر کے لیے منافقانہ سی ہنسی ہنسا پھر راجہ سلہدی کو مخاطب کر کے
لگا۔

”میرا مطلب صاف ہے۔ میرا مطلب ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں ٹکرایا جائے اس
کا طریقہ کار کچھ یوں ہے۔ اس وقت احمد آباد کے سلطان بہادر خان کے بعد مالوہ کے
مسلمان حاکم خلجی کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ میں ان دونوں کو آپس میں ٹکرانے کا ایک
طریقہ کار وضع کر چکا ہوں۔

سلہدی سنو! سلطان بہادر کا ایک بھائی بند ہے نام اس کا چاند خان ہے یہ گجرات کے
تخت وتاج کا دعوے دار بھی ہے۔ اس نے احمد آباد سے بھاگ کر مسلمانوں کے مالوہ کے
حکمران محمود خلجی کے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔ اب اگر ہم سلطان بہادر کی مملکت میں یہ بات
مشہور کرا دیں کہ اس کے تخت کے دعوے دار چاند خان نے محمود خلجی کے ہاں پناہ لے رکھی ہے
تو ظاہری بات ہے سلطان بہادر محمود خلجی سے چاند خان کو طلب کرے گا اور چاند خان، محمود خلجی
کے ایسے گہرے اور برادرانہ تعلقات ہیں کہ محمود خلجی کسی بھی صورت چاند خان کو سلطان بہادر
کے حوالے نہیں کرے گا۔

اگر محمود خلجی، چاند خان کو سلطان بہادر کے حوالے کرنے سے انکار کرتا ہے تو پھر ظاہری
بات ہے یہ دونوں قوتیں آپس میں ٹکرائیں گی۔ جب ٹکرائیں گی تو دونوں قوتوں پر ضرب
لگے گی اور ان میں کمزوری کے آثار نمودار ہوں گے جو ہمارے لیے مستقبل میں سود مند ہو
سکتے ہیں۔

دوسرا کام جو میں کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ مسلمان حاکم دکن برہان نظام کے تعلقات
برار کے مسلمان حکمران علاؤ الدین عماد شاہ سے برسوں سے کشیدہ ہیں میں نے یہ سوچ رکھا
ہے کہ اگر ہم بانسوالہ اور ڈونگر پور کے راجاؤں کو یہ پیغام بھجوائیں کہ وہ ان علاقوں پر تباہی
اور بربادی پھیلائیں جہاں دکن کے حاکم اور برار کے مسلمان حکمرانوں کی سرحدیں آپس
میں ملتی ہیں اور یہ مشہور کرا دیں کہ حاکم دکن کے علاقہ پر برار کے مسلمان حکمران علاؤ الدین

عماد شاہ نے حملہ آور ہو کر تباہی و بربادی پھیلائی ہے۔

اس طرح بانسا نوالہ اور ڈونگر پور کے راجاؤں کی اس حرکت سے دکن کے مسلما حکمران برہان نظام اور برار کے مسلمان حکمران علاؤ الدین عماد شاہ کے تعلقات خراب ہو گے اور دونوں آپس میں الجھنے کی کوشش کریں گے۔

اب ایسا کرنے سے چار قوتیں آپس میں ٹکرائیں گی برہان نظام اور علاؤس الدین عما شاہ ٹکرائیں گے۔ سلطان بہادر اور محمود خلجی آپس میں ٹکرائیں گے یہ چاروں قوتیں چونکہ مسلمانوں کی ہیں لہذا ان چاروں کے آپس میں ٹکرانے سے ان علاقوں میں مسلمانوں کی طاقت میں کمزوری کے آثار نمودار ہوں گے اور یہی ہم لوگوں کے لیے مستقبل کا مدعا ہونا چاہئے۔“

راجہ رائے سنگھ جب خاموش ہوا تو راجہ سلہدی کا بھائی لکھمن بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”رائے سنگھ میرے بھائی جو تجویز تم نے پیش کی ہے اگر اس پر عمل ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان علاقوں میں مسلمانوں کی طاقت اور قوت کو مکمل طور پر فنا کرنے پر ہم با آسانی کامیاب ہو جائیں گے میرے ذہن میں ایک اور بات بھی ہے۔ رائے سنگھ جہاں تک ہماری اور تمہاری طاقت اور قوت کا سوال ہے تو اس قوت کو ابھی پھر سے استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ تم پر سلطان بہادر کا سالار تاج الدین حملہ آور ہوا اور تمہاری قوت کو اس نے بڑا نقصان دیا۔ اسی صورتحال سے ہم بھی گزر رہے ہیں ہمارے راج کمار چھمن داس اور منگل راج کو شکست اٹھانا پڑی ہے۔ چھمن داس کا کچھ پتہ نہیں چل رہا ساتھ ہی ہماری راجکماری اناوتی بھی غائب ہے جبکہ دوسرا راجکمار منگل راج بچے کھچے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹ چکا ہے۔ اگر تم کسی طریقے سے جے پور کے راجہ رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی اور اس کی طرف سے جیتور کے

م ندیال کو اس بات پر آمادہ کر لو کہ وہ مسلمانوں سے ٹکرا کر ان کی طاقت اور قوت کو کمزور ریں تو میرے خیال میں آنے والے دنوں میں ہم میں سے ہر راجہ سلطان بہادر سے ٹکرا کر ں کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

یہ تجویز میں اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ جے پور کا راجہ برتنسی اور اس کی طرف سے یتور میں اس کے چچازاد بھائی نندیال کی طاقت اور قوت بے پناہ ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ ن کی عسکری حیثیت مسلمانوں کے سلطان بہادر سے بھی زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔ اگر وہ لطان سے ٹکرائیں گے۔ اگر انہیں فتح نصیب نہ ہوئی تو کم از کم سلطان سے ٹکرانے کے عث وہ سلطان کی طاقت اور قوت کا اندازہ ضرور کر لیں گے اور آنے والے دنوں میں یہی ندازہ ہمارے لیے سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔“

لکھمن جب خاموش ہوا تو اس کی تجویز پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے رائے سنگھ کہنے لگا۔

”لکھمن تم نے بہترین تجویز پیش کی ہے۔ یہاں سے جانے کے بعد میں اپنے کچھ سرکردہ لوگوں کو رانا سنگھا کے بیٹے اور جے پور کے راجہ برتنسی کی طرف روانہ کروں گا اور جو تجویز تم نے پیش کی ہے اسے اس پر عمل کرنے کی ترغیب دوں گا۔ اب تم لوگ یہ بتاؤ کہ یہ جو چار مسلمانوں کو میں نے آپس میں ٹکرانے کی تجویز پیش کی ہے اس سے تم لوگ اتفاق کرتے ہو۔“

سلہدی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”رائے سنگھ کس قسم کی باتیں کرتے ہو۔ یہ ایک انتہا درجہ کی عمدہ اور نایاب تجویز ہے۔ اس سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

اس پر رائے سنگھ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے اب مجھے یہاں سے کوچ کرنا چاہئے اس لیے کہ جس مقصد کے لیے میں آیا ہوں اس میں کامیاب ہو چکا ہوں۔"

راجہ سلہدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہنے لگا۔

"رائے سنگھ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔تم زیادہ نہیں تو کم از کم ایک دن ہمارے ہاں قیام کرو۔" اس پر رائے سنگھ کہنے لگا۔

"نہیں سلہدی میرا جانا انتہائی ضروری ہے۔ واپس جا کر میں اپنے کچھ آدمی روانہ کروں گا جو سلطان بہادر کی سلطنت میں یہ خبر مشہور کریں گے کہ چاند خان نے محمود خلجی کے پاس پناہ لے رکھی ہے۔ ساتھ ہی میں بانسا نوالہ اور ڈونگر کے راجاؤں کی طرف آدمی بھجواؤں گا اور جو تجویز میں نے پیش کی ہے انہیں کہوں گا کہ اس کے مطابق عمل کریں تاکہ اس عمل کے نتیجے میں دکن کا حکمران برہان نظام اور برار کا حکمران علاؤ الدین عماد شاہ آپس میں ٹکرائیں۔" اسی کے ساتھ ہی رائے سنگھ اٹھ کھڑا ہوا۔

سلہدی اور اس کے بھائی لکھمن نے ایک بار پھر اسے روکنے کی کوشش کی لیکن رائے سنگھ رکا نہیں سب سے اس نے الوداع کہا اور وہاں سے وہ چلا گیا تھا۔

مارتھا، کلثوم اور اناوتی تینوں ایک کمرے میں بیٹھیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ اس مرے میں نجیب الدین داخل ہوا۔ تینوں اس کے احترام میں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اناوتی جو روع دنوں میں چپ چپ، اداس اور بے زار سی رہتی تھی اب اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے ہ مارتھا اور کلثوم سے کافی حد تک مانوس ہوگئی ہو۔ اس لیے کہ نجیب الدین کی آمد سے پہلے ن دونوں کے ساتھ وہ قہقہے لگاتے ہوئے ان کی گفتگو میں شریک تھی۔ نجیب الدین کمرے ں داخل ہونے کے بعد مارتھا کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر نجیب الدین نے مارتھا کو مخاطب کیا۔

"مارتھا بیٹی! میں نے تمہاری بھلائی تمہاری بہتری کے لیے آج ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے۔"

مارتھا نے چونکنے کے انداز میں نجیب الدین کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

"عم! کیسا فیصلہ؟"

نجیب الدین نے پھر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا کوئی فیصلہ کیا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹے! میں چاہتا ہوں کہ تمہاری دلی کیفیت کا اظہار تاج الدین پر کر دیا جائے تاکہ ے اصلیت اور حقیقت سے آگاہی ہو جائے۔

بیٹی میں چاہتا ہوں ابھی تھوڑی دیر تک تاج الدین گھر آئے تو اس پر انکشاف کر دیا

جائے کہ تم اسے چاہتی ہو اسے محبت کرتی ہو- بیٹا اس طرح تم اسے اور وہ تمہیں اپنی زندگی محور اور مرکز بنالے گا یوں تم دونوں کی محبت کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوگی- ابھی تک الدین کو یہ خبر نہیں کہ تم اسے پسند کرتی ہو- وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو الدین کہیں اور دل لگا بیٹھے اور کہیں اور شادی کرنے کا فیصلہ کر بیٹھے اور میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا-

مارتھا نے کچھ سوچا پھر سنجیدہ سے انداز میں نجیب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی-

"عم! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ ہے تو درست مگر مجھے ایک طرح سے ڈر اور خوف بھی لگتا ہے-"

"کیسا ڈر اور خوف!" نجیب الدین نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا-

کہیں تاج الدین میری محبت کا جواب اثبات میں دینے سے انکار ہی نہ کر دے- اگر تاج الدین مجھے اپنانے اور اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامند ہوگیا تو میں سمجھوں گی میں نے زندگی میں کچھ نہیں کھویا اور میں زندگی کی بہترین کامیابیوں سے ہمکنار ہوگئی ہوں لیکن اگر آپ کے اس انکشاف پر کہ مارتھا تاج الدین سے محبت کرتی ہے تاج الدین نے اگر محبت کا جواب مثبت نہ دیا تو پھر میرا کیا بنے گا میں تو زندہ نہ رہ سکوں گی- اس لیے میں تو یہی بہتر خیال کرتی ہوں کہ چپ رہوں اندر ہی اندر تاج الدین سے محبت کرتی رہوں اسے چاہتی رہوں- آخر کسی نہ کسی روز تو تاج الدین کو خود خبر ہوگی کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں اس روز مجھے امید ہے تاج الدین بھی مجھے اپنی محبت سے نوازے گا-"

نجیب الدین نے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا-

"نہیں بیٹی میں تمہاری بات سے اتفاق نہیں کرتا- چپ رہنے سے ماں بیٹے کو بھی کھ

نہیں دیتی جب تک بولو گی نہیں کام نہیں ہوگا- اگر چپ رہو گی تو تاج الدین یہی سمجھتا رہے گا کہ چونکہ تاج الدین تمہیں خطرات سے نکال کر یہاں لایا ہے تم اس کی ممنون ہو اس لیے تم اس کا احترام کرتی ہو- جس روز تاج الدین کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تو یاد رکھنا میری باتیں یاد کر کے تم پچھتاؤ گی- بیٹی تمہاری محبت کا اظہار تاج الدین پر کرنا انتہائی اہم اور ضروری ہے- اس طرح تم اس کی توجہ کا مرکز بن جاؤ گی- ابھی تک اس نے کہیں دل نہیں لگایا- یہ تو مجھے پتہ ہے جب اسے خبر ہو جائے گی کہ تم اس سے محبت کرتی ہو اسے ٹوٹ کر چاہتی ہو تو پھر وہ تمہیں بھی اپنی زیست کا مرکز بنالے گا اور باہر کے سارے کام چھوڑ کر بھاگا بھاگا تمہارے پاس آیا کرے گا- اس طرح تمہاری زندگی میں بھی ایک خوشگوار موڑ آئے گا اور پھر مناسب موقع دیکھ کر میں تم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دوں گا-"

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد مارتھا نے غور سے نجیب الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی-

"آپ جو بھی میرے متعلق فیصلہ کریں گے وہ میرے لیے آخری ہے- آپ میرے باپ کی جگہ ہیں- میری بہتری کے لیے جو بھی کریں گے میں قبول کرلوں گی- اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ میری محبت کا اظہار تاج الدین پر کرنا ضروری ہے تو آپ ایسا کر گزریں میں آپ کی ممنون اور شکر گزار رہوں گی-"

مارتھا کی اس گفتگو سے نجیب الدین مطمئن اور خوش ہوگیا تھا- بڑے شفقت آمیز انداز میں اس نے اپنا ہاتھ مارتھا کے سر پر رکھا پھر کہنے لگا-

"بیٹی! تو نے سارا کام مجھ پر چھوڑ کر میرا دل خوش کر دیا ہے- بیٹی میں تجھے خوش دیکھنا چاہتا ہوں- جہاں تم کسمپرسی کی حالت میں ہو وہاں تاج الدین کی حالت بھی تم سے مختلف نہیں- تم دیکھتی ہو اس کی سوتیلی ماں کا سلوک اس کے ساتھ انتہا درجہ کا نارواہے گو اس کی

سوتیلی بہن اریبہ اور اس کا بھائی حسن اسے بے پناہ چاہتے ہیں محبت کرتے ہیں لیکن
چارے کا گھر بار تو کوئی نہیں' اس لیے کہ اس کی سوتیلی ماں اس کا گھر میں گھسنا تک برداشت
نہیں کرتی۔ جب تم دونوں کی شادی ہو جائے گی تو تم دونوں یہیں میرے پاس رہو گے۔ ہم
تینوں مل کر ہم کلثوم کی شادی کا بھی کہیں اہتمام کر دیں گے۔"

نجیب الدین جب خاموش ہوا تو اناوتی کچھ دیر تک بڑے غور سے باری باری مارتھا،
نجیب الدین کی طرف دیکھتی رہی پھر نجیب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"راز کو راز رکھنے میں بھی آپ لوگ کمال رکھتے ہیں۔ مجھے لگ بھگ ایک مہینہ یہاں
رہتے ہو گیا اور ابھی تک میں یہ نہیں جان سکی کہ مارتھا تاج الدین کو پسند کرتی ہے آج آپ
نے گفتگو کی تو مجھ پر انکشاف ہوا۔ ویسے مجھے چند مواقع پر شک ضرور ہوا تھا۔ خصوصیت کے
ساتھ جب کبھی بھی مارتھا تاج الدین کے ساتھ اصطبل میں گھوڑوں کو چارہ ڈالنے یا پانی
پلانے جاتی تھی اور وہاں کھڑے ہو کر دونوں باتیں کرتے تھے تو مجھے کچھ شک ہوا تھا کہ دونوں
کے بیچ میں کچھ ہے لیکن پھر میں اپنے خدشات کو یہ کہہ کر جھٹک دیتی تھی کہ تاج الدین نے
آخر مارتھا کی جان بچائی ہے اور اسی ممنونیت کی بنا پر شاید مارتھا اس کی عزت اس کا احترام
کرتی ہے۔ لیکن اب پتہ چلا کہ مارتھا اس کو دل کی گہرائیوں سے پسند کرتی ہے اسے چاہتی
ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ تاج الدین کی خوش قسمتی ہے کہ مارتھا جیسی حسین اور خوب صورت
لڑکی اس سے محبت کرتی ہے۔

محترم نجیب الدین میں آپ کی اس تجویز سے بھی اتفاق کرتی ہوں کہ تاج الدین،
مارتھا کی محبت کا انکشاف ہونا چاہئے۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کی پریت اور محبت کا
مرکز بن جائیں گے اور دونوں کی ہی زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔"

شاید جو گفتگو اناوتی کرنا چاہتی تھی جو باتیں اس نے کہی تھیں وہ اس کی گفتگو کا پس منظر

کچھ دیر وہ سوچتی رہی پھر نجیب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرے محترم کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مجھے یہاں کب تک اسیری کی زندگی بسر کرنا
ور کب تک مجھے یہاں قیدی کی حیثیت سے رہنا ہو گا؟"

نجیب الدین نے بڑے غور سے اناوتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بیٹی! تمہاری حیثیت یہاں قیدی اور اسیر کی سی نہیں ہے۔ میں نے تمہیں بیٹی ہی کی
رکھا ہوا ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو یہاں قید میں پھنسا ہوا سمجھتی ہو یہ تمہارے اپنے
ت ہیں۔

اناوتی نے فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔ آخر مجھے تاج الدین جو یہاں لایا ہے تو
ں تو میں نے یہاں نہیں رہنا۔ آخر مجھے کتنا عرصہ اور یہاں روکے رکھا جائے گا۔
ے کہنے کا مطلب ہے مجھے کتنا عرصہ اور یہاں اپنے ماتا پتا سے دور رکھے جانے کی سزا
ئے گی۔"

نجیب الدین نے کچھ سوچا پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"بیٹی! تاج الدین تجھے ایک خاص مقصد کے لیے یہاں لایا تھا۔ اگر وہ مقصد نہ ہوتا تو
ں لڑائی کے میدان ہی میں رہا کر دیتا اپنے گھر چلے جانے کی اجازت دے دیتا۔ تم
ہو تمہارے باپ کی عملداری سے جب تاج الدین مارتھا کو نکالنے کے لیے گیا تو اس
ساتھ بڑا ناروا سلوک کیا گیا۔ اس نے تمہارے باپ کے سپہ سالار کو تیغ زنی میں آسانی
ہرایا۔ تمہارے باپ نے اسے تمہارا محافظ مقرر کرنا چاہا لیکن تم نے اسے اچھوت قرار دیا
نا محافظ رکھنے سے انکار کر دیا۔ تمہارے بھائی نے اس کی اس قدر اہانت کی کہ اتنا عمدہ
ن ہونے کے باوجود اس نے اپنے باپ سے سفارش کی کہ ایسے اچھوت کو لشکر میں شامل

نہیں کیا جاسکتا تم نے بھی اس کی تائید کی اور پھر تم سب نے مل کر اسے اپنے اصطبل گندے کام کے لیے مامور کیا۔

تمہیں یہاں لا کر تاج الدین یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ جو سلوک اس کے ساتھ د گیا اور جو سلوک تمہیں یہاں لا کر تمہارے ساتھ کیا گیا ہے تم اس کا موازنہ کرو۔ یہاں کے بعد خود ہی نتائج اخذ کرو کہ جو سلوک تم لوگوں نے اپنے دھرم کو سامنے رکھتے ہو الدین کے ساتھ اجین میں کیا وہ بہتر تھا یا وہ سلوک جو تمہیں یہاں رکھ کر ہم تمہارے سا کی حیثیت سے کر رہے ہیں وہ بہتر ہے۔"

اناوتی شاید نجیب الدین کی باتوں کا مطلب سمجھ گئی تھی اس موضوع پر وہ شاید مزید نہیں کرنا چاہتی تھی لہذا اس نے موضوع بدلا اور نجیب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"نجیب الدین محترم! جیسا کہ تاج الدین نے مجھے بتایا تھا کہ آپ پہلے ہندو تھے میں آپ نے اسلام قبول کیا۔ کیا آپ ہندو دھرم سے اتنے ہی نالاں ہو گئے تھے اور اس آپ نے اتنی خامیاں دیکھ لی تھیں کہ آپ نے اپنے آبائی اور قدیم دھرم کو ترک کر کے قبول کر لیا۔ کیا آپ اپنے اس تبدیلی مذہب پر کچھ روشنی ڈالیں گے؟ دراصل ایسا میں سکون کے لیے کرنا چاہتی ہوں۔ پہلی نشستوں میں جو آپ نے ہمارے دھرم اور بر کے متعلق گفتگو کی تھی تو اس نے میرے ذہن میں پہلے سے ایک ہلچل مچا کے رکھی ہے۔ جا کر میں ان ساری باتوں کی تفصیل اور اصلیت جاننے کی کوشش کروں گی جو آپ ہیں اس وقت میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ صرف مجھے یہ بتائیں کہ ہندو د وہ کون سی مزید برائیاں تھیں جن سے اکتا کر آپ نے تبدیلی مذہب کا ارادہ کیا۔"

اناوتی کی اس گفتگو سے نجیب الدین تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر بڑے نرم لہجے اسے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"بیٹی! اگر تو برا نہ مانے تو میں یہاں تک کہوں گا کہ ہندو مذہب نہیں بلکہ ایک علاقائی ہے۔ یہ کسی مذہب کا نام نہیں۔ جس طرح کشمیر کے رہنے والے کشمیری کہلاتے ہیں اسی ح ہند کے رہنے والے ہندو کہلاتے ہیں اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے کہ کے رہنے والے حقیقت میں مظاہر پرست تھے یعنی مختلف دیوی دیوتاؤں کے پجاری ہندو نام کا کوئی مذہب نہیں تھا۔

اور پھر اس نام کا پس منظر بھی عجیب و غریب ہے۔ اگر ہم قدیم دور کی طرف جائیں تو قدیم میں دریائے سندھ کو اندھ کہا جاتا تھا اور یہ نام سکندر اعظم کے حملے تک برقرار رہا وں نے جہاں دنیا میں بے حد فتوحات حاصل کیں وہاں انہوں نے سکندر اعظم کی دگی میں ہندوستان کے بیاس تک کے علاقے کو بھی فتح کیا۔ ان کے دور تک دریائے ھ کو چونکہ اندھ کہتے تھے لہذا اپنے تلفظ کے اعتبار سے یونانیوں نے دریائے سندھ کو کہہ کر پکارا اور یہاں کے رہنے والوں کو اور ان کے علاقے کو انڈیا کا نام دیا۔

پھر یونانیوں کے بعد عربوں نے اس دریا کو اندھ کی بجائے سندھ اور وادی کے رہنے کو سندھی اور سندھو کا نام دیا۔ سندھو نام کا ایک جاٹ قبیلہ آج بھی موجود ہے پھر ہوں کی باری آئی ایرانیوں نے سندھ کو ہند اور سندھو کو ہندو اور دریائے سندھ کے گرد ا علاقے کو ہند اور ہندوستان کہنا شروع کر دیا بعد میں عربوں نے بھی ہند ہی لکھا اس ح ہندو لفظ مشہور ہوا۔ ہندو کا تعلق کسی دھرم اور مذہب سے نہیں ہے۔

موجودہ دھرم جسے ہندو کہتے ہیں اس سے متعلق کچھ کہنے سے پہلے بیٹی میں تمہیں تھوڑا اریخی پس منظر بھی بتاتا چلوں۔

یہاں کی اصل تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب آریائی قبائل یہاں حملہ آور ئے اور یہاں موجود قدیم باشندوں دراوڑوں کو محکوم بنا لیا۔ آریاؤں نے یہاں کے

تہذیب وتمدن سے لے کر زبان، ادب اور مذہب تک کو بدل ڈالا اور پھر آہستہ آہستہ بر
مت کا پرچار ہونا شروع ہوا- ان کی مذہبی کتابیں وید کے نام سے سنسکرت میں لکھی جا
لگیں- آریاؤں کا مرکز اس زمانے میں ہستنا پور تھا- جو دہلی کے قریب واقع ہے- یہیں
انہوں نے پورے ہندوستان کو متاثر کیا- اپنی قوت کو مستحکم کرنے کے بعد آریا مشرق م
مگدھ یعنی صوبہ بہار تک پہنچ گئے- اس زمانے میں ویدوں کی شرحیں لکھی گئیں اور دو
مذہبی کتابوں کا آغاز ہوا- اسی دور میں ہندوؤں کے اندر ذات پات کا نظام پیدا ہوا- ا
دور میں جین مت اور بدھ مت نے جنم لیا-

پھر سکندر اعظم ہندوستان پر حملہ آور ہوا لیکن وہ پنجاب سے آگے نہ بڑھ سکا- اس
بعد موریہ سلطنت کی ابتدا ہوئی- اس کے بانی چندر گپت موریہ نے پہلی بار شمالی ہندوستا
متحد کر کے پاٹلی پتر یعنی پٹنہ کو مرکزی مقام بنایا- اس خاندان کا سب سے بڑا بادشاہ اشوک
پھر موریہ حکومت ختم ہو گئی اور باختر کے یونانی حکمران پنجاب پر قابض ہو گئے- وادی گنگا
ایک خاندان نے حکومت بنالی-

دوسرا بڑا خاندان جس نے ہندوستان میں بہت بڑی سلطنت قائم کی کنشک تھا- ا
خاندان کے بانی کنشک نے کابل سے لے کر بنارس تک ایک بہت بڑی سلطنت قائم کر
یہ خاندان جب ختم ہوا تو اس کے بعد مدت تک کوئی بڑی سلطنت قائم نہیں ہوئی- پھر
آگے جا کر گپت خاندان برسر اقتدار آیا جس نے پاٹلی پتر یعنی پٹنہ ہی کو اپنا دارالحکومت
شمالی ہند سے لے کر دکن تک اور مشرق میں بنگال آسام وغیرہ سے لے کر قندھار تک
حکمران اس کے ماتحت تھے- اس خاندان کا سب سے بڑا حکمران بکرماجیت تھا- اس
مالوہ، گجرات اور سوداشٹر بھی فتح کر لیا- اس کے بعد یہ خاندان زوال پذیر ہوتا چلا گیا
خاندان کے عہد میں برہمن مت کو از سر نو فروغ ہوا لیکن ہندو مذہب کا ذکر کہیں نہیں ملتا-

اس کے بعد وسط ایشیا کے سفید ہن یہاں پر قابض رہے ان کے بادشاہ مہر گل کا مرکز
ت سیالکوٹ تھا لیکن یہ وسطی ہندوستان پر بھی حکمران رہا- اس وقت تک تھانیسر اور
پوتانہ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں جو مسلمانوں کی آمد تک قائم
ں-

پھر مسلمان سپہ سالار محمد بن قاسم نے دیبل کو فتح کیا اور پھر تین ہی برس میں اس نے
راجپوتانہ، قنوج اور ملتان تک کا سارا علاقہ فتح کر لیا- اس کے بعد محمود غزنوی نے جو
ں کا حکمران تھا ہندوستان پر حملے شروع کیے اس نے سومنات پر مشہور حملہ کیا اور یہاں
ی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا پھر شہاب الدین غوری طوفان کی طرح ان سرزمینوں میں
ل ہوا- ملتان پر حملہ کیا پھر اچ پر قبضہ کیا، گجرات پر چڑھائی کی- لاہور فتح کیا، بھٹنڈہ کو
ین کیا- اس نے رائے پتھورہ کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا- قنوج کے راجہ جے
شکست دے کر قنوج سے بنارس تک حکومت قائم کی-

میری بیٹی یہ ساری باتیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اس دوران کہیں بھی ہندو مذہب کا
غ نہیں ملتا- صرف برہمن مت ہمارے سامنے آتا ہے- ہر دور میں یہ برہمن ہی ہے جو
مذہب کو خراب اور بھٹکانے والا ہے- دنیا کے تمام مذاہب میں خیر خیرات کو اہمیت
ل ہے چنانچہ ویدک دھرم یا برہمن مت میں بھی دان دھرم کو ضروری بتایا گیا ہے مگر اس
دھرم یعنی خیرات کے مستحق صرف برہمن قرار پائے ہیں غریب غرباء اور خاص کر
ت اور شودر کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے-

شاید اس لیے کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں ویدوں میں برہمنوں کو جو خود کو برہما دیوتا کی
بتاتے ہیں دوسرا کاروبار کرنے سے منع کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں نہ
یں صرف دماغ اور زبان سے کام لے کر اپنی روزی حاصل کرتے رہیں- چنانچہ برہمن

کے لیے اچھوتوں اور شودروں سے بھیک مانگنے میں کوئی شرم نہیں ہے بلکہ اسے وہ اپنا حق کر مانگ سکتا ہے- برہمنوں کو خیرات دینے کے احکامات ویدوں اور شاستروں میں صراح کے ساتھ موجود ہیں- جیسا کہ مذہبی کتاب میں ہے کہ برہمن کو جو شخص مانگنے پر خیرات دے گا وہ دوزخ میں جائے گا-

اس مذہب کو موجد چونکہ برہمن تھے لہذا انہوں نے اس دھرم کو اپنے ہی ارد گرد گھما رکھا ہے انہوں نے مذہبی کتابوں میں یہ بھی ڈال دیا کہ جو شخص برہمن کو خیرات دینے میں ہو یعنی رکاوٹ ڈالے اس کو سوکھی لکڑی کی مانند الٹا لٹکا کر جلا دو کیونکہ برہمن کو خیرات دی جا ہے وہ ایشور یعنی خدا کو پہنچتی ہے-

مہا بھارت کے مصنف مہا منی بیاس جی لکھتا ہے کہ برہمن کو جو کپڑا جوتا بستر دان جاتا ہے وہ دان دینے والے کو سورگ لوک یعنی جنت میں پہنچاتا ہے اور دان دینے وال دائمی راحت ملتی ہے-

ہندوستان میں اکثر لوگ کہتے ہیں کہ خیرات خوری انسان کو بے غیرت اور بے حمیت دیتی ہے- بھیک مانگنے والے کسی دوسرے کام کے قابل نہیں رہتے مگر برہمن بڑا عجیب غریب ہے یہ خیرات بھی کھاتا ہے اور دھونس بھی جماتا ہے غریبوں اور امیروں کو جنت چکر میں ڈال کر اپنی روزی وصول کرتا ہے- ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں سا دنیا سے زیادہ بھیک مانگنے والے آباد ہیں جن میں مسلمان بھی کافی شامل ہیں-

اور پھر سب سے زیادہ بدبختی یہ کہ ہندو گوشائیوں یعنی مجرد رہنے والے فقیروں ناننگا کہلاتے ہیں تعداد ہزاروں لاکھوں سے بھی اوپر پہنچتی ہے- جن میں لاکھوں کی تعدا عورتیں بھی شامل ہیں- یہ ماتائیں کہلاتی ہیں یہ سنیاسی یا گوشائیں گروہ در گروہ بھیک ہوئے سارے ملک میں پھرتے ہیں اور دولت جمع کرتے ہیں جو بالآخر بھنگ اور چر

م آتی ہے- کہا جاتا ہے کہ سارے ہندوستان کی آدھی دولت ان گوشائیوں کے پاس ن کا پیشتر حصہ سونے چاندی کی شکل میں یہ زمین کے اندر دفن کر کے محفوظ کر جاتے ہیں اوقات کسی کو بتائے بغیر مر جاتے ہیں جس سے وہ ضائع ہو جاتی ہے- ان کے مٹھوں روں کو ہندو راجاؤں نے بڑی بڑی جاگیریں دے رکھی ہیں جس کی آمدنی سے یہ عیش تے ہیں- یہ سب کچھ اس دھرم کی وجہ سے ہے جس کا بانی برہمن ہے اور جسے ہندو مذہب بلکہ برہمن مت کہنا چاہئے-

برہمن مت کو قائم رکھنے کے لیے برہمنوں نے جس طرح قانون سازی کی ہے اس پر رح یہ کئی ہزار سال سے قابض میں یقیناً حیرت ناک ہے مگر زیادہ حیرت تو اس بات پر راجہ مہاراجہ اور ان کے بیٹوں نے جب وہ علوم سیکھے اور پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو برہمنوں کی چالاکی کا پتہ کیوں نہ چلا اور وہ کیوں برہمنوں کے سامنے سرنگوں رہے- اس یہ معلوم ہوئی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ برہمن ان کے راج پاٹ کو سنبھالنے میں مددگار ہیں اور عوام کو ان کے زیر فرمان رکھنے کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ وثواب کی باتیں کر کے ڈنڈے سے زیادہ موثر طریقے پر قابو پا لیتے ہیں- چنانچہ انہیں سا دسمجھ کر برداشت کرتے رہے اور تھوڑی بہت پابندیاں خود بھی برداشت کرتے رہے ئیں بھی تو عذاب وثواب کی ضرورت پڑتی ہوگی اور وہ برہمن ہی پورا کر سکتے تھے-

اب جو دھرم برہمنوں نے بنایا جسے میں برہمن مت کہتا ہوں اور آپ لوگ اسے ہندو کہتے ہیں- اس میں برہمن نے عجیب وغریب قاعدے کلیے ڈال دیے ہیں مثلاً ل کو شودروں کا کھانا پانی قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اس طرح برہمنوں کو شودر کے قریب سے گزرنے کی بھی مخالفت ہے مگر ان کو شودرون سے خیرات لینے سے منع کیا بلکہ حق سمجھ کر وصول کرنے کی اجازت دی گئی ہے- یہ کتنی بڑی زیادتی اور کتنی بڑی

ناانصافی ہے-

اور پھر اس سے بھی بڑھ کر زیادتی یہ کہ جہاں برہمنوں کو شودروں کا کھانا پینا اور عورت کے پاس سے گزرنے تک کی مخالفت ہے وہاں دکن کے برہمنوں کا ذرا جا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہاں کہ برہمن شودر عورت کو گھر میں ڈال لیتے ہیں اور سے اولاد بھی ہوتی ہے پھر بھی برہمن اس عورت کا چھوا ہوا کھانا پانی نہیں کھاتے اور وہ جو شودر عورت سے پیدا ہوتی ہے برہمن نہیں بنتی وہ داس یعنی لونڈی غلام شمار ہوتے ہیں ان کو باپ کی میراث بھی نہیں ملتی یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ برہمن شودر عورت کی ناموس ہاتھ ڈال دیتے ہیں مگر عورت اور اس کی اولاد کو عزت نہیں دیتا وہ برہمن کی رفیقہ حیات کے باوجود لونڈی اور داسی ہی شمار ہوتی ہے- یہ منو جی کا طریقہ قانون ہے کہ اگر برہمن عورت سے بچہ پیدا کرے تو بچے لونڈی زادے داسی پتر قرار پائیں گے اور اگر کوئی برہمن شودر سے اولاد پیدا کرا لے تو وہ چنڈال اور بھنگی سے بھی بدتر شمار کئے جائیں گے-

اور پھر برہمن ایسا تیز اور اپنے حقوق کی بات کرنے والا ہے کہ برہمنوں نے یہاں قدیم باشندوں کے مذہبی حقوق بھی تلف کر دیے وہ ان کو اپنے مندروں میں نہیں آ دیتے- اپنے دیوتاؤں کی باتیں نہیں بتلاتے بلکہ انہیں صرف یہ بتایا جاتا ہے کہ تمہارا دھرم یہی ہے کہ تم اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی خدمت کرتے رہو- ایشور اور بھگوان کا ذ نہ لو کہ وہ تمہارے ایشور اور بھگوان نہیں کہ وہ برہمنوں کے ایشور اور بھگوان ہیں اور برہمن مت نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر کوئی شودر ہندو وید پڑھے تو اس کی زبان کاٹ جائے- اگر وہ منتروں کو سن لے تو اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جائے اور شودر وید منتروں کو زبانی یاد کر لے تو اس کو مار کر اس کے ٹکڑے کر دیے جائیں- یہ بھی لکھا کہ جو برہمن کسی شودر کو اپنے دھرم کی بات بتائے گا جو برہمن اپنے دھرم کے فرائض

ئے گا وہ اس شودر کے ساتھ نرگ یعنی دوزخ میں ڈالا جائے گا- بیٹی اس سے بھی بڑھ کر س دھرم میں زندہ انسان کی کوئی عزت اور حرمت نہ ہو اور جو اپنے سامنے دوسروں کو اور کم حیثیت سمجھتا ہو اس سے مردوں کے احترام کی توقع فضول ہے- برہمنی دھرم وں کے مردوں کے کفن دفن کے بھی احکامات دیتا ہے-

برہمن کہتا ہے کہ شودر کا مردہ بستی کے جنوبی سمت سے مرگھٹ لے جایا جائے گا- شودر یت بستی کے شمال یا مغرب کی سمت سے مرگھٹ نہ لے جائی جائے گی- اس حکم کی وجہ ں یہ لکھتے ہیں کہ مذہبی کتابوں کے مطابق جنت شمال میں ہے اور دوزخ جنوب میں ہے شودر اقوام ازلی اور ابدی دوزخی قومیں ہیں لہذا ان کے مردے جنوب کے راستے سے ے باہر جا سکتے ہیں کسی اور سمت سے نہیں-

اور پھر آریا زمانہ قدیم سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ شمالی علاقے جنت کے مترادف ہیں وب میں دوزخ ہے یعنی وہ گرم علاقے ہیں- اس لیے آریا نسلیں عموماً شمالی علاقوں میں ہوتی رہیں- ان کی آبادی انگلستان سے لے کر جاپان تک شمالی علاقوں میں ہے اور علاقوں میں رہنے بسنے والے برہمنوں اور چھتریوں کو یہ لوگ اپنا ہمسر نہیں سمجھتے مزید شمالی سرزمینوں کے برہمن جنوبی علاقوں کے برہمنوں کو کالا برہمن کہہ کر پکارتے ہیں اور ے کمتر سمجھتے ہیں- برہمن جنوبی ہوا کو بھی منحوس اور جنوب کی سمت کو دوزخ کی سمت کہتے اور برہمنوں نے لوگوں کو یہ بھی کہہ کر ڈرا رکھا ہے کہ جنوب میں تائی فون یعنی شیطان رہتا اور جنوبی ہند میں یہ رسم بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ نیچ ذات کے افراد کی بستیاں گاؤں کے ب میں آباد کی جاتی ہیں- شمال میں صرف اونچی ذات کے لوگ رہتے ہیں- یہ سب کچھ برہمن کا کیا دھرا ہے جس نے وہ مذہب بنایا- بیٹی جسے تم ہندو کہتے ہو اور میں جسے برہمن م کہتا ہوں-"

جب تک نجیب الدین بولتا رہا پریشانی خجالت اور شرمندگی میں اناوتی کی گردن رہی- نجیب الدین نے غور سے اناوتی کی طرف دیکھا اس کی گردن اسی طرح جھکی حالانکہ وہ خاموش بیٹھا تھا- تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اچانک چونکتے ہوئے اناوتی گردن سیدھی کی اور کہنے لگی-

''آپ خاموش کیوں ہو گئے اپنی بات جاری رکھیں-''

اس پر نجیب الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا-

''نہیں بیٹے اب میں ایسا نہیں کروں گا- اس لیے کہ میری باتوں سے تم شرمندگی خجالت محسوس کر رہی ہو اور میں زیادہ دیر تمہیں اس اذیت میں ڈال کر تکلیف دینا نہیں چاہ اب کسی اور موضوع پر گفتگو کرنا چاہیے-''

اس پر ضد کرتے ہوئے اناوتی کہنے لگی-

''نہیں محترم نجیب الدین آپ تفصیل بتاتے جائیں میں سمجھتی ہوں آپ کے ب سے میرے علم میں اضافہ ہو رہا ہے- اس سے پہلے میں نے کبھی دھرم کی طرف دھیان نہیں تھا- یہاں سے واپس جانے کے بعد میں مندروں میں جا کر آپ کی کہی باتوں کا جا لوں گی اس کے بعد کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کروں گی- بہر حال آپ اپنی گفتگو جا رکھیں......''

اناوتی کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا- اس لیے کہ عین اسی لمحہ کمرے میں تاج الد داخل ہوا تھا-

آگے بڑھ کر تاج الدین' نجیب الدین کے پاس بیٹھ گیا پھر وہ اناوتی کی طرف د ہوئے کہنے لگا-

''اناوتی! میں جانتا ہوں جتنے دن تم نے یہاں قیام کیا ہے- اسے اپنی زندگی کے

ترین دن جانو یا ہو سکتا ہے ان دنوں کو اپنی قید اور اسیری سمجھو- بہر حال یہ اسیری ختم ہوئی کل یہاں سے کوچ کرو گی- تمہارے کوچ کے سارے اہتمام اور انتظامات مکمل کر دیے گئے یں- جو دس قیدی تمہارے ساتھ آئے تھے جنہیں تمہارے بھائی کے لشکر کو شکست دینے کے د گرفتار کیا گیا تھا- ان میں سے دو شدید زخمی تھے ان کا علاج کرایا گیا اور وہ لاغر ہو گئے تھے ذا انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی تھی- وہ دس پندرہ دن پہلے ہی چلے گئے تھے- ب باقی آٹھ قیدی ہیں جو تمہیں لے کر تمہارے مرکزی شہر اجین کا رخ کریں گے- ان کے اتھ تین آدمی میں اپنے پاس سے ڈالوں گا جو قابل بھروسہ ہیں اس طرح گیارہ آدمی ہوں گے جن کے ساتھ تم واپس جاؤ گی- جو تین آدمی میں اپنی طرف سے ساتھ روانہ کر رہا ہوں یک تو وہ سرحدوں تک راستوں کی راہ نمائی کریں گے جہاں تمہارے باپ راجہ سلہدی کی رحدیں شروع ہوتی ہیں وہ تین آدمی وہاں تک جائیں گے- آگے تم اپنے آٹھ محافظوں کے ساتھ چلی جانا میرے تین آدمی وہاں سے لوٹ آئیں گے-

اب تمہارے ذہن میں یہ باتیں اٹھ رہی ہوں گی کہ آخر تمہیں قیدی اور اسیر بنا کر ہاں رکھنے کا کیا مقصد اور مدعا تھا- اناوتی! تمہیں یہاں صرف اس لیے ایک ماہ سے کچھ ائد عرصے کے لیے روکا گیا ہے کہ تم اپنے اور ہمارے تمدن اور تہذیب کا تقابلی جائزہ لے لو- تمہارے ہاں ہر اس شخص کو جس کا تعلق برہمنوں سے نہ ہو یا وہ کھشتری یا ویش نہ ہو حقیر' کمتر اچھوت اور شودر سمجھا جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں- اگر ہم نے بھی تمہارے ہی مدن کو اپنایا ہوتا تو ہم بھی تمہیں اپنے ہاں جو ایک مہینہ سے زائد عرصہ رکھا تمہارے ساتھ شودروں چماروں اور اچھوتوں کا سا سلوک کرتے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا- گو میں خود بھی تمہاری نگاہوں میں ایک اچھوت ہوں لیکن یہاں رہنے کے بعد تم نے اندازہ ضرور لگایا ہوگا کہ ہم اچھوتوں کا سلوک بھی ایک طرح کی عمدہ مثال بن سکتا ہے-

اناوتی! ہر آدمی کا اپنا اپنا دھرم ہوتا ہے- اپنا اپنا مذہب اپنا اپنا دین ہوتا ہے- ہر
اپنے دین اپنے دھرم کا لبادہ اوڑھ کے رکھتا ہے لیکن اناوتی' دین اور دھرم کے اس لباد
کے اندر انسانیت کی بھی کوئی چیز اور شے ہونی چاہئے جہاں ہر دین اور دھرم کے کچھ تقا
ہیں وہاں انسانیت کے بھی تقاضے ہیں- جہاں دین اور دھرم انسان سے کچھ اصولو
پابندی کے لیے کہتا ہے وہاں انسانیت کے بھی کچھ اصول ہیں جنہیں اپنانے ہی سے انسا
کے اندر باہمی محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے- یہاں رہتے ہوئے تم
اندازہ بھی لگا لیا ہوگا کہ تمہارے معاشرے کی طرح ہمارے پاس ذات پات کا کوئی اہ
نہیں ہے- تمہارے ہاں برہمن خواہ کیسا ہی گناہ گار اور کیسا ہی پلید قسم کا انسان ہوا سے
اسے اعلیٰ ارفع خیال کیا جاتا ہے- اس لیے کہ اسے برہما دیوتا کی اولاد سمجھا جاتا ہے-
دوسرے لوگ خواہ کتنے ہی نیک ہوں کتنے ہی پرہیز کرنے والے اور پن پر عمل کرنے والے
ہوں وہ برہمن سے کم تر ہی خیال کئے جائیں گے اور پھر شودر کے تو کیا ہی کہنے وہ بے چارا
کیسا ہی نیک ہوا اخلاق میں برہمن سے کیسا ہی اچھا ہو لیکن برہمن اسے اپنی جوتی سے بھی بدتر
خیال کرتے ہیں- انسانیت کی یہ تقسیم انسانیت کے لیے زہر سے کم نہیں ہے-

اناوتی انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ سب انسانوں کو یکساں سمجھا جائے سب آدم کی اولاد
ہیں ہاں انسانوں میں کوئی قابل احترام اور قابل عزت زیادہ ہے تو وہ اپنی نیکی اپنی بزرگی
اپنے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے ہے اور یہی ہمارے دین ہمارے دھرم کا معیار ہے- ہم ذات
پات کے قطعی خلاف ہیں- اسلام دین توحید کا نام ہے جس میں صرف ایک مالک کی پرستش
اور بندگی کی شرط ہے- یہاں خدا کے علاوہ کسی کی بندگی عبادت کی گنجائش ہی نہیں' کوئی دیوی
دیوتا نہیں- گو عام لوگ ایک مالک کی بندگی و پرستش کی شرط کو کسی قدر سخت خیال کرتے ہیں
اور کمزور آدمی جو دنیا کی معمولی مخلوقات شیر' ہاتھی' بیل' سانپ سے ڈر جائے ان کو پوجنے لگے'

کے شر سے بچنے کے لیے دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے لگے اس شرط کو قبول نہیں کر سکتا- اسی
اسلام کا خدا کافروں منکروں کی سمجھ میں نہ آیا اور تمہارے دیانند کی سمجھ میں بھی نہ آ سکا
اسلام کا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ-----

ایمان لانے والے خواہ یہودی ہوں یا عیسائی یا ستارہ پرست' جو اللہ پر ایمان لائے گا
روز آخرت پر بھی' اور نیک کام کرے گا اس کو اللہ نوازے گا اور وہ غم و خوف سے بے خطر
دگی بسر کرے گا-

یہ میرے اللہ کا وعدہ ہے اور ایمان کا یہی معیار ہے کہ صاحب ایمان بندے بے فکری
بے خوفی کی زندگی بسر کرتے ہیں- پس جو لوگ خوف و ہراس ذلت و مسکنت' غم و اندوہ
ک و واہمہ کرب و اضطراب میں مبتلا ہو کر خداوند قدوس کو چھوڑ کر دوسرے کی بندگی اور
بادت کرتے ہیں اور بوقت ضرورت مدد کے لیے دوسروں کا سہارا لیتے ہیں وہ مقہور و مردود
ندے ہیں- ان کا شمار اہل ایمان میں نہیں ہو سکتا-

اناوتی! ان باریکیوں کو دان اور خیرات کھانے والے' گائے اور بندر کو پوجنے والے
برہمن نہیں سمجھ سکتے- جہاں تمہاری مذہبی کتابوں میں ان گنت دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹھ کی
تلقین کی گئی ہے وہاں ہمارے مذہب کی شان کچھ اس طرح ہے کہ وہ کہتا ہے-

اللہ صرف ایک ہے- وہ سب کے کام بناتا ہے- وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا کوئی اس
کا ہمسر نہیں ہے-

اناوتی! ہمارے رسول عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کافروں اور مشرکوں میں سے
تھوڑے سے سلیم الطبع اور نیک نفس بندوں کو چن کر اپنی ایک جماعت بنائی اور اس کا نام
اسلام رکھا اور جماعت کے ارکان کو مسلم کا نام دیا- چند برسوں کے اندر دنیا نے دیکھ لیا کہ
اسلام کا پیغام لے کر یہ توحید کے پیرو کار اللہ اکبر کے نعرے لگاتے سارے دنیا میں پھیل گئے

ان کو عدل‘ انصاف‘ اخوت‘ مساوات‘ اتحاد اور توحید کی ایسی اعلیٰ تربیت ملی کہ وہ ساری دنیا
ادب و تہذیب سکھانے کا نادر نمونہ بن گئے۔

اس کے ساتھ ہی تاج الدین نے اپنے ہاتھ میں جو کپڑا پکڑ رکھا تھا اس کے بل کھو
اس کے اندر سے ایک کتاب نکالی اور اس کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ اناوتی
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اناوتی کل جب تم یہاں سے رخصت ہوگی تو یہ کتاب اپنے ساتھ لے کر جانا یہ
تمہیں تحفہ کے طور پر دے رہا ہوں اس میں لگ بھگ دنیا کے سارے مذاہب کا ایک تق
جائزہ پیش کیا گیا ہے یہ میں خصوصیت کے ساتھ تمہارے لیے لے کر آیا ہوں۔ یہ کتاب
اس لیے تمہیں پیش کر رہا ہوں تا کہ تم واپس جا کر اس کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ دھرم کیا چیز
اور انسانیت کے کیا تقاضے ہیں جو انسان کو پورے کرنے چاہئیں“

اس کے ساتھ ہی تاج الدین نے مارتھا اور کلثوم کو مخصوص اشارہ کیا جس پر دونوں اٹھ
اور ساتھ والے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد تاج الدین نے پھر اناوتی کو مخاطب کیا۔

”اناوتی! میں نے مارتھا اور اپنی بہن کلثوم سے کہہ کر تمہارے لیے کچھ سامان بنوایا ہے
اسے ٹھکرا مت دینا جو چیزیں تمہیں پیش کرنے لگی ہیں انہیں ہماری طرف سے تحائف سمجھ کر
قبول کر لینا اور اپنے ساتھ لے جانا۔ اگر تم ان چیزوں کو ناپسند کرو تو اپنی سرزمینوں میں جا کے
جہاں چاہے پھینک دینا لیکن یہاں سے اسے اپنے ساتھ ضرور لے کر جانا۔“

اناوتی نے تاج الدین کی ان ساری باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ بس خاموش رہی
شرمندہ اور خجل سی تھی۔ اتنی دیر تک دوسرے کمرے سے مارتھا اور کلثوم آ گئی تھیں انہوں نے
کچھ سامان پھیلا کر اناوتی کے سامنے رکھ دیا۔ اناوتی اس سارے سامان کو غور سے دیکھنے لگی

مان میں اس کے لیے قیمتی جوڑے تھے۔ سونے کے کنگن‘ کانوں کے زیورات کے
ڑے عمدہ اور خوبصورت جھومر تھے۔ لمحہ بھر کے لیے اناوتی کے چہرے پر مسکراہٹ
ہوئی پھر تاج الدین کی طرف دیکھے بغیر کہنے لگی‘ ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی
میں تم لوگوں کی طرف سے تحائف سمجھ کر ان کو قبول کرتی ہوں۔“

اناوتی کے ان الفاظ سے تاج الدین‘ نجیب الدین کے علاوہ مارتھا اور کلثوم بھی خوش
نی پھر کلثوم بھاگی بھاگی گئی چمڑے کی ایک خرجین اٹھا لائی۔ سارا سامان اس نے
ی خرجین میں ڈال دیا۔ جو کتاب تاج الدین اناوتی کے لیے لایا تھا جس میں سارے
ب کا تقابلی جائزہ تھا وہ کتاب بھی اس نے خرجین میں ڈال دی تھی پھر خرجین کا منہ بند
ے اس نے ایک طرف رکھ دی اور پہلے کی طرح نشستوں پر بیٹھ گئی تھیں۔ اس موقع پر
نے اپنے باپ نجیب الدین کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

”اے میرے باپ! اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک اچھے موضوع پر گفتگو کروں
موضوع جس کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے پہلے سے آپ سے اجازت لے چکی
ں۔“

نجیب الدین مسکرا دیا اناوتی بھی مسکرا رہی تھی تاہم مارتھا کا چہرہ شرم و حیا میں سرخ ہو گیا
اپنی جگہ پر وہ اٹھی اور کہنے لگی ”میں پانی پی کر آتی ہوں۔“

کلثوم نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کھینچ کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

”یوں نہیں یہاں بیٹھو ساری گفتگو میں تمہارا شامل ہونا ضروری ہے۔“ مجبوراً مارتھا اپنی
پر بیٹھ گئی پھر کلثوم نے گفتگو کا آغاز کیا۔ تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی
نا۔

بھائی اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ وقت کی کوکھ میں سحر کی شعاعوں کے الہام جیسی

پرکشش شبنم، پھول چاند تتلی کومل پونم رات جیسی جاذب ایک لڑکی آپ کو چاہتی ہے آپ
محبت کرتی ہے وہ رنگ و نکہت کے آئینوں جیسی خوب صورت شب و روز کے طلسم میں آ
خیال جیسی حسین رنگوں کے فشار میں خوشبو کی مہکار لیے کسی اپسرا جیسی پر جمال ہے۔ اس
چاہت اس کی خوب صورتی ایسی ہے کہ روح کو جگمگا دے جذبات کو پگھلا دے اگر آپ
اس کو اپنی محبت سے نواز دیں تو آپ کو یقین دلاتی ہوں وہ اپنے کومل ہاتھوں کے لمس
سانسوں کی خوشبو اپنے لہجے کی حلاوت اپنے گالوں کی سرخ حرارت اپنے لبوں کی گلابی
سے آپ کی روح پر ایک غیر مرئی نشہ اور آپ کے دل پر ایک وجدانی سکر و مستی کی حالت
کر کے رکھ دے گی۔

وہ ایک ایسی لڑکی ہے۔ قانون تقدیس کی طرح شبوں کے اندھیرے میں محبت
صلے اور آشتی کی لگن کھڑی کر دے۔

تاج الدین نے مسکرا کر کلثوم کی طرف دیکھا پھر کسی قدر شکوک بھری آواز میں
لگا۔

”کلثوم میری بہن یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو میرے جیسے لوگوں کی ظلمتوں کے
پر سویرا نمودار نہیں ہوتا۔ میرے جیسے شخص کی زیست تپتے صحرا اور دل کے اجڑے گلشن
کوئی جگ مگ کرتی رین کوئی جھلمل کرتا ستارا داخل نہیں ہوتا۔ میرے جیسے لوگ سنگساری
معتوب اور ٹوٹی ٹوٹی بکھری تعبیروں کا شکار ہونے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ مجھ جیسے لوگ
حاشیہ بدوش رہ کر ہی زندگی کے قتل گاہ میں زندگی بسر کر جاتے ہیں۔ میرے حالات سے
واقف ہو پھر میری بہن تمہیں ایسا مذاق تو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میری بہن تو جانتی ہے میں
بے گانگی کی تنگ وادی میں پڑا ہوا وہ پتھر ہوں جس کے مقدر میں محبت کا کوئی حرف جلی چاہ
کا کوئی حرف خفی زیب داستان بنتا کوئی قصہ اور خوابوں کے کیف کی ابتدا کرتا کوئی

اب نہیں ہوتا۔ میرے جیسے لوگ ایسی ہی زندگی گزار دیتے ہیں جس طرح اجڑی
نزل کی تلاش میں شہر شہر نگر نگر میں رات ڈھلتی رہتی ہے۔ لو چلتی رہتی ہے۔“

تاج الدین کے ان الفاظ کو مارتھا نے بری طرح محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں
نسو امڈ آئے تھے۔ ہونٹ کاٹ رہی تھی رو دینے والی ہو رہی تھی۔ اس موقع پر تاج الدین
نی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ مارتھا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب مجھے زیادہ دیر یہاں بیٹھنا نہیں چاہئے۔ دیکھو ہماری گفتگو سے مارتھا رو دینے
لی ہو رہی ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر چکے ہیں بے چاری بری طرح ہونٹ کاٹ
ہی ہے اگر اس موضوع پر ہم نے مزید گفتگو کی تو یہ ہچکیاں لے کر رونے لگے گی۔ میں جانتا
ں اس کا دل چڑیا سے بھی چھوٹا ہے اور پھر یہ اپنی زندگی کی ابتدا ہی میں بہت سے دکھوں
ے گذر چکی ہے لہذا میں اب جاتا ہوں اپنی تیاری کرتا ہوں اس لیے کہ آج مجھے ایک مہم پر
انا ہے اور......

کلثوم نے تاج الدین کا بازو پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا اور انتہائی سنجیدگی میں کہنے لگی۔

”بھائی اگر مارتھا رو دینے والی ہے تو یہ صرف آپ کی باتوں کی وجہ سے ہے میں۔
پ سے مذاق ٹھٹھہ تو نہیں کر رہی میں سچ کہہ رہی ہوں ایک ایسی لڑکی جو اپنے حسن کی
ئین اور اپنے حقائق آشنا جمال سے فطرت کو بھی زبوں کر دے وہ آپ سے محبت کرتی ہے
پ کو چاہتی ہے اب بولیں آپ کیا چاہتے ہیں۔“

اس موقع پر مارتھا کی آنکھوں سے آنسو اس کے دامن پر گر گئے تھے۔ اس کی طرف
یک بار غور سے تاج الدین نے دیکھا پھر کہنے لگا۔

”ذرا اس مارتھا کی حالت دیکھو تمہاری اس گفتگو نے اسے دکھی کر دیا ہے۔“

کلثوم نے تیز نگاہوں سے تاج الدین کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

''بھائی میری باتوں سے نہیں آپ کی باتوں نے اسے دکھی کر دیا ہے وہ لڑکی میں جو
کی خوب صورتی کی تعریف کر رہی ہوں اور جس کے لیے میں کہہ رہی ہوں وہ آپ سے محبت
کرتی ہے وہ آپ کو چاہتی ہے وہ مارتھا ہی ہے- مارتھا ہی آپ کو اپنے دل کی گہرائیوں سے
محبت کرتی ہے- اب بولیں آپ کیا کہتے ہیں-''

اس موقع پر اچانک مارتھا بڑی تیزی سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی- کلثوم کے اس انکشاف اور مارتھا کی اس حالت پر تاج الدین دنگ رہ گیا تھا- کچھ دیر وہ بول نہ سکا- اس موقع پر نجیب الدین نے اسے مخاطب کیا-

''تاج الدین میرے بیٹے! جو کچھ کلثوم کہہ رہی ہے وہ سچ ہے- میری موجودگی میں مارتھا نے تسلیم کیا تھا کہ وہ تمہیں چاہتی ہے تم سے محبت کرتی ہے-''

نجیب الدین رکا پھر وہ اپنی بات کو بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا-

''اب بولو اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو-؟''

تاج الدین نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگا-

''عم اس سلسلے میں میں نے کیا کہنا ہے- میں تو ایک بے نوا.........''

آگے تاج الدین کچھ نہ کہہ پایا اس لیے کہ کلثوم نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا کہنے لگی-

''بھائی اس قسم کے الفاظ ہرگز منہ سے نہ نکالنا- آپ میرے بھائی ہیں اور اپنے بھائی کے لئے میں ایسے الفاظ نہیں سن سکتی-''

پھر کلثوم نے جب اس کے منہ سے ہاتھ ہٹایا تو مسکراتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا-

''کلثوم میری بہن! جو کچھ تم نے کہا ہے اگر یہ سچ ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں مارتھا کی وجہ سے میری زیست کے ادھورے خواب باتعبیر ہو جائیں گے- زندگی کی بے چہرہ تصویریں

جمال کا پیکر بن کر میرے سامنے آن کھڑی ہوں گی ریت پر لکھی میری تقدیر کی تحریریں
روں پر کندہ کیے ہوئے حروف بن جائیں گے- ان چاہے لمحے میرے لیے محبت کے گلابی
یوں کا روپ دھار لیں گے اور بے تنویر شمعیں کہکشاں بن جائیں گی- یقیناً مارتھا ایسی لڑکی
جس کی محبت میرے لیے خوشیوں کی میٹھی گود جس کی چاہت میرے لیے نئی صبح کی
نشانی ثابت ہوگی اور میں امید کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنی محبت اور چاہت کی بنا پر میرے لیے
بن اور مسحور کن نغموں کا کنج بنے گی تو میں اس کے لیے تحفظ کا کاشانہ ثابت ہوں گا-''

اس کے بعد تاج الدین لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا پھر اپنے سامنے بیٹھی اناوتی کو
طب کر کے کہنے لگا-

''اناوتی! سلطان بہادر میرے ذمے ایک مہم کر رہے ہیں اور مجھے اس مہم پر آج رات
ی کوچ کر جانا ہے یہ مہم کس طرف ہے' کس سلسلے میں ہے' فی الحال میں کسی سے نہیں کہوں
بہر حال تھوڑی دیر تک میں یہاں سے کوچ کروں گا کل مغرب کی نماز کے بعد کچھ مسلح
نا یہاں آئیں گے- ہمارے عزیز و محترم سالار حیدر خان ان کے ساتھ ہوں گے' حیدر
محترم نجیب الدین کے خوب جاننے والے ہیں- مسلح جوان راستے میں تمہاری خوب
ظت کریں گے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے- کاش یہ مہم مجھے نہ سونپی جاتی تو میں خود
ہیں تمہارے باپ کی سرحدوں پر چھوڑنے جاتا بہر حال میں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ
وں گا- کل مغرب کے بعد جب محترم حیدر خان مسلح جوانوں کے ساتھ یہاں آئیں تو تم
ھک اور بڑی بے فکری سے ان کے ساتھ کوچ کر جانا- ان مسلح جوانوں کے ساتھ اجین
وہ قیدی بھی ہوں گے جنہیں یہاں رکھا گیا ہے- جو مسلح جوان یہاں سے جائیں گے وہ
مد تک تمہیں چھوڑیں گے آگے پھر اجین کے قیدی جنہیں مسلح کر کے یہاں سے بھیجا
ئے گا وہ تمہیں اپنی عمل داری میں لے کر داخل ہوں گے اور بحفاظت اجین لے جائیں

گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تاج الدین رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''یہاں قیام کے دوران اگر تمہیں کسی تکلیف' کمی' کوتاہی' بدسلوکی کا سامنا کرنا پڑا اس کے لیے میں اپنے محترم نجیب الدین' مارتھا' اریبہ اور کلثوم سب کی طرف سے معذ خواہ ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی تاج الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کلثوم کی طرف د کہنے لگا۔

''کلثوم میری بہن میں ذرا اپنے کمرے کی طرف جا رہا ہوں میں تھوڑی دیر تک ا کے لیے نکلوں گا کچھ ضروری سامان اپنے گھوڑے کی خرجینوں میں ڈالوں گا۔ تیار ہونے بعد میں آپ لوگوں کے پاس آتا ہوں اور آپ لوگوں کو مل کر جاؤں گا۔'' اس کے سا تاج الدین اس کمرے سے نکل کر حویلی کے صدر دروازے کے پاس جو اس کی رہائش کا تھا اس کی طرف چلا گیا تھا۔

تاج الدین کے اس کمرے سے نکلنے کے ساتھ ہی کلثوم بھی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اناوتی! تم یہیں بیٹھو میں اس سلسلے میں مارتھا سے بات کرتی ہوں۔'' پھر کلثوم والے کمرے میں داخل ہوئی اندر مارتھا ایک نشست پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی کمرے میں کلثوم کو دیکھتے ہی وہ چونک کر اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ کلثوم آگے بڑھی ا پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے مارتھا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اپنا منہ اس کے کان قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

''مارتھا تم خوش قسمت ہو۔ بھائی نے تمہاری محبت کا جواب محبت سے دیا ہے۔''

اس پر مارتھا علیحدہ ہوئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں باہر ہی کھڑی ہوئی تھی۔ جو الفاظ انہوں نے کہے ہیں وہ میرے لیے ہیرے ہرات اور موتیوں سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور میں وہ الفاظ سن چکی ہوں جس وقت ن کمرے سے نکلنے لگے تھے تب میں یہاں آ کر بیٹھی۔''

کلثوم نے اس کے خوبصورت سرخ گال پر ہلکی سی چپت لگائی کہنے لگی۔

''کچھ زیادہ ہی ہوشیار ہو گئی ہو۔'' پھر دونوں کھلکھلا کر ہنس دی تھیں اچانک کلثوم سنجیدہ ا اور مارتھا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی اپنے کمرے میں گئے ہیں وہ تھوڑی دیر تک سلطان کی طرف سے سونپی جانے سی مہم پر روانہ ہو رہے ہیں اپنے کمرے میں جا کر وہ اپنی تیاری کر رہے ہیں جاؤ ان کے ان کے کمرے میں جاؤ۔ اب جبکہ تمہاری محبت کا انکشاف ان پر ہو چکا ہے تو جاؤ علیحدگی ان سے بات کرو۔ اپنے خلوص کا اظہار کرو ان کی تیاری مکمل کراؤ اس طرح جس مہم پر وہ ہے ہیں وہاں تمہارے حوالے سے وہ خوش اور آسودہ دل رہیں گے۔''

مارتھا بے چاری منہ سے کچھ نہ بولی۔ مسکراتے ہوئے اس نے اثبات میں گردن ہلائی پ چاپ کمرے سے نکل گئی تھی۔

ادھر تاج الدین حویلی کے صدر دروازے کے قریب جو اس کا کمرہ تھا اس میں لکڑی یک چھوٹے سے صندوق کے اندر سے اپنا سامان نکال رہا تھا کہ کمرے کا وہ دروازہ جو ا کے اندر کھلتا تھا اس پر مارتھا نمودار ہوئی اور ہلکی سی مگر مسکراتی آواز میں کہنے لگی۔

''میں اندر آ سکتی ہوں۔''

تاج الدین مارتھا کی آواز سن کر چونک سا پڑا تھا۔ ایک دم مڑا مارتھا کی طرف دیکھا ایا پھر کہنے لگا۔

''مارتھا تمہیں اندر آنے کے لیے یوں اجنبیوں کی طرح اجازت تو نہیں لینی چاہیے

تھی-'' مارتھا مسکرائی آگے بڑھی- تاج الدین نے اسے پھر مخاطب کیا-

''اچھا ہوا تم آگئیں یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے میں تم سے بہت کچھ کہنا تھا- اگر تم نہ آتیں تو میں خود تم سے علیحدگی میں ملنے کی کوشش کرتا- دراصل میں تمہیں فریب کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا- میں اپنی ذات کو ایک کھلی کتاب کی طرح تمہارے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد پھر تم فیصلہ کرنا-

مارتھا تم جانتی ہو میں ایک بے بضاعت قسم کا انسان ہوں- جس کے پاس کسی گھر کا آنگن بھی نہیں ہے- تم نے ایک ایسے انسان سے محبت کی ہے جو دکھ کے صحرا میں بھوکی اور انسانی آنکھ کے آنسو سے بھی بدتر حیثیت رکھتا ہے- میں وہ بدقسمت انسان ہوں اپنے باپ کے ورثے سے بھی کچھ نہیں مل سکتا- میرے ساتھ چلو گی تو پاؤں میں چھا آنکھوں میں کانٹے چبھولو گی- کیوں جان بوجھ کر موت کی وادیوں میں وہم بوتی رات مقدر بناتی ہو میں وہ انسان ہوں جو زخم کھائے ہوئے اور دکھ اٹھائے ہوئے ہے- امید کے گھر سجانے کے لیے مارتھا میرے پاس کوئی خیالی سویرا تک نہیں ہے-

میں جانتا ہوں تم نے اڑن طشتریوں جیسی فضاؤں اور خوابوں کی سنہری وادیوں ماحول میں پرورش پائی ہوگی جسے تم چاہ رہی ہو جسے تم نے اپنی محبت کا معیار بنایا ہے تمہارے اپنے اشکوں میں ڈھلتے بارش میں بھیگے کاغذ سے بھی بے آسرا اور بے نوا تمہیں شام کے پھیلے سایوں میں بکل مارے بیٹھے تنہائیوں کے سوا کچھ نہ دے سکے گا-''

''تاج الدین میری زندگی کے عظیم ساتھی صرف عیش و عشرت کی لہریں اور عز ذات و حیات کی زندگی کا معیار نہیں ہیں- اگر میں ان چیزوں کی خواہش مند ہوتی تو مت رکتی- جس طرح میرا چچا مجھے لینے کے لیے آیا تھا میں اس کے ساتھ چلی جاتی مجھے میرے باپ کا پورا ورثہ ملتا- ایک ایسے شخص سے میری شادی کا اہتمام کیا جاتا جو

بھر مجھے مالا مال بنا کر رکھتا لیکن میری نگاہوں میں نہ ہی یہ زندگی کا مقصد ہے اور نہ ہی معیار ہے- مجھے فخر ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص سے محبت کی ہے جو غیروں کی مشق المناک اور سرکش و گستاخ بازوؤں کے سامنے میرے لیے گنبد بے در کی طرح تحفظ فراہم کرسکتا ہے- جو قہرمانیت کے مظہر سنگین وحشتناک عناصر جیسا بہادر آتش نوا پاسبانوں اور بکھرے بگولوں کے زور جیسا جرات مند ہے- جسے میں نے اپنی محبت اور چاہت کا معیار بنایا ہے وہ وہی ہے جسے میں آسمان کے ستاروں میں دیکھا کرتی تھی- جو میرے دل کی لطیف و خوشگوار دھڑکنوں میں بستا تھا- جو میری سانسوں کا سنگیت میرے حسین سپنوں کی تعبیر تھا- اس سے ملاقات سے پہلے میری زندگی ایک سزا تھی میں جینے سے بے زار تھی- بدبختیوں کے رنگ میرے چاروں طرف رقص کرتے تھے اور حالات نے مجھے بھیڑیوں کی شکار گاہ میں کھڑا کر دیا تھا- اس کے سپاہیانہ وقار نے مجھے آئینے کی طرح پرسکون کر دیا مجھے مایوسی کی دھول عذابوں کی قید سے نکال کر تحفظ کے دریچوں اور محبت کی رہ گذر کے سکون میں لا کھڑا کیا- اب وہی شام غریباں میں میرے لیے صبح وطن اب وہی ظلمتوں کے نزول میں میرے لیے صبح کے پرتو کی خوشبو اور وہی میرے لیے متشددانہ نظریات کے جبر میں سکھی اور آسودہ کر دینے والے وجدان کا طائر ہے-''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے مارتھا رکی پھر آگے بڑھی' کسی قدر بے باکی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں میں اس نے تاج الدین کا ہاتھ لیا اسے ایک طویل بوسہ دیا پھر کہنے لگی-

''کبھی بھی کسی بھی موقع پر اپنے ذہن میں یہ بات نہ لائیے گا کہ آپ سے محبت کرنے کا میں نے غلط فیصلہ کیا ہے- میں آپ کی ذات پر ہمیشہ فخر کرتی رہوں گی- مجھے اس بات کی بھی سعادت ہوگی کہ میں نے ایک ایسے شخص کو چاہا ہے جو میرے لیے تحفظ کا بہترین سامان

فراہم کرسکتا ہے۔ جو میری زندگی کا ایک ذی وقار ساتھی ثابت ہوسکتا ہے۔ میں نے ی
آنکھیں بند کرکے نہیں کیا جس وقت آپ مجھے پچھمن داس کے چنگل سے نکالنے کے
اجین کی طرف گئے تھے اسی وقت ہی میرے ذہن میں یہ بات بیٹھی تھی کہ کوئی بھی کسی ک
بچانے کے لیے اس قدر خطرات مول نہیں لیتا۔ جس وقت آپ کو گرفتار کرکے پھر
اجین شہر کی طرف لے کر گیا تھا میرا خدا گواہ ہے وہ رات میں نے رو رو کے آنکھوں میں
تھی اور میرے لبوں میں بس صرف ایک ہی دعا رہتی تھی کہ یا اللہ وہ نوجوان جو مجھے یہاں
نکال لے جانے کے لیے آیا ہے اور جس نے بے مثال جرات مندی کا اظہار کیا ہے ا
اسے اپنی حفاظت اپنی امان میں رکھنا۔ حالانکہ اس وقت میں نے آپ کو دیکھا ہوا نہ تھا
غائبانہ طور پر میں آپ کی چاہت اور محبت میں گرفتار ہوچکی تھی۔ اس کے بعد میری یہ
آگے بڑھتی رہی اور آج اس نے یہ رنگ دکھایا ہے کہ آپ نے میری محبت کا جواب محبت
دیا ہے۔ اس کے لیے میں جس قدر بھی آپ کی ممنون ہوں جس قدر بھی آپ کا شکر
کروں کم ہے۔''

تاج الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''مارتھا شکریہ تو مجھے تمہارا ادا کرنا چاہئے تھا تمہیں میرا ممنون ہونے کی کیا ضر
ہے۔ احسان تو تمہارا ہے مجھ پر کہ ایک بے نوا اور بے بضاعت شخص ہوتے ہوئے تم۔
اتنی اہمیت دی کہ مجھے اپنی چاہت اور محبت سے نوازا۔''

مارتھا نے فوراً آگے بڑھ کر اپنا خوشبو بھرا ہاتھ تاج الدین کے منہ پر رکھ دیا کہنے لگی

''آئندہ آپ اپنے لیے یہ الفاظ استعمال نہ کیا کریں آپ نہ بے نوا ہیں
بضاعت' آپ سلطان بہادر کے لشکریوں کے ایک اعلیٰ سالار ہیں اور مملکت میں یہ عہد
کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے پھر آپ کس لحاظ سے بے نوا اور بے بضاعت ہیں۔ رہا

کے گھریلو ماحول کی تو یہ کوئی نئی بات نہیں سوتیلی مائیں اپنی سوتیلی اولاد سے ایسا ہی
کرتی ہیں......''

مارتھا کو رک جانا پڑا اس لیے کہ تاج الدین ایک بار پھر بول پڑا۔

''میں اپنی سوتیلی ماں کے اس سلوک کو زندگی بھر فراموش نہ کرسکوں گا جو اس نے اس
ہمارے ساتھ کیا جب میں تمہیں اجین سے نکال کر لایا تھا۔ جتنی بے بسی جتنی لاچاری
وری میں نے اس رات محسوس کی تھی زندگی میں کبھی نہ کی تھی۔ اس وقت میں سوچتا تھا
ں ہمیشہ کے لیے تمہاری نظروں میں گر جاؤں گا۔ حقیر اور ذلیل ہو جاؤں گا کہ یہ کیسا
ہے جو مجھے وہاں سے نکال کر لایا اور ایسے لوگوں کے پاس قیام کیا جن کے ہاں تنکے
ابر اس کی اہمیت نہیں ہے۔ مگر میں تمہارا شکرگزار ہوں کہ تم نے اس رویے کو فراموش کیا
ے اپنی چاہت اور محبت کی دولت سے مالا مال کیا۔''

مارتھا نے پھر بڑے پیار سے تاج الدین کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے پھر کہنے

''آپ کو پشیمان ہونے کی ضرورت نہیں پہلے آپ بتائیے کہ آپ کا اتنی جلدی کسی مہم
نہ ہونے کا کیسے لائحہ عمل بن گیا' کیا سلطان بہادر آپ کو اس مہم پر روانہ کر رہے ہیں؟

مسکراتے ہوئے تاج الدین نے اثبات میں گردن ہلائی پھر اپنا منہ مارتھا کے کان
ریب لے گیا۔ تھوڑی دیر تک بڑے پیارے انداز میں اس کے کان میں سرگوشی کی جسے
ر مارتھا مسکراتی رہی تاج الدین جب پیچھے ہٹا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے

''آپ نے جو فیصلہ کیا ہے میں اس سے متفق ہوں بہرحال جس مہم پر آپ جا رہے ہے
اس سے جلد لوٹ کر آئیے گا میں بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کروں گا۔''

تاج الدین نے محبت بھرے انداز میں پوچھ لیا۔

''تم کس قسم کا انتظار کرو گی میرا؟''

مارتھا نے بھی ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور تاج الدین کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''ایسے ہی آپ کا انتظار کروں گی جیسے الفاظ نطق کا۔ پابندی اظہار کا' جیسے بھوکا اناج' پیاسا مشروب اور خواب اپنی تعبیر کا انتظار کرتے ہیں۔''

اس کے بعد مارتھا حرکت میں آئی جو خرجین تاج الدین نے پکڑ رکھی تھی اس میں تاج الدین کی ضرورت کا سامان ڈالا دونوں ایک ساتھ اصطبل کی طرف گئے وہاں تاج الدین نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی خرجین گھوڑے کے ساتھ باندھی گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہوا اپنا کلہاڑا' کمان' ترکش اور نیزے کا جائزہ لیا پھر دونوں مسکراتے ہوئے اصطبل سے باہر نکلے۔ تاج الدین نے گھوڑے کو صدر دروازے کے قریب کھڑا کر دیا حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گیا اتنی دیر تک نجیب الدین اور کلثوم بھی باہر نکل آئے تھے تاہم اناوتی اندر بیٹھی رہی تھی۔ پھر نجیب الدین مارتھا اور کلثوم صدر دروازے پر آئے ان کے دیکھتے ہی دیکھتے تاج الدین اپنے گھوڑے کو لے کر باہر نکلا' سوار ہوا ہاتھ ہلا کر انہیں الوداع کیا پھر گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے وہ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

☆

مغرب کی نماز کے بعد جب کہ فضاؤں میں تاریکی پھیل چکی تھی حیدر خان نجیب الدین کی حویلی میں داخل ہوا۔ اتنی دیر تک اناوتی کوچ کے لیے اپنی تیاریاں مکمل کر چکی تھی اپنے گھوڑے پر زین ڈالنے کے بعد وہ اسے صحن میں لا چکی تھی۔ جس وقت حیدر خان حویلی میں داخل ہوا اس وقت نجیب الدین کلثوم اور اناوتی صحن میں کھڑے تھے۔ قریب ہی اناوتی کا

گھوڑا تھا حیدر خان آگے بڑھا پہلے نجیب الدین سے اس نے ہاتھ ملایا شفقت بھرا ہاتھ پہلے کلثوم کے سر پر رکھا پھر اسی طرح پیار سے اس نے اپنا ہاتھ اناوتی کے سر پر رکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اناوتی! میری بہن تاج الدین کو سلطان نے ایک انتہائی اہم مہم پر روانہ کر دیا ہے۔ تاج الدین کا ارادہ تھا کہ وہ تمہیں مسلح دستے کے ساتھ سرحدوں تک چھوڑنے کے لیے جائے گا لیکن مہم سونپے جانے کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکا میری بہن تم فکر مند مت ہونا۔ باہر وہ مسلح جوان کھڑے ہیں جو تمہیں اپنی حفاظت میں لے کر سرحدوں کی طرف روانہ ہوں گے وہ سب اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے ہیں۔ راستے میں کوئی ان میں سے تم سے گفتگو کرنے یا تمہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ میں نے انہیں سختی کے ساتھ احکامات جاری کر دیے ہیں۔ کہ قدم قدم پر تمہاری حفاظت کی جائے گی تمہاری ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔

میری بہن راستے میں جس چیز کی بھی ضرورت ہو ان سے کہنا وہ ہر چیز تمہیں مہیا کریں گے اگر تم تیار ہو تو میں چاہوں گا کہ تم ان کے ساتھ کوچ کر جاؤ۔''

اناوتی نے بڑی ممنونیت سے حیدر خان کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

''بھائی میں کوچ کے لیے تیار ہوں'' پھر اس نے باری باری نجیب الدین مارتھا اور کلثوم کی طرف دیکھا۔ پہلے مارتھا پھر کلثوم کو گلے لگا کر ملی پھر نجیب الدین کے سامنے آئی اور کہنے لگی۔

''یہاں قیام کے دوران جو آپ نے میرے ساتھ بیٹیوں سا سلوک کیا اس کے لیے میں زندگی بھر آپ کی شکر گزار رہوں گی۔ اگر کبھی موقع ملا تو آپ کے احسانات اتارنے کی کوشش ضرور کروں گی۔''

نجیب الدین نے اس کا شانہ تھپتھپایا کہنے لگا۔

"بیٹی! میری خواہش ہے کہ تم خیر و عافیت کے ساتھ اپنے ماں باپ کے پاس پہنچو۔ یوں جانو یہاں قیام کے دوران جو ہم نے تمہارے ساتھ سلوک کیا وہ ہمارے فرائض میں شامل تھا۔"

پھر اناوتی نے گھوڑے کی باگ تھام لی حیدر خان کے ساتھ وہ باہر نکلی باہر مسلح جوان کھڑے تھے۔ دروازے تک مارتھا کلثوم اور نجیب الدین بھی اسے الوداع کہنے کے لئے آئے پھر دیکھتے ہی دیکھتے اناوتی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور حیدر خان کے حکم پر وہ مسلح جوان اناوتی کو لے کر وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

ساری رات بڑی برق رفتاری سے سفر کرنے کے بعد اگلے روز جب دن چڑھے وہ مسلح جوان اناوتی کو لے کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے اور راجہ سلہدی اور سلطنت بہار کی ملنے والی سرحدوں کے بالکل قریب تھے تب اچانک ایک طرف سے کچھ مسلح جوان نمودار ہوئے اور وہ اناوتی اور اس کے محافظوں کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

اناوتی کے سارے محافظ اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے جب ایک سمت سے نمودار ہو کر راہ روکنے والے ان کے سامنے آئے تب ان میں سے تین اپنے ساتھیوں سے تھوڑا آگے ہوئے پھر جو دائیں طرف تھا اس نے کڑکتی آواز میں راہ روکنے والوں کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

"تم کون ہو کیوں ہماری راہ روکی ہے؟"

اس پر راہ روکنے والوں میں سے ایک نے کھولتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"ہمارا تم سے کوئی لڑائی کوئی جھگڑا کوئی عداوت نہیں ہے نہ ہم تم سے کوئی تعرض کریں گے۔ اگر تم راجکماری اناوتی کو ہمارے حوالے کر دو تو ہم تم لوگوں سے ٹکرائے بغیر یہاں سے

چلے جائیں گے۔"

اس بار ان تین میں سے جو درمیان میں تھا اس نے انہیں مخاطب کیا۔

"تم لوگ کون ہو اور کیوں ایسا چاہتے ہو کس نے تمہیں بھیجا ہے؟"

راہ روکنے والوں کے اس سرخیل نے پھر کڑکتی رعب دار اور دھونس جمانے والے انداز میں کہنا شروع کیا۔

"یہ مت پوچھو ہم کون ہیں بس ہمارا ایک ہی سوال ہے اناوتی کو ہمارے حوالے کر دو اور خود لوٹ جاؤ۔ اسی میں تمہاری عافیت اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

جو تین آدمی آگے بڑھے تھے ان کے جو درمیان تھا وہ پھر راہ روکنے والوں کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

"اگر ہم اس لڑکی کو تمہارے حوالے نہ کریں تب.........."

راہ روکنے والے نے پھر کھولتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"تو پھر ہم تم پر موجوں کے تلاطم کی شورش شوریدہ سر لمحوں، موسموں کی لامحدود تشنگی کی طرح حملہ آور ہوں گے اور لمحوں کے اندر تمہیں افسردہ سامان، شکست خوردہ اور ظلمت کے آثاروں میں مضمحل کھڑے مسافر جیسا کر کے اس لڑکی کو اپنے ساتھ جبراً لے کر جائیں گے۔ یوں جانو اس لڑکی کو لے جانا ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر ہم نہ لے کر گئے تو ہماری جانیں خطرے میں ہوں گی اور اگر ہم لے کر گئے تو انعامات اور نوازشات سے مالا مال کر دیے جائیں گے۔"

ان تین میں سے درمیان والے نے پھر انہیں مخاطب کیا۔

"تم جانتے ہو یہ لڑکی راجہ سلہدی کی راجکماری ہے۔ ہم سب اس کی عظمت اس کی عزت اس کے وقار اس کی آبرو کے رکھوالے ہیں اور پھر تم سب یہ بھی جانتے ہو گے کہ اس

نے احمد آباد میں محترم تاج الدین کے ہاں قیام کیا ہوا تھا۔ اسی نے ہمیں بھیجا ہے کہ راجکماری کو اس کے باپ کی حدود میں چھوڑ کر آئیں اور ایسا ہم نے ہر صورت کرنا ہے یہ سوچو جب تاج الدین کو علم ہو گا کہ تم لوگوں نے اس کے بھیجے ہوئے لوگوں پر حملہ آور ہو راجکماری اناوتی کو چھینا ہے تو کیا وہ مجروح حقیقت اور کرب لمحوں کی گونج کی طرح تم پر آور نہ ہوگا' تم سے باز پرس نہ کرے گا۔ اور تمہاری حالت درد کی کسک اور احساس کی تختیور خونی تحریروں سے بھی بدتر نہ بنا کے رکھ دے گا۔

راہ روکنے والوں نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''تاج الدین یہاں سے کوسوں دور ہے۔ وہ ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ ہم سے کیا باز پرس کر سکتا ہے۔ تمہارا خاتمہ کرنے کے بعد جب ہم راجکماری اناوتی کو لے کر وہاں جائیں گے جہاں لے جانا ہے تو تاج الدین کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی کہ اناوتی کہاں پہنچ گئی ہے۔ ٹھیک ہے اناوتی تاج الدین کے ہاں مہمان رہی ہے۔ ٹھیک ہے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں لیکن جو شخص اناوتی کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور جس نے ہمیں اناوتی کو حاصل کرنے کے لیے اور تم لوگوں سے چھیننے کے لیے روانہ کیا ہے وہ تاج الدین سے بھی مرتبے میں اعلیٰ وارفع ہے اور بڑا انسان ہے اور اس کا کہا کسی صورت ٹالا نہیں جا سکتا اور پھر اس قدر جو دوریاں بیچ میں حائل ہیں تو تم لوگوں کا خاتمہ کرنے کے بعد جب ہم راجکماری اناوتی کو لے کر جائیں گے تو تاج الدین کو کیا خبر ہوگی کہ کس نے تم لوگوں کا خاتمہ کیا' کون راجکماری اناوتی کو لے اڑا۔''

درمیان والے نے بھی کھولتے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

''ظالمو! اتنا بڑا ستم نہ ڈھاؤ۔ اتنے بڑے اندھیر کے طوفان کھڑے نہ کرو یہ لڑکی ہمارے پاس امانت ہے۔ اس کی عزت اس کی عصمت کے ہم رکھوالے اور پاسبان ہیں اور

الدین نے ہمیں اس کے ساتھ اسی لیے روانہ کیا ہے کہ ہم بحفاظت اسے سرحد کے پار پہنچا ئیں اور پھر اپنے دل کے قرطاس پر یہ بھی لکھ رکھو کہ تاج الدین یہاں سے دور نہیں اور ساتھ ہی میں تم سے یہ بھی کہتا چلوں کہ کبھی کبھی دوریاں دہکتے قرب میں' ہونٹوں پر نے حروف شک کی دھند میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی جذبات کا اندھا ابال جگر سوز بت میں اور آوازوں کے شعلے قہر زدگی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی دوسروں کو برباد نے والوں کے دامن میں وہموں کی قیامتیں بھی اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔''

راہ روکنے والے نے پھر بے حمیتی اور بے غیرتی کا مظاہر کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ہم لوگ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تم لوگوں نے جو قیامت کھڑی کرنی ہے کر لینا ں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ راجکماری اناوتی کو یہیں کھڑا رہنے دو اور تم سب اپنے اتھیوں کے ساتھ بائیں جانب ہٹ کے کھڑے ہو جاؤ۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں اپنے اتھیوں کو حکم دوں گا کہ وہ تم پر حملہ آور ہوں اور تم سب کی گردنیں کاٹ دیں اس کے بعد اوتی کو لے جانے کے لیے کوئی ہماری راہ روکنے والا نہ رہے گا۔''

درمیان والے نے قہقہہ لگایا اور پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا راہ روکنے الے دنگ رہ گئے وہ خود تاج الدین تھا۔

تاج الدین کے جو دائیں بائیں دو سوار اپنے چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھے انہوں نے بھی اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دیے وہ رومی خان اور امیر خان تھے اور ان کے ساتھ پیچھے جو مسلح جوان تھے انہوں نے بھی تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے چہروں سے نقاب ہٹا لیے تھے۔ تاج الدین کو وہاں دیکھتے ہوئے اناوتی ،نگ رہ گئی تھی۔ اتھ ہی اس کے چہرے اور لبوں پر مسکراہٹ بھی کھل گئی تھی۔ شاید وہ تاج الدین کی موجودگی کو وہاں اپنے لیے سلامتی اور تحفظ کی ضمانت سمجھ رہی تھی۔

تاج الدین اوراس کے ساتھ رومی خان اورامیر خان کواپنے سامنے دیکھتے ہوئے روکنے والے سنسان اور ژولیدہ فضاؤں میں لرزتے کانپتے سایوں کی صورت اختیار کر تھے-ان کی کیفیت عجیب تھی- تاج الدین کی طرف رحم طلب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے ان کی حالت موت کے کاروانوں کا شکار آبلہ پا مسافروں سے بھی بدتر ہوگئی تھی- پھر تا الدین نے ان سب کومخاطب کیا-

''تم لوگ رک کیوں گئے ہو مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر حملہ آور ہو-تھوڑی دیر پہلے تم طوفان بدوش ہوکر میرے ساتھ گفتگو کررہے تھے تو اب تمہارے چہروں پر خزاں کا گم کیوں ہے-تمہارے انداز سے جذبوں کی شکست کا احساس کیوں عیاں ہے- بدبختی تاریک سایو! بغاوت سے کھیلنے والے بےحمیتو اپنے ہتھیار سنبھالو مجھ پر اور میرے ساتھیو حملہ آور ہواور پھر دیکھو میں تم لوگوں کا کیا انجام کرتا ہوں-

اب کن سوچوں میں کھڑے ہوگئے ہو شش وپنج میں نہ پڑو-تم لوگوں نے خود ہی کہا تھا کہ تاج الدین یہاں سے بہت دور ہے اور جس نے تمہیں اناوتی کو لانے کے لیے بھیجا ہے وہ مرتبے اور رتبے میں تاج الدین سے بھی اعلیٰ وارفع ہے- جب تمہیں اس کے مرتبے کا خیال ہے اور اس کے حکم کا اتباع کرنے پر تلے ہوئے ہو تو پھر سونتو اپنی تلواریں حملہ کردو مجھ پر پھر دیکھو برا اور بدانجام کس کا ہوتا ہے-''

کچھ دیر ان سب نے آپس میں مشورہ کیا پھر ایک جگہ اپنی تلواریں پھینک دیں اس کے بعد ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوگئے تھے اور جس نے پہلے تاج الدین سے گفتگو کی تھی بڑی عاجزی میں کہنے لگا-

''امیر تاج الدین! ہم سے گستاخی ہم سے بےادبی ہوئی ہمیں خبر نہ تھی کہ ہم آپ سے مخاطب ہیں ہم فی کے خواستگار ہیں ہمیں معاف کردیں آئندہ ایسی کوئی حرکت نہ ہوگی-''

اج الدین نے ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا-

تم بھی عجیب لوگ ہو ظلم بھی کرتے ہو اور اپنی معصومیت کا اظہار بھی کرتے ہو-تم دستی ایک عورت کو چھین لے جانے کا جرم کیا ہے- اگر میں یہاں موجود نہ ہوتا تو تم بکماری کو لے اڑتے لیکن مجھے میرے کچھ چاہنے والوں نے پہلے سے بتادیا تھا کہ ایسا یں نے اس کا سدباب کرلیا-

المو اگر عورت' عورت ہو تو اس کا معاشرے اور تمدن میں بڑا مقام ہوتا ہے-عورت ہو تو جھونپڑوں کی ظلمت میں بھی شمع بن کر اسے روشن کردیتی ہے اور محلوں کے ضیا واور زیادہ تابناک بنادیتی ہے-عورت اپنی آہنگ' دلداری اور اپنی وفاداری کی جاں ے شوقِ کاروانوں کا رخ اور اہل تمدن کا مزاج تک بدل سکتی ہے-عورت کی عصمت آبرو اس کی عفت ایک ایسا نایاب موتی اور گوہر ہے جس کی قیمت کسی بھی صورت لگائی ا سکتی-عورت مسلمان ہو یا عیسائی' ہندو ہو یا یہودی اس کی آبرو روشنی کی لہروں اور نئی نبلوں سے بھی زیادہ پوتر اور پاکیزہ ہے-

تم لوگوں نے مجھے دیکھتے ہوئے اپنا رویہ فوراً تبدیل کرلیا ہے تم لوگوں کی حالت اونٹ ہے-اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے نہ آئے اپنے سے اونچا کسی کو نہیں سمجھتا' تم لوگ النفس انسانوں کا گروہ ہو جس کے تحت جس کے ساتھ اور جس کے لیے تم کام کرتے وہ تم سے بھی زیادہ خبیث النفس ہے-اس موقع پر میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا محض اتنا کہوں گا کہ وہ اور تم اندرائن کا پھل ہو جو صرف دیکھنے کا ہے چکھنے کا نہیں-

میرا فیصلہ بھی سنو! تم سب کی جانیں ر ایک طرف رکھ دی جائیں اور راجکماری اناوتی صمت اس کی آبرو اس کے تقدس اور اس کے ناموس کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو بھی قیمت میں تمہاری جانوں سے راجکماری کی عزت اس کی عصمت زیادہ وزنی ہے-''

پھر تاج الدین نے امیر خان اور رومی خان کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھا
کے جواب میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں آئے' راہ روکنے والوں پر حملہ
ہوئے اور ان کا کام تمام کر دیا تھا۔

اس کام کی تکمیل کے بعد اپنے گھوڑے کو تاج الدین اناوتی کے قریب لایا اور
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''راجکماری اناوتی مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہے کہ ان راہ روکنے والوں کے باعث
تمہیں یہ زحمت اٹھانا پڑی اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔''

اس موقع پر اناوتی بے حد متاثر دکھائی دے رہی تھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے لب
کھولے ہی تھے کہ تاج الدین اپنے گھوڑے کو موڑتا ہوا پیچھے ہٹ گیا پھر وہ ہندو جو اناوتی کے
ساتھ قید ہوئے تھے جنہیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب آگے بڑھو اپنی راجکماری اناوتی کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔''

تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے اناوتی نے دھیمے سے لہجے میں کہا کاش میر
پاس مناسب الفاظ ہوتے جنہیں استعمال کر کے میں تمہارا شکریہ ادا کر سکتی۔ پھر تاج الد
کے کہنے پر وہ قیدی حرکت میں آئے اناوتی کو لے کر آگے بڑھ گئے تھے۔ تاج الدین کچھ
وہاں کھڑا رہا جب اناوتی ان قیدیوں کے ساتھ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تب وہ
امیر خان' رومی خان اور اپنے دیگر مسلح جوانوں کے ساتھ مڑا پھر سب گھوڑوں کو ایڑ لگا
ہوئے انہیں احمد آباد کے رخ پر سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

راجکماری اناوتی کی ذاتی داسی اور خدمت گزار ستیو ودھیا بھاگتی ہوئی راج محل کے اس
میں آئی جہاں راجہ سلہدی اس کی رانی درگاوتی' اناوتی کا بھائی پورن مل اور بڑا بھائی
ت بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے قریب آتے ہی ستیو ودھیا اناوتی کی آمد کا شور کرنے لگی۔
اناوتی کے الفاظ سن کر وہ سب اپنی جگہ پر چونکنے کے انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے پھر
درگاوتی بڑی تیزی سے ستیو ودھیا کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''یہ تو کیا کہہ رہی ہے۔ کیا میری بیٹی اناوتی آ گئی۔''

ستیو ودھیا ہاتھ باندھ کے کھڑی ہو گئی کہنے لگی۔

''مالکن کیا میں آپ کے ساتھ ایسا بدترین مذاق کر سکتی ہوں' ہمارے لشکر کے کچھ
ے جنگ میں قید ہوئے تھے انہی کے ساتھ راجکماری آئی ہے اور اس وقت وہ اپنے
رے میں ہے۔''

ستیو ودھیا کے ان الفاظ کے جواب میں کسی نے کچھ نہ کہا پھر وہ سب راجکماری اناوتی
کمرے کی طرف تقریباً بھاگنے کے انداز میں جا رہے تھے۔ ستیو ودھیا ان کے پیچھے پیچھے
ی۔

جب وہ سب اناوتی کے کمرے میں داخل ہوئے اناوتی اس وقت اپنی مسہری پر بیٹھی
ئی تھی سب کو دیکھتے ہی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پہلے وہ بھاگی اپنی ماتا رانی درگاوتی سے

گلے ملی اس کے بعد راجہ سلہدی نے اسے گلے لگا کر پیار کیا بعد میں اس کے دونوں بھائی
سے ملے- کچھ دیر خاموشی رہی پھر سب اس کمرے میں بیٹھ گئے اس کے بعد سہمے سہمے ڈر
ڈرتے انداز میں رانی درگاوتی نے راجکماری اناوتی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا-

''بیٹی تو کہاں تھی خیر خیریت سے تو تھی' ہم تو تیرے لیے بڑے پریشان تھے- تیرا
لچھمن داس کہاں ہے-؟''

جواب میں راجکماری اناوتی نے جنگ کے دوران تاج الدین کے ہاتھوں گر
ہونے پھر اسے اپنے ساتھ لے جانے اور وہاں عزت اور احترام کے ساتھ رکھنے کی سا
تفصیل بتا ڈالی تھی-

اناوتی جب خاموش ہوئی تب سب لوگ اسے تیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے ا
شاید ان کے دیکھنے کے انداز کو سمجھ گئی تھی سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی-

آپ لوگ مجھے اس طرح گھورتے ہوئے شک کی نگاہ سے مت دیکھیں میں ا
لوگوں میں رہ کے آئی ہوں جو نظر میں شام کا زوال اتارنے کے بجائے نگاہوں میں
عروج لے کر سامنے آتے ہیں میں- ایسے لوگوں کے اندر رہی ہوں جو لمحوں کے طاقچوں
پرانی ضرر رساں گرد کو جھاڑتے ہیں خزاں بن کر بہار کی گھات میں نہیں رہتے نہ ہی خو
کے مندروں کو ویران کرتے ہیں- وہ اپنے ہاں اجنبیوں کا غموں کی شدتوں سے نہیں بلکہ
استقبال الفت کا دیار بن کر کرتے ہیں- میں آپ پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ ان کے
رہتے ہوئے میری لج' میری پت میری آبرو بالکل محفوظ ہے- میں ایسے ہی ہوں جیسے
کے ہاں سے گئی تھی- اس کے لیے میں ان سب لوگوں کی بھی انتہا درجہ کی ممنون اور شکر
ہوں-

راجکماری اناوتی کی اس گفتگو سے سب مطمئن اور خوش ہو گئے تھے پھر بے پناہ

رشادمانی کا اظہار کرتے ہوئے رانی درگاوتی اناوتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی-

''بیٹا! رام نے ہمارے ساتھ اچھا کی کہ تم ملیچھوں کے بھیتر میں رہ کر بھی بھرشٹ اور
ہونے سے بچ گئی ہو- اپنے پران اور آن پت بحفاظت لے کر لوٹنے میں کامیاب ہوگئی
جس طرح تمہیں جنگ میں قیدی بنا لیا گیا تھا وہاں تمہیں قید کرنے والے اپنی لونڈی اور
تہ بھی بنا سکتے تھے- جس نے تمہیں اپنے ہاں رکھا وہ کوئی مہاپرش' بھگت اور معصوم تھا-
ں نے تمہارے جسم و جان کے علاوہ تمہاری لج پت کی بھی حفاظت کی- اس سلسلے میں تم ہی
ں ہم بھی مہا بھاگ اور خوش نصیب ہیں ورنہ بیٹا جو عورتیں جنگ کے دوران قیدی بنا لی
تی ہیں دشمن ان کے ساتھ ڈھور ڈنگروں کا سا سلوک کرتے ہیں-''

رانی درگاوتی جب خاموش ہوئی تب راجہ سلہدی نے راجکماری اناوتی کو مخاطب کیا-

''اناوتی! میری بیٹی تو نے اپنے متعلق تفصیل بتا کر ہم سب کو مطمئن اور خوش کر دیا ہے
ن تو نے اپنے بھائی لچھمن داس کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا وہ کہاں ہے کیا وہ بھی تیرے
تھ ہی آیا ہے-''

راجکماری اناوتی نے کندھے اچکاتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''بھائی کا مجھے کچھ پتہ نہیں جنگ کے دوران اس کے ساتھ کیا بیتی میں نہیں جانتی ہاں
ا مجھ پر ایک انکشاف ضرور ہوا کہ اس نے مارتھا نام کی ایک لڑکی کے باپ کو قتل کیا تھا اور
تھا کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی-''

اناوتی کو رک جانا پڑا اس لیے کہ راجہ سلہدی بول پڑا-

''بیٹے! اس سلسلے میں ساری تفصیل ہم تک پہنچ چکی ہے لچھمن نے مارتھا کے باپ کو قتل
تھا اور جو ایک نوجوان کچھ عرصہ پہلے اجین میں داخل ہوا تھا جس کی تیغ زنی کا مقابلہ
یپ رائے کے ساتھ ہوا تھا اور پردیپ رائے کو اس نے ہرایا تھا- جس کا نام تاج الدین

تھا۔ اس کے متعلق بھی ہمیں تفصیل پہنچ چکی ہے کہ وہ ہمارے ہاں ملازمت کی غرض سے
بلکہ یہاں سے مارتھا ہی کو نکالنے کے لیے آیا تھا اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہ مارتھا کو یہاں
نکال کر لے جا چکا ہے۔''

اس موقع پر اناوتی کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر جلد ہی وہ سنجیدہ ہو گئی کہنے لگی۔

''اسی تاج الدین نے ہی مجھے جنگ کے دوران گرفتار کیا تھا وہی مجھے اپنے ساتھ
گیا اور اپنے ہاں اسی نے مجھے بحفاظت ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا۔ جس دن
مجھے مسلمانوں کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تھا اس وقت سلطان نے میرے متعلق
الدین کو یہ فیصلہ دے دیا تھا کہ تاج الدین چاہے تو مجھ سے مسلمانوں کے مطابق نکاح
کر اپنی بیوی بنا لے یا لونڈی کی حیثیت سے اپنے گھر میں رکھ لے۔ لیکن بھلا ہو اس شخص کا
اس نے میرے ساتھ ایسا نہیں کیا بلکہ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے اس نے اپنے
رکھا۔ مارتھا بھی وہیں اسی کے ہاں ٹھہری ہوئی تھی۔ مارتھا کے ساتھ ہی میں ایک ماہ اور چند
رہی ہوں ان سب کا سلوک میرے ساتھ انتہا درجہ کا قابل رشک تھا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اناوتی نے ایک لمبا سانس لیا پھر اپنی ماں درگاوتی کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''ماتا کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں تھوڑی دیر کے لیے آرام کر لوں میں تھکی ہوئی
سیتا ودھیا کو میرے ہی پاس رہنے دیں۔''

اس پر سب اٹھ کھڑے ہوئے اس کمرے سے نکل گئے تاہم اناوتی کی داسی سیتو
جسے وہ صرف ودھیا کہہ کر پکارتی تھی اس کے پاس ہی رہی۔

سب کے جانے کے بعد اناوتی نے سیتو ودھیا کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر
کہنے لگی۔

''ودھیا! میرے کمرے کو اندر سے زنجیر لگا دو اور میرے پاس آؤ۔''

سیتو ودھیا اٹھی کمرے کو اس نے اندر سے زنجیر لگا دی پھر اناوتی کے قریب آ کر بیٹھ گئی
نے اسے مخاطب کیا۔

''ودھیا! تم صرف میری داسی اور ملازمہ ہی نہیں ہو میری ہم راز بھی ہو اپنے کمرے
اخل ہوتے وقت جو میں نے تمہیں چمڑے کی خرجین دی تھی وہ لاؤ۔''

ودھیا اٹھ کھڑی ہوئی ایک کونے میں رکھی ہوئی چمڑے کی خرجین وہ اٹھا لائی اور اسے
کے سامنے رکھ دیا۔ اناوتی نے خرجین کا منہ کھولا پھر اسے اپنے بستر پر الٹ دیا اس کے
ے وہ چیزیں نکلیں جو تاج الدین، مارتھا کلثوم اور نجیب الدین کی طرف سے اسے تحفہ میں
تھیں۔ ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے اناوتی مسکرا رہی تھی جبکہ ودھیا دنگ رہ گئی تھی پھر
نے سہمے سہمے لہجے میں اناوتی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''ودھیا یہ وہ تحائف ہیں جو ان لوگوں نے مجھے دیے ہیں جن کے ہاں میں اتنا عرصہ
وں۔ ذرا ان چیزوں کا جائزہ لو ان میں میرے ملبوسات کے علاوہ زیور بھی ہیں۔

ھیا آگے بڑھی ہر چیز کا جائزہ لینے لگی پھر راجکماری کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''راجکماری میں سمجھتی ہوں یہ بہت مہنگی اور قیمتی چیزیں ہیں مگر ایک بات میری سمجھ میں
ئی آپ کو مسلمانوں نے جنگ میں قیدی بنا لیا تھا جتنا عرصہ آپ رہیں وہاں قیدی کی
ن سے رہی ہوں گی پھر بھلا کسی قیدی کو بھی کوئی اس طرح کے تحائف دے کر رخصت
ہے۔''

مسکراتے ہوئے اناوتی نے سیتو ودھیا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''ودھیا وہ لوگ دھرماتما، دھارمک اور بھگت تھے۔ دیکھو میں ان کے ہاں ایک ماہ اور کچھ
ی لیکن میرے ہونٹوں کے گلاب، میرا مہکتا، میٹھا شباب میرے عود و لوبان سے معطر

سانسوں، میرے خوشبو کی طرح سلگتے جسم اور انگارہ سی دہکتی میری جوانی بھی اسے راست
سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوئی- وہ ایسے لوگ ہیں جو ظلم اور گناہ کا کھیت بونے کی بجا
وصداقت کی راہ اختیار کرتے ہیں جو شریک ابلیس اور غلام شکن حیلہ گر، مکار اور جھو
نہیں بلکہ سادہ بھولے بے ریا ایماندار اور باوفا لوگ ہیں- دیکھو میں اتنے دن اس کے
رہی لیکن اس نے کبھی غلط نگاہ سے مجھے نہیں دیکھا کبھی اس نے میرے شریر کو چھوا تک
حالانکہ اس کے سلطان نے کہہ دیا تھا کہ وہ چاہے تو مجھے بیوی بنا کے رکھ سکتا ہے چا
لونڈی- لیکن اس نے اپنے ہاں مجھے وہ عزت وہ وقار دیا جس کا کوئی اندازہ بھی نہیں کر سک

بہر حال جن کے ہاں میں نے قیام کیا تھا انہوں نے مجھے ایک کتاب دی ہے یہ
کتاب کو دیکھ لوں اس کا مطالعہ کر لوں اس کے بعد تم میرے ساتھ راج مندر کے
پنڈت کے پاس جایا کرو گی جو باتیں مجھے وہاں ان لوگوں نے کہی ہیں میں ان سب کا
لوں گی اس کے بعد دیکھوں گی جھوٹ کیا ہے سچ کیا ہے- ابھی میں آرام کرنے لگی:
بھی جا کے آرام کرو" اس کے ساتھ ہی راج کماری اناوتی بستر پر دراز ہو گئی تھی ستیو و
جگہ سے اٹھی، دروازے پر گئی مسکراتے ہوئے اس نے ایک نگاہ بستر پر دراز اناوتی پر ڈا
باہر نکلی دروازہ اس نے بند کر دیا تھا-

ایک روز عشاء کے کافی بعد تاج الدین جب حویلی میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا
لدین، مارتھا اور کلثوم بھی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے- اسے دیکھتے ہی مارتھا
چھنا چاہتی تھی کہ اسے مخاطب کرنے میں نجیب الدین نے پہل کی-

"بیٹے تم صبح کے گئے ہوئے ہو اور ابھی آئے ہو کم از کم گھر پر اطلاع کر دیا کرو کہ تم
ہو- پہلے تم اپنی سوتیلی ماں کے ہاں اکیلے تھے وہاں کسی کو تمہاری فکر نہ تھی اب یہاں
ے تین رشتے ہیں میری نگاہوں میں تمہاری حیثیت ایک بیٹے کی سی ہے- یہاں کلثوم
ی بہن ہے اور مارتھا ہے جو تمہیں ٹوٹ کر پیار کرتی ہے اور لمحہ لمحہ بے چاری چربی کی
پگھلتے ہوئے تمہاری آمد کا انتظار کرتی ہے-"

تاج الدین، نجیب الدین کے پہلو میں بیٹھ گیا- اس نے دیکھا مارتھا کے چہرے پر خفگی
ثار تھے- کلثوم کی حالت بھی ایسے ہی تھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین مسکرایا
گا-

آپ لوگ پریشان اور فکر مند نہ ہوا کریں میں لشکر کا سالار ہوں اور اس سلسلے میں وقتاً
یسے کام نکلتے ہی رہتے ہیں کہ مجھے لشکر گاہ میں قیام کرنا پڑتا ہے اس وقت میں سیدھا
ن کی طرف سے آ رہا ہوں- سلطان نے سارے سالاروں کو جمع کیا ہوا تھا کہ ایک مہم
رہی ہے-

دراصل دکن نظام شاہ اور برار کے حاکم علاؤ الدین کے درمیان سرحدوں کے معاملے میں کچھ تنازعات اٹھے ہیں اسی سلسلے میں سلطان نے اس قضیئے کو نمٹانے کے لیے سارے سالاروں کو بلایا تھا- جو خبریں سلطان کے پاس پہنچی ہیں ان کے مطابق دکن کے نظام شاہ نے برار کے حکمران علاؤ الدین کے علاقوں پر حملہ کیا- کافی قصبوں اور بستیوں کو لوٹ لیا برار کے حاکم علاؤ الدین نے سلطان بہادر سے نظام شاہ کے خلاف مدد طلب کی ہے- یہ تو خبریں ہیں جو اپنا قاصد بھیج کر برار کے حاکم علاؤ الدین نے سلطان کو مہیا کی ہیں لیکن سلطان کے اپنے مخبر اور طلایہ گر بھی چاروں طرف پھیل کر آس پاس کے حکمرانوں پر چونکہ نظر رکھتے ہیں لہذا سلطان کے مخبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ برار کے مسلمان حاکم علاؤ الدین اور دکن کے مسلمان حکمران نظام شاہ کو آپس میں لڑانے اور جنگ کرانے کی ابتدا بانسوالہ دونگل پور اور پاکر کے راجاؤں نے کی ہے- انہوں نے ہی خفیہ طور پر کچھ سرحدی حاکموں کے ساتھ ملتے ہوئے برار کے حاکم علاؤ الدین کے علاقوں پر حملہ کرایا- لوٹ مار کرائی اور پھر یہ تینوں راجہ خود تو پیچھے ہٹ گئے اور اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری انہوں نے دکن کے حاکم نظام شاہ پر ڈال دی-

اب حاکم برار علاؤ الدین اور دکن کے والی نظام شاہ تو یہی جانتے ہیں کہ ان کے لشکریوں کی آپس میں جنگ ہوئی ہے اور برار کے سرحدی علاقوں کی تباہی اور بربادی ہوئی ہے لیکن سلطان پورے حالات سے آگاہ ہو چکے ہیں کہ یہ حرکت بانسوالہ دونگل پور اور پاکر کے تین راجاؤں کی ہے اور سلطان کو اس کے نقیبوں نے یہ بھی اشارہ دے دیا ہے کہ ان تینوں راجاؤں نے بھی کسی اور کی شہہ پر یہ کھیل کھیلنے کی کوشش کی ہے- اب اس سارے کھیل سے نپٹنے کے لیے سلطان کل اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرے گا- حیدر خان یہیں رہے گا اور سلطان کی غیر موجودگی میں سارے امور کی دیکھ بھال کرے گا- میں اور دوسرے بہت

سالار اس مہم میں سلطان کے ساتھ جائیں گے- اب آپ تینوں جائزہ لیں کہ کیا میں ن بوجھ کر باہر رکا ہوں-"

تاج الدین کی اس گفتگو پر مارتھا' کلثوم اور نجیب الدین مطمئن ہو گئے تھے مسکرانے تھے اس پر مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین بول پڑا-

"آج کوئی کھانا بھی ملے گا یا یونہی بھوکے بٹھائے رکھنا ہے-"

تاج الدین کے ان الفاظ پر مارتھا اور کلثوم دونوں نے قہقہہ لگایا اپنی جگہ سے اٹھنے لگی ں کہ نجیب الدین نے تاج الدین کو مخاطب کر لیا-

تاج الدین میرے بیٹے! آج مارتھا بتا رہی تھی کہ تم خود اپنے چہرے کو ڈھانپ کر وتی کو اس کے باپ کی مملکت کی سرحدوں تک چھوڑنے گئے تھے اور ایسا تم نے اس لیے کیا کہ اس پر کسی کے حملہ آور ہونے کا خطرہ اور ڈر تھا- مارتھا نے یہ بھی بتایا تھا کہ جس وقت یہ یاری تیاری کرانے کے لیے تمہارے کمرے میں گئی تھی تو تم نے سرگوشی کے انداز میں ے بتا دیا تھا کہ تم اپنا چہرہ ڈھانپ کر ان مسلح جوانوں میں شامل ہو جاؤ گے جو اناوتی کو لے راجین کی طرف روانہ ہوں گے-"

تاج الدین نے مسکراتے ہوئے ایک نگاہ مارتھا پر ڈالی پھر کہنے لگا-

"عم میں تو اس معاملے کو خفیہ ہی رکھنا چاہتا تھا لیکن مارتھا نے اگر آپ کو بتا ہی دیا ہے تو قیقت یہ ہے کہ روانہ ہونے سے پہلے میں نے مارتھا کو ضرور بتایا تھا کہ میں چہرہ ڈھانپ کر ن مسلح جوانوں میں شامل ہوں گا جو اناوتی کو ساتھ لے کر جائیں گے میرے ساتھ رومی خان ور امیر خان بھی تھے- دراصل وہ مخبر جو میرے لشکر میں شامل ہیں وہ میرے لیے ہمہ وقت کام کرتے رہتے ہیں انہوں نے مجھے اشارہ دے دیا تھا کہ اناوتی جب اپنی سرحدوں کے قریب پہنچے گی تو تاتار خان کے کچھ آدمی اس پر حملہ آور ہو کر اسے حاصل کرنے کی کوشش

کریں گے- میں ہر صورت میں اناوتی کی تاتار خان سے حفاظت کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ تاتار خان پہلے ہی اناوتی کو حاصل کرنے کا متمنی تھا- میرے مخبروں نے جب یہ اطلاع دی تو مجھے پکا یقین ہو گیا کہ تاتار خان اپنے آدمیوں کو بھیج کر ضرور ان مسلح جوانوں پر حملہ آور ہوگا جو اناوتی کو لے کر جائیں گے اور اناوتی کو حاصل کر کے وہ اسے بے آبرو کر کے اس سے انتقام لے گا- لیکن میں یہ صورت حال پیدا نہیں ہونے دینا چاہتا تھا لہذا میں ان مسلح جوانوں کے ساتھ روانہ ہوا واپس آ کر بھی جو حالات پیش آئے میں نے مارتھا کو تفصیل کے ساتھ بتا دیے تھے-

ہم سرحدوں کے قریب واقعی تاتار خان کے مسلح جوان ہماری راہ روک کھڑے ہوئے- اناوتی کو حاصل کرنا چاہا اس وقت میں امیر خان، رومی خان اور ہمارے سارے ساتھی اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے وہ ہمارے ساتھ الجھ پڑے تکرار کے دوران میں نے جب اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تب وہ خوف کے مارے لرزنے لگے اپنے ہتھیار پھینک دیے لیکن ان کی یہ غلطی اتنی بڑی تھی کہ معاف نہیں کیا جا سکتا تھا میں نے ان سب کا خاتمہ کرواتے ہوئے اناوتی کو اس کی منزل کی طرف روانہ کر دیا-''

تاج الدین کی یہ گفتگو سن کر نجیب الدین خوش ہو گیا تھا- اس کا شانہ تھپتھپایا کہنے لگا-

''بیٹے! تم نے بہت اچھا کیا- گو اناوتی تمہیں اچھوت سمجھتی ہے لیکن جو سلوک تم نے اس سے کیا ہے اسے یاد کر کے ایک نہ ایک روز ضرور وہ اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہوگی اور مانے گی کہ ہم لوگ اچھوت نہیں انسانیت کا ایک اعلیٰ معیار ہیں، اب اٹھو کھانا کھاتے ہیں-'' اس کے ساتھ ہی چاروں اٹھ کھڑے ہوئے اور خاموشی سے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے- اگلے روز تاج الدین لشکر کے ساتھ کوچ کر گیا تھا-

☆

احمد آباد سے کوچ کرنے کے بعد سلطان بہادر نے اپنے لشکر کے ساتھ چند دن جنانیر کے مقام پر قیام کیا یہیں برار کے حاکم علاؤ الدین کا بیٹا خضر خان سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ صحیح سمت سلطان کے لشکر کی راہ نمائی کر سکے- ساتھ ہی اس نے اس معاملے کو جلد نمٹانے کی اپنے باپ کی طرف سے درخواست بھی پیش کی جسے قبول کرتے ہوئے سلطان بہادر نے جنانیر سے دکن کی طرف کوچ کیا-

جنانیر سے نکل کر کچھ دن سلطان نے برہان پور میں قیام کیا- اس کے بعد سلطان بہادر احمد نگر پہنچا دوسری جانب دکن کے والی نظام شاہ کو جب خبر ہوئی کہ سلطان بہادر ایک جرار لشکر کے ساتھ اس کی طرف کوچ کر رہا ہے تو سب سے پہلے جو کام اس نے کیا وہ یہ کہ احمد آباد کی طرف سے دکن کی طرف آنے والے راستوں کو مسدود کیا- اس کے بعد نظام شاہ کو اصل صورتحال کا جو علم ہوا تب اس نے جو راستوں کو مسدود کرنے کی کارروائی کی تھی اس پر بڑا نادم ہوا- احمد نگر ہی میں سلطان بہادر کی خدمت میں پیش ہوا اور اصل صورتحال سے آگاہ کیا کہ اس نے برار پر کوئی حملہ نہیں کیا بلکہ یہ تین ہندو راجاؤں کی کارروائی ہے جو مسلمانوں کے اندر نفرت اور پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں-

سلطان بہادر نے نظام شاہ کی اس معذرت کو قبول کیا- اب سلطان کا ہدف دکن کا والی نظام شاہ نہیں بلکہ وہ تین ہندو راجہ تھے جو مسلمانوں کو لڑانے کے درپے تھے- اسی دوران پاکر کے راجہ پرس رام کی طرف سے ایک اور غلطی ہوئی وہ یہ کہ جس وقت سلطان کے لشکر کے چند دستے لشکر کے لیے ایندھن جمع کر رہے تھے پاکر کے راجہ پرس رام کے بھائی چکا کہ نے ان پر اچانک حملہ کر کے کافی نقصان پہنچایا اور بھاگنے میں کامیاب ہو نکلا-

پاکر کے راجہ پرس رام کے بھائی کی یہ کاروائی آگ میں آگ لگانے کے مترادف

ثابت ہوئی- اب سلطان نے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ بانسانوالہ' دونگل پور اور پاکر کے راجاؤں کو سبق سکھائے بغیر نہیں جائے گا-

دوسری طرف ان تین راجاؤں کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ سلطان ان کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے اور پھر انہوں نے جو رائے سنگھ اور راجہ سلہدی کے کہنے پر دکن اور برار کے مسلمان حاکموں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی تھی اپنی اس کاروائی کا بھی انہیں علم تھا- لہٰذا تینوں راجاؤں نے سلطان کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے لشکریوں کو متحد کیا اور ایک جرار لشکر کی صورت میں انہوں نے سلطان کی راہ روکنے کا تہیہ کرلیا تھا-

دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لیے سلطان بہادر نے چاروں طرف اپنے طلایہ گر اور نقیب پھیلا دیے تھے- کچھ روز تک دونوں طرف خاموشی رہی دونوں لشکر ایک دوسرے سے دور اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف رہے- راجاؤں نے سلطان کی طرف کوچ نہیں کیا وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا سلطان خود کوچ کر کے ان کی طرف آئے اس لیے کہ جس جگہ انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا عسکری نکتہ نظر سے وہ ان کے لیے بڑا سود مند تھا- وہیں پڑاؤ کر کے وہ مسلمانوں کی پیش قدمی کا انتظار کرنے لگے تھے- دوسری طرف سلطان کو اپنے نقیبوں اور طلایہ گروں کی کارگزاری کا انتظار تھا اور ان کی طرف سے کوئی مناسب اطلاع ملنے کے بعد ہی سلطان دشمن کی طرف پیش قدمی کر کے ان کے سامنے خیمہ زن ہونا چاہتا تھا-

یہاں تک کہ سلطان کو اس کے طلایہ گروں نے خبر دی کہ تینوں راجا اپنے لشکر کے ساتھ ایک مناسب جگہ پڑاؤ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی پیش قدمی کے منتظر ہیں جبکہ پاکر کے راجہ پرس رام کا بھائی چکا کر ایک اور قدم اٹھا چکا ہے' مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے بعد اس کے حوصلے بڑھ چکے ہیں اور جس جگہ تینوں راجاؤں کے متحدہ لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے اس سے چند میل کے فاصلے پر راجا پرس رام کا بھائی چکا کہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ گھات لگائے بیٹھا ہے- اس کا ارادہ ہے کہ جب تینوں راجاؤں اور مسلمانوں کے لشکر آپس میں ٹکرائیں گے تو اچانک وہ گھات سے نکل کر مسلمانوں کے پہلو پر حملہ آور ہوگا اور راجاؤں کی فتح اور مسلمانوں کی شکست کو یقینی بنانے کی کوشش کرے گا-

اپنے طلایہ گروں سے یہ خبریں ملنے کے بعد سلطان نے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کرلیا جب سارے سالار اس کے پاس آگئے تو صورتحال جو طلایہ گروں نے بتائی تھی اس سے انہیں آگاہ کیا پھر اپنے سالاروں سے سلطان نے مشورہ طلب کیا-

سب سے پہلے تاتار خان بولا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''سلطان محترم! ہمیں دشمن کی طرف کوچ کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے اگر ہم زیادہ دیر یہاں پڑاؤ کرتے ہیں تو دشمن یہی خیال کرے گا کہ ہم ان کا سامنا کرتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں ہم میں ہمت نہیں کہ آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کریں-

سلطان محترم جہاں تک پاکر کے راجہ پرس رام کے بھائی چکا کر کا تعلق ہے تو اسے ہمیں کوئی زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے- ہمیں فوراً یہاں سے کوچ کر کے دشمن کے سامنے پڑاؤ کرنا چاہئے- لشکر کا ایک حصہ مستعد کر دینا چاہئے تاکہ چکا کہ اگر پہلو کی طرف سے ہمارے لشکر پر حملہ آور ہو تو جو لشکری مختص کئے جائیں اس کے خلاف جوابی کاروائی کرتے ہوئے اس کے حملے کو روک دیں- اس طرح میں سمجھتا ہوں چکا کہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور ہم حسب معمول دشمن پر ضرب لگاتے رہیں گے- میرے خیال میں یہاں سے کوچ کرنے میں ہمیں مزید تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے-''

تاتار خان جب خاموش ہوگیا تب اس کے حواری سالاروں میں سے سلطان عالم اور علی خراسانی نے کھل کر اس کے خیالات کی تائید کی جب تک تاتار خان بولتا رہا سلطان بہادر بڑی خاموشی اور انہماک سے اسے سنتا رہا جب تاتار خان خاموش ہوا اور اس کے حواریوں

میں سے سلطان عالم اور علی خراسانی بھی اس کی تائید کر چکے تب سلطان نے تاج الدین
اختیار خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟''

تا تار خان کی گفتگو کے دوران اختیار خان اور تاج الدین دونوں آپس میں ملا
مشورہ کرتے رہے تھے جب سلطان نے ان سے سوال کیا تب تاج الدین سلطان کو مخاطب
کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم! میں تا تار خان کی اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ تا تار خان کی
تجویز میں سمجھتا ہوں بچکانہ اور ناتجربہ کاری کی غماضی کرتی ہے۔ اگر ہم چکا کو نظر انداز
کر دیں جو گھات میں بیٹھا ہے تو ہمارے لشکر کو خاطر خواہ نقصان ہو سکتا ہے اس تفصیل میں
یوں بیان کرتا ہوں۔

جب یہاں سے پیش قدمی کرنے کے بعد ہم دشمن کے سامنے پڑاؤ کرتے ہیں اور
کے ساتھ ہماری جنگ کی ابتدا ہوتی ہے اور عین جنگ کے دوران پرس رام کا بھائی چکا
گھات سے نکل کر ہمارے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوتا ہے تو ہمارے لشکری یہی سمجھیں گے
دشمن کے لیے مزید کمک پہنچ گئی ہے اور یہ کہ ان کے لشکر پر سامنے اور پہلو سے دوطرفہ
شروع ہو گئے ہیں اور یہ دوطرفہ حملے انہیں پیس کر رکھ دیں گے۔ اس طرح ان دوطرفہ حملے
کے باعث ہمارے لشکر کے حوصلے اور ولولے پہلے جیسے نہ رہیں گے اور وہ جنگ کی پیش قد
کرنے کی بجائے پیچھے مڑ کر دیکھنے کو ترجیح دیں گے اور یہ صورتحال یقیناً جنگ کے دوران
ہمارے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

سلطان محترم میں مزید یہ چاہوں گا کہ دشمن کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے
طرح پرس رام کے بھائی چکا کرنے مسلمانوں کے ایک گروہ پر حملہ آور ہو کر اسے

پنچایا ہے ہم بھی اس پر شب خون ماریں اور اس پر ثابت کریں کہ مسلمانوں کے خلاف گھات
کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اتنا آسان نہیں جتنا وہ خیال کرتا ہے۔

سلطان محترم میں مزید یہ کہوں گا کہ پر شب خون مارنے کا کام آپ میرے
پرد کر دیں۔ میں اس سے ایسا نپٹوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا میرا بھائی اختیار خان یہیں
لشکرگاہ ہی میں رہے گا جبکہ اس شب خون میں میرے ساتھ امیر خان اور رومی خان حصہ لیں
گے اور مجھے امید ہے کہ ہم چکا کو اس کی گھات سے اکھاڑ پھینکیں گے اور اسے ناقابل تلافی
نقصان پہنچائیں گے۔ سلطان محترم مجھے امید ہے کہ میری اس تجویز کو آپ تا تار خان کی
بچکانہ تجویز پر ترجیح دیتے ہوئے اس سے اتفاق کریں گے۔''

سلطان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تاج الدین تم درست کہتے ہو۔ تا تار خان کی نسبت تمہاری تجویز زیادہ باعزت اور
قابل عمل ہے لہٰذا میں اسی تجویز کو پسند کرتا ہوں اب تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چکا کہ پر
شب خون مارنے کی تیاریوں کو آخری شکل دو۔'' اس کے ساتھ ہی سلطان نے وہ اجلاس ختم
کر دیا تھا۔

تاج الدین جب اپنے خیمے کے قریب آیا تو اچانک کسی نے اسے پیچھے سے آواز
دی۔

''تاج الدین رکو۔''

تاج الدین نے جب مڑ کے دیکھا تو تا تار خان غصے کے عالم میں اس کی طرف آ رہا
تھا۔ تاج الدین اپنی جگہ رک گیا اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ قریب آ کر کھولتے ہوئے لہجے
میں تاج الدین کو مخاطب کر کے تا تار خان کہنے لگا۔

''سلطان کے سامنے تم نے میری اس تجویز کی مخالفت کیوں کی؟''

تاج الدین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''میری طرف اس طرح جواب طلب انداز میں مت دیکھو تمہاری نگاہوں کا تہور اپنے مقاصد سے روگردانی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ جب میں نے تمہاری طرف اس انداز میں دیکھا تو یاد رکھنا تلواروں کی سی تیزی کا شکار ہو کے رہ جاؤ گے رہی تمہاری تجویز مخالفت تو یہ میرا حق ہے جس طرح سلطان نے تم سے پوچھا اس طرح مجھ سے بھی سوال کیا میں نے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا جس طرح تم نے کیا۔

رہی بات تمہاری تجویز کی مخالفت کرنے کی تو جب تم دانش و بینش سے ارتداد کرو عقل و شعور سے محرومی کا اظہار کرو گے تو سب کی بقا کی خاطر لاشعوری طور پر میں تمہاری مخالفت کروں گا۔ اس لیے کہ اپنے دین اپنے وطن اپنے لشکریوں کی حفاظت اور سلامتی میری زندگی کا اولین مقصد ہے۔''

تاتار خان نے ایک بار پھر ایسے انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھا جس میں خوفناک احتجاج کی دنیا آباد تھی پھر کھولتے لہجے میں وہ بول اٹھا۔

''تاج الدین! اس طرح مجھ سے الجھتے رہو گے تو یاد رکھنا اپنا دامن تار تار کروا لو ردی تمباکو کے دھوئیں کی طرح فضا میں تحلیل ہو کے رہ جاؤ گے۔ اجاڑ موسموں کے خرابوں اجڑی بستیوں کے مٹتے نشانات کی صورت اختیار کر جاؤ گے۔''

جواب میں تاج الدین کا ذہن بھی لاوے کی طرح کھول اٹھا اور اس نے بھی ہولناک انداز میں بول اٹھا۔

''تاتار خان! پھولوں کو خار' کانٹوں کو نشتر' شبنم کو شعلہ بننے پر مجبور نہ کرو اپنے قلب تیرگی اپنی عقل کی کج روی اپنے ذہن کی مفلسی اپنے آپ تک محدود رکھو۔''

''تمہارے الفاظ تمہارے ذہن سے اب بھی مجھے اپنی مخالفت کی بو آ رہی ہے۔ یاد ر

ے خلاف شریک جفا بنو گے تو اپنی قسمت کی گردشوں میں ایسا کھوؤ گے کہ اپنی شناخت ک بھول جاؤ گے۔ ابتلا و آزمائش کے مراحل میں ڈوب کے رہ جاؤ گے۔ اپنی سوچوں کے لوہر کو آگ کے انگاروں میں تبدیل کروا کے رکھ لو گے۔ تاج الدین! میرا نام تاتار خان ہے۔ میں جس سے دشمنی رکھتا ہوں اس کو اس کے دل کو کبیدہ خاطر اس کے سر کو بریدہ اور تن کو ریدہ کرنے کا ہنر بھی جانتا ہوں میں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ آئندہ کبھی میری مخالفت کرنا اگر کرو گے تو یاد رکھنا اسیر قفس اور صید ہوس بن کے رہ جاؤ گے۔''

غصے اور قہرمانی میں تاج الدین کی رگیں کھنچ گئی تھیں چہرہ تانبا ہو گیا تھا۔ اس کی حالت ہوئی طور پر ایسی تھی جیسے آلاؤ میں لکڑیاں چیخ اٹھی ہوں اس کا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا تھا پھر تاتار خان کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی قہرمانی میں کہہ رہا تھا۔

تاتار خان! تیرے جیسے قزاق' ابلیس کے دم ساز و انیس اندیشوں کے اندھیرے پھیلانے والے بہت دیکھ رکھے ہیں آئندہ اگر تم نے بھی روشنیوں میں اندھیرے صداقتوں یں کذب کی حقارت اور مسکراتے چہروں پر مذموم کلفتیں پھیلانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں تجھے دلوں کا عذاب سمجھ کر کاٹنے میں تاخیر سے کام نہیں لوں گا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہاری ھونس اور دھمکی میں آ جاؤں گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اس سے پہلے تم نے ہی سلطان بہادر کے ساتھ سازش کر کے وقتی طور پر مجھے لشکر سے خارج کروا دیا تھا لیکن اب حالات اور ہیں۔ ب اگر تم میری طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش بھی کرو گے تو اسی لمحہ میرا ہاتھ تمہارے گریبان اور تمہاری شہ رگ پر ہوگا۔''

تاج الدین کی اس گفتگو سے تاتار خان کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر لے گیا تھا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ اس کے پیچھے اختیار خان رومی خان اور امیر خان نمودار ہوئے۔ پھر اختیار خان نے اپنا ہاتھ تاتار

خان کے شانے پر رکھا' اس کے شانے کے پٹھے کو خوب زور سے دبا۔تے ہوئے اس ایک جھٹکے سے اپنی طرف کیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تا تار خان! یہ مت خیال کرنا کہ تاج الدین اکیلا ہے۔ اگر گمراہی کے میدان دور تک بھاگنے کی کوشش کرو گے تو رسوائیوں کی تعبیروں کو اپنا مقدر اور ذلت کی ہیرا اپنی قسمت کی نشانی بنا کے رکھ لو گے۔ تا تار خان! تاج الدین سے زیادہ الجھو گے تو اپ کچھ کانٹوں میں الجھا کے رکھوا لو گے۔ جب تک تم کسی کی طرف زہریلے سیاہ ناگ کی ط دیکھو گے تو وہ تمہاری طرف زرد آنکھوں والے خوفناک چیتے سے بھی بدتر انداز میں دیکھ تا تار خان آئندہ اگر تم نے اس انداز میں تاج الدین سے الجھنے کی کوشش کی تو میں اختیار تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ زیست کے نامکمل خوابوں کا شکار ہو جاؤ گے۔ اپنے لیے تباہ کن ط زندگی کے در کھول لو گے۔''

اختیار خان رکا پھر وہ پہلے سے بھی زیادہ کھولتے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''تا تار خان! اس سے پہلے جو تم نے سلطان کو تاج الدین کے خلاف بدگمان کیا تو وقت ہم نے شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی تھی لیکن تو نے دیکھا کہ آخ کے مقابلے میں شرافت ہی کی کامیابی ہوئی اور تاج الدین پھر لوٹ کے لشکر میں آیا۔ خان اب پھر تم نے پہلے جیسی بدمعاشیوں اور پہلے جیسی منافقتوں کی ابتدا کرنے کی کوشش یاد رکھنا تاج الدین تو بعد میں تمہارے خلاف حرکت میں آئے گا میں اس سے پہلے شہ رگ پر اپنی تلوار کی تیز دھار رکھ دوں گا۔ تو کسی قدر اچھا تیغ زن ہے میں بھی جانتا ہوں الدین بھی اس سے واقف اور آگاہ ہے۔ اگر تجھے یہ گھمنڈ ہے کہ کوئی تیغ زنی میں ترا نہیں کر سکتا تو میں رومی خان اور امیر خان پیچھے ہٹ کے کھڑے ہو جاتے ہیں ذرا جھمیلہ

۲۱ جھرمٹ میں تاج الدین کے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ بھی کر کے دیکھ لے اگر اس

تجھے خونخوار بگولوں کی طرح اپنے سامنے زیر نہ کر کے رکھ دیا تو اختیار خان کی بجائے ذلت آمیز نام میری ذات کے ساتھ وابستہ کر دینا ہے تم میں مقابلہ کرنے کی ہمت اپنی تلوار بے نیام کرو' تاج الدین تم بھی مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

تاج الدین نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کی تلوار کو جب اس نے دو تین سامنے لہرایا تو اس کے چوڑے پھل کی تلوار کی چمک تا تار خان کی آنکھوں میں پڑی کھولتے انداز میں تاج الدین نے تا تار خان کو مخاطب کیا۔

''تا تار خان اپنی تلوار بے نیام کرو۔ مقابلہ کرو پھر دیکھتے ہیں فتح مندی کس کا مقدر بنتی ناکامی کس کے دامن' کس کی جھولی میں شکست کے کھوٹے سکے ڈالتی ہے۔''

تا تار خان نے ابھی تک کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا تھا کہ رومی خان' تا تار خان کے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تا تار خان کبھی بھی اور کسی بھی موقع پر ماضی جیسی کوئی اور غلطی دہرانے کی کوشش مت اس وقت ہم تمہیں ایک مخلص جاں نثار سالار سمجھتے تھے ہمیں خبر نہ تھی کہ تمہارا ظاہر اور اور ہے۔ بظاہر تم ننھے میمنے کی طرح بے ضرر لگتے ہو اندر سے زہریلے ناگ کی طرح ڈس الے ہو۔

تا تار خان اب ہم سب یکجان ہیں تاج الدین اب تمہارے مقابلے میں اکیلا نہیں یاد رکھنا اس کے چار بھائی اور پانچواں یہ ہے۔ حیدر خان' اختیار خان' رومی خان اور امیر اس کے محافظ و اس کے بازو ہیں کیا تم ہم پانچوں کا مقابلہ کر پاؤ گے''

یہاں تک کہنے کے بعد رومی خان رکا اور اس کے بعد سلسلہ کلام بڑھاتے ہوئے وہ لہہ رہا تھا۔

''تا تار خان اگر ہم چاہیں تو لمحوں کے اندر سلطان کی نگاہوں میں تمہیں رسوا اور ذلیل

کروا کے رکھ دیں- تا تار خان، تم نے اناوتی کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور اناو
حاصل کرنا اتنا آسان نہ تھا جتنا تم نے سمجھ لیا تھا-"

رومی خان کے ان الفاظ پر تا تار خان چونکا تھا- اپنا ہاتھ اس نے تلوار کے دستے پر
لیا تھا- اس کی آنکھوں میں ایک تجسس اور حیرت واستعجاب کا ایک طوفان تھا- رومی خان نے
پھر کہنا شروع کیا-

"تا تار خان! تم نے اناوتی کو حاصل کرنے کا ایک نہایت ہی گھٹیا اور ذلیل ترین
طریقہ اختیار کیا- تم نے اپنے کچھ آدمی مسلح کر کے سرحد کی طرف روانہ کیے جو ان لوگوں کی را
روک کھڑے ہوئے جو اناوتی کو اجین کی طرف لے جا رہے تھے-

تا تار خان! اس بات کا انکشاف ہم نے تم پر نہیں کیا تھا- اب تمہیں بتا دیتے ہیں کہ
نے اناوتی کو اٹھانے کے لیے جو آدمی بھجوائے تھے ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور انا
اپنے باپ کے پاس پہنچ چکی ہے- جس قدر گھٹیا طریقہ کار تم نے اناوتی کو حاصل کرنے کے
لیے استعمال کیا اس کی اطلاع اگر ہم سلطان کو کر دیں تو سوچ لو تمہارا کیا انجام ہوگا- اس م
شک نہیں کہ سلطان کی نگاہوں میں تم ایک قابل قدر سالار ہو لیکن جب ہم سلطان کے سا
تمہارے کالے کرتوتوں سے پردہ اٹھائیں گے تو یاد رکھنا سلطان کی نگاہوں میں تمہار
ساری عزت تمہارا سارا وقار مٹی اور خاک میں مل کے رہ جائے گا-"

رومی خان جب خاموش ہوا لمحہ بھر کے لیے تحسین آمیز انداز میں اختیار خان نے اس
طرف دیکھا پھر تا تار خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

"تا تار خان! جو کچھ رومی خان نے کہا ہے میرے خیال میں تمہاری عبرت خیزی
لیے اسی قدر کافی ہے- تا تار خان تمہاری اطلاع کے لیے میں تم پر یہ انکشاف بھی کر دوں کہ
مسلح جوان راجہ سلہدی کی راجکماری اناوتی کو راجہ سلہدی کی سرحدوں تک چھوڑنے گئے

لح جوانوں میں تاج الدین رومی خان، امیر خان اور ان کے کچھ جاں نثار بھی شامل تھے-
اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے یہ بھی تمہاری اطلاع کے لیے ضروری ہوگا کہ جس
جوان تم نے اناوتی کو اٹھانے کے لیے روانہ کیے تھے ان سب کا خاتمہ کیا جا چکا ہے-
آخری بات جو تم سے میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آئندہ اگر تم نے کسی بھی موقع پر تاج
ین کے خلاف کوئی انتقامی کاروائی کرنے کی کوشش کی یا اس کے خلاف دھمکی آمیز لہجہ
ال کیا تو میں تمہاری گردن کاٹنے میں ایک لمحہ کی تاخیر نہیں کروں گا خواہ اس کے لیے
صلوب ہی کیوں نہ ہو جانا پڑے-

اختیار خان رکا پھر بے پناہ خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا-

"تا تار خان! اب تم جا سکتے ہو جاتے جاتے ایک بات اور سن لینا تمہارے اطراف
بھی ہمارے مخلص آدمی پھیلے ہوئے ہوتے ہیں جو تمہارے ایک ایک لمحہ کی حرکت سے
ں آگاہ کرتے ہیں- اسی بنا پر تاج الدین کو پہلے سے خبر ہو گئی تھی کہ تم کچھ مسلح جوانوں کو
نہ کرو گے جو سرحد کے قریب اناوتی کو اغوا کر کے تمہارے پاس پہنچا دیں گے- اب تم جاؤ
محتاط رہنا- غلط کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ تمہارا سر تن کے ساتھ نہ رہے گا-"

تا تار خان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر توصیفی انداز میں اختیار خان تاج الدین کی
رف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا-

"تاج الدین تا تار خان سے گفتگو کے دوران جو لہجہ جو الفاظ تو نے استعمال کیے ان
ں میں جس قدر داد دوں جس قدر تعریف کروں کم ہے بہر حال اس موضوع پر اب لعنت بھیجو
ر اپنے خیمے کی طرف جاتا ہوں تم آج رات اپنے مارے جانے والے شب خون کی تیاری
کرو-" اس کے ساتھ ہی باری باری تینوں کا شانہ تھپتھپانے کے بعد اختیار خان وہاں سے
چلا گیا تھا- امیر خان اور رومی خان دونوں کو تاج الدین اپنے خیمے کی طرف لے جا رہا تھا-

ساری کائنات کے مالک ازل کے حاکم اور ابد کے ناظم کے جاری قانون فطرت کے
تحت رات افکار و آگاہی کے طلسم پر سوار اپنی منزلوں کی طرف بھاگی چلی جا رہی تھی۔ تاریکی
بڑی تیزی سے گہری ہوتی چلی جا رہی تھی۔ دن کا تضاد افتراق و انتشار مفقود ہو چکے تھے۔
چاروں طرف گھاس کے ہرے سمندر کی سی خاموشی سنسان و ویران فضاؤں سے چپ او
اجڑی منزلوں جیسا سکوت چھایا ہوا تھا۔ کبھی کبھی کوئی بھوکا بھیڑیا بری طرح چیختے ہوئے لم
بھر کے لیے جاں سوز لمحوں اور نوائے پریشان سا خوف پھیلا دیتا اس کے بعد پھر گہری خاموشی
اور سکوت چھا جاتا تھا۔ ایسے میں تاج الدین' رومی خان اور امیر خان اپنے حصے کے لشکر کے
ساتھ تاریکی میں اٹھتی سرکش لہروں اور فطرت کے خوفناک عناصر کی طرح اپنے مخبروں کی راہ
نمائی میں بڑی برق رفتاری سے اس سمت کا رخ کیے ہوئے تھے جہاں راجہ پرسی رام کے بھا
چکا کہ نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی۔

اپنے طلایہ گروں کی راہ نمائی میں دشمن کے سر پر پہنچتے ہی تاج الدین رات کی گہری
تاریکی میں ان پر پابند سلاسل کرتی وقت کی بدترین اذیتوں' ساز حیات کے تاروں کو لخت
لخت کر دینے والے خوفناک ریزہ گر کی یلغار اور جسم کا ذرہ ذرہ مفلوج کر دینے والی دکھی
تباہیوں کے سیلاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دشمن کے لشکر کا ایک حصہ جاگ رہا تھا اور ایک حصہ سویا ہوا تھا۔ جو حصہ جاگ رہا تھا ا

ھی جوابی کارروائی کی اور وہ بھی تاج الدین کے لشکریوں پر روئے جان کا رشتہ منقطع ابتلا
وفاؤں کے آنگنوں میں اجنبی دیسوں کی ہواؤں کی مار کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں اس طرح دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے بڑی تیزی سے
ح جان کے رشتے منقطع ہونے لگے تھے۔ قضا چاروں طرف میدان جنگ میں آوازیں
ینے لگی تھی۔ زندگی تباہ کن لمحوں سے دوچار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

جب تک دشمن کا وہ آدھا حصہ جو آرام کر رہا تھا سنبھل کر دشمن سے برسرپیکار ہوتا اس
قت تک اپنے تیز حملوں سے تاج الدین' رومی خان اور امیر خان نے چکا کہ کے لشکر کے اس
ے کو مکمل طور پر کاٹ کر رکھ دیا تھا جو جاگ رہا تھا' اب وہ سو کر اٹھنے اور جنگ میں حصہ لینے
لوں پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے اور بڑی تیزی سے ان کی حالت بھی تشکیک پسند
ہریلی آنکھوں رسوائیوں اندیشوں اضطراب کے وہموں کی طرح ہونا شروع ہو گئی تھی۔
اج الدین کے تیز حملوں کے باعث ہر شے اسیر قفس اور صید ہوس ہو کے رہ گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد تاج الدین' رومی خان اور امیر خان نے چکا کہ کے
شکر کے دوسرے حصے کو بھی کچل کے رکھ دیا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں چکا کہ اپنے بچے
ھچے ساتھیوں کو لے کر اپنی جان بچاتا ہوا اپنے لشکر کی طرف بھاگ گیا تھا جبکہ کامیاب شب
خون کی تکمیل کرنے کے بعد تاج الدین' چکا کہ کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر شے کو سمیٹتا ہوا بڑی
تیزی سے اپنے لشکر کا رخ کر رہا تھا

اگلے روز سلطان نے ان میدانوں کا رخ کیا جہاں تینوں راجا اپنے متحدہ لشکر کے
ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان ان کے سامنے آن خیمہ زن ہوا۔ سلطان
کی آمد کے تھوڑے ہی دیر بعد راجاؤں نے اپنے لشکر کو استوار کرتے ہوئے صفیں درست کرنا
شروع کر دی تھیں شاید وہ سلطان کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کی طرف

دیکھتے ہوئے سلطان نے بھی اپنی صفوں کو درست کرنا شروع کر دیا تھا- قلب میں سلطان خود رہا اپنے ساتھ نائب کی حیثیت سے اس نے تاتارخان کو رکھا- دائیں جانب تاج الدین تھا اور اس کے نائب کی حیثیت سے رومی خان کام کر رہا تھا- بائیں جانب کا حصہ اختیار خان کی سرکردگی میں تھا اور امیر خان اس کی نیابت کر رہا تھا-

تھوڑی دیر تک دونوں لشکروں میں طبل اور نقارے بجتے رہے پھر جنگ کی ابتدا تینوں راجاؤں نے کی وہ سلطان کے لشکر پر سنسان بیابانوں میں منزل کی تلاش میں سرگرداں وقت کے بدترین اندھیروں خوابوں کی رخشندہ دہلیز کو نزع کی پیاس' مشیت کے دشت میں نظر فریب نظاروں اور نظام وقت میں تارنفس کو گردن کا پھندا بنا دینے والی آہوں بھری صداؤں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے-

چاروں طرف پریشان آوازیں اس طرح اٹھ کھڑی ہوئیں جیسے گوشہ شب میں زمین کے نگران عناصر نے ایک طوفان کھڑا کر دیا ہو-

سلطان اور اس کے سالاروں نے کچھ دیر تک تینوں راجاؤں کے حملے کو روکنے پر اکتفا کیا اس کے بعد جارحیت اختیار کی اور وہ بھی دشمن پر اس طرح حملہ آور ہونا شروع ہوئے تھے جیسے منکرات وخواہش پر مسحور کن اور کشش انگیز انداز میں سراب کھڑے کرتی عزیمت وہمت وارد ہوتی ہے جیسے گناہ وجبر کی کھیتیوں کی آبیاری کرنے والوں پر تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو عتاب جان بھرتے شہاب ثاقب نزول کرتے ہیں-

مسلمان لشکری این وآں سے بے پروا ہو کر لیت ولعل کو پس پشت ڈالتے ہوئے بدی کے سراغ تک مٹا دینے والے بے مروت خونی طوفانوں کی طرح دشمن کی صفوں کو پامال کرتے پیش قدمی کرنا شروع ہو گئے تھے اور جس طرح طوفانی جست وخیز جبر کے تمدن پر کمک ڈالتی ہے اسی طرح وہ بھی دشمن کی ایک صف سے دوسری صف کی طرف لپکنا شروع

ہو گئے تھے- ساتھ ہی ساتھ وہ اس طرح تکبیریں بھی بلند کرتے جا رہے تھے جس طرح اونچے کوہساروں کا سینہ چیر دینے والی کڑکڑاتے بادلوں کی صدائیں سنائی دیتی ہیں- مسلمانوں کے اس طرح حملہ آور ہونے سے وقت کے خمیر میں خوف وہراس گندھا جانے لگا تھا- دزدیدہ تعصب کا فسوں زندہ رہنے کی صلاحیتوں کو مٹاتے ہوئے اپنی تقدیر کے بدترین نوشتے پڑھ رہا تھا- جلد ہی تینوں راجاؤں کی طاقت اور قوت کا زور ٹوٹنے لگا- شروع شروع میں بڑے تیز حملے کرتے ہوئے انہوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کو پسپا کرنے کا کوئی جتن کریں' جب مسلمان ان کے سامنے فولاد کی دیوار اور چٹانوں کی سی رکاوٹ ثابت ہوئے اور وہ ایک پل کے لیے بھی مسلمانوں کو مایوس اور پسپا نہ کر سکے تب ان کے اپنے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے اور پھر جب بڑی تیزی سے جست وخیز کرتے ہوئے مسلمان لشکروں نے ایک صف کے بعد دوسری صف کو پامال کرنا شروع کیا تب راجاؤں اور ان کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے انحطاط کے مارے ماضی کے کھنڈرات طویل اور صبر آزما جنگ کی ماری شکست خوردہ ذہنیت اور تاریک افق پر تیزی سے پھیلتی مایوسی کی گرہوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی-

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے تینوں راجاؤں کو یقین ہو گیا تھا کہ اب ان کی شکست یقینی ہو گئی ہے لہذا انہوں نے سلطان سے صلح کی درخواست کی اور ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کی-

سلطان نے اس پیش کش کو قبول کر لیا- سلطان نے جنگ رکوا دی- یہ صورتحال دیکھتے ہوئے راجاؤں نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کی طرف بھجوا دیا- خود سلطان کا لشکر بھی اپنے پڑاؤ میں چلا گیا- سلطان نے تینوں راجاؤں کو اپنی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا جبکہ پاکر کے راجہ پرس رام کا بھائی چکا کہ موقع ملتے ہی بھاگ گیا- اس لیے کہ وہ جانتا تھا اس نے مسلمانوں پر ناحق شب خون مارا تھا اور بہت سے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا لہذا اسے پختہ

یقین تھا کہ اگر اسے مسلمانوں کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان اس کی گردن کاٹنے کا حکم دے دے گا لہذا اپنی جان بچانے کی خاطر وہ بھاگ گیا-

تینوں راجا جب سلطان کے سامنے پیش کئے گئے تب سلطان نے کچھ دیر ان تینوں کا جائزہ لیا پھر رعب دار آواز میں سلطان بہادر نے انہیں مخاطب کیا-

''وہ کون سے عوامل تھے وہ کیا علتیں تھیں جن کی بنا پر تم لوگوں نے ہم سے ٹکرانے کی کوشش کی- ہم سے ٹکرانے کا جو نتیجہ نکلا وہ بھی تمہارے سامنے ہے اور پھر مجھے یہ بھی خبریں ملی ہیں کہ تم لوگوں نے برار کے مسلمان حاکم علاؤ الدین اور دکن کے مسلمان حکمران نظام شاہ کو ایک سازش کے تحت آپس میں لڑانے کی کوشش کی تھی لیکن قدرت نے تمہارے اس پردے کو فاش کر دیا اور خود ہی مصیبتیں اور ابتلائیں تم پر نزول کر گئیں- اگر تم نے یہ ٹھان لی تھی کہ تم نے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر لیا ہے اور ہمیں جنگ میں رگید کے رکھ دو گے تو یہ تمہاری بھول تمہاری غلط فہمی ہے- ابھی تو تم صرف تین اکٹھے ہو کر ہمارے سامنے آئے ہو اگر تم ان سرزمینوں کے سارے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا کر بھی ہمارے سامنے آتے اور ہم اپنے خداوند قدوس کی کبریت کے نعرے بلند کرتے ہوئے تم پر حملہ آور ہوتے تو بھی لمحوں کے اندر ہم تمہاری صفوں کو شکن شکن کر کے رکھ دیتے- اب بتاؤ تم تینوں کیا چاہتے ہو؟''

تینوں راجا کچھ دیر تک آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے پھر پاکر کا راجہ پرس رام اپنے علاوہ بانسانوالہ اور دونگل پور کے راجاؤں کی نمائندگی کرتے ہوئے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

''سلطان محترم! جو کچھ ہوا اسے آپ ہماری غلطی ہماری کوتاہی سمجھ کر معاف کر دیں- ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ آپ کے مطیع و فرمانبردار بن کے رہیں گے- اس میں شک نہیں کہ آپ کے مقابل آنے پر ہم نے ایک انتہائی سنگین غلطی کی ہے لیکن برا ہو حالات

کا جس نے ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا- سلطان محترم اس وقت آپ فاتح ہیں- ہمارے ساتھ جو چاہے سلوک کریں- کسی کی جرات نہیں کہ کوئی آواز بلند کر سکے- تاہم میں آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ اگر آپ ہمیں معاف کر دیں فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں اپنے لشکروں کے ساتھ اپنی اپنی سرزمینوں کی طرف جانے کی اجازت دے دیں تو ہم آپ سے عہد کرتے ہیں کہ آنے والے دور میں ہم کبھی اور کسی بھی وقت آپ کے خلاف سرکشی یا بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش نہیں کریں گے- اس کے علاوہ جس قدر تاوان جنگ آپ ہم پر مسلط کریں گے وہ بھی ہم آپ کو باقاعدگی سے ادا کریں گے-''

سلطان بہادر نے بڑی فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے تینوں راجاؤں کو معاف کر دیا اور انہیں اپنی سرزمینوں کی طرف جانے کی اجازت دے دی اس فیصلے پر ان تینوں راجاؤں کی خوشی اور اطمینان کی کوئی انتہا نہ تھی- کئی بار زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے انہوں نے سلطان کا شکریہ ادا کیا پھر مڑے اور اپنے اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے وہ کوچ کر گئے تھے- (جہاں تک پاکر کے راجہ پرس رام کے بھائی چکا کا تعلق ہے تو مورخین لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ تک وہ مسلمانوں کے انتقام سے خوف زدہ ہو کر جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا- یہاں تک کہ کچھ لوگوں کی سفارش کرنے پر سلطان نے اسے بھی معاف کر دیا اور وہ پہلے کی طرح اپنے بھائی کے پاس آ کر رہنے لگا-)

راجکماری اناوتی ایک روز اپنی داسی ستیو ودھیا کے ساتھ راج مندر میں داخل ہوئی۔ راج مندر کے بڑے پنڈت نے بہترین انداز میں دونوں کا سواگت کیا۔ جب پنڈت جی نے راجکماری سے آنے کی وجہ پوچھی تب اناوتی نے بڑی عاجزی سے پنڈت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''پنڈت جی میں چند انتہائی اہم سوالات کا جواب سننے کے لیے آپ کے پاس آئی ہوں کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دے سکتے ہیں۔''

راج محل کے پنڈت نے بخوشی ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا ان دونوں کو اس کمرے میں لے گیا جب تینوں بیٹھ گئے۔ تب بڑے پیار اور شفقت سے پنڈت نے اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اناوتی! میری پتری اب کہو کیا معاملہ ہے؟''

''پنڈت جی ہم کرشن جی کو ایشور بھگوان یعنی خدا کا اوتار مانتے ہیں تو پھر انہیں انگنت گندے اور حقیر ناموں سے کیوں پکارتے ہیں۔ انہیں کیوں گوپال' مدن گوبال' وینو گوپال' کنیا موہن' مرلی دھر' شام گھنشام کے علاوہ اور بہت سے ناموں سے پکارتے ہیں۔ شام اور گھنشام سب لوگ انہیں پکارتے ہیں جس کے معنی سیاہ رنگ کا کالا سانپ یا بہت زیادہ کالا آدمی ہے کیا بھگوان کے اوتار کو ایسے ہی ناموں سے پکارا جانا چاہیے۔''

راج محل کا پنڈت مسکرایا کہنے لگا۔

''بیٹا لگتا ہے مسلمانوں کے اندر رہ کر تیرے ذہن میں انہوں نے اپنے دھرم سے تعلق نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔''

اس پر اناوتی مسکرائی کہنے لگی۔

''پنڈت جی یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ میں نے جو سوال آپ سے پوچھا ہے پہلے اس کا جواب دیں اس کے بعد میں بتاتی ہوں کہ یہ سوالات میں آپ سے کیوں کر رہی ہوں۔''

راج محل کے پنڈت نے کھنکھارتے ہوئے گلا صاف کیا پھر کہنے لگا۔

''بیٹا! بات کچھ یوں ہے کہ کرشن جی دس سال کے تھے کہ جمنا پر نہانے گئے۔ وہاں انہوں نے پانچ سر کا ایک بڑا سا کالا ناگ دیکھا' کرشن جی نے اس کی ناک چھید کر اس میں ڈوری ڈال دی اور اس طرح قابو کر کے اس کے پھن پر چڑھ گئے اور بنسی بجانے لگے۔ روایت ہے کہ ناگ کے زہر سے ان کا رنگ سیاہی مائل نیلا ہو گیا اور لوگ انہیں شام اور گھنشام کہنے لگے۔''

پنڈت جب خاموش ہوا تو اناوتی پھر بول اٹھی۔

''پنڈت جی یہ ہم نے ذات پات کی تقسیم اور تفریق کیوں کھڑی کر رکھی ہے۔ کیا سب انسان ایشور کی مخلوق نہیں ہیں؟ جیسا کہ مسلمان سمجھتے ہیں اور پھر جب ہم کرشن جی کو ایشور کا اوتار سمجھتے ہیں تو کیا یہ درست نہیں کہ کرشن جی کے دادا نے ایک سیاہ فام قدیم ہندو راجہ کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ ایسے سیاہ فام جن کو ہم ملیچھ اور شودر خیال کرتے ہیں اور پھر ان کے باپ نے بھی سیاہ فام راجہ کنس کی بہن دیوکی سے شادی کی اس طرح راجہ کنس کرشن کا ماموں تھا۔ جسے ہمارے برہمن شیطان لکھتے ہیں اور پھر یہ بھی حقیقت نہیں ہے کہ خود کرشن جی نے بھی ایک مقامی سیاہ فام سردار بھیشمک کی بیٹی رکمنی سے شادی کی۔ جبکہ ہمارے برہمن کرشن جی

کی بیوی کے باپ بھیشمک کو نفرت کے اظہار کے طور پر ریچھ کی شکل میں پیش کرتے ہیں؟
اس کی بیٹی کو ایک حسین عورت دکھاتے ہیں- اور کیا یہ بھی درست نہیں کہ انہی شودروں
فاموں سے رشتہ کی بنا پر برہمن کرشن جی کے خاندان سے ناراض تھے کہ وہ مقامی لوگوں میں
مل جل کر اپنی آریائی برتری کھو بیٹھے اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ جب کرشن نے ان کی
مخالفت کی پرواہ نہ کی تو برہمنوں نے ان کو بدنام کرنا شروع کیا اور طرح طرح کے ناموں سے
انہیں پکار کر ان کی تذلیل کرنا چاہی-''

اناوتی رکی اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی-

''پنڈت جی کیا یہ بھی درست نہیں ہے کہ کرشن جی یا کرشنا بھگوان ہندو مذہب میں
ایشور کے آٹھویں اوتار خیال کئے جاتے ہیں' ان کی حیثیت تاریخی ہے- یہ راجہ تھے اور انہوں
نے جنگیں بھی لڑیں اور اصلاحات کیں مگر برہمنوں نے ان کی وہ شخصیت مسخ کر دی اور ان کو
ایک عیاش اور بدکردار دیوتا کی شکل میں پیش کیا- کیا برہمن ان سے خوش نہ تھے- بدبختی یہ کہ
ہم نے کرشن کی تعلیم یا ان کی تاریخ کو لکھنے کی زحمت نہ کی بلکہ ہندوستان میں باوجود دعویٰ
تہذیب کے تاریخ نویسی کا مادہ ہی موجود نہیں ہے- محض روایت پرستی ہمارے ماضی کا خزانہ
بن کے رہ گیا جبکہ ہماری تاریخ کے اصل ماخذ چینی سیاح اور یونانی مورخ ہیں-

اور کیا بیاس جی نے جو کرشن کے متعلق کتابیں لکھیں وہ محض لوک کہانیوں اور سنی سنائی
راویتوں پر مشتمل نہیں ہیں اور کیا انہوں نے کرشن بھگوان کی پیدائش اور بچپن کے جو حالات
لکھے ہیں وہ مکمل کرنے کے لیے توریت اور انجیل کے قصوں سے مدد نہیں لی گئی؟ بیاس جی
نے لکھا ہے کہ متھرا کے راجہ کنس کو اطلاع دی گئی کہ آریاؤں میں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو اس کی
تباہی کا باعث ہو گا اس نے حکم دیا کہ اس دن پیدا ہونے والے تمام بچے قتل کر دیے جائیں
کرشن کے باپ بلدیو نے پنڈت جی جو اصل میں بعل دیوتا کی بگڑی ہوئی شکل ہے نے کرشن

پار لے جا کر کسی غریب لڑکی سے بدل لیا- اسی طرح کرشن گوالوں میں پل کر بڑے
اور یہ سارے حالات یہودیوں کے پیغمبر موسیٰؑ کی کہانی سے لئے گئے ہیں-

اور کیا یہ بھی درست ہے کہ کرشن جی نے برہمنوں کے خلاف کوئی تحریک چلائی ہو اور
لاحات نافذ کیں جن کی وجہ سے برہمنوں کو ان کی شخصیت مسخ کرنے کی ضرورت
نانچہ نہایت غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک عادل اور مصلح حاکم کی بجائے
عیاش اور بدکار دیوتا کی شکل میں پیش کرنے لگے-

پنڈت جی آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں کرشن جی کو ماننے والوں کی تعداد رام اور
اہل بیت کی پرستش کرنے والوں سے زیادہ ہے اور ان میں فرق وہی ہے جو عیسائیوں
تھولک اور پروٹسٹنٹ میں ہے- یعنی پہلے تین خداؤں کے ماننے والے ہیں اور
عیسیٰؑ کو خدا سمجھنے والے اور تثلیث سے بے زار ہیں- اس طرح کرشن بھگتی والے
ایک کرشن کو مانتے ہیں رام کے پنج جنا کو نہیں مانتے لیکن سب دیوتاؤں کو ایک ساتھ
والوں کی بھی کمی نہیں ہے یعنی ایسے فرقے بھی ہیں جو رام کو بھی مانتے ہیں اور کرشنا کو
رام کی تعریفیں تو آسمان تک پہنچا دی گئیں اور کرشنا کو بدنام کرنے کے لیے طرح طرح
م دیے گئے- کیا اس لیے کہ انہوں نے نیچی ذات والوں کی طرف داری کرتے ہوئے
ں کی بنی بنائی کہانیوں اور روایتوں سے بغاوت کر کے کچھ اصلاحات جاری کرنے کی
ں کی تھی-

پنڈت جی ہمارے بیاس جی نے جو کرشن جی کے متعلق لکھا ہے اس کے مطابق کرشن
جب حکومت ملی تو انہوں نے برہمنوں کی بالادستی ختم کرنے کی کوشش کی اور معاشرے کو
مارنے اور کالے گورے کا فرق ختم کرنے کی کوشش کی تو برہمنوں نے سازش کر کے
اتوں میں پھوٹ ڈلوا دی اور آپس میں لڑوا دیا- اس طرح کرشن جی کو راج پاٹھ چھوڑ کر

بھاگنا پڑا- وہ جنوب کی طرف بھاگ گئے اور صوبہ گجرات کے شہر دوارکا میں پناہ گزین ہو
لیکن وہاں بھی ان کی بدقسمتی نے ساتھ نہ چھوڑا وہ کسی بھیل کے تیر سے گھائل ہو کر مر گئے
کیا وہ جسے ہم ایشور کا اوتار سمجھتے ہیں اس طرح گھائل ہو کر مر بھی سکتے ہیں اگر وہ اس طرح
گئے تو پھر انہیں ایشور کا اوتار سمجھنے کی کیا ضرورت ہے پھر تو وہ میرے آپ جیسے عام بندے
تھے-

اور پھر بیاس جی نے جو کرشن کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ پہلے تین سو گوپیوں سے ملو
رہے پھر انہوں نے یکے بعد دیگرے آٹھ شادیاں کیں اور چھ ہزار داشتائیں رکھیں جن
تین لاکھ بچے پیدا ہوئے کیا یہ سب خرافات نہیں ہے- پھر آگے بیاس لکھتا ہے کہ جب وہ
چھوڑ کر بھاگے تو اپنے ساتھ سولہ سو عورتیں لے گئے اور ان کے ساتھ عیش کرتے رہے
بیاس جی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جس بھیل کے تیر کے ہاتھوں وہ مارے گئے اس نے جنگل
کرشن کو ہرن سمجھ کر ان پر تیر چلا دیا کیا ہماری قوم اتنی اندھی ہوگئی ہے کہ وہ ایک ہرن اور ا
کے اوتار میں تمیز نہیں کر سکتے-

پھر بات یہیں نہیں ختم ہو جاتی بیاس مزید لکھتا ہے کہ جب کرشن مر گیا تو ان کی سو
بیویوں کا حشر کچھ یوں ہوا کہ ارجن کو کرشن جی کے مرنے کی جب اطلاع ملی تو ان کے وا
کی حیثیت سے ورثہ لینے دوارکا پہنچ گیا- مال و اسباب کے ساتھ ان کی سولہ سو داشتائیں
لے کر چلا گیا پھر دنیا کو پتہ نہ چل سکا کہ بھگوان کی ان عورتوں کا کیا حشر ہوا ان سے جو
کے کچھ بچے بھی تھے یا بھگوان کا کوئی وارث ہی نہ تھا-

لمحہ بھر کے لیے اناوتی رکی پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی-

"پنڈت جی میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ کرشن جی ایک اچھے اور رحم دل راجہ تھے عوام
احترام کرتے تھے- ان کی یاد بھلانے کو تیار نہ تھے اس لیے برہمنوں نے ان کی سوانح

ڈالی ان کا خوب مذاق اڑایا جسے عوام نے منقبت سمجھ کر قبول کر لیا- انہوں نے چونکہ
رے کالے کی تمیز مٹائی تھی- برہمنوں کی اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا تھا لہذا ان کی
ہمات کو مسخ کر کے پیش کیا گیا-"

اناوتی جب خاموش ہوئی تو کسی قدر بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے راج مندر کا
ت کہنے لگا-

"بیٹا! ایسی باتیں مسلمان عیسائی یہودی اور دوسرے دین دھرم کے لوگ کرتے ہیں
ی ہندو کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں- لگتا ہے یہ جو کچھ عرصہ مسلمانوں کے بیچ میں رہ کے
ا ہے تو انہوں نے تیرے ذہن میں اپنی طرف سے کچھ باتیں ڈال دی ہیں- ان کو نکال
بک بیٹا- اسی میں دھرم دین کا بچاؤ ہے-"

اناوتی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی-

"پنڈت جی اب میرے ایک اور سوال کا جواب دیں- کالی کلکتے والی کو ہم بڑی خونخوار
ی خیال کرتے ہیں- مجھے بتایا گیا ہے کہ پہلے اس کے مندر پر گائے کی قربانی ہوتی تھی
ن بعد کو برہمنوں کے کہنے پر وہاں گائے کی بجائے بھینسے کی قربانی شروع ہوگئی- پنڈت
ہمارے دھرم میں گائے کو کیوں مقدس جان کر اس کی ہتیا سے منع کیا گیا ہے جبکہ ہندوؤں
مقدس کتابوں میں گائے کی قربانی کا ذکر موجود ہے-"

پنڈت نے کچھ سوچا کہنے لگا-

"بیٹا تیرا کہنا درست ہے- ویدوں میں یقیناً گائے کی قربانی کا ذکر ہے بیٹے یہ رسمیں
باتیں تو دین دھرم کے بڑے لوگ مقرر کرتے ہیں یہ باتیں تیرے میرے بس کی تو نہیں
نا-"

پنڈت جب خاموش ہوا تو بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے اناوتی کہنے لگی-

''پنڈت جی یہ تو ٹالنے والی بات ہے میرے سوال کا مکمل جواب نہیں- بہرحال
آپ مجھے یہ بتایئے کہ ہندو دھرم میں آخر ایک ہی وقت میں ایک عورت کو کئی کئی شوہر رکھنے
کیوں اجازت تھی- جیسے گوند قبائل کے ہاں یہ رسم چل رہی ہے- ایک لڑکی چار چار،
آٹھ آٹھ شوہر رکھتی ہے اور پھر پانڈو بھائیوں کی کلی ایک ہی بیوی دروپدی تھی-''

پنڈت نے غور سے اناوتی کی طرف دیکھا کہنے لگا-

''بیٹا! دھرم کسی عورت کو ایسا کرنے کے لیے نہیں کہتا اگر کوئی عورت ایسا کرتی رہی
تو یہ اس کے حق میں یقیناً سخت پاپ ہے-''

اناوتی نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی-

''پنڈت جی میں ایک دوسرے دھرم کی ایک کتاب پڑھ رہی تھی اس میں لکھا تھا
ویدوں میں مظاہر قدرت یعنی دریا پہاڑ آگ مٹی اور پانی کی پوجا کے سوا کہیں خدائی تصور
جھلک نہیں ملتی- یہ اجرام پرستی یعنی سورج چاند اور ستاروں کی پرستش سکھاتے ہیں یا پھر
مردہ بزرگوں یعنی راجہ اندر، وشنو جی، برہما جی اور دیگر رشی منی فقیر سنیاسیوں اور برہمنوں
علاوہ اپنے باپ دادا کی روحوں کو بلا کے نذریں میں پیش کرنا سکھاتے ہیں-
یا پھر آگ جلا کر اس میں گھی کافور بخور اور دیگر خوشبوئیں ڈالنا- ان کے آگے ناچ
بھجن گانا منتر پڑھنا سکھاتے ہیں جس سے دیوتاؤں کے ساتھ سامعین بھی برما جاتے ہیں
موج مستی میں آ کر مندروں میں وہ سب کچھ کر ڈالتے ہیں جو لوگ کوٹھوں پر جا کر
ہوئے شرماتے ہیں- اسی وجہ سے مندروں میں پجاریوں اور پجارنوں کی زندگیاں عیاشی
سوا کوئی نمونہ پیش نہیں کرتیں- عورتوں کو ہندو معاشرے میں سوائے موج مستی کے کھلونے
کے کوئی مقام حاصل نہیں ہے-

اسی لیے دوسرے دھرم کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ویدوں میں نہ کوئی بصیرت ہے

ے- نہ یہ خدا پرستی کا درس دے سکتے ہیں نہ کسی بے چین روح کو ہدایت فراہم کرتے
ن میں شروع سے آخر تک دیوی دیوتاؤں کی حرام کاری، جوئے بازی شراب نوشی کے
ج ہیں البتہ نسلی تعصب اور طبقاتی نفرت کی تعلیم بدرجہ اتم موجود ہے- جس کے زور پر
ں نے ہمیشہ اقلیت میں رہتے ہوئے بھی عوام پر برسوں حکومت کی ہے-''

اناوتی رکی پھر طنزیہ سے انداز میں کہنے لگی-

''پنڈت جی اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟''

راج مندر کے پنڈت نے کچھ سوچا پھر غور سے اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

''اناوتی میری بیٹی! اپنے دھرم دین کا دوسرے مذہبوں سے مقابلہ کرنا اور ان کی
ں اور خامیوں کی نشاندہی کرنا جائز ہے مگر ان باتوں کو سچ مانتے ہوئے اپنے دین دھرم
ِگردانی نہیں کرنی چاہئے- دوسرے مذہب کے لوگ تو یقیناً مختلف عیوب ڈھونڈ ڈھونڈ
رے دین دھرم کو بدنام کرنے کے لیے دنیا کے سامنے پیش کریں گے- پھر لوگ تو یہ
ہتے ہیں کہ ہماری ہولی ایک مخرب اخلاق مذہبی رسم ہے- دیوالی مذہبی جوا اور بھوگ
عنی حرام کاری اور نسلی تعصب یعنی دوجے اور شودر یعنی اونچی اور نیچی ذاتوں کا امتیاز اور
ـ چھات کی مکروہات اور دیگر مذموم رسومات کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے- بہرحال
ے دھرم کے لوگ تو ہمارے دھرم کو کیوں اچھا کہیں گے لہٰذا ان کی باتوں پر ہمیں کان
دھرنے چاہئیں-''

اناوتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی-

''پنڈت جی میں جب تک اپنے ذہن کی تسکین نہیں کر لیتی اس وقت آپ کے پاس
کچھ الجھنوں کا جواب لیتی رہوں گی-'' اس کے ساتھ ہی وہ اٹھی اور ستیو ودھیا کے ساتھ

چلی گئی تھی۔

اب اناوتی نے راج محل کے پنڈت کے پاس آنے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا تھا
سوال و جواب کی صورت میں اس کتاب کی روشنی میں بحث کرنا شروع کر دی تھی جو
الدین نے اسے مہیا کی تھی۔

☆

راجہ رائے سنگھ اور راجہ سلہدی کی تیار کردہ سازش کے تحت سلطان بہادر کو خبر ہو چکی
کہ مالوہ کے خلجی حکمران محمود خلجی کے ہاں چاند خان نے پناہ لے رکھی ہے۔ چاند خان گج
کے سابق حکمران مظفر کا بیٹا تھا اور گجرات کے تخت و تاج کا دعوے دار بھی تھا۔ اس سلسلے
سلطان بہادر نے جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ چاند خان نے واقعی مالوہ کے مسلمان حکمران
خلجی کے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔ اس سلسلے میں سلطان بہادر نے محمود خلجی کو ایک خط بھی
اس خط کے جواب میں سلطان محمود خلجی نے وعدہ کیا کہ وہ خود سلطان بہادر کی خدمت
حاضر ہو کر معاملے کو صاف کرے گا۔

لیکن سلطان بہادر انتظار کرتا رہا اور محمود خلجی اس سے ملنے کے لیے نہ آیا۔ سلطان
نے ابھی بانسوالہ میں ہی قیام کیا ہوا تھا کہ یہاں محمود خلجی کے کچھ قاصد اس کی خدمت
حاضر ہوئے اور محمود خلجی کا ایک خط سلطان بہادر کو پیش کیا۔

انہی دنوں سلطان محمود کے کچھ ایسے سردار جو اس سے برگشتہ اور ناراض تھے انہوں
سلطان بہادر کے پاس قیام کرنے کی التجا کی لیکن سلطان محمود نے ایسا نرم خط لکھا تھا
قدر سلطان بہادر کے سامنے فرمان برداری کا اظہار کیا تھا کہ سلطان نے ان سردارو
محمود خلجی سے برگشتہ تھے اپنے پاس قیام کرنے سے منع کر دیا۔ اس خط میں محمود خلجی نے
سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ سنبلہ کے مقام پر خود سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر دونو

جو غلط فہمیاں اور شکوک ہیں انہیں رفع کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن سلطان بہادر
انتظار میں سنبلہ کے مقام پر وہیں قیام کیے رہا کئی بار ملاقات کا وعدہ کرنے کے
د خلجی سنبلہ میں آ کر سلطان بہادر سے نہ ملا۔ حالانکہ سلطان بہادر نے عہد کر رکھا تھا
سلطان محمود اس سے ملنے کے لیے سنبلہ آئے گا تو وہ کچھ دن تک وہاں اس کی
ہمانداری کرے گا اور پھر اسے گھاٹ دوالہ تک رخصت کرنے جائے گا اس کے بعد
د کی طرف کوچ کر جائے گا۔

ن محمود خلجی کے نہ آنے کے باعث سلطان بہادر کچھ عجیب سے شش و پنج میں پڑ گیا
تک کہ ایک روز سلطان اپنے سارے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ
کے محافظ دستے کے سالار نے محمود خلجی کے ایک قاصد کے آنے کی اطلاع دی جس کا
ان تھا۔

طان بہادر نے فوراً دریا خان کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا دریا خان کو جب
ے سامنے پیش کیا گیا تو کچھ دیر سلطان نے بڑے غور سے دیکھا پھر استفہامیہ سے
اسے مخاطب کیا۔

ریا خان! مالوہ کا حاکم محمود خلجی بار بار میرے ساتھ وعدہ کرنے کے بعد کیوں مجھ
کے لیے نہیں آ رہا کیا وہ میری طرف سے کوئی خطرہ محسوس کرتا ہے یا اس کی اپنی
لوئی عیب ہے جسے وہ چھپانے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔''

لان کے خاموش ہونے پر دریا خان نے کہنا شروع کیا۔

لطان محترم ایسی کوئی بات نہیں۔ محمود خلجی پہلے بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونا
تا اس کی بد قسمتی کہ شکار کے دوران وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا دایاں بازو ٹوٹ
بنا پر کچھ وعدے وعید کرنے کے باوجود وہ آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔''

سلطان بہادر نے دریا خان کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اب وہ کیسا ہے کیا اس کا بازو ٹھیک ہو چکا ہے اور وہ سفر کرنے کے قابل ہے۔''

دریا خان نے پھر بڑے پرسکون انداز میں کہنا شروع کیا۔

''سلطان محترم محمود خلجی کا بازو ٹھیک ہو چکا ہے۔ اب جو بات اس کے آپ کے آنے میں مانع ثابت ہو رہی ہے وہ چاند خان ہے۔ محمود خلجی کو یہ خطرہ اور خدشہ ہے کہ آ اس سے ضرور باز پرس کریں گے کہ چاند خان جو گجرات کے تخت کا دعوے دار ہے اسے خلجی نے کیوں اپنے ہاں پناہ دی۔ اسی بنا پر وہ شرمندگی کے باعث آپ کی خدمت میں نہیں ہو رہا۔''

سلطان بہادر مسکرایا اور محمود خلجی کے قاصد دریا خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اسے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں واپس جا کر اسے کہنا کر فی الفور میرے یہاں آئے میں سنبلہ ہی میں اسے ملنا پسند کروں گا جہاں تک چاند خان کا تعلق ہے تو میں کرتا ہوں کہ میں محمود خلجی سے چاند خان کو پناہ دینے پر کوئی باز پرس نہیں کروں گا اب تم ہو۔''

سلطان بہادر کی اس گفتگو سے محمود خلجی کا قاصد دریا خان مطمئن ہو گیا تھا اور واپس روانہ ہو گیا تھا۔

دریا خان جب محمود خلجی کے پاس پہنچا اور سلطان بہادر کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تفصیل کے ساتھ اس سے کہی تب مالوہ کا مسلمان حکمران محمود خلجی سنبلہ کے مقام پر بہادر کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ دریا خان کے پہنچنے کے بعد اور محمود اور سلطان بہادر سے مطمئن ہونے کے بعد محمود خلجی نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے تاج اپنے بڑے لڑکے کو غیاث الدین کا خطاب دے کر مملکت اس کے حوالے کر دے گا

سلطان بہادر سے ملاقات کرنے کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرے گا۔ ایک طرح سے اس نے اپنے بیٹے کو غیاث الدین کے خطاب سے تخت نشین کر کے مملکت سے علیحدگی اختیار کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

لیکن برا ہوان لوگوں کا جو محمود خلجی کے بدخواہ تھے اور اس سے ناراضگی اور اختلافات رکھتے تھے اور وہ اس وقت سلطان بہادر کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔ دریا خان کی روانگی کے بعد محمود خلجی کے یہ سارے مخالفین ایک گروہ کی شکل میں سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے یہ یقین دلانے کی بھرپور کوشش کی کہ محمود خلجی سلطان بہادر سے ملنا ہی نہیں چاہتا اور ٹال مٹول کرتے ہوئے وقت گزارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

سلطان بہادر بھی ان لوگوں کی باتوں میں آ گیا لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور مالوہ کا رخ کیا۔ اب ان مخالفین نے ایک طرح سے سلطان بہادر اور محمود خلجی کے درمیان شکوک و شبہات کی ایک وسیع خلیج حائل کر دی تھی۔

مالوہ میں داخل ہو کر سلطان بہادر نے اپنے لشکر کے ساتھ محمود خلجی کے مرکزی قلعے شادی آباد مندو کا محاصرہ کر لیا تھا۔

یہ صورتحال یقیناً اہل مالوہ کے مسلمانوں اور ان کے حکمران محمود خلجی کے لیے تشویش ناک تھی۔ دوسری جانب جب سلطان مالوہ میں داخل ہوا تو چاند خان جو گجرات کے تخت کا دعوے دار تھا وہ سلطان بہادر کی آمد کا سن کر اپنی جان بچا کر قلعے سے بھاگ گیا۔ اس موقع پر محمود خلجی نے جو سب سے عقلمندی اور دیانتداری کا ثبوت دیا وہ یہ کہ اس نے سلطان بہادر کا مقابلہ ہی نہیں کیا۔ اس کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر بھی تھا جسے وہ استعمال کرتے ہوئے سلطان بہادر سے ٹکرا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ مورخین کا کہنا ہے کہ وہ اپنے محل کی چھت پر چڑھ گیا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان بہادر خان قلعے میں داخل ہوا اور جس محل کی چھت پر محمود خلجی نے پناہ لی تھی اس محل کا اس نے محاصرہ کرلیا- ساتھ ہی اس نے بڑی سختی کے ساتھ یہ ہدایات بھی جاری کردی تھیں کہ شاہی محل، حرم اور وہاں سارے کام کرنے والوں کو امان حاصل ہے اور کوئی ان کی عزت، مال اور جان پر بری نگاہ نہیں ڈالے گا-

سلطان بہادر جب مالوہ کے محل میں داخل ہوا تو اس نے جب محمود خلجی کا پوچھا اور محل میں کام کرنے والوں نے بتایا کہ محمود خلجی محل کی چھت پر ہے تب محل میں کام کرنے والوں کے ذریعے سلطان بہادر نے محمود خلجی کو بلایا تو سلطان کے بلانے پر محمود خلجی اپنے ساتھ بہترین امیروں کے ہمراہ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا-

جس وقت سلطان نے محمود خلجی کو بلایا تھا اس وقت سلطان نے یہ ٹھان رکھی تھی کہ وہ محمود خلجی کا قصور معاف کردے گا اسے کچھ نہ کہے گا اور اس کا علاقہ اسے واپس کردے گا اور ساتھ ہی اسے یہ بھی تنبیہ کرے گا کہ آئندہ اپنے پاس ایسے لوگوں کو پناہ نہ دے جو سلطان بہادر کے مخالف ہیں اور ساتھ ہی سلطان بہادر کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ محمود خلجی کو یہ بھی یقین دلائے گا کہ وہ اپنے ہاں بھی ایسے لوگوں کو پناہ نہیں دے گا جو سلطان محمود خلجی سے دشمنی رکھتے ہوں-

لیکن حالات اور وقت کی بدقسمتی ایسی ہوئی اور جو لوگ محمود خلجی کے خلاف تھے انہوں نے سلطان بہادر کے کان کچھ اس طرح بھرے کہ جب محمود خلجی سلطان بہادر کے سامنے پیش ہوا تو سلطان نے اس سے جب ملاقات نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو دوران گفتگو محمود خلجی نے سخت اور کرخت رویہ اختیار کیا بلکہ مورخین لکھتے ہیں کہ اس گفتگو کے دوران محمود خلجی نے کچھ انتہا درجہ کی سخت اور ناگوار باتیں بھی کیں جس پر سلطان بہادر کو اس پر غصہ آ گیا اور غصے کے عالم میں سلطان بہادر نے محمود خلجی کو اس کے بیٹوں کے ہمراہ گرفتار کرنے کا حکم دے دیا- ساتھ ہی اس نے یہ حکم بھی جاری کردیا کہ محمود خلجی اور اس کے بیٹوں کو محمد آباد لے جا کر وہاں کے زندان

ڈال دیا جائے-

کچھ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان بہادر کے ساتھ گفتگو میں محمود خلجی نے سختی اور ی سے کام لیا جبکہ سلطان بہادر جو اپنے حریف بادشاہ کو معاف کردینے کا ارادہ رکھتا تھا ے مشتعل ہو گیا اور اس نے سلطان محمود کی گرفتاری کا حکم دیا- جمعہ کے روز شادی آباد کی تمام مسجدوں میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور سلطان محمود اور اس کے ں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر انہیں جنانیر یعنی محمد آباد کے قلعے میں نظر بند کرنے کا حکم دیا گیا-

جس وقت محمود خلجی اور اس کے بیٹوں کو جنانیر کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو جو محافظ ے اس کے ساتھ تھے ان کی بھی اور محمود خلجی کی بھی بدقسمتی کہ راستے میں کول اور بھیل قوم لگ بھگ دو ہزار خانہ بدوشوں نے ان پر حملہ کردیا- محمود خلجی اس وقت نماز سے فارغ ہو ہونے کے لیے لیٹا ہی تھا کہ اس کے کان میں کول اور بھیل کے دو ہزار افراد کے شب ن مارنے کی آوازیں اور شور وغل پڑا-

محمود خلجی سمجھا کہ اس کے اپنے آدمیوں نے شاید ان لوگوں پر حملہ کردیا ہے جو اسے پابہ ر کر کے جنانیر کے قلعے کی طرف لے جا رہے ہیں لہذا اس نے بھاگ کر اپنی جان بچانے کوشش کی اپنے پاؤں کی زنجیروں کو کھولا- محمود خلجی کے ساتھ جو سلطان بہادر کے محافظ تھے ان نے سمجھا کہ یہ شب خون محمود خلجی کے بہی خواہوں اور محافظوں نے مارا ہے اور وہ محمود اور اس کے بیٹوں کو چھڑانا چاہتے ہیں لہذا اس خدشے کے تحت کہ اگر محمود خلجی بھاگنے ناکامیاب ہو گیا اور اس کے ہمراہی یا اس کے ہم نوا اسے چھڑانے میں کامیاب ہو گئے تو لطان بہادر ضرور اس سلسلے میں ان سے باز پرس کرے گا اور انہیں بدترین سزا دے گا اس شے کے تحت انہوں نے خود ہی سلطان محمود کو قتل کر دیا-

سلطان بہادر کے محافظ دستے کے سالار نے محمود خلجی کو دفن کر دیا اور اس کے لڑکوں
جنا نیر لے جا کر وہاں قلعے میں قید کر دیا۔ اس طرح مالوہ کے خلجی خاندان کا خاتمہ ہوا اس ش
خاندان سے صرف ایک ہی شخص بچا جس کا نام محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین تھا۔ محمود خلجی
بھائی تھا۔ اس نے جا کر بابر کے پاس دہلی میں پناہ لے لی اور اس نے اپنی زندگی میں کبھ
کوئی واردات نہ کی۔ الغرض اس طرح مالوہ میں خلجی خاندان کی بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور ما
کی مملکت پر سلطان بہادر کا قبضہ ہو گیا۔

(گجرات کے بادشاہ ہجری ۹۴۱ تک مالوہ پر حکومت کرتے رہے اس کے بعد زمانہ
دستور کے مطابق حکومت ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ منتقل ہوتی رہی پھر یہاں کی سلطنت
حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک حصے کا حکمران بایزید اور دوسرے حصے کا دولت خان بن گیا
بایزید نے مکارانہ چال چلی اور مختلف حیلے بہانوں سے دولت خان کو قتل کر کے اس کے حصے
پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہی بایزید تاریخ میں باز بہادر کے نام سے مشہور ہوا اور اسی نے ایک گا
والی ہندو عورت روپ متی سے عشق کیا تھا۔ باز بہادر جب روپ متی کے عشق اور اس کے
گانے میں محو ہو گیا اور سلطنت کے امور سے غفلت اختیار کی تب مغلوں نے فائدہ اٹھایا۔
اکبر کی نگاہیں مالوہ کے ابتر حالات پر پڑیں لہذا وہ مالوہ پر حملہ آور ہوا اور یوں خان اعظم
اکبر نے مالوہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔)

اجین کا راجہ سلہدی اپنے راج محل میں اپنے بھائی لکھمن، بیٹے بھوپت رانی درگاوتی دوسرے بیٹے پورن مل راجکماری اناوتی کے ساتھ بیٹا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ راجہ سلہدی کے محافظ دستوں کا سالار اندر داخل ہوا۔ زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے اس نے سلہدی کو تعظیم دی پھر سلہدی کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"مالک! بال کے راجہ رائے سنگھ کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے۔ رائے سنگھ کی طرف سے وہ آپ کے نام کوئی پیغام رکھتا ہے۔ میں نے اس سے پیغام کی نوعیت جاننا چاہی لیکن وہ بتاتا نہیں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پیغام ایسی نوعیت کا ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور پر اس کا انکشاف ہی نہیں کیا جا سکتا۔"

راجہ سلہدی مسکرایا پھر اپنی رانی درگاوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم دونوں ماں بیٹی پردے کے پیچھے چلی جاؤ۔" اس پر درگاوتی اور راجکماری اناوتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں اور جس نشست پر راجہ سلہدی بیٹھا تھا اس کے پیچھے جو پردہ تھا اس کے پیچھے چلی گئی تھیں۔ ان کے ایسا کرنے کے بعد سلہدی نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو مخاطب کیا۔

"اب جاؤ۔ رائے سنگھ کے قاصد کو لے کر آؤ۔"

وہ سالار باہر نکلا تھوڑی دیر بعد وہ رائے سنگھ کے قاصد کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ قاصد

نے بھی خوب جھک کر سلہدی کو تعظیم دی پھر ہاتھ کے اشارے سے سلہدی نے قاصد قریب بیٹھنے کے لیے کہا جب وہ وہاں بیٹھ گیا تب دھیمے سے لہجے میں اسے مخاطب ہوئے راجہ سلہدی کہنے لگا۔

''تم میرے لیے رائے سنگھ کی طرف سے ایسا کون سا پیغام لے کر آئے ہو جس پر اظہار کرنے کے لیے تمہیں منع کیا گیا ہے۔''

اس پر قاصد نے غور سے سلہدی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''مالک پیغام واقعی بڑا اہم نوعیت کا ہے۔ اس پیغام کے سلسلے میں آپ سے کرنے کے لیے رائے سنگھ خود یہاں آنا چاہتا تھا لیکن ان دنوں وہ بڑا مصروف ہے۔ گ دنوں ایک جنگ میں مسلمانوں کے سالار تاج الدین نے اس کی لشکری حیثیت کو کچل کے دیا تھا لہذا اس نے نئے لشکری بھرتی کیے ہیں اور آج کل ان کی تربیت کے لیے دن ر کوشش میں لگا ہوا ہے اس بنا پر وہ آپ کے پاس نہیں آ سکا۔ مالک جو پیغام اس نے دیا وہ ایسی اہم نوعیت کا ہے کہ سب راجاؤں کے لیے فائدے نکل سکتے ہیں۔''

قاصد رکا اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا تھا۔

''مالک! آپ جانتے ہیں رانا سنگھا نے مرنے کے بعد جے پور کی حکومت اپنے برتنسی کے حوالے کی اور ساتھ ہی وصیت کی کہ جیتور کی حکومت اس کے بھتیجے اور پرتھوی را کے بیٹے بھرون کے حوالے کی جائے۔

اب پرتھوی راج کے دو بیٹے ہیں بھرون اور دوسرا نندپال' بھرون انتہا کا طاقت بہترین تیغ زن اور اپنی دھرتی سے پریت کرنے والا جوان ہے۔

مسلمانوں کے سالار تاج الدین نے رائے سنگھ کو بدترین شکست دی اور اس کے لشکر کچل کے رکھ دیا۔ تب اس کے کچھ عرصہ بعد بھرون رائے سنگھ سے ملنے کے لیے آیا اور اس ے ملاح مشورہ کرنے کے بعد بھرون نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ جیتور کی حاکمیت اپنے چھوٹے بھائی نندیال کے حوالے کر دے گا اور خود مسلمانوں کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی ملازمت اختیار کرے گا اور وہاں رہ کر مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے اپنے بھائی اور جیتور کے راجہ نندیال اور اپنے چچازاد بھائی اور رانا سنگھا کے بیٹے جے پور کے راجہ برتنسی کے لیے کام کرتا رہے گا۔

اس کے بعد بھرون احمد آباد پہنچا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں اس نے یہ بہانہ بنایا کہ رانا سنگھا نے مرتے وقت مجھے جیتور کا حاکم بنایا تھا لیکن چونکہ رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی سے میری نہیں بنتی لہذا برتنسی نے اس کی بجائے اس کے چھوٹے بھائی نندیال کو جیتور کا حاکم بنا دیا ہے۔

بھرون نے سلطان بہادر سے یہ بھی منت سماجت کی کہ برتنسی اور نندیال دونوں اس کی جان کے درپے ہیں لہذا وہ احمد آباد میں رہ کر سلطان کی ملازمت اختیار کرنا چاہتا ہے تا کہ برتنسی اور نندیال دونوں کے ہاتھوں سے قتل ہونے سے بچ جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد رکا اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا تھا۔

''مالک مسلمانوں کا سلطان انتہا درجہ کا رحمدل انسان ہے اس نے بھرون کی باتوں پر اعتبار کر لیا اور احمد آباد میں قیام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ملازمت میں بھی لے لیا اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ بھرون کے ساتھ اس کے کچھ ساتھی بھی احمد آباد میں اس کے ساتھ ہی قیام کیے ہوئے ہیں اور ان کے ذریعے بھرون اپنے چھوٹے بھائی نندیال اور چچازاد بھائی برتنسی سے رابطہ رکھے گا اور مسلمانوں کی عسکری طاقت اور ان کے لشکریوں کی نقل و حرکت سے متعلق انہیں اہم خبریں مہیا کرتا رہے گا۔

بھرون اس کے چھوٹے بھائی نندیال اس کے چچازاد بھائی اور رانا سنگھا کے بیٹے

برتنسی کا خیال ہے کہ جب تک ایک مضبوط اور مستحکم قوت کے ساتھ مسلمانوں کے سلطا
بہادر پر ضرب لگا کر اس کو شکست سے دوچار کر کے اس کے کچھ علاقوں پر قبضہ نہیں کیا جا
اس وقت تک ان علاقوں میں کوئی بھی راجا محفوظ نہیں سمجھا جائے گا- اس لیے کہ جس ط
مسلمانوں کے سلطان بہادر کے سالار تاج الدین نے رائے سنگھ کو بدترین شکست دی
اس طرح باری باری وہ دوسرے راجاؤں کو بھی شکست دے کر ان کی طاقت اور قوت کو ا
سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتے ہیں-''

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد رکا کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا-

''مالک یہ تو پہلی خبر ہے کہ بھرون مسلمانوں کے سلطان کی خدمت میں داخل ہو
ہے اور وہاں اپنے کام کی ابتدا کر چکا ہے-

ہمارے راجا رائے سنگھ کی طرف سے آپ کے لیے دوسری خبر یہ ہے کہ رائے سنگھ
اپنی طرف سے دکن کے حاکم نظام شاہ اور برار کے مسلمان حکمران علاؤ الدین کے درم
پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی- اس کے لیے بانسا نوالہ' دونگل پور اور پاکر کے راجاؤں
مدد لی گئی تھی- پاکر کے راجا پرس رام کا بھائی چکا کہ بھی اس سلسلے میں پیش پیش تھا لیکن حالا
کی ستم ظریفی کہ حاکم برار علاؤ الدین اور حاکم دکن نظام شاہ آپس میں نہیں ٹکرائے اس
کہ مسلمانوں کے سلطان بہادر نے ایک طرح سے ان دونوں کو آپس میں ٹکرانے سے بچ
ہے- اس بچاؤ کے دوران ہی مسلمانوں کے سلطان بہادر پر یہ بھی واضح ہوا کہ اس ٹکراؤ
لیے پاکر کے راجہ پرس رام' بانسا نوالہ اور دونگل پور کے راجاؤں نے سازش کی تھی لہٰذا
تینوں راجاؤں کے خلاف مسلمانوں کا سلطان حرکت میں آیا- تینوں راجاؤں نے ایک
بڑی طاقت جمع کی اور سلطان سے ٹکرائے مگر ان تینوں کی بدقسمتی کہ انہیں بدترین شک
ہوئی- تینوں راجاؤں نے صلح کی درخواست کی- تینوں مسلمانوں کے سلطان کی خدمت

ضر ہوئے معافی مانگی اور آئندہ مسلمانوں کو ان کے سلطان کی مرضی اور خواہش کے مطابق
راج دینا قبول کر لیا-''

رائے سنگھ کے قاصد سے یہ دونوں خبریں سن کر راجہ سلہدی اس کا بھائی اور بیٹے
یشان ہو گئے تھے پھر راجہ سلہدی نے قاصد کو مخاطب کیا-

''اب تم اس سالار کے ساتھ جاؤ آرام کرو- آج کی رات یہاں رہو کل میں تمہیں
ائے سنگھ کے نام تمہارے ان دونوں پیغاموں کا جواب لکھ دوں گا اور تم وہ پیغام لے کر رائے
گھ کی طرف روانہ ہو جانا-''

اس کے ساتھ ہی راجہ رائے سنگھ کا قاصد اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا پھر راجہ سلہدی کے محافظ
توں کا سالار اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا-

☆

راجکماری اناوتی اپنے ذاتی کمرے میں ایک نشست پر فکر مند اور اداس بیٹھی ہوئی تھی
ک کمرے میں کھنکھناتے ہوئے اس کی داسی ستیو ودھیا داخل ہوئی تھی- ستیو ودھا نے
ب سابق راج کماری کے سامنے فرش پر بیٹھنا چاہا مگر ڈانٹنے کے انداز میں راجکماری نے
ھ کے اشارے سے اسے سامنے والی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر کسی قدر ناپسندیدگی کا
ظہار کرتے ہوئے کہنے لگی-

''ودھیا میں نے تمہیں کئی بار کہا ہے کہ میرے ساتھ یہ تکلف نہ برتا کرو میں اب یہ
ت پات اور اونچ نیچ کی قائل نہیں رہی- میرے ذہن میں ایک انقلاب برپا ہو چکا ہے-
شا..........''

یہاں تک کہتے کہتے راج کماری اناوتی رک گئی تھی چہرے پر پریشانی اور فکرمندی کے
ئے چھا گئے تھے- اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ودھیا بھی کسی قدر پریشانی میں مبتلا ہو گئی

تھی کچھ دیر بڑے غور سے اناوتی کی طرف دیکھتی رہی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''مالکن! اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ اداس فکرمند اور پر کیوں ہیں۔''

اناوتی نے ایک لمبی اور سرد آہ بھری پھر کہنے لگی۔

''ودھیا کچھ مت پوچھو بس یوں جانو کہ اپنے من کے تیرتے خیالات گریزاں مہ ہستی کی شورش اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ شرم و حیا کی حکایتوں میں روح آوارہ فطرت کی کسی کے تعاقب زرفشاں میں لگ گئی ہے۔

ودھیا! گو یہ دنیا آماجگاہ تمنا ہے اور اس رقاصہ روز و شب میں ایک پیکر خاکی کی د سے ہر کوئی اپنے دل کے سکون کی خاطر کسی کے تعاقب میں لگتا ہے۔ تاروں کی قندیلو مہ درخشاں کے فانوس جیسے لمحوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔

ودھیا! یوں جانو میرے تصورات کی جھیل میں بھی ایسی ہلچل پیدا ہو گئی ہے جیسے پھینکنے سے لہروں کے دائرے بنتے چلے جاتے ہیں جو خواہش میں کر بیٹھی ہوں اور جس پیچھے میں نگر نگر ڈگر ڈگر سایہ ماہتاب کی طرح چل نکلنے کا ارادہ کر چکی ہوں ڈرتی ہوں راہوں پر خوف و الم کی تمنائیں کہیں میرا مقدر نہ بن جائیں۔ زیست کی ظلمتوں سے جاؤں رات کی خونی کروٹ بن کر تقدیر کی بدترین فداؤں میں کہیں میری آتم ہتیا ہ کے رہ جائے۔

گو اس دنیا میں سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ زندگی کے انگنت ر کے رنگوں میں کبھی شبنم کبھی شعلہ کبھی اندھیرا کبھی اجالا کبھی شب کبھی سحر کبھی ہیرا کبھی پتھر رہ جاتی ہے۔ پر جس روشنی کے پیچھے میں لگ گئی ہوں اگر اس روشنی کو میں اپنی جھولی دامن میں سجا نہ سکی تو خود اپنی ذات کو مٹا بیٹھوں گی۔''

جب تک راجکماری اناوتی بولتی رہی ودھیا چپ چاپ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنتی رہی جب اناوتی خاموش ہوئی تب بڑے غور سے اناوتی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ودھیا بول پڑی۔

''راجکماری تمہاری باتوں سے لگتا ہے تم کسی پہ ریجھ گئی ہو۔ کسی کو اپنی پریت کا مرکز بنا چکی ہو۔''

اناوتی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

''ودھیا تمہارا کہنا درست ہے۔ جسے میں نے اپنی پریت کا مرکز بنایا ہے وہ دانش و حکمت کی قندیلوں جیسا پسندیدہ' تازگی علم و فن جیسا خوش کن رعنائی فکر و خیال جیسا دل پسند اور مہر و مہ کے کھلیان جیسا مہربان ہے۔ وہ شجاعت و دلیری کا امیر بیداری اور بجلی کے کوندوں سا شجاع دل پر عذاب بن کر نازل ہونے والے بے روک برفانی طوفانوں کی طرح نڈر اور زندہ دل ہے۔ ودھیا اگر وہ مجھے نہ ملا تو ڈرتی ہوں کہیں میری محبت میری زندگی کا روگ میری سانسوں کا زہر میرے سر کا بوجھ ہی نہ بن کے رہ جائے۔''

اناوتی تھوڑی دیر کے لیے رکی گہری سوچوں میں کھوئی رہی پھر بولنے لگی۔

''کاش یہ سپنے اپنے ہو کے رہ جائیں اور یہ گہری سوچیں جو آج کل میرا مقدر بنی ہوئی ہیں ان سے میں چھٹکارا حاصل کر لوں۔ جسے میں نے ودھیا اپنی پریت کا مرکز بنایا ہے اگر وہ اپنے حریم دل کے مدھر ماحول میں مجھے کھڑا کرنا پسند کرے اگر وہ ستارہ اور قوس قزح کی طرح مجھے اپنے بازو میں سمیٹنا پسند کرے اگر وہ چاند کہکشاں اور کرنوں سا میرا ہمجولی بن کر کے مسرتوں کا سرور اور وصال لمحوں کی شادابی دے دے تو میں سمجھوں گی میں نے زندگی میں کچھ نہیں کھویا مجھے دنیا کی ساری نعمتیں مل گئی ہیں۔ ودھیا اگر ایسا ہو جائے تو میں راجکماری ہو کر اپنے چہرے پر اس کی یادوں کے انگنت ابر سجا لوں گی۔ اپنے جمال کی ایک ایک کرن کی

رعنائی اپنے خیالات کی ہر لہر کی زیبائی اور اپنی چاہت کے حسین گلاب اس کے چاند چہ
پر نچھاور کردوں گی اور اگر اس نے مجھے اپنانے سے انکار کر دیا تو پھر میرے لیے
پرآشوب دور کی ابتدا ہو جائے گی کہ میں اپنے شکستہ دل کی کرچیاں تک سمیٹ نہ پاؤ
قربتوں کے سارے کنول میرے لیے سوکھ جائیں گے دوریوں کی مسافتیں میرا مق
جائیں گی۔اور وقت کا اڑتا پنچھی میرے لیے انگنت وہموں کی سزائیں تجویز کرتا چلا جا
میرے لیے ارض وسما کی سانس تھم جائے گی اور میں خود اپنی ذات ہی کے لیے اجنبی ہو
جاؤں گی۔''

اناوتی کی ان باتوں سے ودھیا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے

''راجکماری! آپ کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں اگر آپ کسی کو چاہتی ہیں کسی کو اپنی
مرکز بنا چکی ہیں تو اس کی کیا مجال کہ وہ آپ کو اپنانے سے انکار کرے آپ کی پر
گریزاں ہو۔ایسا ممکن ہی نہیں پر آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ نے اپنے دل
محل میں کس کو سجالیا ہے۔''

''اناوتی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگی۔

''ودھیا! مسلمانوں کا سالار تاج الدین میری پریت کا مرکز بن گیا ہے۔''

''وہی جس نے آپ کو جنگ کے دوران گرفتار کیا اور آپ کو قیدی بنا کر اپ
لے گیا۔جس کو مسلمانوں کے سلطان نے اجازت دے دی تھی کہ چاہے تو وہ بیو
آپ کو اپنے پاس رکھ لے چاہے تو لونڈی کی حیثیت سے اپنے گھر میں ڈال لے کیا آ
اسے اپنی چاہت کا مرکز بنالیا ہے۔''

اناوتی مسکرائی کہنے لگی

''ودھیا تو کیا جانے کہ میرے دل میں اب اس کی کیا حیثیت کیا عزت اور

''پھر تاج الدین نے اپنے پاس رکھتے ہوئے اناوتی کے ساتھ جو اعلیٰ پائے کا سلوک کیا
اس کی تفصیل مزے لے لے کر اس نے ودھیا سے کہہ دی تھی۔

ودھیا چپ چاپ سنتی رہی یہاں تک کہ تاسف کا اظہار کرتے ہوئے اناوتی پھر کہہ رہی
تھی۔

''وہاں رہتے ہوئے مجھ سے کافی غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوئیں میری بدبختی کہ میں
کسی بھی موقع پر اس کا شکریہ نہ ادا کرسکی۔کاش جس وقت تاج الدین نے تاتار خان کی
خواہش پر مجھے اس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا میری عزت اور آبرو کی حفاظت کی
خاطر تاتار خان کے ساتھ وہ ترشی سے پیش آیا تھا کاش میں اس وقت اس کا شکریہ ہی ادا
کرسکتی۔

جس وقت اس نے مجھے اپنی بیوی یا اپنے ہاں لونڈی کی حیثیت سے رکھنے کی بجائے
ں مجھے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا اور وہاں میری ہر خواہش ہر ضرورت کا خیال
رکھا تھا کاش میں اس کے جواب میں ہی شکریے کے دو بول اس کے سامنے بول دیتی۔

اور جس وقت مسلح جوان مجھے اپنی سرحدوں کی طرف لا رہے تھے تو اس نے میرے
ساتھ ایسے خلوص کا اظہار کیا کہ اپنا چہرہ ڈھانپ کر میرے محافظوں میں شامل ہوگیا۔پر ہائے
میری بدبختی میری بدقسمتی کہ جس وقت سرحد کے قریب تاتار خان کے مسلح جوان مجھے حاصل
کرنے کے لیے حملہ آور ہوئے تو وہاں بھی جب اس نے میری حفاظت کی میری جان میری
میری پت کو اپنی جان سے بھی زیادہ قیمتی جانا تو کاش اس موقع پر ہی میں اس کا شکریہ ادا
کرنے کے بجائے اس کے ساتھ احمد آبار روانہ ہو جاتی۔پر ہائے میری بدقسمتی اس موقع پر بھی
کچھ نہ کہہ سکی اور چپ چاپ اس سے جدا ہو کر ادھر چلی آئی۔صرف شکریے کے چند
الفاظ نہ کہہ سکی۔

میں انتہائی پریشانی اور الجھن میں مبتلا ہوگئی ہوں کیسے اس سے رابطہ کروں کیسے اس
شکریہ ادا کروں کیسے اس تک یہ بات پہنچاؤں کہ راجہ سلہدی کی بیٹی اور اجین کی راجکمار
اناوتی اسے اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہے اور اس سے ایسی پریت کرتی ہے جس
کوئی تھاہ ہی نہیں ہے۔''

ستیو ودھیا کچھ دیر خاموش رہی پھر کہنے لگی۔

''راجکماری آپ کا کہنا درست ہے۔ تاج الدین سے ان حالات میں رابطہ کرنا
اس پر اپنی چاہت کا اظہار کرنا بڑا مشکل ہے۔''

ستیو ودھیا جب خاموش ہوئی تو کسی قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے راج کما
اناوتی بول پڑی۔

''ودھیا مجھے یہ ڈر اور خوف بھی ہے کہ کہیں تاج الدین مجھے اپنانے مجھ سے محبت کر
اور مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے سے ہی انکار نہ کردے۔''

اس پر تیز نگاہوں سے ستیو ودھیا نے اناوتی کی طرف دیکھا پھر کسی قدر مسکراتے ہو
اس نے استفہامیہ سے انداز میں اناوتی کو مخاطب کیا۔

راجکماری اناوتی ایک ایسی لڑکی جس کے پاس ضبط کے بندھن توڑتا جوان مر
گلابی جسم ہو جس کی زمزمہ ریز آنکھیں غزل خواں ہوں اور شنگرفی ہونٹ بھی رکھتی ہو جس
انگلیاں حسین کافوری ہوں جس کی سانسوں کی بھاپ قربتوں اور مسرتوں کے جھونکوں کی
ہو جو بوئے گل کا سرمگیں خمار بھی رکھتی ہو جس کے بھرے بھرے گال فراخ سینہ جمال شیریں ہو
کا پیکر پر جمال حروف فسوں فسانہ ناشناس روشنی کے نگر اور آبشاروں کی لے سے بھی
پرکشش ہو جس کا شوخ نارنگی چہرہ اپنے اندر ایک نہ ختم ہونے والی جاذبیت رکھتا ہو جس
زلف گھٹا گال گلاب ہوں جس کی آواز چنگ و بربط سے میٹھے بول کے جادو سے بھی

ہو وہ اپنے چہرے پر کنوار پنے کی تازگی اور سچے جذبوں کی متلاشی جواہر کا پارکھ دل
ہوئے کیسے اپنی محبت کے مرکز دل کو حاصل نہ کرے گی۔ ان خوبیوں والی لڑکی کو
ری کیا کوئی ٹھکرا سکتا ہے کوئی زندگی کا ساتھی بنانے سے انکار کرسکتا ہے۔''

راجکماری اناوتی مسکرائی اور کہنے لگی۔

''اگر یہ الفاظ تم نے میری خوبصورتی میں حسن کی تعریف کے لیے کہے ہیں تو پھر
ی خوش فہمی ہے۔''

اناوتی کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ ودھیا بول پڑی۔

''راجکماری اناوتی یقیناً یہ میں نے آپ کی ذات ہی کی تعریف کی ہے یہ آپ کا بھرا
چکیلی آنکھیں اور رات کے پچھلے پہر کے کنوارے خوابوں جیسا آپ کا شباب کسی بھی
ے سخت دل رکھنے والے جوان کو صحرائی رات کی گہری خاموشی میں پراسرار تنہائی کی
ے دوچار کرسکتا ہے۔''

اناوتی مسکرائی اور پھر کہنے لگی۔

''ودھیا تو تاج الدین کو نہیں سمجھتی نہ اس کی ذات کا احاطہ کرسکتی ہے وہ ایسا جوان ہے
وں کا دمکتا رنگ طرب خیز باتیں اور مدہوش کن آنکھوں کی کشش کوئی اثر نہیں رکھتی
روں کے آگے بہہ جانے کی بجائے سیلاب ضیاء کی طرح اوروں کو بہا لے جانے
رکھتا ہے۔

''میرے اور اس کے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ بھی ہے جسے وہ شاید کبھی بھی
سکے نہ ہی مجھ سے محبت کا اظہار کرسکے نہ ہی مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا پسند کرے۔''

ھیا نے تیز نگاہوں سے راجکماری اناوتی کی طرف دیکھا پھر استفہامیہ سے انداز
نے پوچھ لیا۔

''کیا وہ رکاوٹ کوئی لڑکی ہے؟''

راجکماری اناوتی نے مسکراتے ہوئے پہلے اثبات میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔

''ودھیا تمہارا اندازہ درست ہے وہ لڑکی ہی ہے اور لڑکی بھی کوئی ایسی ویسی نہیں درجہ کی خوب صورت لاانتہا قسم کا جمال رکھنے والی اور پرکشش ایسی کہ انسان اسے دیکھتا جائے وہ مقامی نہیں پرتگالی ہے اور پھر میری موجودگی میں جب کہ میں نے وہاں قیام تھا وہ لڑکی تاج الدین سے محبت کا اظہار بھی کرچکی ہے۔ یہ اظہار اس نے میرے نجیب ا اور کلثوم کے سامنے کیا تھا یہ وہی دونوں باپ بیٹی ہیں جن کے ہاں میں نے قیام کر رک تاج الدین نے بھی انہی کے ہاں قیام کر رکھا ہے اور پھر بعد میں وہاں میری موجود دوران ہی تاج الدین نے اس کی محبت اور چاہت کا جواب محبت سے دیا تھا یعنی تاج بھی اس لڑکی کو پسند کرنے لگا ہے۔''

اناوتی جب خاموش ہوئی تب ستیو ودھیا کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر اس کے لبوا سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

''راجکماری یہ کوئی بڑی رکاوٹ نہیں اگر آپ پسند کریں تو ایک درمیانی راستہ سکتا ہے۔''

اناوتی نے چونکنے کے انداز میں ستیو ودھیا کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''کیسا درمیانی راستہ؟''

''وہ کچھ اس طرح کہ آپ جانتی ہیں مسلمانوں کے اندر ایک شخص ایک ہی و ایک سے زائد شادیاں بھی کرسکتا ہے۔'' سہمے سہمے سے انداز میں ستیو ودھیا نے کہنا ش تھا ''اور پھر راج کماری آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ مسلمانوں کا یہ فعل انتہا درجہ کا پسندید ہمارے ہاں تو ماضی میں ایک لڑکی کئی کئی شوہر رکھتی رہی ہے اور یہ سب سے برا اور گ

اگر تاج الدین اس پرتگالی لڑکی کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی اپنا جیون ساتھی بنانے کے لیے تیار ہو جائے تو پھر میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ کو بھی اپنی منزل مل جائے گی اور میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ وہ خوب صورت پرتگالی لڑکی بھی اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کرے گی بلکہ آپ کو اپنی زندگی کا حصہ دار بناتے ہوئے فخر محسوس کرے گی۔ کیا آپ ایسا کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار پاتی ہیں۔''

راجکماری اناوتی کے خوب صورت لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی بڑے توصیفی ے انداز میں اس نے ستیو ودھیا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''ودھیا میں یقیناً اس کے لیے تیار ہوں اگر تاج الدین اس پرتگالی لڑکی مارتھا کے ساتھ ساتھ مجھے بھی اپنا جیون ساتھی بنا لے تو میں سمجھوں گی مجھے دنیا بھر کی راحتیں اور ساری کائنات کی خوش بختی مل گئی ہے۔''

راجکماری اناوتی کی اس گفتگو کا جواب ستیو ودھیا دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ راجہ ملہدی کی بیوی اور راجکماری اناوتی کی ماتا رانی درگاوتی اس کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''اسے دیکھتے ہی دونوں اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں آگے بڑھتے ہوئے اور کسی قدر مسکراتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے دونوں کو اس نے بیٹھنے کے لیے کہا وہ دونوں بیٹھ گئیں رانی درگاوتی آگے بڑھ کر اپنی بیٹی اناوتی کے پہلو میں ہو بیٹھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر رانی درگاوتی نے اناوتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

''اناوتی میری بیٹی! تمہارے پتا جی ایک بہت اچھی جگہ تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں انہوں نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں تم سے اس سلسلے میں بات کروں اور یہ کہ..........''

رانی درگاوتی ابھی اپنی بات نہ مکمل کرنے پائی تھی کہ بدکنے کے انداز میں اناوتی بول پڑی۔

"پتاجی میری شادی کا اہتما کر رہے ہیں۔ کہاں؟ کس جگہ؟"

درگاوتی نے بڑے غور سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"جیتور کے راجہ نندیال کے ساتھ جو نوجوان و نوعمر ہے رانا سنگھا کا بھتیجا"

راجکماری اناوتی نے ایک بار پھر اپنی ماں رانی درگاوتی کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

"رانا سنگھا کا بھتیجا اور پرتھوی راج کا بیٹا لیکن میرے پتاجی کو کیا سوجھی کہ اسے میر زندگی کا ساتھی بنانے پر تل گئے ہیں۔ میں نے آج تک دیکھا نہیں اور میں کسی ایسے شخص شادی کیسے کر سکتی ہوں جسے نہ میں جانتی ہوں نہ اسے دیکھا ہو نہ پہچانا ہو ایسا کر کے میں زند بھر خواب ڈھونڈتے سرابوں، آتما کی تشنگی غلامی کی اداسی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی۔ ساری فرقت کی زنجیریں پہن کر اس بازی گر لڑکی جیسی زندگی نہیں گزارنا چاہتی جو بے چاری رق رقص کرتے کرتے زوال عمر کا شکار ہو جاتی ہے۔

میں تو کسی ایسے نوجوان سے شادی کروں گی۔ جسے میں پہلے سے جانتی ہوں اس مزاج سے واقف ہوں جو مجھے زمانہ ساز چاہت دے جو میرے آنچل کو ستاروں کے سے بھر دے میرے لیے وفا کے طشت میں تازہ ہواؤں کا مرمریں جھونکا ثابت ہو۔"

اناوتی جب خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے درگاوتی کہنے لگی۔

"بیٹی تو ٹھیک کہتی ہے۔ نندیال برا آدمی نہیں ہے۔ خوب صورت ہے پھر سب بڑھ کر یہ کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ اس نے کہیں تمہیں دیکھا تھا تب سے تمہیں چاہ رہا۔ اس نے شادی بیاہ کا پیغام بھجوایا ہے اور پھر یہ بھی یاد رکھو جسے پیا چاہے وہی سہاگن تمہارے پتاجی یہ بھی کہہ رہے تھے کہ وہ بڑے اچھے پربھاؤ اور طبیعت کا مالک ہے۔ سند چھیلا روپ ونت ہے۔ رندھیر دلیر ہے دھرماتما ہونے کے ساتھ ساتھ شبھ خصلت بھی رکھ ہے۔ اسے کسی ایسی بیوی کی تلاش ہے جو گن ونتی اور سگھڑ ہو۔"

جب تک درگاوتی بولتی رہی عجیب سے انداز میں اناوتی اس کی طرف دیکھتی رہی جب خاموش ہوئی تب طنزیہ سے انداز میں اناوتی بول پڑی۔

"کیا پتاجی نے نندیال کو دیکھ رکھا ہے؟"

درگاوتی منہ سے کچھ نہ بولی اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا جواب میں مسکراتے ہوئے اناوتی پھر کہنے لگی۔

"پھر پتاجی کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ رندھیر ہے دھرماتما ہے شبھ خصلت کا آدمی ہے۔ سندر چھیلا روپ ونت ہے۔ اب یہ تو ایشور ہی جانتا ہے رندھیر ہے کہ پدوڑا دھرماتما ہے یا اپرادھی بلونت ہے یا بودا اور ماڑا۔

فی الوقت میں اس شادی سے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اگر آپ میری پسند اور ناپسند ہی جاننا چاہتی ہیں تو میں کسی ایسے نوجوان سے شادی کروں گی جو پہلے سے میرا دیکھا بھالا ہو اس کے مزاج اس کی طبیعت اس کے پربھاؤ اس کے اٹھنے بیٹھنے کے انداز سے میں واقف ہوں میں کسی ایسے جوان سے بھی شادی نہیں کروں گی جو میرا دفاع تو بہت دور کی بات اپنا دفاع تک کرنے کے قابل نہ ہو۔ جیتور کا راجہ نندیال جو رانا سنگھا کے بھائی پرتھوی راج کا بیٹا ہے وہ مجھے پسند کرتا ہے مجھے چاہنے لگا ہے۔ تو اس کی یہ چاہت یہ محبت یک طرفہ ہے میری طرف سے اس میں کوئی دلچسپی نہیں اس نے اگر مجھے دیکھا ہوا ہے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے میں اس کی صورت سے ناآشنا ہوں فی الوقت میں اس سے شادی کرنے کے لیے کسی ہاں اور نہ میں جواب دینے کے قابل نہیں ہوں۔ فی الحال پتاجی سے کہیں کہ اس معاملے کو التوا میں ڈالیں پھر دیکھیں حالات کیسی صورتحال ہمارے سامنے لاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میری ماتا اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کرے گی۔

رانی درگاوتی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی بڑے پیار سے اس نے اپنا ہاتھ اناوتی کے سر پر

رکھا پھر ماتا اور شفقت بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"میری پتری میں پوری طرح تمہارے ساتھ ہوں اگر فی الوقت تم اپنی شادی کا فیصلہ نہیں کرنا چاہتی تو جیسا تم چاہو گی ایسا ہی ہوگا میں تمہارے پتا جی کو فی الحال اس معاملے التواء میں ڈالنے پر آمادہ کر لوں گی۔" اس کے ساتھ ہی رانی درگاوتی اس کمرے سے نکل گئی تھی۔

رانی درگاوتی کے جانے کے تھوڑی دیر بعد تک اس کمرے میں خاموشی چھائی رہی پھر گفتگو کا آغاز راجکماری اناوتی نے کیا تھا۔ ستیو ودھیا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"ودھیا! میرے من میں اس وقت ایک تجویز سما رہی ہے اور اگر......"

ستیو ودھیا فوراً بول پڑی اور راجکماری اناوتی کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

"راجکماری کیسی تجویز ہے جو اس وقت آپ کے من میں آ رہی ہے۔"

اس پر راجکماری اناوتی نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگی۔

"ودھیا میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی ایسا آدمی ہو جو میرا پریت بھرا پیغام لے کر تاج الدین کے پاس جایا کرے اس سے جا کر میرے دل کا حال کہے تا کہ جب کبھی یہاں حالات میرے لیے خراب ہو جائیں اور مجبوراً مجھے یہاں سے بھاگ کے احمد آباد میں تاج الدین کا رخ کرنا پڑے تو اس وقت کم از کم پریت اور محبت کے لحاظ سے میں اور تاج الدین دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ ہوں۔"

ستیو ودھیا نے اس موقع پر بڑی حیرت اور تعجب سے اناوتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"راجکماری آپ کی ریجھ آپ کی پریت اگر یہاں تک ہی بڑھی ہوئی تھی تو آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی وہیں رہتیں۔ تاج الدین کے پاس رہتے رہتے یقیناً اگر آپ

کو تاج الدین سے محبت ہو گئی تھی تو یقیناً تاج الدین بھی آپ کی محبت کو دیکھتے ہوئے آپ کی طرف مائل ہوتا۔ میں سمجھتی ہوں آپ نے یہاں آ کر اپنے من کو جیون کے سنتوش اور شانتی سے محروم کر دیا۔"

راجکماری اناوتی اپنی نشست پر کسمسائی کہنے لگی۔

"ستیو ودھیا میں تمہاری تجویز سے اتفاق نہیں کرتی۔ جس وقت میں احمد آباد میں تھی میں وہاں سے روانہ ہونے لگی تھی اس وقت میرے دل میرے من میں تاج الدین کے لیے نہ پریت تھی نہ کرودھ نہ نفرت۔ جس وقت اس نے سرحد کے قریب آ کر تاتار خان کے آدمیوں سے میری عزت میری جان بچائی اور اس نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ میری عزت کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز خیال کرتا ہے تب اس موقع پر ایک جذبہ میرے دل میں ضرور اٹھا تھا لیکن افسوس میں اس جذبے کو محبت کا نام نہ دے سکی۔ میری بدبختی کہ میں اس موقع پر اس کی بہترین کارگزاری کا شکریہ ادا کر کے اس کے ساتھ نہ چلی گئی اور ادھر آ گئی۔

احمد آباد میں قیام کے دوران اکثر و بیشتر جب ہم لوگ اکٹھے بیٹھتے تھے تو نجیب الدین کے علاوہ کلثوم اور تاج الدین ہمارے مذہب سے متعلق تفصیل بتاتے ہوئے اس میں عیب اور خامیاں نکالتے تھے اس وقت میں چپ رہتی تھی جب ادھر روانگی سے متعلق تاج الدین نے مجھے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک کتاب دی اور یہ بھی کہا کہ اس کتاب کی رو سے میں مختلف مذاہب کا تقابلی جائزہ پڑھوں۔ یہاں آنے کے بعد میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا راج مندر کے پنڈت سے بھی کئی دن تک جا کر مباحثہ کرتی رہی آخر میں اس نتیجے پر پہنچی کہ احمد آباد قیام کے دوران جو کچھ نجیب الدین یا تاج الدین نے کہا وہ سو فیصد درست ہے۔ اس انکشاف کے بعد جو جذبہ میرے دل میں تاج الدین کے لیے پہلے سے پیدا ہو چکا تھا اس نے شدید محبت اور انتہاء درجہ کی پریت کی حیثیت اختیار کر لی اب میں سمجھتی ہوں کہ میں تاج

الدین کے لیے پیدا ہوئی ہوں اور وہ اگر مجھے نہ ملا تو شاید میری زندگی کے دن بھی پورے جائیں گے۔"

ستیو ودھیا کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

"راجکماری میری نگاہ میں ایک آدمی ہے جو مسلمانوں کی سلطنت کے علاقے خوب واقف ہے۔ میری بستی شعلہ پور کا ہی رہنے والا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں کسی دن ا سلسلے میں اس سے بات کرنے کے بعد اس کو آپ کے پاس لاؤں مجھے امید ہے کہ جو پیغام آپ تاج الدین کے لیے بھیجنا چاہیں گی وہ بڑی ایمانداری اور دیانتداری سے اس پہنچائے گا۔"

راجکماری اناوتی نے چونکنے کے انداز میں ستیو ودھیا کی طرف دیکھا' پھر اس کو گلے لیا اس کی پیشانی چومی اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ستیو ودھیا! اگر تو اس آدمی کو لے کر میرے پاس آئے اور وہ میرا کہا مانتے ہو۔ احمد آباد جا کر تاج الدین سے ملنے کے لیے آمادہ ہو جائے تو میں سمجھتی ہوں میری سار مشکلیں حل ہو جائیں گی۔"

ستیو ودھیا اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

راجکماری اس وقت تو آپ آرام کریں میں آج نہیں تو کل اس شخص سے بات کردا گی پھر اسے اپنے ساتھ آپ کے پاس لے کر آؤں گی۔" اس کے ساتھ ہی ستیو ودھیا ا کمرے سے نکل گئی تھی جبکہ راجکماری اناوتی بھی گہرے خیالوں میں کھوتے ہوئے ا مسہری پر دراز ہو گئی تھی۔

نجیب الدین مارتھا' تاج الدین اور کلثوم ایک ساتھ بیٹھے گریلو موضوعات پر گفتگو کر رہے تھے کہ حویلی میں تاج الدین کی سوتیلی ماں سفینہ خاتون کے علاوہ بھائی حسن اور بہن اریبہ داخل ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی چاروں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے' تاج الدین نے دیکھا اس کی سوتیلی ماں سفینہ اداس اور غمزدہ تھی۔ حسن اور اریبہ کی حالت بھی ایسی ہی ہو رہی تھی۔ حسن نے ..ر آنے کے بعد باری باری نجیب الدین اور تاج الدین سے مصافحہ کیا سفینہ اور اریبہ مارتھا اور کلثوم سے گلے ملیں جب سب بیٹھ گئے تب بڑی ہمدردی اور پیار سے تاج الدین نے سفینہ خاتون کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"اماں! خیریت تو ہے آپ کا چہرہ بتاتا ہے کہ آپ کسی حادثے سے ہو کے گزری ہیں' حسن اور اریبہ کی حالت بھی معمول جیسی نہیں ہے کیا بات ہے بتائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تاج الدین کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ سفینہ خاتون بے جاری پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ اس کی اس حالت نے تاج الدین' نجیب الدین مارتھا اور کلثوم سب کو پریشان اور فکرمند کر دیا تھا۔ اریبہ بھی رونے لگی تھی۔ غم اور دکھ کے باعث حسن کی گردن بھی جھک گئی تھی۔ تاج الدین اپنی جگہ سے اٹھا سفینہ خاتون کے پاس آیا اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے پھر بڑی اپنائیت میں اسے مخاطب کیا۔

"اماں! یوں میرے سامنے مت رو۔ تم میری ماں ہو۔ اگر تمہیں کسی نے دکھ دیا ہے تو

کہو میں اس سے تمہارا انتقام ضرور لوں گا۔ اگر کسی نے تمہاری بے حرمتی کی ہے تمہارے ساتھ بدسلوکی کا مظاہرہ کیا ہے تو میں تمہارا بیٹا زندہ ہوں بولو کیا معاملہ ہے۔''

تاج الدین کے ان الفاظ پر سفینہ خاتون نے اپنے آپ کو سنبھال لیا کچھ کہنا چاہتی کہ اپنے آنسو خشک کرتی ہوئی اریبہ بول پڑی۔

''بھائی! اماں کیا بتائے گی یہ آپ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے بھائی کے بچوں کو پالتی رہی اس نے ہمیشہ آپ سے نفرت کی اور جب کبھی میں نے اماں سے یہ کہا کہ بھائی اس گھر کے ایسے ہی حقدار ہے جیسے حسن تب اکثر و بیشتر میری ماں مجھے ڈانٹ دیا کرتی تھی۔ پر میں ماں کی اس ڈانٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے بھائی پھر بھی آپ کی طرف داری کرتی تھی۔ پر آج اماں کی آنکھیں کھل گئی ہیں اپنے بھائی کے جن بیٹوں کو یہ ساری عمر کھلاتی رہی آج اس کے پاس آئے اور جو کچھ اس کے پاس جمع جتھہ زیور نقدی کی صورت میں تھا سب چھین کر لے گئے۔

سفینہ خاتون اب تک اپنے آپ کو کافی سنبھال چکی تھی' اریبہ جب خاموش ہوئی تو تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

تاج الدین میں تمہاری گنہ گار اور مجرم ہوں بیٹے! میں ایسی بدبخت خاتون ہوں اپنوں کو نظر انداز کر کے میں نے ہواؤں سے رفاقت کا عہد کر لیا تھا۔ پیلے اداس پتوں کے پیچھے بھاگتی رہی جن پودوں کو ساری عمر خون پلاتی رہی وہ ببول نکلے' جن سے میں ان کا حق سے اوس کی بوندیں بھی چھینتی رہی وہ پھول نکلے۔ میں اپنوں کو دکھ دے کر دوسروں کے دکھ بانٹتی رہی اور آج اپنی لگائی ہوئی آگ میں جل مری۔ جنہیں میں کھلاتی پلاتی رہی عزت دار نفرت کے بیوپاری ثابت ہوئے۔ میں ایک بدبخت عورت ہوں اپنوں کی ہنسی چھین کر انہیں دکھ دیتی رہی اوروں کے لیے سامان عیش فراہم کرتی رہی اپنوں کے لیے گہری چوٹ کا روگ اور دکھ کی ویرانیاں پالتی رہی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سفینہ خاتون رکی' بجھے ہوئے شعلے کی طرح اداس غمزدہ سی خاموش ہوئی پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''ہائے میرے بدبخت بھائی کے بیٹوں نے ہی میرے گھر کے امرت جیسے ماحول میں زہر گھول کے رکھ دیا ہے۔

بیٹے! میرے پاس جس قدر جمع شدہ پونجی تھی وہ سب لوٹ کر لے گئے ہیں ساتھ ہی دھمکی بھی دے گئے ہیں کہ اگر میں نے ان کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کی ابتدا کی تو وہ میرے بیٹے حسن کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ وہ اس لیے بھی مطمئن ہیں کہ تمہارے ساتھ میرے تعلقات اچھے نہیں ہیں اور تعلقات کی اس خرابی نے ان کو اور دلیر اور بے باک بنا کے رکھ دیا ہے۔ بیٹے کچھ کرو ان سے ہماری پونجی واپس لے کر دو۔''

تاج الدین مسکرایا سفینہ خاتون کے کندھے دبائے پھر کہنے لگا۔

''اماں تم فکر مند کیوں ہوتی ہو وہ لوگ خواہشوں کی تکمیل کے لالچ اور زہر پھیلانے والے ارادوں میں ڈوبے ہوئے تھے اگر وہ آپ کے مال پر قبضہ کر کے اسے راتب ہیزم کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں تو پھر لعنت بھیجو بھول جاؤ انہیں۔ ایسے لوگ حرام کا مال کھانے کے بعد زیادہ عرصہ پھل پھول نہیں سکتے اور بہت جلدی مریل بے جان بوڑھوں اور لرزیدہ لاغر کندھوں سے بھی بدتر ان کی حالت ہو جاتی ہے۔

اماں آنے کو تو میں ان کے خلاف حرکت میں آ جاؤں گا اور لمحوں کے اندر تمہاری لوٹی ہوئی دولت ان سے حاصل بھی کر لوں گا لیکن اگر میں ایسا کروں گا تو لوگ کہیں گے کہ تاج الدین اپنے ماموں کے بیٹوں کے خلاف حرکت میں آنے کی گھٹیا سازش میں شریک ہو گیا۔ ماں ٹھیک ہے تمہارا رویہ میرے ساتھ درست نہیں رہا مگر تم ہو تو میری ماں اور تمہارے ناطے سے وہ میرے ماموں زاد ہی بنتے ہیں۔ ماں تم غمزدہ اور فکر مند مت ہو۔ جس قدر

تمہارا سامان لٹا ہے اس کی تلافی کر دی جائے گی۔

سفینہ خاتون تاج الدین کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ حویلی صحن میں کھنکھناتے ہوئے حیدر خان نمودار ہوا۔ وہ حویلی کے صحن میں آ کر رک گیا اور آواز میں نجیب الدین اور تاج الدین کو اس نے پکارا تھا۔ اس پر تاج الدین اس کمرے باہر نکلا جس میں بیٹھ کر وہ باتیں کر رہے تھے۔ حیدر خان کو اس نے وہیں آنے کے لئے حیدر خان جس کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک بڑی خرجین تھی اسے لہراتا ہوا آگے بڑھا۔ جانے کے بعد اس نے باری باری نجیب الدین' تاج الدین اور حسن سے ہاتھ ملایا پھر وہ الدین کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اس موقع پر تاج الدین نے اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد خان کو مخاطب کیا۔

''حیدر خان میرے محترم خیریت تو ہے؟ اور یہ جو آپ نے چرمی خرجین پکڑ رکھی اس میں کیا ہے؟''

حیدر خان جواب میں مسکرایا اور کہنے لگا۔

پہلے جم کر بیٹھنے تو دو تم نے تو فوراً سوال داغنے شروع کر دیے ہیں میں تم سب کے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔'' پھر حیدر خان نے مارتھا کی طرف دیکھا اور اسے مخا کر کے کہنے لگا۔

''مارتھا میری بہن تمہارے چچا کی طرف سے ایک شخص آیا تھا تمہارے باپ کا قدر اثاثہ تھا تمہارے چچا کے پاس تھا اس شخص کے ہاتھ اس نے میری طرف بھجوا دیا۔ جو خرجین میرے ہاتھ میں ہے اس میں تمہارے باپ کا ہی اثاثہ ہے' زیورات اور دوسری سی قیمتی اشیاء ہیں۔ جو شخص لے کر آیا ہے وہ تو واپس جا چکا ہے میں تمہیں یہ چیزیں دی لیے آیا ہوں اس کے ساتھ ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر حیدر خان نے چمڑے کی وہ بھاری

مارتھا کے سامنے رکھ دی تھی۔

مارتھا نے خرجین پر ہاتھ پھیرا مگر اس کا منہ نہیں کھولا پھر نہ جانے اس کو کیا ہوا اپنی جگہ سے اٹھی اور چمڑے کی وہ خرجین اس نے مسکراتے ہوئے چپ چاپ تاج الدین کی گود میں رکھ دی تھی۔

اس کی اس حرکت پر تاج الدین ہلکے ہلکے مسکرانے کے انداز میں سب کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اس نے مارتھا کو مخاطب کیا۔

''مارتھا یہ کیا حرکت ہوئی بھئی اس خرجین میں سرمایہ نقدی اور جو کچھ دوسری قیمتی اشیاء ہیں ان کی مالک تم ہو اور اپنی یہ قیمتی چیزیں تم میری گود میں رکھ رہی ہو اپنی خرجین لو اور اسے سنبھال لو۔''

تاج الدین کی اس گفتگو پر مارتھا بھی مسکرا رہی تھی پھر حیدر خان نے بولنے میں پہل کر دی تھی۔

''تاج الدین میرے بھائی مارتھا نے اپنے اس ردعمل سے اپنی وفاداری' اپنی جاں نثاری اور تم سے محبت اور چاہت کا اظہار کر دیا ہے۔

میرے عزیز بھائی اب تو یہ بات سب لوگوں کے کانوں تک پہنچ چکی ہے کہ مارتھا بے پناہ انداز میں تمہیں چاہتی ہے۔ تم سے محبت کرتی ہے اور یہ کہ تم دونوں ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا ارادہ کر چکے ہو۔ اس موقع پر جو مارتھا نے نقدی اور جواہرات و قیمتی اشیاء کی خرجین اٹھا کر تمہاری گود میں رکھی ہے تم سے اس کی بے پناہ محبت اور چاہت بلکہ ایک گونہ خلوص کا اظہار بھی ہوتا ہے۔''

سب کی نظریں چراتے ہوئے تاج الدین نے ہاتھ کے اشارے سے مارتھا کو اپنے پاس بلایا' مارتھا مسکراتے ہوئے اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی' تاج الدین کے سامنے آن کھڑی

ہوئی، تاج الدین نے دونوں ہاتھوں میں چرمی خرجین اٹھائی پھر مارتھا کو مخاطب کرتے
کہنے لگا۔

''مارتھا! اس وقت ہم اپنوں کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں تم نے جو خرجین میری گود
کر مجھ سے خلوص، چاہت اور محبت کا اظہار کیا ہے اس کی قیمت نہیں چکائی جا سکتی۔ اس
کے لیے میں جس قدر تمہارا ممنون اور شکر گزار رہوں اتنا ہی کم ہے یہ اس وقت چونکہ سب
ہیں خرجین لو اس کا منہ کھولو ساری چیزیں باہر نکالو تا کہ سب دیکھیں اس میں ہے کیا۔''

مسکراتے ہوئے مارتھا نے خرجین لے لی پھر ایک طرف سے ایک چادر اس نے
تہہ کی سب کے درمیان اسے بچھایا پھر خرجین کا منہ کھول کر اس نے اسے اس چادر پر ا
تھا۔ خرجین کے اندر سے سنہری سکوں کی ایک بھاری رقم کے علاوہ اس میں قیمتی جو
زیورات اور کچھ دیگر نادر اشیاء بھی تھیں۔ ان ساری چیزوں کو دیکھتے ہوئے سب لوگ
رہے تھے مسکرا رہے تھے۔ اس موقع پر مارتھا نے کچھ سوچا پھر تاج الدین کو مخاطب
ہوئے کہنے لگی۔

''اگر آپ اجازت دیں تو اس موقع پر بولتے ہوئے اپنی ماں سفینہ خاتون سے کچھ

تاج الدین نے سنجیدگی سے مارتھا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اماں سے کچھ کہنے کے لیے مارتھا تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں
تم کیا کہنا چاہتی ہو۔''

تاج الدین کے ان الفاظ پر مارتھا خوش ہو گئی تھی پھر اس نے سفینہ خاتون کی
دیکھا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے انتہائی اپنائیت میں کہہ رہی تھی۔

''اماں دیکھ لو اللہ کتنا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ تمہارے بھائی کے بیٹو
تمہیں جو مالی نقصان پہنچایا اللہ نے اس کی کیا خوب کمی پوری کر دی اور کتنے عمدہ ا

ازالہ کیا ہے۔ اماں یہ ساری چیزیں تمہارے سامنے پڑی ہیں ان میں سے جس قدر بھی تم
حسن اور اریبہ کے لیے لینا چاہتی ہو لے لو۔ کوئی تمہارا ہاتھ نہیں پکڑے گا اگر تم یہ ساری
بھی اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتی ہو تو میں یہ تاج الدین کی اجازت سے سب تمہیں
کے لیے تیار ہوں اس لیے کہ تم ماں ہو اور تمہارا ہم پر حق بنتا ہے۔''

مارتھا کے ان الفاظ سے حسن اور اریبہ لا انتہا درجہ کے متاثر دکھائی دے رہے تھے پھر
اپنی جگہ سے اٹھی اور پوری طاقت اور قوت کے ساتھ وہ مارتھا سے لپٹ گئی تھی۔ اس کے
اس کی پیشانی چومی پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے اریبہ کہہ رہی تھی۔

''مارتھا! میری بہن! تمہارا یہ سلوک تمہارا یہ رویہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو بھی راہ راستہ پر
انے کے لیے کافی ہے۔ میری بہن جس خلوص جس نیک نیتی کا اظہار تم ہم سے اور ہماری
ماے کر رہی ہو یقیناً ہم اس کے قابل نہیں ہیں۔ اس خرجین میں سے جو نقدی زیورات اور
ہری قیمتی اشیا نکلی ہیں وہ میری بہن تم ان سب کی اکیلی حق دار ہو۔ ہاں اس سلسلے میں میری
ماں کیا فیصلہ کرتی ہے میں اس کے جواب کی منتظر ہوں۔ ماضی میں میری ماں سے بے شمار
غلطیاں ہوئیں میرے اور حسن بھائی کے نہ چاہنے کے باوجود یہ ہمارے بھائی تاج الدین
ے غیروں سے بھی بڑھ کر برا سلوک کرتی رہی۔ ہمارے بھائی کی فراخ دلی ہے کہ آج تک
ن بھائی نے ماں کے خلاف زبان نہیں کھولی اور اب حالات اور اس قانون فطرت نے جو
اللہ قدوس نے اس کائنات کے اندر ڈالا ہوا ہے اس نے خود بخود ماں کو اپنے اعمال کی وجہ
ے بھائی ہی کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ میری وہی ماں ہے جو کل تک اس پر بھی
ادہ نہ تھی کہ میرا بھائی گھر میں گھسے آج وہی ماں بھائی سے مدد لینے کے لیے آئی ہے۔ میں
دروغ گوئی سے کام لوں گی نہ جھوٹ بولوں گی کئی مواقع پر میں نے ماں کی منتیں کیں کہ
ائی ہمارے گھر میں آدھے کا حصہ دار ہے لیکن ماں نہ مانی۔ کئی مواقع پر ماں کے ساتھ

میری اور حسن بھائی کی تکرار لڑائی جھگڑا بھی ہوا' کئی مواقع پر ہم دونوں بہن بھائی نے گھر چھوڑ کر بڑے بھائی تاج الدین کے پاس آنے کا فیصلہ کیا مگر یہ سوچ کر چپ ہو رہے کہ اکیلی رہ جائے گی- آج جو حالات ہیں وہ سب کے سامنے ہیں- ان حالات کا فیصلہ میں ماں پر چھوڑتی ہوں دیکھتی ہوں یہ کیا فیصلہ کرتی ہے-''

سفینہ خاتون کچھ دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر مارتھا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی-

مارتھا میری بیٹی جن جذبات کا اظہار تم نے کیا ہے اس کے لئے ممنونیت کے طور پر جس قدر بھی اچھے الفاظ استعمال کروں کم ہیں بیٹی! میری بدبختی یہ ہے کہ نہ جانے انجانے اجالوں کو چھونے کی خاطر میری نظر رشتوں کی تعظیم سے عاری ہوگئی- میں بدبخت عورت ہوں جو ماما کی تقدیس کے تقاضے پورے نہ کرسکی اور اپنوں ہی کے لیے میری رنگ روشنی زنگ خوردہ زندگی کی صدا بن کے رہ گئی- جن لوگوں نے مجھے سانپ کی طرح انہیں میں نوازتی رہی اور جو برے وقت میں میرے کام آنے والے تھے ان کے لیے سانسوں کی تھکن مایوسی اور ندامت کا آنسو بن کے رہی-

''بیٹی! جو تم نے پیش کش کی ہے اسے میں کیسے قبول کرسکتی ہوں مجھے وہ رات زندگی نہ بھولے گی جب پہلی بار میرا بیٹا تاج الدین تمہیں دشمنوں کے ہاں سے نکال کر اپنے ہاں تھا اس رات میں نے جو تم سے بے اعتنائی برتی تھی وہ میرے لیے زندگی بھر کا روگ ہے- نجانے کیوں اس روز میں اپنی تنگنائے خیال میں بدبختی کی پرچھائیوں میں کھو گئی اگر میں اس رات کے اپنے سلوک اور رویے کو دیکھوں تو میں اس قابل ہوں کہ تم سب مجھے جوتے مار کر یہاں سے نکال باہر کرو-

بیٹی یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ یہ چیزیں جو تمہارے لیے تمہارے باپ کی پونجی ہیں

ہیں ان میں سے میں کچھ قبول نہیں کروں گی- اس لیے کہ آج تک میں نے تمہیں کچھ دیا نہیں تو تم سے لینے کی بھی حقدار نہیں ہوں-''

اس موقع پر تاج الدین نے لمحہ بھر کے لیے مارتھا سے سرگوشی کی جس کے جواب میں مارتھا کے لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی اپنی جگہ پر اٹھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی-

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی تو اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی ایک تھیلی تھی وہ تھیلی لا کر اس نے تاج الدین کو تھما دی تاج الدین نے وہ تھیلی سفینہ خاتون کی گود میں رکھی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''اماں اگر تم مارتھا کے مال میں سے کچھ لینا پسند نہیں کرتی ہو تو یہ جو تھیلی ہے اس میں اچھی بڑی رقم ہے اماں یہ رقم میری ذاتی ہے- اس میں سے کچھ رقم مجھے جنگوں میں حصہ لینے کی وجہ سے ملی کچھ مجھے سلطان کی طرف سے انعام کے طور پر دی گئی- یہ ساری رقم تم رکھ لو اس پر تمہارا حق بنتا ہے- اس لیے کہ میں تمہارا بیٹا تم میری ماں ہو اور بیٹے کا ماں پر کوئی احسان نہیں ہوتا-''

اس موقع پر تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے سفینہ خاتون کچھ کہنا چاہتی تھی کہ تاج الدین پھر بول پڑا-

''اماں! میرا آپ سے التماس ہے کہ اب اس موضوع پر کوئی گفتگو نہ کرنا یہ جو تھیلی ہے یہ مال سے کہیں زیادہ ہے جو آپ کے بھائی کے بیٹے آپ سے چھین کے لے جا چکے ہیں جو کچھ وہ لے گئے ہیں اس پر لعنت بھیجو-''

سفینہ خاتون خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر اس نے گردن سیدھی کی لمحہ بھر کے لیے اس نے اپنے بیٹے حسن اور اریبہ کی طرف دیکھا ادھر سے کوئی اشارہ نہ پا کر اس نے پھر تاج

الدین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا-

''بیٹے !اس تھیلی کو قبول کرنے کے لیے میری ایک شرط ہے-''

سفینہ خاتون کے ان الفاظ پر حسن اور اریبہ' مارتھا اور تاج الدین بھی چونکے تھے-
خاتون پھر بول پڑی-

''بیٹے ! میں یہ تھیلی اس وقت قبول کروں گی جب تم اور مارتھا دونوں اپنی حویلی جا کے قیام کرو-''

تاج الدین سنجیدہ ہو گیا تھا کچھ سوچا پھر کہنے لگا-

''اماں !تم ماں ہو ہم دونوں کو زبردستی بھی حویلی میں لے جا سکتی ہو میں ماں کے ر
سر اٹھانے کی ہمت اور جرات نہیں رکھتا مگر اماں میں ایک بات کھل کے آج کہنا چاہتا
آپ کے پاس حسن ہے اریبہ ہے- ان دونوں کے دم سے آپ کے ہاں پوری حویلی
رونق ہے-عم نجیب الدین کی طرف دیکھیں اس پوری اور کافی بڑی حویلی میں یہ صرف د
باپ بیٹی ہی رہتے تھے-اب نجیب الدین نے مجھے بیٹا کہا ہے-تو اماں ضد نہ کرنا میں
حیثیت سے یہیں رہوں گا-''

تاج الدین کے ان الفاظ پر نجیب الدین اور کلثوم مسکرا رہے تھے- مارتھا' حس
اریبہ بھی پرسکون تھے-جواب میں سفینہ خاتون بول پڑی-

''بیٹے ! میں تیرے احسان تیری قربانی کو سلام کرتی ہوں اگر تو یہاں رہنا چاہتا
میں تیرے راستے کی رکاوٹ نہیں بنوں گی-''

سفینہ خاتون کا جواب سن کر سب خوش ہو گئے تھے-تھوڑی دیر خاموشی رہی پھ
الدین نے سفینہ خاتون کو مخاطب کیا-

''اماں ! میں حسن اور اریبہ کا بڑا بھائی ہوں کیا آپ مجھے اجازت دیتی ہیں ک

یوں کے رشتے میں کہیں اپنی مرضی سے کروں-''

تاج الدین کے ان الفاظ پر حسن اور اریبہ چونک پڑے تھے- سفینہ نے مسکراتے
ے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی-

''میرے بیٹے ! یہ دونوں تمہارے بہن بھائی ہیں ان کے لیے جو کچھ کرنا ہے میرے
ے تم نے ہی کرنا ہے-'' اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا-

''اماں اگر یہ بات ہے تو میں اپنے بھائی حسن کے لیے کلثوم کو پسند کر چکا ہوں مجھے
ید ہے کہ آپ کو بھی اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا- اس سلسلے میں کلثوم کو تو نہیں پتہ
ن عم نجیب الدین کے ساتھ اس سلسلے میں میں علیحدگی میں پہلے سے بات کر چکا ہوں اور
ہوں نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا ہوا ہے- اب بولو اماں تم کیا کہتی ہو-''

سفینہ خاتون مسکرائی وہ بے پناہ خوشی کا اظہار بھی کر رہی تھی مسکراتے ہوئے کہنے لگی-

''میں کون ہوتی ہوں کچھ کہنے والی جو فیصلہ تم نے کر دیا ہے میرے بچے وہ ہم سب
ے لیے آخری ہے-'' سفینہ خاتون کے اس جواب پر سب خوش ہو رہے تھے- حیدر خان جو
ی تک بالکل سنجیدہ بیٹھا سب کچھ خاموش سن رہا تھا- پہلی بار اس نے گفتگو میں حصہ لیتے
ئے سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا-

''میں اب تک بالکل خاموش بیٹھا رہا ہوں آپ سب کی باتیں سنتا رہا ہوں میں یہی
نتا رہا ہوں کہ میں یہاں بیٹھا ہی نہیں ہوا- اب جو فیصلہ ہوا ہے اس کے بعد مجھے بولنے کی
ہمت ہوئی ہے-'' پھر حیدر خان رکا اور سفینہ خاتون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''سفینہ خاتون ! تاج الدین جیسے بیٹے کسی خوش قسمت ماں ہی کو نصیب ہوتے ہیں-
ج الدین کی حالت دیکھتے ہوئے میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ اس کے حوالے سے میں آپ
بات کروں لیکن خدا گواہ ہے لوگوں نے مجھے یہ کہہ کر ڈرا رکھا تھا کہ آپ بڑی تند خو' تیز

اور سخت مزاج کی خاتون ہیں لہٰذا میری ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ میں آپ کے پاس آ کر تا
الدین کے سلسلے میں بات کروں۔ اب جو معاملہ آپ کا تاج الدین کے ساتھ طے ہوا ہے
یوں جانیں آج میرے سکون میری طمانیت اور میری خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے اس لیے
کہ میں تاج الدین کو اپنا چھوٹا سگا بھائی سمجھتا ہوں۔''

حیدر خان جب خاموش ہوا تب تاج الدین نے سفینہ خاتون کی طرف دیکھتے ہوئے
پھر کہنا شروع کیا۔

''اماں! حسن اور کلثوم کا معاملہ تو کلیئر ہوا۔ حسن کے لیے کلثوم سے بہتر کوئی لڑکی اما
ہمیں مل ہی نہیں سکتی۔ اب معاملہ رہ گیا میری بہن اریبہ کا تو''

حیدر خان پھر بول پڑا اور تاج الدین کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''تاج الدین اریبہ سے متعلق ابھی کوئی گفتگو نہ کرو جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ میں جا
ہوں'' پھر سفینہ خاتون کی طرف دیکھتے ہوئے حیدر خان کہہ رہا تھا۔

سفینہ خاتون میرے خداوند نے چاہا تو عنقریب اپنی بہن اریبہ کے سلسلے میں ہم آپ
ایک اچھی بلکہ بہترین خبر سنائیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی حیدر خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا ا
کہنے لگا۔

''میں اب جاتا ہوں۔''

تاج الدین نے حیدر خان کو بات پوری نہ کرنے دی اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا کہنے لگا

''نہیں بھائی رات کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھا کر جائیں گے۔''

اس پر حیدر خان مسکراتے ہوئے بیٹھ گیا۔

پھر تاج الدین کے کہنے پر مارتھا نے سارا سامان سمیٹ کر سنبھال لیا مارتھا کلثوم
اریبہ تو مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں جبکہ نجیب الدین' حیدر خان' تاج الدین' حسن اور سف
خاتون وہیں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے تھے۔

بانسا نوالہ' دونگل پور اور پاکر کے راجاؤں کی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اور تباہی کا
ب سے زیادہ دکھ اور صدمہ کاکرون کے راجہ وکرم کو ہوا تھا۔ تینوں راجاؤں کی شکست کے
ند دن بعد تک اس نے خوب تیاری کی پھر اپنے سپہ سالار اعلیٰ رام جی کو ایک جرار لشکر دیا
ا کہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر انہیں ویسا ہی نقصان پہنچائیں جیسا دونگل پور'
انسا نوالہ اور پاکر کے راجاؤں کو ہوا ہے۔

ساتھ ہی کاکرون کے راجہ وکرم نے تیز رفتار قاصد بال کے راجہ رائے سنگھ اور جیتور
ے راجہ نندیال کی طرف روانہ کیے اور انہیں مسلمانوں پر اپنے حملہ آور ہونے کی اطلاع
ینے کے ساتھ ساتھ ان دونوں سے استدعا کی کہ وہ بھی اپنی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور
و جائیں۔ کاکرون کے راجہ وکرم کا خیال تھا کہ جب دو طرف سے مسلمانوں کی سلطنت پر
لے کیے جائیں گے تو مسلمان شاید اس دباؤ کو برداشت نہ کر سکیں اور راجاؤں کے ہاتھوں
ست کھا جائیں۔ اس طرح راجہ مسلمانوں سے اپنی من مانی شرائط منوانے کے قابل ہو
ائیں گے۔

بال کا راجہ رائے سنگھ مسلمانوں کی طاقت اور قوت سے آگاہ تھا وہ جنگ کی ابتدا نہیں
رنا چاہتا تھا مسلمانوں سے ٹکرانے کے لیے وہ کسی مناسب وقت کا منتظر تھا۔ اب جو
اکرون کے راجہ وکرم کی طرف سے اسے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی التجا وصول ہوئی تب

وہ اپنی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہو گیا ساتھ ہی اس نے جیتور کے راجہ نندیال کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ نندیال چونکہ رانا سانگا کا بھیجا تھا لہذا نندیال نے اپنے کچھ قاصد جے پور کی طرف روانہ کیے وہاں رانا سنگھ کا بیٹا برتنسی حکمران تھا۔ نندیال نے اس سے بھی مسلمانوں کے خلاف مدد طلب کی۔

دوسری جانب بال کے راجہ رائے سنگھ نے اپنے قاصد اجین کے راجہ سلہدی کی طرف روانہ کیے اور اسے بھی کہا کہ وہ در پردہ اور خفیہ رہ کر اپنے لشکر کا کچھ حصہ اس کی طرف روانہ کرے تاکہ مسلمانوں پر کاری ضرب لگائی جا سکے۔

راجہ سلہدی کا بیٹا منگل راج پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لیے تلا بیٹھا تھا اس لیے کہ اس سے پہلے اسے تاج الدین کے ہاتھوں نہ صرف یہ کہ بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا بلکہ اس کا بھائی کچھمن داس بھی اس جنگ میں مارا گیا تھا۔ لہذا اپنے باپ سے مشورہ کرنے کے بعد خفیہ طور پر منگل راج حرکت میں آیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے وہ رائے سنگھ اور نندیال کے متحدہ لشکر میں جا شامل ہوا۔ ساتھ ہی جے پور کے راجہ برتنسی سے بھی ایک کافی بڑا لشکر نندیال کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس طرح نندیال، رائے سنگھ اور منگل راج کے پاس ایک خاصی مستحکم قوت جمع ہو گئی تھی جس کے ساتھ وہ مسلمانوں پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگے تھے۔

ان سارے حالات کی خبر جب مخبروں نے سلطان کو دی تب سلطان نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جب سارے سالار کیا چھوٹے کیا بڑے سلطان کے سامنے آن بیٹھے تب سلطان نے مخبروں کی بتائی ہوئی صورت حال کی تفصیل اپنے سالاروں سے کہہ دی تھی۔

سلطان جب ساری تفصیل کہہ چکا تب ردعمل کے طور پر سب سے پہلے تاتار خان نے

سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''سلطان محترم! دشمن ہمارے خلاف دو محاذ کھڑے کر رہا ہے۔ ان دو محاذوں میں سے ایک آپ میرے سپرد کریں میں اپنے ساتھ سلطان عالم اور علی خراسانی کو رکھ لوں گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ دو محاذوں میں سے جس پر بھی آپ مجھے روانہ کریں گے میں وہاں دشمن پر آپ کی خواہشوں کے مطابق ضرب لگاؤں گا۔ جہاں تک دوسرے محاذ کا تعلق ہے تو اس کے لیے آپ جس سالار کا چاہے انتخاب کر لیں۔''

تاتار خان جب خاموش ہوا تب سلطان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر سلطان کی آواز سارے سالاروں کی سماعت سے ٹکرا گئی تھی۔ سلطان کہہ رہا تھا۔

''تاتار خان میں تمہاری پیش کش کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن اس بار میں نے فیصلہ کچھ مختلف کیا ہے۔ جہاں تک تمہارا اور حیدر خان کا تعلق ہے۔ تو تم دونوں میرے ساتھ رہو گے میں یہاں اپنے پاس تم دونوں کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ دشمن جو دو محاذ ہمارے لیے کھول رہا ہے اس کے لیے میں اپنے دو سالاروں کا انتخاب کر چکا ہوں۔ راجہ کا کرون کا سالار رام جی گو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ہمارے خلاف حرکت میں آیا ہے لیکن اس کی سرکوبی کے لیے میں اختیار خان کو مقرر کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ اختیار خان کا کرون کے راجہ وکرم اور اس کے سالار رام جی سے خوب نمٹے گا۔

جہاں تک دوسرے محاذ کا تعلق ہے تو اس محاذ پر بھی دو بڑی قوتیں مجتمع ہو گئی ہیں، رائے سنگھ اور نندیال۔ ان دونوں قوتوں سے ٹکرانے کے لیے میں تاج الدین کا انتخاب کر چکا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی رانا سنگھا کا بیٹا برتنسی کافی عرصے سے ہمارے حق میں ہے اس کے تعلقات بھی ہمارے ساتھ بہت عمدہ رہے ہیں اور ماضی میں وہ ایک طرح

سے ہماری ماتحتی میں رہنے کا اظہار کر چکا ہے۔ جیتور کا راجا نندیال مکمل طور پر خود مختار نہیں نیم خود مختار ہے جے پور کے راجا برتنسی ہی کے تحت آتا ہے۔ اب یہ بات بڑی پیچیدہ ہے کہ برتنسی نے اسے کیسے اجازت دے دی کہ وہ ہمارے خلاف حرکت میں آئے۔

اب صورتحال جو بھی رخ اختیار کرے دشمن سے ہمیں نمٹنا ضرور ہے۔''

سلطان لمحہ بھر کے لیے رکا پھر خصوصیت کے ساتھ تاج الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تاج الدین میرے پاس تمہارے لیے ایک خوشخبری بھی ہے۔ جو مخبر دشمن کی طرف سے ان حملوں کی خبریں لے کر آئے ہیں انہوں نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ تمہارے ماں باپ کو جن لوگوں نے قتل کیا تھا ان کے قتل کے لیے آدمی رائے سنگھ نے ہی مقرر کیے تھے۔ رائے سنگھ جانتا ہے قاتل کون تھے۔ رائے سنگھ نے قیصر خان کے کہنے پر یہ کام کیا تھا۔ قیصر خان کے تعلقات رائے سنگھ کے ساتھ بڑے عمدہ تھے اور قیصر خان اور تمہارے درمیان اختلافات ہو گئے تھے بہر حال اب رائے سنگھ ہمارے خلاف جنگ کی ابتدا کر رہا ہے۔ تاج الدین کوشش کرنا کہ رائے سنگھ کو گرفتار کرو تاکہ اس سے پوچھا جائے کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے ماں باپ کو قتل کیا۔''

''اختیار خان تمہارے نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ علی خراسانی اور سلطان عالم کام کریں گے۔ جہاں تک تاج الدین کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ حسب سابق امیر خان اور رومی خان ہوں گے۔ اس کے ساتھ میں ایک اور آدمی کو بھی روانہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھرون ہے پرتھوی راج کا بیٹا اور جیتور کے راجہ نندیال کا بڑا بھائی۔''

سلطان پھر رکا اپنے چوبدار کو بلایا۔ چوب دار جب سلطان کے سامنے آیا تو اسے مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

''پرتھوی راج کے بیٹے بھرون کو بلا کے لاؤ۔''

چوبدار فوراً مڑا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔ پرتھوی راج کا بیٹا نندیال کا بھائی اور رانا نگھا کے بیٹے برتنسی کا چچازاد بھائی بھرون چونکہ سلطان کے ہاں پناہ لیے ہوا تھا۔ سلطان شاید اسے تاج الدین کے ساتھ روانہ کر کے اس کے بھائی نندیال کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد چوب دار پھر قصر میں داخل ہوا سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطان محترم بھرون یہاں نہیں ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ یہاں سے بھاگ کر یتور کی طرف چلا گیا ہے۔ اسے خبر ہو گئی ہے کہ اس کے چھوٹے بھائی نندیال نے مسلمانوں کے خلاف حملہ آور ہونے کی تیاریاں مکمل کر لی ہیں لہذا غداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ دیال کی طرف چلا گیا ہے شاید نندیال کے ساتھ مل کر وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا اہتا ہے۔''

سلطان کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''اچھا ہوا وقت پر اسی بھرون کی غداری کا پردہ چاک ہو گیا۔ اب دیکھتے ہیں کہ یہ ارے خلاف کیسے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔''

پھر سلطان نے حیدر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''حیدر خان! اختیار خان' سلطان عالم اور علی خراسانی کو کاکرون کے راجا وکرم اور تاج رین کو رائے سنگھ اور نندیال کی طرف روانہ کرنے کی ذمہ داری میں تمہیں سونپتا ہوں۔ ں اپنے ساتھ لے جاؤ اور میری طرف سے دونوں لشکروں کو الوداع کہو۔''

اس کے ساتھ ہی سلطان نے اجلاس ختم کر دیا تھا۔

حیدر خان' تاج الدین' امیر خان' رومی خان' اختیار خان' سلطان عالم اور علی خراسانی کو

اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد تاج الدین حویلی میں داخل ہوا۔ مارتھا بے چاری کو شاید اسی کے آ
کا بے چینی سے انتظار تھا۔ صدر دروازے کے آگے جو برآمدہ نما متصف جگہ تھی اس کو
کرنے کے بعد جب وہ صحن میں داخل ہوا تب اچانک مارتھا اس کے سامنے آ گئی اور کی
پریشانی میں تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ پیدل ہی گھر آ گئے ہیں گھوڑا کہاں ہے؟''

تاج الدین آہستہ آہستہ چلتا ہوا مارتھا کے قریب آیا مسکرایا پھر دھیمے سے لہجے
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''گھوڑے کو میں نے باہر ہی باندھ دیا ہے۔ میں ایک مہم پر روانہ ہو رہا ہوں اس و
ہمیں دو مہمات درپیش ہیں۔ ایک کاکرون کے راجہ وکرم کی طرف سے اور دوسری بال
راجہ رائے سنگھ اور جیتور کے راجا نندیال کی طرف سے اور کچھ دوسرے لوگ بھی ان کی
رہے ہیں۔ کاکرون کے راجہ کی طرف ایک لشکر کے ساتھ اختیار خان جا رہا ہے جبکہ میں
خان اور امیر خان کے ساتھ بال کے راجہ رائے سنگھ اور جیتور کے راجا نندیال کا رخ کرو
میں صرف تم لوگوں سے ملنے آیا ہوں۔ میں تھوڑی دیر تک یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ
کرنے والا ہوں۔''

تاج الدین کے ان الفاظ پر مارتھا بے چاری بوڑھی ویران گلیوں میں پرانے
دروازوں جیسی اداسی شہرِ خموشاں میں چاروں طرف قبروں پر گرتے خشک پتوں جیسی ویران
ٹھٹھرتی کپکپاتی راتوں میں گہرے اندھیرے سے بغل گیر میلی محرابوں سے بھی زیادہ
اور غم زدہ ہو کے رہ گئی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی پلکوں پر آنسو کے قطرے چمکنے لگے
اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی گویا وہ زخمی پرندہ کی طرح ابھی کہ ابھی زمین پر آ ئی۔

تاج الدین بڑے غور سے اس کی حالت دیکھ رہا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر مجھے یہ خبر ہوتی کہ میرے کوچ کا سن کر تمہارا رنگ زرد اور چہرہ اتر کر ہلدی ہو
جائے تو میں باہر سے ہی کوچ کر جاتا۔ تم سے ملنے نہ آتا۔ اس طرح کوئی نہ کوئی تمہیں بتا دیتا
کہ میں لشکر کے ساتھ سرحدوں کی طرف چلا گیا ہوں اور تم صبر کر لیتی اور تمہارا روتا ہوا چہرہ کم
از کم میرے سامنے نہ آتا۔''

مارتھا زبردستی مسکرا دی آنسو اس نے خشک کر لیے پھر تاج الدین کو مخاطب کر کے کہنے
لگی۔

''آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ کے جانے کا اچانک سن کر یہ وقتی سا جذبہ تھا جس کے
تحت میں مغلوب ہو گئی بہر حال میں مسکراتے ہوئے آپ کو رخصت کروں گی۔ میں ایک مجاہد
کی بیوی بننے والی ہوں اور آپ کی اس طرح کی رخصتی کے لیے مجھے تو ہمہ وقت تیار رہنا
چاہئے۔''

اتنی دیر تک نجیب الدین اور کلثوم بھی باہر نکل آئے تھے پھر تاج الدین ان سے بھی ملا۔
انہیں بھی اپنے جانے کی تفصیل بتائی تینوں دروازے تک اسے چھوڑنے آئے باہر بندھے
گھوڑے کو تاج الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بال کے راجا رائے سنگھ اور جیتور کے راجا
نندیال کا رخ کر رہا تھا جبکہ اختیار خان کاکرون کے راجہ وکرم کے سپہ سالارِ اعلیٰ رام جی کی
طرف کوچ کر چکا تھا جس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کی ٹھان لی
تھی۔

☆

ایک روز وانجی جو تاج الدین کے پاس مارتھا کا پیغام بر بن کر آیا تھا۔ اپنی بستی سے
ہر گھر کے ایندھن کے لیے اکھڑے کاٹ رہا تھا کہ ستیو ودھیا اس کی طرف تقریباً بھاگتی ہوئی

آئی۔ستیو ودھیا کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وانجی کسی قدر پریشان ہو گیا تھا ہاتھ میں پکڑا کلہاڑا جس سے وہ گھر کے لیے اکھڑے کاٹ رہا تھا ایک طرف رکھ دیا پھر اس کی طر دیکھتے ہوئے وانجی نے پوچھ لیا۔

''جیجی کیا بات ہے تم یوں گھبرائی ہوئی ہو۔بھاگتی ہوئی کیوں میرے پاس آئی ہو۔''

ستیو ودھیا کی سانس پھول رہی تھی۔وانجی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''وانجی میرے جیجا! کئی دن سے میں چاہ رہی تھی کہ تم مجھے اکیلے ملو تو میں تم سے ا انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کروں۔''

وانجی نے مشکوک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''دیکھ اس وقت میں مزدوری کر رہا ہوں گھر کے لیے ایندھن کاٹ رہا ہوں میر ساتھ کوئی بے شرمی کی بات مت کرنا۔''

ستیو ودھیا مسکرائی کہنے لگی۔

''وانجی تو میرا جیجا میرا بھائی ہے۔میں تیرے ساتھ ایسی ویسی بات کیوں کروں گی تم سے ایک کام آن پڑا ہے۔''

وانجی پھر بوکھلا گیا۔پوچھنے لگا۔

''کیسا کس کا کام؟''

ستیو ودھیا ایک بلند جگہ پر بیٹھ گئی کہنے لگی۔

''یہ کام راجکماری اناوتی کا ہے۔وانجی میرے جیجا انکار مت کرنا۔''

وانجی نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگا۔

''راجکماری کا ایسا کون سا کام ہے جو میرے ذمے آن پڑا ہے۔''

''اس کا پریت بھرا پیغام لے کر تاج الدین کے پاس جانا ہے۔اس لیے کہ راج کما

ری......''

وانجی بدک سا گیا تھا فوراً ستیو ودھیا کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''ارے جیجی تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔میں اور راجکماری اناوتی کا پیغام لے کر ملمانوں کے سالار تاج الدین کے پاس جاؤں گا جس نے ایک یدھ کے دوران راجکماری ...ی کو گرفتار کر کے قیدی اور اسیر بنایا پھر اپنے ساتھ احمد نگر لے گیا اور اس کے بھائی کچھمن ...ں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔دیکھ جیجی عقل کی باتیں کر۔کیا تو نے اس سلسلے میں میرا ذکر ...ج کماری اناوتی سے تو نہیں کر دیا کہ میں تاج الدین کو جانتا ہوں اور یہ کہ میں وہاں ایک ...ہ گیا بھی تھا۔''

ستیو ودھیا مسکرائی کہنے لگی۔

''تم بھی بھولے ہی ہو میں یہ ذکر کیوں کروں گی۔راجکماری اناوتی کی حالت بڑی ...ی ہو رہی ہے۔بس وہ اپنا ایک پیغام تاج الدین کی طرف بھیجنا چاہتی ہے اور اس کے لیے ...ے کوئی مناسب اور راز کو راز رکھنے والا شخص چاہئے اور ایسے کام کے لیے تم سے بہتر کوئی ...یں مل سکتا۔''

وانجی نے تیز نگاہوں سے ستیو ودھیا کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

''تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ راجکماری اناوتی تاج الدین سے پریم کرنے لگی ہے اور میرے ہاتھ اس کی طرف کوئی پریم پتر بھیجنا چاہتی ہے۔''

ہلکے سے تبسم میں ستیو ودھیا نے وانجی کی تسلی کے لیے پھر کہنا شروع کیا۔

''ارے نہیں پریم پتر نہیں بھجوائے گی بلکہ کوئی زبانی پیغام دے گی اور وہی پیغام جا کے ...نے تاج الدین سے کہہ دینا ہے۔''

وانجی گہری سوچوں میں کھو گیا پھر کہنے لگا۔

''یہ کیسی انہونی سی بات ہے- کچھ ہی عرصہ پہلے تو راجکماری اناوتی تاج الدین ہاں سے آئی ہے- وہاں رہتے ہوئے کیوں نہ اس نے اس سے پریم پریت کا اظہار کر اب یہاں آ کر اسے پیغام رسانی کرنے کا کیا مقصد اور پھر جیجی تم جانتی ہو یہ راجکماری ا تو تاج الدین کو اچھوتوں سے بھی بدتر خیال کرتی رہی ہے- دیکھ اس میں کوئی سازش کہیں راجکماری اناوتی کے سامنے لے جا کر مجھے کسی خونی دلدل میں پھنسا مت دینا-''

''وانجی تو میرا بھائی ہے کیا ایک بہن اپنے بھائی کو اس طرح پھنسا سکتی ہے-'' دینے کے انداز میں ستیو ودھیا نے کہا پھر وہ کہتی چلی گئی تھی-

''سن! وانجی! یہ اناوتی تاج الدین سے بے پناہ پریت کرتی ہے- میں اسے کچ سے ٹال رہی تھی آج اس کی حالت انتہا درجہ کی بری ہو رہی تھی اور وہ اپنا پریم بھرا پیغام الدین کی طرف ضرور بھجوانا چاہتی ہے- کہہ رہی تھی اب تاج الدین کے بنا چندا کی کرنیں مجھے زہر کے اگنی بان لگتی ہیں وہ کہہ رہی تھی کہ ساری رینا میں نیند کو ترستی ہوں ایسی بیاکل رہتی ہے کہ ایک روز اپنی سدھ بدھ گنوا بیٹھوں گی اور میں خود دیکھتی ہوں کہ ا چندا جیسا مکھڑا اور سندر سندر روپ کچھ مرجھایا سا لگا ہے- مدھرائی جھیل سی اس کی آنکھوں پریت کے لاتعداد سراب دیکھے جا سکتے ہیں کہتی تھی کہ اگر تاج الدین مجھے نہ ملا تو یہ سروپ کا میلہ اس کے لیے مرگ کا سنجوگ ثابت ہوگا- کہہ رہی تھی کہ اگر مجھے کوئی تاج ال کے ملنے کی امید دلا دے تو میں اپنی دھن میں یگ یگ دنیا بھر کی کٹھنائیاں برداشت کر کے لیے تیار ہوں-''

ستیو ودھیا رکی پھر کہتی چلی گئی تھی-

''وانجی میرے بھائی! میں گزشتہ کئی ماہ سے اناوتی کی حالت کا جائزہ لے رہی ہوں واقعی اپنے من کی گہرائیوں سے تاج الدین سے پریت کرنے لگی ہے- اب زیادہ دیر تک

ر چکوری کا کھیل نہیں کھیل سکتی- صرف یہ جاننا چاہتی ہے کہ تاج الدین اسے اپنانے لیے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے تیار ہے کہ نہیں؟ کہہ رہی تھی کہ کبھی کبھی مرا چاہتا ہے کہ راج محل سے بھاگ کر احمد آباد میں تاج الدین کے پاس چلوں مگر من پاپی ات مان کر جگ میں اپنے آپ کو خوار نہیں کرنا چاہتی- وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اپنے منوا کی آشتی کے لیے اگر اسے تاج الدین کے پگ پکڑ کر پریم کی بھکشا مانگنی پڑے تب وہ ایسا کر گزرے گی- کہہ رہی تھی کہ پہلے وہ تاج الدین کو اچھوت سمجھتی تھی لیکن اب خود الدین کے سامنے اپنی ذات کو وہ اچھوت خیال کرنے لگی ہے-

میں بڑی گہرائی سے اس کی ذات کا جائزہ لیتی رہی ہوں اگر اس کی حالت ایسی رہی تو پاری خواہ مخواہ پگھل جائے گی اس کی چپ کی اوس من کے انگاروں میں تبدیل ہو جائے اب وہ پہلے جیسی راجکماری اناوتی نہیں رہی اس کی رعونت اور سرکشی اس کی پیاسی آتما ریاد بن گئی ہے اور اس کی سانسوں کے سنگیت میں تاج الدین کی پریت کا زہر پوری بھر چکا ہے- اب بتا اس سلسلے میں تو کیا کہتا ہے-''

وانجی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کلہاڑا ایک طرف رکھ دیا تھوڑی دیر تک بڑے غور سے وہ دھیا کی طرف دیکھتا رہا پھر خدشات بھری آواز میں کہنے لگا-

''دیکھ ودھیا تو میری جیجی میری دیدی ہے- کہیں بہن کے روپ میں مروا نہ دینا- ان ٹل کے لوگوں کے چکر بڑے عجیب وغریب ہوتے ہیں جتنی جلدی کسی کے ساتھ پریت تلا ہوتے ہیں اس سے کہیں جلدی نفرت کے انبار بھی کھڑے کر دیتے ہیں مگر اب یہ بتاؤ ے تم کیا چاہتی ہو اور مجھے کیا کرنا چاہئے-''

وانجی کے الفاظ پر ستیو ودھیا مسکرائی کہنے لگی-

''تم نے فی الحال کچھ نہیں کرنا اپنا کلہاڑا اپنے ساتھ لو اور راجا کا جو شہر سے باہر شکار

کے گھوڑوں کا اصطبل ہے وہاں تک میرے ساتھ چلو اس وقت راجکماری اناوتی وہیں اصط
میں گھوڑوں کا جائزہ لے رہی ہے اور وہیں وہ تم سے بات کرنا پسند کرے گی۔ اسی نے
تمہیں بلانے کے لیے بھجوایا ہے۔ وہ تمہیں راج محل بلا کر تمہارے ساتھ اس موضوع پر گ
نہیں کرنا چاہتی دیکھو میری بات مت ٹالنا۔ اس میں کسی کی بھلائی ہے اور بھلائی کا کام کر
میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔''

وانجی مسکرایا۔ کلہاڑا اٹھا کر اس نے اپنے کندھے پر رکھا اور غور سے ستیو دھیا کی ط
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

چل دیدی میں تیرے ساتھ چلتا ہوں راجکماری اناوتی سے گفتگو کرتا ہوں اس کا م
لوں گا میں بھی کوئی اناڑی نہیں مردم شناس ہوں اس کے ساتھ گفتگو کے دوران میں
جاؤں گا کہ اس کی پریت کیسی ہے کہ جو ہانڈی میں ہوتا ہے وہی ڈوئی میں نکلتا ہے۔ اگر
کسی سے پریت کرتا ہے تو جو اس کے من میں بسے سو سپنے دسے۔ چلو چلتے ہیں دیکھتے
راجکماری اناوتی کیا کہتی ہے۔''

☆

وانجی اور ستیو ودھیا جب اصطبل کی عمارت میں گئے تو دونوں نے دیکھا راج کما
اناوتی اصطبل کے سامنے جو کھلا احاطہ تھا اس کے ایک درخت تلے ایک گھوڑے کی با
پکڑے اس کی گردن تھپتھپا رہی تھی اور اصطبل میں کام کرنے والے سارے لوگ اس
اردگرد ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ ستیو ودھیا اور وانجی جب احاطے میں داخل ہوئے
اناوتی نے انہیں دیکھا تب اس نے اصطبل میں کام کرنے والوں کو اپنے اپنے کام کرنے
اور وہ سب وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ستیو ودھیا اور وانجی قریب آئے ستیو ودھیا نے ر
کماری اناوتی کو مخاطب کیا۔

''راجکماری ... نی ہے۔''

اناوتی نے مسکرا کر وانجی کی طرف دیکھا پھر بڑے نرم لہجے میں اسے مخاطب کرتے
ئے وہ کہہ رہی تھی۔

''وانجی میرے بھائی! جس کام کے لیے تمہیں بلایا گیا ہے میرے خیال میں اس کی
ری تفصیل میری بہن ستیو ودھیا نے تمہیں بتا دی ہوگی۔''

اناوتی کے ان الفاظ پر وانجی چونکا تھا کہنے لگا۔

''مالکن کہاں میں کہاں آپ' آپ مجھے بھائی کہہ کر مخاطب کر رہی ہیں میں تو اچھوت
ملیچھ ہوں آپ دوجوں کے بھی دوجے ہیں اور پھر یہ کہ......

اناوتی نے مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

''یہ شودر اور دوجوں کے چکر میں مت پڑھ۔ میں چھوت چھات اور ذات پات کی
یم کی قائل نہیں رہی۔ پہلے کبھی تھی لیکن اب ہرگز نہیں ہوں۔ تم میرے بھائی ہو اس سے
ادہ میں کچھ نہیں جانتی اور یہ رشتہ سب کے ساتھ میرا انسانیت کے ناطے سے ہے۔ اسی
طے سے ستیو ودھیا میری داسی ہونے کے باوجود میری بہن ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا تم میرا
ام لے جانے کے لیے تیار ہو۔''

وانجی کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

''راجکماری یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں جب آپ نے بھائی کہہ دیا ہے تو پھر آپ کا
ام لیجانے کے لیے میں وانجی اپنی جان تک لڑا دوں گا۔''

اناوتی مسکرائی اور کہنے لگی۔

''وانجی میں نے تمہاری ذات سے جس قدر امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں تم ان سے کہیں
ھ کر ثابت ہوئے ہو دیکھو یہاں سے سیدھے تاج الدین کے پاس جانا احمد آباد میں آہن

گر نجیب الدین کا پوچھ لینا۔''

راجکماری اناوتی کی بات کاٹتے ہوئے وانجی فوراً بول پڑا۔

''راجکماری اناوتی میری بہن آپ کو تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے میں کئی بار ا
آباد جا چکا ہوں۔ جس نجیب الدین کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ آہن گر ہے اور کسی دور میں
بھی ہندو اچھوت تھا اب اس نے اسلام قبول کر لیا ہے میں اس کے ہاں قیام بھی کرتا رہا ہو
بلکہ میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ جس تاج الدین کی طرف آپ مجھے بھیجنا چاہ رہی ہیں وہ تا
الدین، نجیب الدین کے ہاں ہی قیام کرتا ہے۔''

اناوتی نے چونکنے کے انداز میں وانجی کی طرف دیکھا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کر
ہوئے کہنے لگی۔

وانجی تو نے تو میرے سارے وسوسے ساری دشواریاں ساری مصیبتیں ہی رفع کر دی ہ
میں سوچ رہی تھی کہ تم کیسے احمد آباد جاؤ گے کس طرح وہاں تاج الدین کو تلاش کرو
بہر حال میرے حق میں یہ بہت اچھا ہے کہ تم پہلے سے تاج الدین اور نجیب الدین کو جا
ہو۔ اب جو میرا مسئلہ ہے وہ کچھ یوں ہے کہ تم احمد آباد میں تاج الدین سے ملنا۔ اس سے
کر کہنا کہ راجکماری اناوتی جو ایک ماہ سے زائد اس کے پاس احمد آباد میں رہ چکی ہے ا
پسند کرتی ہے۔ اس سے ایسی پریت ایسی چاہت رکھتی ہے جس کا کوئی کنارا کوئی تھاہ نہ
ہے۔ اگر تاج الدین نے میری پریت کا جواب چاہت سے دیا تو میں سمجھوں گی میں اس ج
کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں اور اگر تاج الدین نے میری پریت کا کوئی مثبت جواب نہ
تو میں زندہ رہنا پسند نہ کروں گی۔ اس لیے کہ اب تاج الدین بنا رہنا میرے لیے مشکل نہ
بلکہ ناممکن ہو کے رہ گیا ہے۔

اناوتی جب خاموش ہوئی تب وانجی نے کہنا شروع کیا۔

''راجکماری میں آپ کا پیغام تو خوب پہنچاؤں گا۔ آپ کی طرف سے یہ بھی کوشش
روں گا کہ تاج الدین کو آپ کی پریت کا یقین دلاؤں لیکن آپ کوئی ایسی نشانی بھی دیں
جسے دیکھ کر تاج الدین کو یقین ہو جائے کہ واقعی آپ نے مجھے اس کی طرف روانہ کیا ہے
آپ حقیقی معنوں میں اس سے محبت کرتی ہیں وہ یہ بھی خیال کر سکتا ہے کہ آپ اس سے
نوئی پریت کا اظہار کر رہی ہیں اور اس نے جو گذشتہ جنگ میں آپ لوگوں کو شکست دی
ی۔ آپ اس سے ملاقات کر کے اس شکست کا انتقام لینا نہ پسند کریں۔''

اناوتی نے سر کو جھٹک دیا نہایت سنجیدہ ہو کر کہنے لگی۔

''وانجی لعنت بھیجو اس شکست پر اس شکست سے میرا کوئی تعلق نہیں میرا تعلق تو صرف
ج الدین سے ہے۔ اس پورے جگت میں اب میری منزل کے راستے میں تاج الدین کے
لاوہ کوئی نہیں وہی میرا امیت بن سکتا ہے۔ وہی میری زندگی کا ساتھی بن سکتا ہے جو مجھے منزل
ک پہنچا سکتا ہے۔ جہاں تک تاج الدین کو یقین دلانے کا تعلق ہے تو اس کا بھی میں نے
ہتمام کر رکھا ہے۔''

پھر راج کماری اناوتی نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھوٹی سی خرجین کھولی اس میں
ے اس نے ہیرے جڑی ایک انتہائی خوبصورت انگوٹھی نکالی اور انگوٹھی اس نے وانجی کو
کھاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''وانجی یہ انگوٹھی نہایت قیمتی ہے اور ایک طرح سے ایک عرصے سے اجین کے راج محل
کا زینت بنی رہی ہے۔ تم یہ انگوٹھی اپنے ساتھ لے جانا۔ یہ مردانہ انگوٹھی ہے۔ تاج الدین
ے کہنا کہ اناوتی نے اپنی محبت کی نشانی کے طور پر یہ انگوٹھی بھجوائی ہے۔ تاج الدین سے یہ بھی
کہنا کہ اگر آپ اناوتی کو پسند کرتے ہیں اس سے پریت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو یہ انگوٹھی
ہنا لیں اپنے پاس رکھیں اور اگر وہ میرے ساتھ چاہت اور پریت کا اظہار کرنا نہ چاہیں تو

پھر انگوٹھی واپس لے آنا مجبوری ہے۔"

اناوتی رکی پھر چھوٹی سی وہ خرجین اس نے وانجی کی طرف بڑھائی اور کہنے لگی۔

"یہ خرجین بھی رکھو اس میں کافی نقدی ہے۔ یہ بھی تمہارے لیے ہے یہ جو گھوڑا میں نے پکڑ رکھا ہے۔ اسی پر بیٹھ کر تم احمد آباد کی طرف جاؤ گے اور سنو جو گفتگو اس وقت تم دونوں کے ساتھ میری ہوئی ہے اسے راز میں رکھنا ہم تینوں کے علاوہ کسی کو خبر تک نہیں ہونی چاہئے کہ راجکماری اناوتی مسلمان سالار تاج الدین سے اندھا پریم کرتی ہے۔ اس موقع پر جبکہ تھوڑی دیر بعد تم رخصت ہو جاؤ گے میں تم سے یہ بھی کہوں گی کہ وانجی اپنی طرف سے بھی کوشش کرے کہ تاج الدین میری پریت کا جواب محبت اور چاہت سے دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو مجھ نمانی کو زندہ رہنے کا حق ہو گا ورنہ میں اس دھرتی پر چلنے پھرنے اور زندہ رہنے کے قابل نہ رہوں گی"

اناوتی رکی پھر وانجی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اب یہ گھوڑا پکڑو اور یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ میں اور ستیو ودھیا راج محل کی طرف جاتے ہیں۔"

وانجی نے گھوڑا لیا ایک الوداعی نگاہ دونوں پر ڈالی۔ گھوڑے پر سوار ہوا پھر اناوتی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"راجکماری میں یہاں سے سیدھا پہلے اپنی بستی جاؤں گا اپنے گھر والوں کو اپنی روانگی بتا کر میں روانہ ہو جاؤں گا لیکن گھر والوں پر میں یہ انکشاف نہیں کروں گا کہ میں احمد آباد آپ کے کام کے سلسلے میں جا رہا ہوں۔ ہماری بستی کا جو ٹھاکر ہے اس کا نام جگ پال ہے وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے پہلے میں اس سے ملوں گا......"

اناوتی نے فوراً اس کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

"اگر تم اپنی بستی میں جاؤ گے تو لوگ تم سے پوچھیں گے کہ گھوڑا تم نے کہاں سے لیا۔

گھوڑا یقیناً ارد گرد کے لوگوں کے لیے شناسا ہو گا اس طرح لوگ تم پر شک کریں گے کیا بہتر نہیں کہ تم بستی کی طرف جائے بغیر فوراً یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔"

اناوتی کی اس گفتگو کا جواب وانجی دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ستیو ودھیا بول پڑی اور وانجی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"وانجی میرے جیجا' راجکماری اناوتی ٹھیک کہتی ہے۔ تم یہیں سے رخصت ہو جاؤ میں بستی جا کر بتا دوں گی کہ تم ایک اہم کام کے سلسلے میں گئے ہو تم فکر مند نہ ہونا میں تمہارے اہل خانہ کو مطمئن کر دوں گی۔"

مسکراتے ہوئے وانجی نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی اس موقع پر راج کماری اناوتی کو شاید کچھ اور یاد آ گیا تھا فوراً وانجی کے قریب ہوئی بڑے پیارے انداز میں اس نے گھوڑے کی باگ پکڑی اور دھیمے سے لہجے میں وانجی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

وانجی میرے بھائی ایک انتہائی اہم اور ضروری بات میں تم سے کہنا بھول گئی دیکھو تاج الدین کے پاس ایک بدیسی لڑکی رہتی ہے نام اس کا مارتھا ہے وہ لڑکی بھی دیوانگی کی حد تک تاج الدین کو چاہتی ہے اور خود تاج الدین بھی اس میں پسندیدگی کا اظہار کر چکا ہے۔ تم جو میری پریم کتھا لے کر تاج الدین کے پاس جا رہے ہو تو وہاں یہ بھی دیکھنا کہ میرے اس پیغام کے جواب میں مارتھا کیسے اور کس طرح کے ردعمل کا اظہار کرتی ہے کیا اس پریم پر وہ نفرت کا اظہار کرتی ہے یا بخوشی تاج الدین سے مجھے اپنی چاہت میں حصہ دار بنانے پر رضامند ہوتی ہے۔ اب تم رخصت ہو جاؤ میں بڑی بے چینی سے تمہاری واپسی کا انتظار کروں گی"

اس کے ساتھ ہی وانجی حرکت میں آیا گھوڑے کو اس نے اصطبل کے احاطے سے باہر نکالا اور اسے ایڑھ لگاتے ہوئے سرپٹ دوڑا رہا تھا جبکہ راج کماری اناوتی اور ستیو ودھیا دونوں راج محل کا رخ کر رہی تھیں۔

بال کا راجہ رائے سنگھ اور جیتور کا راجہ نندیال ایک روز سورج غروب ہونے کے وقت اپنے متحدہ لشکر کا جائزہ لے رہے تھے کہ کچھ مخبروں نے راجہ سلہدی کے بیٹے منگل راج کے اپنے لشکر کے ساتھ آنے کی اطلاع دی۔

یہ خبر سن کر رائے سنگھ اور نندیال دونوں خوش ہو گئے تھے۔ منگل راج کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد راجا سلہدی کا بیٹا منگل راج اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا اور رائے سنگھ اور نندیال نے بہترین انداز میں اس کا استقبال کیا اور پہلے سے خیمہ زن متحدہ لشکر کے پہلو ہی میں اس کے لشکر کے خیمہ زن ہونے کی جگہ کا یقین کر دیا تھا پھر نندیال اور منگل راج کو لے کر رائے سنگھ اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب منگل راج نے گفتگو کا آغاز کیا اور رائے سنگھ کی طرف دیکھ کر وہ کہنے لگا۔

''آپ کے اس محاذ پر اب نئی صورتحال کیا ہے؟''

جواب میں رائے سنگھ مسکرایا کہنے لگا۔

''صورتحال کیا ہونی ہے۔ میں اور نندیال تین چار بار چھاپہ مارنے کے انداز میں مسلمانوں کے علاقوں پر یلغار کر چکے ہیں اور اس میں ہم نے کافی مال بھی اکٹھا کیا ہے۔ اب تمہارے آنے سے ہماری طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہو گیا ہے۔'' کہتے کہتے رائے سنگھ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اجازت لے کر ایک مسلح جوان اندر آیا اور اس نے جیتور کے راجا

نندیال کے بڑے بھائی بھرون کے آنے کی اطلاع دی۔ یہ وہی بھرون تھا جو جاسوسی کی غرض سے سلطان بہادر کے ہاں قیام کیے ہوئے تھا اور وہاں سے بھاگ گیا تھا۔

بھرون کی آمد کا سن کر تینوں خیمے سے باہر نکل آئے اتنی دیر تک بھرون اپنے گھوڑے کو آہستہ آہستہ ہانکتے ہوئے خیمے کے سامنے آ کر اترا تینوں بڑے پر جوش انداز میں اس سے بغلگیر ہوئے پھر چاروں خیمے میں داخل ہوئے نشستوں پر بیٹھ گئے اس بار رائے سنگھ نے بھرون کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''بھرون تمہاری حالت سے لگتا ہے کہ تم مسلمانوں کے سلطان کے ہاں سے بھاگ کر آئے ہو اور یہ کہ............''

بھرون نے مسکراتے ہوئے رائے سنگھ کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

''رائے سنگھ تمہارا اندازہ درست ہے۔ میرا وہاں قیام کرنا اب خطرے سے خالی نہ تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ مجھ پر کچھ لوگوں کو شک ہو رہا تھا کہ میں یہاں جیتور اور جے پور کے لیے کام کر رہا ہوں دوسرے خدشات جو میرے لیے اٹھے تھے وہ یہ کہ تم لوگوں نے مسلمانوں کی سرحدوں پر حملہ کر دیا میں چاہتا تھا کہ تم لوگوں کے ساتھ مل کر خود اس بار مسلمانوں کا مقابلہ کروں۔ میرا ارادہ ہے کہ اس بار مسلمانوں کو بدترین شکست دیں اور اس لڑائی کو دور تک ان کے علاقوں میں دھکیلتے چلے جائیں۔

جو خبریں تمہارے لیے نئی ہو سکتی ہیں وہ یہ کہ ہم سب کی سرکوبی کے لیے مسلمانوں کے سلطان نے تاج الدین کو مقرر کیا ہے۔ تاج الدین کے ساتھ نائب کی حیثیت سے اس کے سالار رومی خان اور امیر خان مقرر ہوئے ہیں۔ کاکرون کے سپہ سالار اعلیٰ رام جی کو روکنے کے لیے مسلمانوں کے سلطان نے اختیار خان کو بھیجا ہے اور اس کی نیابت میں دو سالار سلطان عالم اور علی خراسانی کو رکھا گیا ہے جبکہ سلطان نے اپنے دو بڑے جرنیلوں تاتار خان

اور حیدر خان کو اپنے پاس ہی رکھا ہے۔

’’تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس طاقت اور قوت کی کیا صورتحال ہے۔‘‘

اس پر رائے سنگھ مسکرایا اور کہنے لگا۔

’’بھرون تھوڑی دیر پہلے ہی منگل راج اپنے لشکر کے ساتھ ہم سے آن ملا ہے یہ سوال پہلے اس نے مجھ سے کیا تھا اور میں جواب دینے لگا تھا کہ تم آ گئے بہر حال پہلی اچھی بات جو میں تم لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ..........

مغلوں کے شہنشاہ نصیر الدین کا ایک بدترین دشمن محمد زمان مرزا جو بیانہ کے قلعے میں نظر بند تھا وہ کسی نہ کسی طرح قلعہ سے نکل بھاگا اور یہاں اس نے سلطان بہادر کے پاس آ کر پناہ لے لی ہے۔ یہ خبر میرے ذاتی مخبروں نے مجھے دی تم تو وہاں سے آ رہے ہو تمہیں تو اس کا پتہ ہوگا۔‘‘

اس پر بھرون فوراً بول پڑا کہنے لگا۔

’’رائے سنگھ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ محمد زمان مرزا نے واقعی بیانہ کے قلعے سے بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس آ کر پناہ لے لی ہے۔‘‘ اس پر رائے سنگھ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

’’تو پھر میں نے اس کے ردعمل کا بھی اظہار کر دیا ہے۔ میں نے اپنے تیز رفتار دو قاصد مغلوں کے شہنشاہ ہمایوں کی طرف روانہ کر دیے ہیں اور وہ مخبر جا کر ہمایوں کو بتائیں گے کہ اس کے بدترین دشمن محمد زمان مرزا نے سلطان بہادر کے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔

اب اس اطلاع کا ردعمل یہ ہوگا کہ ہمایوں فوراً سلطان بہادر سے محمد زمان مرزا کو طلب کرے گا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ سلطان بہادر چونکہ بڑا مہمان نواز ہے وہ محمد زمان مرزا کو واپس نہیں کرے گا۔ جب وہ واپس نہیں کرے گا تو ہمایوں اور سلطان بہادر میں ٹھن

ں۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ مسلمانوں کی دو بڑی قوتیں آپس میں ٹکرا جائیں گی اور ی امید ہے کہ مغلوں کے شہنشاہ نصیر الدین ہمایوں کے ہاتھوں سلطان بہادر فنا ہو ۔ اس طرح ہمیں کوئی زیادہ کوشش کیے بغیر ایک بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگی اور ب سے بڑا دشمن سلطان بہادر خود اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں ہی ذلیل وخوار اور اد ہو جائے گا یہ تو میری پہلی کارروائی ہے۔

ی نئی خبر سنائی ہے کہ ہمارا مقابلہ کرنے کے لیے تاج الدین ایک لشکر کے ساتھ وہاں انہ ہو چکا ہے۔ تمہاری اور منگل راج کی آمد سے پہلے میں اور نندیال نے لشکر کا ایک عد کر دیا ہے۔ جونہی تاج الدین یہاں پہنچے گا وہ دائیں جانب گھاٹ میں چلا جائے گا ب تاج الدین کی ہمارے ساتھ جنگ شروع ہوگی تو مناسب موقع پر وہ گھاٹ سے نکل انوں کے پہلو پر حملہ آور ہوگا اس طرح مسلمانوں کو نا قابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے بار میں نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ ہر صورت میں تاج الدین کو شکست دینی ہے۔ اس لیے سے پہلے وہ مجھے دو بار شکست دے کر ذلیل وخوار کر چکا ہے اور میں اپنی ذلت کا ں سے ضرور لوں گا۔‘‘

ائے سنگھ کی اس گفتگو کے جواب میں بھرون کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی موقع پر کچھ جوان کھانا لے آئے لہٰذا بھرون خاموش رہا پھر سب مل کر کھانا کھا رہے تھے۔

☆

سی رات تاج الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا دشمن کے سامنے اس نے لر کا پڑاؤ کر لیا تھا۔ یوں اس رات کا کچھ حصہ ان دونوں لشکروں نے آمنے سامنے دوسرے روز صبح سویرے رائے سنگھ، بھرون، نندیال اور منگل راج کے کہنے پر ان کے طبل جنگ بج اٹھے تھے۔

اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد رائے سنگھ، بھرون، نندیال اور منگل را
سامنے آئے پھر بھرون نے تینوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میرے مترو! مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے میں کافی حد تک ان کے طریقہ جنگ
سے آگاہ ہو چکا ہوں اس تاج الدین سے ہم انہی کے طریقہ جنگ کے مطابق نمٹیں گے
تاج الدین کو ان میدانوں میں شکست دینا ہم سب کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو ا
جیون کی سب سے بڑی خواہش ہے۔ لشکر کا جو حصہ ہم نے گھات میں بٹھا دیا ہے مجھے ام
ہے کہ جب وہ گھات سے نکل کر حملہ آور ہوگا تو تاج الدین کے لشکر کی رہی سہی کسر بھی نک
کے رہ جائے گی اور اسے بھاگ کر اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔''

بھرون کی اس گفتگو سے سب نے اتفاق کیا اس کے بعد چاروں نے جو مل کے فیصلہ
اس کے مطابق بھرون اور نندیال دونوں بھائیوں کو وسطی حصے میں رکھا گیا۔ دائیں طرف
رائے سنگھ اور بائیں جانب منگل راج کے لشکر کو استوار کیا گیا تھا۔

دوسری جانب مسلمانوں کے لشکر کی ترتیب وہی تھی درمیان میں تاج الدین خود،
دائیں جانب رومی خان، بائیں جانب امیر خان تھا جنگ کی ابتدا بھرون کے حکم پر اس کے لش
نے کی۔

بھرون، نندیال، منگل راج اور رائے سنگھ نے موت کی راہ گذر کے غبار کی طرح ا
لشکر کو آگے بڑھایا پھر وہ تاج الدین، امیر خان اور رومی خان کے لشکر پر انسانی پاؤں کی ز
بنتی اندھی شکم گرسنگی، تباہی کی تشہیر کرتے شور و غا کے طوفانوں اور بند مٹھی میں سلگتے رازوں
سی آسودہ فضاؤں میں ہیجان برپا کر دینے والے آگ و خون کے سرسام کی طرح حملہ آ
ہو گئے تھے۔

تاج الدین، رومی خان اور امیر خان نے اپنے حملوں کی ابتدا کچھ اس طرح کی جس
رح عاجزانہ اور خجل کن رویوں سے نکل کر کوئی خوفناک عفریت وحشت ایام کے بام پر
نت کے پتھروں کی طرح برس پڑی ہو۔ پہلے ہی حملے میں وہ دشمن کی صفوں میں اس طرح
ھنے لگے تھے جس طرح جھلسا دینے والی آندھیوں کے قہقہے کاغذی پھولوں اور سطحی
فیدتوں کے اندر گھستے چلے جاتے ہیں۔ جس طرح اندھیری رات میں طویل راستوں کے
نارے سوکھی بے بہار گھاس اچانک آگ پکڑ لیتی ہے۔ اسی طرح تاج الدین، رومی خان،
ر امیر خان نے اپنے حملوں سے آگ جیسی تباہی و بربادی پھیلانا شروع کر دی تھی۔ تاج
دین، رومی خان اور امیر خان تینوں مختلف جہتوں سے دشمن پر ہر نگاہ کو خوفزدہ کر دینے والے
نی بگولوں کی وحشتوں، آہوں کے ہنگامے موت و مرگ کے گرداب کھڑے کرتی فضا کی
تشیں پکار کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔

لبریز خاموشی سا میدان جنگ خروش کے طوفانوں کی طرح گونج اٹھا تھا۔ آگ کے
بگولوں کی طرح پانی کی بوند بوند کو ترستی دھرتی خونی داستانیں رقم کرتے ہوئے اپنے ذرے
رے کو لہو سے سینچنے لگی تھی۔ خواہشوں کی تکمیل کا لالچ بھڑکتے حرص و ہوس درشت و
بھر درے لمحوں کی طرح چارسو ناچ اٹھے تھے۔ میدان جنگ کی حالت سے یوں لگتا تھا جیسے
فضا کے کسی خبطی نقاد نے موت و مرگ سے بھری کسی عیار محبوبہ کی داستان لکھنی شروع کر دی
و۔

جنگ اپنے زوروں اور عروج پر آ گئی تھی۔ رائے سنگھ، منگل راج، بھرون اور نندیال
پاروں یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ تھوڑی دیر تک ان کے لشکر کا وہ حصہ جو گھات میں تھا نکل کر
ملہ آور ہوگا اور مسلمانوں کی صفوں میں تباہی اور بربادی پھیلاتا چلا جائے گا لیکن ان چاروں
کی بدقسمتی کہ تھوڑی ہی دیر بعد کچھ لوگ ایک سمت سے بھاگتے ہوئے نمودار ہوئے رائے
نگھ بھرون، نندیال اور منگل راج اپنے لشکر کے وسط میں چیختے چلاتے اپنے لشکریوں کا حوصلہ

بڑھا رہے تھے کہ جو مسلح جوان ایک طرف سے بھاگتے ہوئے آئے تھے وہ ان کے قر
آئے اور ان کو یہ اطلاع کی کہ ان کا جو لشکر گھات میں بیٹھا ہوا تھا اس کا مکمل طور پر صفایا ک
گیا ہے۔

دراصل تاج الدین کو اس کے مخبر اطلاع دے چکے تھے کہ دشمن کا ایک لشکر گھات
ہے اور جنگ جب اپنے زوروں پر آئے گی تو وہ لشکر اپنی گھات سے نکل کر مسلمانوں پ
آور ہوگا اور میدان جنگ میں مسلمانوں کے خلاف پانسہ پلٹنے کی کوشش کرے گا۔ اس
دشمن کے سامنے آنے سے پہلے ہی تاج الدین نے اپنے لشکر کا ایک حصہ گھات میں
دشمن کے لشکر سے نمٹنے کے لیے مختص کر دیا تھا جس نے بروقت کارروائی کر کے گھات میں
دشمن کے اس لشکر کا صفایا کر دیا تھا۔

اس خبر نے رائے سنگھ' نندیال' بھرون اور منگل راج چاروں کو خزاں کے مارے پت
بے بصارت رتوں جیسا افسردہ' فراق کی مسافتوں اور کرب کی قوسوں جیسا غمزدہ کر کے ر
تھا۔ تاہم لگتا تھا وہ چاروں ہار ماننے والے نہ تھے انہوں نے مشورہ کیا اس کے بعد ایسا ل
چاروں نے اپنی سوچوں کے سارے سرور کو روح اور روح کی ساری ضو کو آگ کے شعل
نذر کرنے کا تہیہ کر لیا ہو۔ پھر چاروں کی صلاح مشورہ کرنے کے بعد بھرون ہواؤں کی شہ
شاؤں اور گونجتے جنگل کی طرح چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو زوردار حملے کرنے کا حکم
رہا تھا۔ ایک بار پھر میدان جنگ کی آنکھیں کرچیوں سے بھرنا شروع ہوگئی تھیں' بینائی
ہونا شروع ہوگئی تھی۔ چند لمحوں تک ایک بار پھر گھمسان کا رن پڑا اور تاج الدین' رومی
اور امیر خان نے دشمن کی اگلی صفوں کو مکمل طور پر کچل کے رکھ دیا۔ اب لمحہ بہ لمحہ دشمن کے لش
حالت ننگے سر بھاگتی وحشتوں زمانے بھر کی جھلستی دھوپ' روح اور جان کے ٹوٹتے رش
تار تار دامن' خار خار امیدوں اور ساز حیات کے ٹوٹے خاموش تاروں سے بھی بدتر

ہوگئی تھی۔

رائے سنگھ' بھرون' منگل راج اور نندیال چاروں نے جب یہ اندازہ لگایا کہ لمحہ بہ لمحہ
الدین ان کے لشکر کی حالت ابتر کرنے کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی سے ان کی تعداد بھی
رتا چلا جا رہا ہے۔ تب انہوں نے اپنی عافیت اور بھلائی اسی میں جانی کہ شکست تسلیم
تے ہوئے میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوں پھر پسپائی کا فیصلہ کرنے کے بعد لشکر
اندر پسپائی کے قرنے بجا دیے گئے اور قرنے بجتے ہی دشمن کے لشکری بھاگ کھڑے
ے۔ تاج الدین رومی خان اور امیر خان نے بھاگتے دشمن کا اس طرح تعاقب کیا جیسے
امکان کی سرحدوں تک روشنی تاریکیوں کا چھاؤں دھوپ کا' خوف کی وادیاں وہم بوتی
کا تعاقب کرتی ہیں یا صدیوں کی تاریک اور لمحوں میں جکڑنے کے لیے وقت کی کلک
لفظوں کا پیچھا کرتی ہے۔ اسی طرح کا تعاقب تاج الدین' امیر خان اور رومی خان نے
ع کر دیا تھا۔

گو اب بھی اس لشکر کی تعداد تاج الدین کے لشکر کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی جو رائے
بھرون' نندیال اور منگل راج کے تحت تھا۔ تعداد زیادہ ہونے کے باوجود وہ مسلمانوں
آگے اس طرح بھاگ کھڑے ہوئے تھے جیسے دھرتی کی پنہائی میں اپنے تحفظ کی تدبیر
نے کے لیے اور طوفانوں اور منجدھار سے بچنے کے لیے نفرت بھرے ارادے بے جہت
کی طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

دشمن کی مزید بدقسمتی کہ شکست اٹھانے کے بعد تاج الدین نے بھرپور تعاقب کیا تو
قب کے دوران نندیال اور رائے سنگھ دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا گیا کچھ دور تک تعاقب
ہا اس کے بعد تعاقب کر کے تاج الدین اس جگہ آیا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کے
ہر چیز کو سمیٹ لیا گیا۔ پھر تاج الدین نے لشکر گاہ میں اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا

حکم دے دیا تھا- خود وہ طبیبوں کے ساتھ زخمیوں کی دیکھ بھال میں لگ گیا تھا-

زخمیوں کی دیکھ بھال اور اپنے لشکر کے کھانے کا اہتمام کرنے کے بعد تاج الدی رائے سنگھ اور نندیال دونوں کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا- تھوڑی دیر بعد کچھ مسلح جوان سنگھ اور نندیال دونوں کو اس جگہ لائے جہاں امیر خان اور رومی خان بیٹھے ہوئے تھے- کو جب تاج الدین کے سامنے پیش کیا گیا تب دونوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں الدین تھوڑی دیر تک دونوں کا بغور جائزہ لیتا رہا پھر رائے سنگھ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

رائے سنگھ بزدلوں کی طرح گردن جھکائے کیوں میرے سامنے کھڑے ہو- تان کے کھڑے ہو یہ علیحدہ بات ہے کہ تمہارے مقدر میں ہر جنگ کے دوران ش ہزیمت ہی لکھی ہے-

رائے سنگھ اس سے پہلے بھی تو نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت وسرکشی اختیار ک تیرا امیر الٹکراؤ ہوا دونوں بار میں نے تمہیں ذلت آمیز شکست دی پر تو ایسا ڈھیٹ ایسا- انسان نکلا کہ اپنی شکست کو تسلیم کرنے کے بعد تجھے چاہئے تھا کہ اپنے علاقوں پرسکون زندگی بسر کرتے- اپنے ماتحت لوگوں کی خدمت کرتے لیکن تو نے ایسا نہیں ک گرد کے حکمرانوں اور راجاؤں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بُ دیکھ کیا ہم نے تیرے وہ جال جو تو نے مسلمانوں کے خلاف بننے شروع کئے تھے تار تا دیے رائے سنگھ جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے- تیری موت نے ت للکارا تو تو نے...... مسلمانوں کے خلاف کاروائیاں کرنی شروع کر دیں-'' یہاں تک کے بعد تاج الدین رکا پھر نندیال کی طرف دیکھ کر کہنے لگا-

نندیال تو نے کس بھرتے پر کس جوانمردی کس طاقت اور قوت کی بنا پر مسلمانو خلاف لشکر کشی کرنے کی کوشش کی؟ کیا تو یہ سمجھتا تھا کہ اس قسم کی لشکر کشی سے تو مسل

پہنچاتے ہوئے ان کے علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا؟ دیکھ ذرا اپنی پر نگاہ دوڑا کہ جنگ کے بعد تیری کیا حالت بنی ہوئی ہے- نندیال تیری قسمت کا یہیں کر دوں گا جہاں تک رائے سنگھ کا تعلق ہے تو اسے میں اپنے سلطان کی طرف روں گا وہ جو چاہے اس کے متعلق فیصلہ کرے-''

اس کے بعد تاج الدین نے رائے سنگھ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''رائے سنگھ میں تم سے ایک سوال کرنے لگا ہوں میری مار اور میری طرف سے اذیت ینے کی خاطر میرے سوال کا جواب سچائی پر رہتے ہوئے دینا اگر تم نے جھوٹ بولنے کی ئی مجھے ٹالنا چاہا تو یاد رکھنا میں تاج الدین یہیں کھڑے کھڑے تیری کھال اتار کے ں گا- رائے سنگھ میرا نام تاج الدین ہے بولو کچھ لوگوں نے میرے ماں باپ کو قتل کیا رے ماں باپ کے قاتل کون ہیں یہ تم جانتے ہو- بولو ان کے نام کیا ہیں اور وہ کہاں وئی چیز مجھ سے چھپانے کی کوشش مت کرنا غلط بیانی سے بھی کام نہ لینا مجھے ٹالنے کے ب بھی مت دینا ایسی کوئی حرکت کرو گے تو میں اپنے مسلح جوانوں کو حکم دوں گا کہ تمہیں ٹالیں اور ٹخنوں سے لے کر سر تک تمہاری کھال اتارنی شروع کر دیں- میرے خیال اسے بھیانک اور بدتر موت کسی کو نہیں مل سکتی''

رائے سنگھ نے جب چپ اختیار کئے رکھی تب کھا جانے والے انداز میں تاج الدین ں کی طرف دیکھا پھر آگ کی طرح بھڑک اٹھنے والے انداز میں اسے مخاطب کیا-

رائے سنگھ جو سوال میں نے تم سے کیا ہے وہ بار بار نہیں کروں گا- اگر تم اس کا جواب تے ہو تو بول دو نہیں تو نفی میں گردن ہلا دو تا کہ میں اپنے کام کی ابتدا کروں یاد رکھنا ہارے پاؤں سے چیر پھاڑ شروع کروں گا اور سر تک یہ سلسلہ لیتا چلا جاؤں گا اور
''

تاج الدین کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ رائے سنگھ بول پڑا اور کہنے لگا۔
''تمہارے ماں باپ کو قتل کرنے کے لیے میں نے ہی دو آدمیوں کو مقرر کیا تھا
میں نے تمہارے بدترین دشمن قیصر خان کے کہنے پر کیا تھا۔''
رائے سنگھ کے اس جواب پر ہلکی سی مسکراہٹ تاج الدین کے چہرے پر نمود
کہنے لگا۔
''قاتل کون ہیں اور اس وقت کہاں ہیں ان کے نام کیا ہیں۔؟''
رائے سنگھ لرز کانپ رہا تھا بول اٹھا۔
''ان کے نام سنگھارا اور سریا نگا ہیں۔ دونوں گہرے دوست ہیں ایک طرح
قاتل ہیں انہوں نے ہی تمہارے ماں باپ کو موت کے گھاٹ اتارا ان دنوں انہو
دریائے گوداوری کے کنارے نا ندر نام کی بستی کے ایک طرف بالکل دریائے گوداو
کنارے ایک مندر میں پناہ لے رکھی ہے۔''
رائے سنگھ لمحہ بھر کے لیے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ
''تاج الدین جو کچھ تو نے پوچھا میں نے بتا دیا اب میں تم پر مزید انکشاف کر
ہو سکتا ہے میرے اس انکشاف پر تم لوگ میرے گذشتہ گناہوں کو معاف کر دو جو
تمہارے سامنے اگلنا چاہتا ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ ان دنوں اجین کے راجہ سلہدی
لگ بھگ سات سو مسلمان عورتیں قید ہیں۔ یہ عورتیں مختلف حملوں میں راجہ سلہدی
آتی رہیں اور ان مسلمان قیدی عورتوں میں مالوہ کے سابق سلطان ناصر الدین بن
غیاث الدین کی ایک بیوی بھی شامل ہے۔ آج تک کسی کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ وہ راجہ
کے ہتھے چڑھ گئی تھی اور اس وقت زندان میں وہاں قیدی کی حیثیت سے زندگی گزار ر
مالوہ والے یہی سمجھتے رہے کہ مختلف جنگوں کے دوران شاید ناصر الدین کی وہ بیوہ مر گئ

داروں کے پاس کہیں چلی گئی۔''
رائے سنگھ جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا۔
''رائے سنگھ تم نے اچھا انکشاف کیا ہے لیکن اس انکشاف سے تمہاری ماضی کے گناہ
نہیں ہیں۔ اس لیے کہ............''
تاج الدین کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ اس دوران امیر خان اور رومی خان
پس میں صلاح مشورہ کرتے رہے تھے پھر رومی خان اپنا منہ تاج الدین کے کان کے
یب لے گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''تاج الدین! میرے عزیز بھائی اس رائے سنگھ کو سلطان کے پاس بھیجنے کی کیا
رورت ہے۔ نہ ہی سلطان نے ہمیں پابند کیا تھا کہ رائے سنگھ کو گرفتار کر کے اس کی طرف
انہ کیا جائے۔ سلطان نے رائے سنگھ کو زندہ گرفتار کرنے کے لیے اس وجہ سے تاکید کی تھی
کہ رائے سنگھ جانتا تھا تمہارے ماں باپ کے قاتل کون ہیں اب جبکہ ہم رائے سنگھ سے جان
چکے ہیں کہ قاتل کون ہیں اور ان کے محل وقوع کے متعلق پتہ چل گیا ہے اور ان کے نام بھی ہم
ان چکے ہیں مناسب وقت پر ہم ان سے نمٹ بھی لیں گے پھر رائے سنگھ کو کسی بھی صورت
رے خیال میں احمد آباد بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہیں رائے سنگھ اور نندیال کا خاتمہ
ر دینا چاہئے۔''
رومی خان رکا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔
''تاج الدین میرے بھائی تم جانتے ہو سلطان بہادر انتہا درجہ کا نرم مزاج ہے۔ اس
ائے سنگھ نے اگر جا کے سلطان سے منت سماجت کی اپنی گذشتہ غلطیوں کی معافی مانگی اور
ندہ راست باز رہنے کا وعدہ کیا تو سلطان اسے معاف کر دیں گے معافی ملتے ہی یاد رکھنا یہ
خمی سانپ کی صورت اختیار کر لے گا۔ راجہ سلہدی یا آس پاس دوسرے راجاؤں سے

مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش کرے گا لشکر جمع کرے گا اور پھر مسلمان پر...... حملہ آور ہونے کا جرم کرے گا۔ مسلمانوں پر حملہ آور ہونا یوں جانو اس کی سرشت میں لکھا ہوا ہے اور یہ کسی بھی صورت اس سے باز نہیں رہے گا۔''

جب تک رومی خان بولتا رہا تاج الدین مسکراتا رہا جب وہ خاموش ہوا تب بڑی شفقت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو ان دونوں کو لے جاؤ ان کا خاتمہ کرا دو۔''

تاج الدین کا یہ فیصلہ سن کر امیر خان اور رومی خان دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے رائے سنگھ اور زندیال دونوں کو وہ ایک طرف لے گئے اور دونوں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

نجیب الدین اپنی بھٹی کے کام میں مصروف تھا جو چھوٹے لوہے اس نے بھٹی میں ڈال کھے تھے وہ چمڑے کی دھونکنی سے انگاروں کو ہوا دیتے ہوئے لوہوں کو گرم سرخ کرنے کی شش کر رہا تھا۔ اس کے قریب ہی مارتھا اور کلثوم بیٹھی غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

نجیب الدین نے جب اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا تو اس سے پہلے ہی کلثوم اپنی جگہ سے اٹھ ڑی ہوئی نجیب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا آپ کام کرتے رہیں میں دیکھتی ہوں دروازے پر کون ہے؟''

اس کے ساتھ ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر کلثوم حویلی کے صدر دروازے کی طرف لپکی تھی۔ ازہ جب اس نے کھولا تو دنگ رہ گئی اس لیے کہ دروازے پر گھوڑے کی باگ پکڑے وانجی ڑا تھا۔

کلثوم کو دیکھتے ہی وہ کہنے لگا۔

''میری بہن میں وانجی ہوں شاید آپ نے مجھے پہچان لیا ہو گا میں وہی ہوں جن کے ا مارتھا بہن نے پناہ لی تھی۔''

بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کلثوم کہنے لگی۔

''وانجی میرے بھائی میں تمہیں پہچان چکی ہوں اندر آؤ۔'' وانجی کا نام سن کر مارتھا اور

نجیب الدین بھی دروازے پر آن کھڑے ہوئے تھے۔

وانجی کو دیکھتے ہی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مارتھا کہنے لگی۔

''وانجی میرے بھائی تم یہاں خیریت تو ہے۔ مجھے اپنے ہاں رکھنے پر کسی نے تمہار خلاف انتقامی کاروائی تو نہیں کر دی۔''

وانجی کچھ نہ بول سکا اس لیے کہ اس دوران نجیب الدین آگے بڑھا وانجی سے گلے پھر مارتھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹا آنے والے مہمان سے اس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ تم دونوں بہنیں اسے اند آنے کے لیے نہیں کہہ رہی باہر دروازے پر کھڑے ہی کھڑے گفتگو شروع کر دی ہے۔''

مارتھا اور کلثوم شرمساری ہو گئی تھیں نجیب الدین نے وانجی کے گھوڑے کی باگ پکڑ چاہی مگر بدکتے ہوئے وانجی نے باگ ایک طرف کر لی کہنے لگا۔

''میرے محترم آپ میرے گھوڑے کی باگ نہ پکڑیے گا اس لیے کہ یہ کام مجھے خود کر چاہیئے آپ کو گھوڑے کی باگ پکڑانا اپنے آپ کو گناہ گار کرانے کے مترادف ہے'' اس ساتھ ہی وانجی حویلی میں داخل ہوا۔ مارتھا اسے اصطبل کی طرف لے گئی وہاں وانجی گھوڑے کو باندھا اس کی زین، دہانہ اتار کر چارہ پانی ڈال دیا چاروں دیوان خانے میں آ بیٹھ گئے پھر گفتگو کا آغاز نجیب الدین نے کیا۔

''وانجی میرے عزیز بیٹے دروازے پر کھڑے ہو کر میری بیٹی مارتھا نے تم سے ایک سوال کیا تھا کہ اسے اپنے ہاں ٹھہرانے پر کسی نے تمہارے خلاف کوئی انتقامی کارروائی تو نہیں کر دی۔''

وانجی مسکرایا کہنے لگا۔

''نجیب الدین میرے محترم ایسی کوئی بات نہیں کسی کو خبر ہی نہیں ہوئی کہ مارتھا بہن۔

ارے ہاں پناہ لی تھی اور میں ہی یہاں سے تاج الدین کو لے کر گیا تھا۔ میں اس بار ایک تہائی اہم کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں مگر جس کام سے میں آیا ہوں اس کی ابتدا کرنے ے پہلے میں ڈرتا ہوں کہیں میری بہن مارتھا مجھ سے ناراض ہی نہ ہو جائے۔''

مارتھا نے چونکنے کے انداز میں وانجی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''وانجی میرے بھائی کس قسم کی گفتگو کرتے ہو میں تم سے بھلا کیوں ناراض ہوں گی۔''

وانجی نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور سنجیدہ سے لہجے میں کہنے لگا۔

''میری بہن! بات ہی کچھ ایسی ہے جس میں دور دور تک تمہاری ناراضی اور تمہارے اہونے کے خدشات نظر آتے ہیں۔''

مارتھا نے کچھ سوچا پھر بغور وانجی کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

''وانجی مجھے بہن بھی کہتے ہو اور پھر کچھ کہتے ہوئے خوفزدہ بھی ہوتے ہو کہو تم کیا کہنا ہتے ہو میں تم سے ناراض نہیں ہوں گی۔''

وانجی نے پھر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''مارتھا میری بہن جو بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں اس میں تمہارے حقوق کی حق تلفی ا ہوتی ہے۔''

کچھ سوچتے ہوئے مارتھا کہنے لگی۔

''میرے پاس حقوق ہی نہیں ہیں تو حق تلفی کیا ہو گی۔''

''تمہارے پاس بہت سے حقوق ہیں جس لحاظ سے میں گفتگو کر رہا ہوں اس لحاظ سے انتہائی امیر اور دھنوار ہو۔''

''وانجی میرے بھائی پہیلیاں نہ بجھواؤ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔''

مارتھا نے اکتا دینے والے انداز میں کہا تھا۔ وانجی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس بار نجیب

الدین بول پڑا۔

’’وانجی میرے بیٹے تم کیا کہنا چاہتے ہو۔تمہاری اس پوشیدہ سی گفتگو نے مجھے ایک الجھن میں ڈال دیا ہے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔

یہ بتاؤ کہ تم اجین کی طرف سے آ رہے ہو یا میرے تاج الدین کی طرف سے‘‘

چونکنے کے انداز میں وانجی نے نجیب الدین کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

’’آ تو میں اجین سے ہی رہا ہوں لیکن یہ آپ نے تاج الدین کا کیا ذکر کر دیا وہ کہاں گیا ہوا ہے۔‘‘

اس پر نجیب الدین نے تاج الدین کے رائے سنگھ‘ نندیال اور منگل راج کے خلاف جنگ کے لیے کوچ کی تفصیل سنا ڈالی تھی۔

وانجی کچھ اداس اور افسردہ سا ہو گیا تھا۔ نجیب الدین‘ مارتھا اور کلثوم بھی عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہے تھے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وانجی پھر بول پڑا۔

’’لگتا ہے یہاں آپ لوگوں سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے پھر اپنے بھائی تاج الدین کا رخ کرنا پڑے گا۔ اب میں اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں میں زیادہ دیر آپ لوگوں کو شش و پنج میں نہیں ڈالنا چاہتا‘‘ اس کے بعد وانجی نے راجکماری اناوتی کی محبت اور پریت کی پوری داستان تفصیل کے ساتھ ان تینوں سے کہہ دی تھی۔

وانجی جب خاموش ہوا تب نجیب الدین نے بڑی سنجیدگی میں کہنا شروع کیا۔

’’وانجی تم نے درست کہا تھا جو گفتگو تم نے کی ہے اس سے واقعی میری بیٹی مارتھا کے حقوق کی تلفی ہوتی ہے۔ اس سے متعلق میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گا یہ فیصلہ میری بیٹی مارتھا اور تاج الدین دونوں مل کے کریں گے۔‘‘

مارتھا کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبی رہی پھر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار

ہوئی اور وانجی کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

’’وانجی میرے بھائی اس سے میرے حقوق کی تلفی نہیں ہوتی۔‘‘

وانجی نے فوراً مارتھا کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

’’مارتھا میری بہن کیا تم تاج الدین سے محبت کرتی ہو۔؟‘‘

’’ہاں کرتی ہوں وہ میری پسند ہیں ان سے محبت نہیں بلکہ بے پناہ محبت کرتی ہوں۔‘‘

دھیمے دھیمے لہجے میں مسکراتے ہوئے مارتھا نے کہہ دیا تھا۔

’’پھر تو میری بہن تمہاری حق تلفی ہوتی ہے کیونکہ اس محبت میں راجکماری اناوتی بھی شریک ہو رہی ہے۔‘‘

مارتھا پھر مسکرائی اور بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

’’وانجی میرے بھائی جس طرح مجھے حق حاصل ہے کہ میں تاج الدین سے محبت کروں اسی طرح ہر لڑکی کو حق حاصل ہے کہ وہ تاج الدین کو پسند کرے یا نہ کرے۔ اگر راجکماری اناوتی تاج الدین کو پسند کرتی ہے اور اس کا جیون ساتھی بننا چاہتی ہے تو اس میں نہ میری حق تلفی ہے نہ ہی اس سلسلے میں کسی کو کوئی اعتراض ہونا چاہئے۔ ہاں میں ان خدشات کا ضرور اظہار کروں گی کہیں ایسا تو نہیں ہو رہا کہ راجکماری اناوتی اوپری دل سے تاج الدین کے ساتھ محبت کر کے اس کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کرے اور پھر اس سے اپنے بھائیوں کو شکست اور ایک بھائی اس کے ہاتھوں مارے جانے کا تاج الدین سے انتقام لے اگر راجکماری اناوتی نے ایسا کرنے کی......کوشش کی تو میں مارتھا تاج الدین کی حفاظت کے لیے اپنے ہاتھوں سے راجکماری اناوتی کی گردن کاٹ دوں گی۔

وانجی تم نے چونکہ واپس اناوتی کے پاس جانا ہے لہٰذا میں اپنے دل کی پوری کیفیت تم پر ظاہر کرنا چاہتی ہوں تاکہ تم میرے جذبات اناوتی تک پہنچا سکو۔

تاج الدین میرے نرم آنچل میں سلگتی خوشبو، میرے من آنگن میں چاہت کی برکھا برسات میرے بستر کی شکنوں پر گرتا خوب رو لمحہ اور میرے شباب کا وقار ہیں وہ میرے اعصاب کی قوت، رگوں کا لہو، مسرت آمیز اجالا میرے لہجے کی حلاوت چاہت کا سرور اور شب گزیدہ مناظر میں وہ میرے لیے کرنوں کی فصیل سے بھی اعلیٰ و بالا ہیں۔ موسم گل کی تحریروں میں تاج الدین میرے لیے چاہت کی روشنی اور لطیف دھڑکن ہیں۔ اگر کسی نے دھوکہ دہی اور فریب سے کام لے کر انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں مارتھا اس کے لیے موت کی خاموشی بن کر اس کی زیست کا رس نچوڑ لوں گی۔ ابتلاؤں کے نیلے خلا میں اس کے لیے صدیوں کا اذیت ناک عذاب بن جاؤں گی۔ میں ہر اس قوت کے لیے موت ثابت ہوں گی جس نے دھوکہ دہی سے کام لے کر میرے اور تاج الدین کے درمیان دوریاں اور بعد پیدا کرنے کی کوشش کی۔''

مارتھا جب خاموش ہوئی تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نجیب الدین کہہ رہا تھا۔

''مارتھا میری بیٹی تیری خیر ہو تو نے تو میرا دل خوش کر دیا ہے۔ میں نے کبھی تم سے ایسے اچھے اور عمدہ الفاظ کی امید ہی نہ کی تھی یقیناً تیرے جیسی لڑکیاں ہی اپنی محبت کے لیے نغموں سے چنگاری زیب داستان سے زہر آلود خنجر بن جاتی ہیں۔ میری بیٹی تیرے جیسی لڑکیاں ہی یخ بستہ اداسیوں اور سلگتے رازوں کے اندر سے اپنے ضمیر کے مطابق اپنی منزل کا تعین کر لیتی ہیں جو الفاظ تو نے کہے ہیں میری بیٹی انہوں نے میرا دل خوش کر دیا۔''

نجیب الدین رکا پھر وانجی کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''وانجی جو کچھ میری بیٹی مارتھا نے کہا ہے تم نے بھی سن لیا اس کے جواب میں تم کیا کہتے ہو۔''

جواب میں وانجی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ میری بہن کے خدشات ہیں راجکماری اناوتی یقیناً تاج الدین سے بے پناہ
ؤں محبت کرتی ہے اور اسے یاد کر کے روتی ہے وہ چھوت چھات کی بھی قائل نہیں رہی۔
وہ ہمیں اپنے نزدیک نہ آنے دیتی تھی اب مجھے بھائی کہہ کر پکارتی ہے لگتا ہے وہ ہندو
ب سے بھی برگشتہ ہوتی چلی جا رہی ہے بہرحال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اناوتی
ے بھائی تاج الدین کو دھوکا نہیں دے گی وہ اس سے سچی پریت کرتی ہے۔''

اس پر کسی قدر اطمینان اور آسودگی کا اظہار کرتے ہوئے مارتھا کہنے لگی۔

''اگر وہ تاج الدین سے سچی پریت کرتی ہے تو پھر اس چاہت اور پریت میں میں
اپنا حصہ دار بناتے ہوئے خوشی محسوس کروں گی۔ واپس جا کر اناوتی سے کہنا کہ میں لالچی
ہں اور طمع رکھنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ اگر وہ خلوص اور انتہائی جاں نثاری کے ساتھ تاج
ین سے محبت کرتی ہے تو اس محبت میں میں اسے حصہ دار بناؤں گی۔ جس طرح میں تاج
ین کی زندگی کی ساتھی بنوں گی اس طرح میرے ساتھ اناوتی بھی اگر چاہے تو تاج الدین
یون ساتھی بن کر رہے گی۔ یہ پیغام واپس جا کر میری طرف سے اناوتی کو ضرور دینا۔''

مارتھا کا جواب سن کر وانجی خوش ہو گیا تھا اور اس نے اپنے لباس کے اندر سے
ماری اناوتی کی دی ہوئی انتہائی قیمتی اور بیش بہا انگوٹھی نکالی اور اسے مارتھا کو دکھاتے
ئے وہ کہہ رہا تھا۔

''مارتھا میری بہن! یہ انگوٹھی مجھے راجکماری اناوتی نے دی تھی اور کہا تھا کہ اگر تاج
ین اناوتی کو اپنا جیون ساتھی بنانے پر تیار ہو جائے تو انگوٹھی تاج الدین کو دے دینا یا پہنا
لیکن اس میں بھی شرط یہ رکھی گئی تھی کہ اس جیون بندھن میں آپ کی بھی مرضی اور
ودی کو اولیت میں رکھا جائے گا، بولیں آپ کیا کہتی ہیں۔''

مارتھا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''وانجی جو کچھ اناوتی نے کہا ہے اپنی جگہ درست ہے اس معاملے میں تم جانتے ہو میں اکیلی تو فیصلہ نہیں کرسکتی آخری فیصلہ تو تاج الدین ہی کریں گے- میرے خیال میں تو بہتر یہ ہے کہ تم یہ انگوٹھی لے کر ان کی طرف جاؤ اور تفصیل سے ان کے ساتھ اس سلسلے میں گفتگو کرو، پھر جو فیصلہ وہ دیتے ہیں جا کے اناوتی کو بتا دینا' تاج الدین جب گھر واپس آئیں گے تو ان سے پوچھ لوں گی اناوتی کے متعلق انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے- میرے خیال میں یہی بہتر طریقہ کار ہے-''

اس کے ساتھ ہی مارتھا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اس کی طرف دیکھتے ہوئے کلثوم بھی کھڑی ہوگئی پھر مارتھا نے وانجی کو مخاطب کیا-

''وانجی میرے بھائی تم سفر کے باعث تھکے ہارے آئے ہو- تمہیں بھوک بھی لگ رہی ہوگی عم نجیب الدین کے پاس بیٹھ کر باتیں کرو میں اور کلثوم جاتے ہیں پہلے تمہارے کھانے کا اس کے بعد تمہارے آرام کا اہتمام کرتے ہیں- اس کے ساتھ ہی مارتھا اور کلثوم دونوں اس کمرے سے نکل کر مطبخ کی طرف ہولی تھیں-

دوسری جانب کاکرون کے راجا وکرم کا سپہ سالار اعلیٰ رام جی ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے علاقوں کی طرف بڑھا تھا لیکن اختیار خان نے اسے اپنے علاقوں میں داخل ہی نہیں ہونے دیا بلکہ سرحدوں کے قریب ہی اس کی راہ روک کھڑا ہوا-

رام جی بڑے گھمنڈ اور عجیب سے ظن و گمان میں تھا اس نے اختیار خان اور اس کے لشکریوں کو کوئی اہمیت ہی نہ دی اس لیے کہ جو لشکر اس کے پاس تھا تعداد میں وہ اس لشکر سے کہیں زیادہ تھا جس کی کمانداری اختیار خان کر رہا تھا- دونوں لشکر جب آمنے سامنے آئے تو جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے کاکرون کے راجہ کے سپہ سالار رام جی نے لشکر کی صفیں درست کرنی شروع کردی تھیں- جنگ کے طبل بھی بجوا دیے تھے-

اختیار خان' سلطان عالم اور علی خراسانی بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے-

پھر دیکھتے ہی دیکھتے کاکرون کے راجہ وکرم کے سپہ سالار اعلیٰ رام جی نے اپنے لشکر کو اس طرح آگے بڑھایا جس طرح جشن حواس میں اجنبی رقص مجرمانہ حرکت میں آتا ہے- اس طرح بے ربط و بے جوڑ لمحوں میں لذت لمس کے باعث خندہ واشگاف اپنا اظہار کرتی ہے- پھر دیکھتے ہی دیکھتے رام جی اختیار خان کے لشکر پر یادوں کے مناظر میں گھستے ناشناس [illegible]' خرمن ہستی میں خوابوں کی تعبیر کو اسیر کرتی بے ثمر یادوں اور سمندر اور سبزے سے [illegible] میں مبتلا ہو جانے والی سورج کی گرم شعاعوں کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا-

اختیار خان نے رام جی کے حملوں کو اس طرح آسانی سے روکا جیسے لمحوں کا کوئی پارکھ جیسے وقت کی رفتار اختیار کا کوئی بھیدی سینوں میں چھپے درد کے رشتوں آنکھوں میں اشکوں لبوں پر آہوں کے حروف ماضی کی اسیری تک محدود کر دیتا ہے-

پھر اختیار خان نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی' صداؤں کی ہلچل کے اندر اس نے خدائے واحد کی تکبیریں ایسے انداز میں بلند کیں جیسے کیمیائی لفظ اپنی پوری توانائی کے ساتھ حرکت میں آ گئے ہوں پھر اختیار خان رام جی کے لشکر پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے دست قضا کا قہر جرم جہالت کو سزا دینے کے لیے حرکت میں آیا ہو- جیسے وقت کے سمندر میں نوک سنان پر رقص کرتے سچے جذبوں کے جواہر اپنا رنگ دکھانے لگے ہوں جیسے خلاف فطرت ازل سے ابد تک انسانی تاریخ کا نوحہ رقم کرنے کے لیے دکھ اور کرب بھری ہیبت ناکیاں اپنی رفعتوں کو چھونے کے لیے ہر چیز کو سیلاب کی طرح بہالے جاتی ہیں-

اختیار خان کا یہ حملہ ایسا زوردار تھا کہ جس سمت بھی اس نے دشمن کے لشکر میں رخ کیا اس سمت ہجر کی پلکوں میں تیرتے اندوہ نہاں کی کہانیاں رقم کرتا چلا گیا- جس سمت بھی اس نے اپنی تلوار بلند کی دلوں کو یادوں سے خالی کرتا چلا گیا- بڑی تیزی کے ساتھ اس نے اپنے منے آنے والی صفوں کو آئینہ علوم کے ٹوٹے خوابوں سے بھی بدتر کرنا شروع کر دیا تھا-

دونوں لشکریوں کے یوں ٹکرانے سے میدان جنگ مشعلوں سے الجھتی آندھیوں کا کل شب دراز کرتے اندھیروں' سیلاب کی صورت اختیار کرتے نفرت کے وفور' آسودگی اور تابندگی سے خالی جہل وافلاس کی خالی گود کی صورت اختیار کرنے لگا- تھا یخ بستہ ذہنوں میں بڑی بے چینی کے ساتھ بے چین روحوں کی پکار ٹوٹنے لگی تھی-

کاکرون کے راجہ وکرم کا سپہ سالار رام جی بڑے ولولے بڑے جوش اور بڑے بلند ارادوں کے ساتھ اختیار خان کے سامنے آیا تھا اور اس پر حملہ آور ہونے میں پہل کی تھی لیکن

جب اپنے زوروں پر آئی تو رام جی کے سارے ارادے فلاکتوں کے نشانات گور کی سی
ں اور اندھی کہانیوں میں تبدیل ہونے لگے اس کے سارے ولولے رسوائیوں کی کرچیوں
ے ڈھیر کی صورت اختیار کرتے چلے گئے- اس کے لشکریوں کے تمام حوصلے اہانت
ئے لمحوں' طوفانوں کی ماری دلدل کی جھاؤ اور بداعمالی کے سیاہ طیور سے بھی بدترین ہونا
ع ہو گئے تھے-

مجاہدین کی صداقتوں اور سطوت بھری تکبیریں رام جی کے لشکریوں کی آتما کی
ندگی فنا کرنے لگی تھی- اپنے لہو کا صدقہ دیتے مجاہد شعاعوں کے ماورائی سفر کی طرح
صف سے دوسری صف میں گھستے چلے گئے تھے- اس طرح آگے بڑھتے ہوئے اپنا
بنانے لگے تھے جیسے چٹانوں پر عکس ثبت کرتے ہوئے تند خو بگولوں نے اپنی کارکردگی کا
رہ کرنا شروع کیا ہو- مسلمان لشکری بڑی تیزی سے اگلی صفوں سے اندرونی قطاروں
اور اندرونی قطاروں سے پچھلی صفوں کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے- پھر دیکھتے ہی
ے رام جی اور اس کے لشکریوں کے اندر بزدلی کا بنجر پن سرایت کرنے لگا تھا ان کی
اب میدان جنگ میں کرب کے آخری لمحوں زیست کی بے سحر شب صلیب کی پھیلی
اکے لہو' شر آلود زہر اور پستیوں کی پراسرار گونجوں سے بھی بدترین ہونا شروع ہو گئی تھی

اختیار خان کے ہاتھوں شکست اٹھانے اور ذلت آمیز ہزیمت کا سامنا کرنے کے بعد
ا اپنی حکومت کے محکم قلعے رسور کی طرف بھاگ گیا تھا- اختیار خان نے راجا کاکرون
ر میں داخل ہو کر دشمن کا تعاقب نہیں کیا بلکہ رام جی کے بھاگنے کے بعد اس کے پڑاؤ کی
پر قبضہ کر لیا اور احتیاط کی خاطر اس نے اپنے لشکریوں کو وہیں خیمے نصب کرنے اور پڑاؤ
ے کا حکم دے دیا تھا- اختیار خان نے صرف چند روز وہاں قیام کیا اس نے جب دیکھا
ا اب دوبارہ حملہ نہیں کرے گا تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا وہاں سے اس

نے کوچ کیا پھر وہ احمد آباد کا رخ کر رہا تھا۔

☆

تاج الدین‘ امیر خان اور رومی خان تینوں ایک روز اپنے لشکر میں گھوم پھر کر ا لشکریوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے کہ لشکر گاہ میں وانجی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دو ہوا داخل ہوا۔ لشکر گاہ میں داخل ہوتے ہوئے تاج الدین نے اسے دیکھ لیا تھا۔ دور وانجی بھی تاج الدین کو دیکھ چکا تھا لہٰذا سیدھا وہ تاج الدین کے پاس آ کر اپنے گھوڑے اترا پر جوش انداز میں اس نے تینوں سے مصافحہ کیا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ تاج الدین اسے مخاطب کرنے میں پہل کر لی۔

”وانجی خیریت تو ہے تم آج کدھر آن دھمکے ہو۔“ اس پر دھیمے سے لہجے میں الدین کو مخاطب کرتے ہوئے وانجی کہنے لگا۔

”تاج الدین میرے محترم میں علیحدگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں“

تاج الدین مسکرایا اور وانجی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”وانجی علیحدگی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دونوں میرے بھائی ہیں میں اپنی کوئی بھ ان سے چھپاتا نہیں ہوں‘ چلو خیمے میں چل کے بیٹھتے ہیں یہ دونوں بھی ہمارے ساتھ چا گے پھر وہاں آرام سے بیٹھ کے کہنا جو تم کہنا چاہتے ہو۔“ اس پر تاج الدین‘ رومی خان امیر خان تینوں وانجی کو لے کر ایک طرف ہو لیے تھے۔

تینوں کے ساتھ تاج الدین اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ جب نشستوں پر بیٹھ گئے تاج الدین کے کہنے پر وانجی نے تاج الدین سے اناوتی کی محبت کی پوری داستان اور پھر داستان کے جواب میں جو کچھ مارتھا نے کہا تھا اس کی تفصیل بھی کہہ دی تھی۔ آخر میں اس اپنے لباس کے اندر سے انگوٹھی نکال کر تاج الدین کے سامنے رکھ دی تھی۔

تاج الدین تھوڑی دیر انگوٹھی کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا ساتھ ہی مسکراتا رہا پھر انگوٹھی اس ایک طرف رکھ دی اور وانجی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”وانجی یہ جو محبت ہے نا یہ خوشبو کی رو‘ آبجو کی موجوں کے رنگوں اور ان دیکھی رقصاں ہواؤں جیسی نازک اور جمیل صبحوں کی جھلمل روشنی اور عقیدتوں کی چمک جیسے جذبات سے ہیں زیادہ لطیف ہے۔ یہ پریت دھیمے دھیمے سلگتی چاند خواب ریزوں کی ضیاء پرشوق ں کے گداز اور گرم لفظوں کی بجتی نوبت جیسے احساسات سے بھی زیادہ حساس حیثیت ہے۔

میرے بھائی یہ محبت گوشہ گیروں کی متی بھری مناجات اور یخ بستہ ہواؤں کے دکھ جیسی ذات پات کی تقسیم میں نہیں ملتی۔ میں اناوتی کی پیش کش کو قبول نہیں کر سکتا اس لیے کہ ا اچھوتوں سے نفرت کرتے ہوئے اپنی تکمیل پر آسودہ ہے۔ یہ برہمن اور کھشتری بے کراں حصاروں میں رہتے ہوئے اپنے شوریدہ تمناؤں کی تکمیل کی تلاش میں ی ذات کے لوگوں سے نفرت کرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ نیچی ذات کے ا سے پریت کی ریت نبھانا نہیں جانتے اور پھر تم جانتے ہو کہ برہمن اور کھشتری وں کو بھی ملیچھ اور شودر ہی خیال کرتے ہیں۔ وانجی پریت اور محبت تو آسمان سے بہتی ی محبت کی بازگشت میں حاصل حیات سے بھی زیادہ قیمتی سرمایہ ہے یہ اناوتی اور اس ل خانہ جیسے خزاں زدہ لوگ جو اپنے علاوہ دوسروں کو دشت کے خارزاروں کے برہم ا ہی سمجھتے ہیں یہ محبت کا مطلب کیا جانیں اور پھر تم جانتے ہو اناوتی سے میری پہلی ت ہی نفرت اور بےزاری پر قائم ہوئی تھی۔ میں نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا وہ جانتی ا کا بھائی میرے ہاتھوں مارا گیا تھا لہٰذا وہ کسی بھی صورت مجھ سے پرخلوص محبت نہیں ا۔ یہ انگوٹھی اپنے پاس سنبھال کے رکھ لو میں کل یہاں سے کوچ کروں گا میں واپس احمد

آباد جاؤں گا- اناوتی سے جا کے کہنا کہ اس کی پریت کے جواب میں میں اس سے پریت
اظہار نہیں کر سکتا-''

یہاں تک کہنے کے بعد تاج الدین رکا اس کے بعد وانجی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

''وانجی مارتھا پہلی لڑکی ہے جس سے میں نے محبت کی ہے وہ پہلی لڑکی ہے جس نے میرے دامن میں چاہت اور محبت کے موتی بکھیرے ہیں لہٰذا مارتھا میرے لیے خواہشوں کے رس، ساز نفس، طبل تمنا کی گونجوں اور ماہ وانجم سے لکھے حروف سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے-

اناوتی سے جا کے کہنا کہ میرے دل میں اس کے لیے کوئی جذبہ نہیں ہے میں جانتا ہوں اس کا دل میرے لیے نفرت سے بھرا ہوگا میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ وہ صرف اپنے مرنے والے بھائی کا مجھ سے انتقام لینے کے لیے جال بچھا رہی ہے لیکن میں اس کے جال میں نہیں آؤں گا یہ انگوٹھی جا کے اسے واپس کر دینا کہنا میں اس انگوٹھی کے قابل نہیں ہوں نہ میں اس محبت کے قابل ہوں جو وہ میرے لیے جال کی طرح سجا کر مجھے اس میں پھانسنا چاہتی ہے- میرے لیے محبت کے راج محل میں مارتھا ہی کافی ہے- بس اس کے علاوہ نہ میں کسی کو چاہتا ہوں نہ کسی اور کی ضرورت محسوس کرتا ہوں-

اور پھر ایک اور بات کہ میرے اور اس کے درمیان محبت اور پریت کی اب ابتدا نہیں ہو سکتی اس سے پہلے اس کے دل میں میرے لیے نفرت تھی جبکہ میرے دل میں اس کے لیے کچھ بھی نہ تھا نہ محبت تھی نہ نفرت- یہاں آنے کے بعد جب جنگ ہوئی تو میں نے راجہ سنگھ کو زندہ گرفتار کر لیا اور اس نے جہاں میرے ماں باپ کو قاتلوں کی نشاندہی کی ہے وہاں اس نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ راجہ سلہدی کے ہاں اجین میں سات سو عورتیں قید

انی کی حیثیت سے گزار رہی ہیں- یہ اطلاع میں نے سلطان بہادر کو بھجوا دی ہے اور طان میرے خیال میں بہت جلد راجہ سلہدی کی طرف قاصد بھجوائے گا اور اس سے مسلمان توں کی رہائی کا مطالبہ کرے گا اگر راجا سلہدی نے سلطان بہادر کی بات ماننے سے انکار دیا تو ہمارے اور راجہ سلہدی کے درمیان نہ ختم ہونے والی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو جائے -ایسے حالات میں میں اور اناوتی کیسے ایک دوسرے کے قریب آ سکتے ہیں-

وانجی جو کچھ فیصلہ مارتھا نے کیا ہے وہ اس کا ذاتی فیصلہ ہے ہو سکتا ہے ایک عورت کی یت سے رحم کھاتے ہوئے اس نے اناوتی کی طرفداری کی ہو ورنہ مارتھا کا فیصلہ آخری ں- آخری فیصلہ وہی ہوگا جو میں کروں گا اور میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں کسی بھی صورت اناوتی اپنے جیون کا ساتھی نہیں بنا سکتا نہ اس سے محبت اور پریت کر سکتا ہوں- اب بولو تم مزید کیا ہتے ہو-''

وانجی نے مسکراتے ہوئے انگوٹھی سنبھال کر اپنے لباس میں رکھ لی پھر کہنے لگا-

''تاج الدین میرے بھائی میں کچھ نہیں چاہتا جو پیغام آپ نے دیا ہے وہ میں جا کے وتی سے کہہ دوں گا-''

وانجی کے اس جواب پر تاج الدین خوش ہو گیا تھا پھر وانجی کے ساتھ مل کر سب نے ھانا کھایا- اگلے روز وانجی اجین کی طرف چلا گیا تھا جبکہ تاج الدین اپنے لشکر کو لے کر احمد آباد کا رخ کر گیا تھا-

راجکماری اناوتی ایک روز اپنے کمرے خاص میں بیٹھی تھی کہ اس کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

نشست پر بیٹھے ہی بیٹھے اناوتی نے دھیمے سے لہجے میں کہہ دیا۔

''کون ہے اندر آ جاؤ۔''

دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور تھوڑی دیر بعد کمرے میں راج مندر کا پنڈت کاشی رائے داخل ہوا۔

کاشی رائے کو دیکھتے ہی راجکماری اناوتی اپنی نشست پر کھڑی ہو گئی بہترین انداز میں اس کا استقبال اور سواگت کیا۔ کاشی رائے آگے بڑھ کر سامنے والی نشست پر بیٹھ گیا پھر اناوتی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اناوتی میری بیٹی میں چند انتہائی موضوعات پر تم سے گفتگو کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں دراصل بات یوں ہے کہ تمہاری ماتا میرے پاس راج مندر میں گئی تھی اس نے تمہارے متعلق کچھ شکایات کی ہیں۔''

اناوتی نے غور سے کاشی رائے کی طرف دیکھا پھر کسی قدر تجسس اور فکر مندی میں اس نے پوچھ لیا۔

''میری ماتا نے میرے متعلق کیا شکایت کی ہے میں نے انہیں کبھی شکایت کا موقع

نہیں دیا۔'' اس پر کاشی رائے مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹا تمہاری ماتا کو تم سے شکایت یہ ہے کہ جب سے تم مسلمانوں کے اندر رہ کر آئی ہو تب سے تم نے ہندو دھرم کو کمتر خیال کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمہارے جذبات اور احساسات مسلمانوں کے دھرم کی طرف مائل ہوتے دکھائی دیتے ہیں اور تم ان سے متاثر دکھائی دے رہی ہو۔

تمہاری ماتا یہ بھی کہہ رہی تھی کہ تم اس سے مختلف سوال کرتی رہتی ہو وہ یہ کہ ہندو دھرم میں جو انسانی تخلیق کا مسئلہ ہے وہ غلط ہے اور یہ کہ ہندو ارواح پرستی کیوں کرتے ہیں۔''

کاشی رائے کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اناوتی بول پڑی۔

''پنڈت جی آپ کا کہنا درست ہے۔ ان موضوعات پر میں واقعی اپنی ماتا سے استفسارات اور سوالات کرتی رہی ہوں یہ بھی درست ہے کہ مسلمانوں کے اندر رہ کر میں نے کچھ نئی معلومات حاصل کیں اور انہی معلومات کی روشنی میں میں اپنے دل کی تسلی اور ضمیر کا اطمینان چاہتی تھی مگر ایسا ہوا نہیں۔

پنڈت جی اگر آپ برا نہ مانیں تو جو سوالات میں اپنی ماتا سے کرتی رہی ہوں وہ آپ سے بھی کروں گی۔''

اس پر کاشی رائے مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بٹیا کرو اسی خاطر تو میں تمہارے پاس آیا ہوں مجھے امید ہے کہ میں تمہاری تسلی تمہارے اطمینان کا باعث بنوں گا۔'' اس پر دھیمی سی مسکراہٹ میں اناوتی کاشی رائے کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''پنڈت جی یہ کیا معاملہ ہے کہ مسلمانوں یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں انسانی تخلیق

کی ابتدا بالکل ایک جیسی ہے تینوں مذاہب اپنے آپ کو الہامی اور اہل کتاب کہتے ہیں اور تینوں ہی تخلیق آدم کی روداد پر متفق ہیں- ان کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے بھگوان یعنی ان کے خدا نے آدم کو پیدا کیا- آدم کے بعد حوا کو پھر ان دونوں کی جوڑی سے انسانوں کی آبادی بڑھتی چلی گئی جبکہ ہمارے ہاں ایسا معاملہ نہیں ہے-

پنڈت جی ہندوؤں کی مذہبی کتابیں جن کو ہم وید کہتے ہیں ان کی جو شرحیں لکھی گئی ہیں ان کو ہم پران کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور پران تعداد میں اٹھارہ ہیں ان اٹھارہ پرانوں میں تخلیق انسانی کے اصول مختلف انداز میں پیش کیے گئے ہیں- ان میں سے صرف ایک اصول باقی کی نسبت کم گندا ہے- باقی اتنے غلیظ اور گندے ہیں کہ ایک عورت تو بہت دور کی بات ایک شریف انسان بھی انہیں اپنی زبان پر لانا پسند نہیں کرے گا- میرے خیال میں آپ میرے خیالات سے متفق ہوں گے-

تخلیق انسانی سے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ جس میں بے شرمی کی باتیں کسی قدر کم ہیں وہ باگوت پران میں ہے جس کے مطابق سری پور کی رانی سری دیوی نے تمام دنیا کو اس طرح پیدا کیا کہ پہلے اس نے اپنا ہاتھ گھسا جس سے ہاتھ پر ایک آبلہ پڑا اس آبلے سے برہما پیدا ہوا- دیوی نے برہما سے کہا کہ میں نے تجھے اس لیے پیدا کیا ہے کہ تو مجھ سے شادی کرے اور ہم دونوں اس دنیا کو آباد کریں- برہما نے سری دیوی کی اس تجویز سے انکار کر دیا- سری دیوی نے ناراض ہو کر برہما کو جلا دیا- (اس نظریے کے متعلق انتہائی غلیظ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جنہیں اچھے الفاظ میں تبدیل کر کے پیش کیا جا رہا ہے-)

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری اناوتی رکی پھر پنڈت کو مخاطب کر کے کہنے لگی-

''پنڈت جی یہ شادی کا لفظ میں نے اپنے پاس سے استعمال کیا ہے ورنہ باگوت پران میں جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں وہ ایک لڑکی اپنی زبان پر لاتے ہوئے شرم محسوس کرتی ہے

پنڈت جی اس کے بعد باگوت پران کہتے ہیں کہ سری دیوی نے دوبارہ اپنا ہاتھ گھسا دوسرا چھالا پیدا ہوا اس آبلے سے دشنو دیوتا پیدا ہوا- دیوی نے وشنو سے کہا میں نے تجھے لیے پیدا کیا ہے کہ تو مجھ سے شادی کرے تیری میری نسل چلے اور اس سے دنیا آباد ہو- ن کہتے ہیں کہ یہ کام وشنو نے بھی کرنے سے انکار کر دیا- دیوی اس سے بھی ناراض ہوئی اس کو جلا کر خاکستر کر دیا-

پھر بات آگے بڑھتی ہے- سری دیوی نے تیسری بار اپنا ہاتھ گھرگڑا ایک اور آبلہ پڑا- آبلے سے شیوا پیدا ہوا دیوی نے شیوا سے کہا میں نے تجھے اس لیے پیدا کیا ہے کہ تو مجھ ہ شادی کرے تاکہ نسل انسانی بڑھے اور زمین آباد ہو-

شیوا نے کہا اگر تو یہ چاہتی ہے کہ یہ دنیا آباد ہو تو پہلے اپنا جسم اور صورت بدل اس لیے تیرا جسم ایسا ہے جس میں کوئی کشش نہیں تیری صورت کراہت آمیز ہے جو نا قابل گوارہ ہے- نیز میری شرط یہ بھی ہے کہ میرے بھائیوں برہما اور وشنو کو دوبارہ زندہ کر جن کو تو نے جلا خاک کر ڈالا ہے اور ان کے واسطے دو عورتیں بھی پیدا کر جن سے ان کا جوڑا بنے-

چنانچہ پران آگے لکھتے ہیں کہ دیوی نے اپنی مخلوق شیوا کے حکم سے وہ سب کام کر دیے ا اپنی شکل وصورت بھی دلآویز بنالی اور برہما اور وشنو کے ساتھ دو عورتیں بھی پیدا کر لیں- طرح ان تین جوڑوں سے یہ دنیا آباد ہونا شروع ہوئی-''

لمحہ بھر کے لیے راجکماری اناوتی رکی پھر وہ کہتی چلی گئی-

''پنڈت جی انسانی تخلیق کا جو واقعہ مسلمان، یہودی اور عیسائی پیش کرتے ہیں وہ دل کو تا ہے- جو واقعہ ہماری مذہبی کتابیں پیش کرتی ہیں یہ دل کو نہیں لگتا- ہمارے پران کہتے ا کہ سری دیوی نے ان تین دیوتاؤں کو پیدا کیا اور ان کے لیے بیویاں مہیا کیں- اس کے ر نسل انسانی بڑھی- سب سے بڑا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سری دیوی کہاں سے آ گئی

اور اسے کس نے پیدا کیا۔

پنڈت جی برا نہ مانیئے گا میں یہاں یہ بات بھی واضح کر دوں کہ ہندو دھرم میں کل اٹھارہ پران ہیں اور ہر پران میں تخلیق آدم کی نرالی داستان ہے۔ ہر پران کا مصنف اپنے ممدوح کو دنیا خالق اور دوسروں کو مخلوق ظاہر کرتا ہے اور ان کی توہین بھی کرتا ہے۔ ویسے تو ہندوؤں کے اٹھارہ پران ہیں لیکن تین پران زیادہ مشہور ہیں یعنی شیوا پران، وشنو پران اور برہما پران۔

پنڈت جی مزید بدقسمتی یہ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے کے بعد جب برہمنوں کو معلوم ہوا کہ اب ان کی مذہبی کتابوں یعنی ویدوں کا زمانہ ختم ہوا لوگ ویدوں کے دیوتاؤں سے بے زار ہو رہے ہیں تو خود ہی ایسے ملفوظات اور منقولات تیار کرنے شروع کر دیے جن میں ویدوں کا مذاق اڑایا اور مکتی کے لیے دوسرے بزرگوں سے رجوع کا شوق دلایا گیا۔ اس طرح ہندو دھرم میں ارواح پرستی کی روایات چل نکلیں۔''

اناوتی جب خاموش ہوئی تب پنڈت کاشی رائے بول پڑا۔

''اناوتی میری بیٹی میں انسانی تخلیق سے متعلق تم سے بحث نہیں کروں گا اس لیے کہ اس بحث میں جس قدر دور جائیں گے اتنے ہی الجھتے چلے جائیں گے رہا تمہارا یہ سوال کہ سری دیوی کہاں سے آ گئی۔ تو اس مسئلے کو کوئی آج تک حل نہیں کر سکا لہٰذا میں تم مل کر کیا حل کریں گے۔ میں تمہاری اس بات کو بھی مانتا ہوں کہ تخلیق انسانی سے متعلق ہندو دھرم میں جو روایات ہیں ان میں چند بلکہ کافی بے شرمی کی باتیں ہیں۔ جو عام لوگوں کی زبان پر بھی نہیں آ سکتیں اور یہ جو تم نے ارواح پرستی کا ذکر کیا ہے تو ارواح پرستی صرف ہندو دھرم ہی میں نہیں دوسرے بے شمار دھرموں میں بھی ارواح پرستی کا سلسلہ چل رہا ہے اور اس کے لیے میں تمہیں چند مثالیں بھی دے سکتا ہوں۔''

کاشی رائے مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں اناوتی پھر بول پڑی۔

''پنڈت جی ارواح کو جو خوش کرنے کے لیے ہم پتر پوجا کرتے ہیں کیا اس کا دھرم میں کوئی مقام ہے۔ پتر پوجا ہم ارواح کو خوش کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ پنڈت جی آپ اس بات کو بھی تسلیم کریں گے کہ دیانند جی اور ان کے چیلے ویدوں کی پتر پوجا یعنی مردہ بزرگوں کی روحوں کو بلا کر کھانا کھلانے کے احکامات سے انکار کرتے ہیں حالانکہ چاروں ویدوں میں یہ احکام وضاحت اور صراحت کے ساتھ موجود ہیں اور ہر ہندو خواہ وہ دوج یعنی اعلیٰ ذات کا ہو یا شودر نیچی ذات کا اس پر یقین رکھتا ہے بلکہ ہر سال پتر پوجا کی رسم برہمن، ویش، کھشتری شودر اور اچھوت سب کو منانا پڑتی ہے۔ نہ منائیں تو پنڈت جی کا پیٹ کیسے بھرے۔ ہمارے ہاں یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہر سعادت مند بیٹا اور صاحب حیثیت شخص چاہتا ہے کہ اس کے باپ دادا کی روحیں خوش ہوں اور ان کے کچھ پاپ دھل جائیں اس لیے پرانوں اور شاستروں نے بہتر طریقہ اسی مطلب کے حصول کا یہ بتایا ہے کہ ہر سال چند برہمن پنڈتوں کو بلا کر ان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے اور ان کو خوش کیا جائے۔ برہمن چونکہ برہما دیوتا کی اولاد سمجھے جاتے ہیں برہما جی اپنی اولاد کو خوش و خرم دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ پس عوام کو لازم ہے کہ وہ برہمنوں کو بلائے اور ان کو خوش کرے۔

اس کے نتیجے میں پنڈت جی دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں صاحب حیثیت پانچ، دس، پندرہ پنڈتوں کو پتر پوجا کے لیے بلاتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ جب وہ پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں تو ان کے سامنے لڈو پیش کیے جاتے ہیں اور اصرار کیا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ کھائیں جب وہ مزید کھانے سے انکار کر دیتے ہیں تو ہر لڈو کھانے کی کچھ قیمت مقرر کر دی جاتی ہے۔ جب اس قیمت کے لڈو کھانے سے انکار ہو جائے تو قیمت بڑھ جاتی ہے۔ سنا ہے کہ ایک ایک لڈو کی قیمت حیرت انگیز طور پر اس لیے بڑھا دی جاتی ہے تا کہ پنڈت زیادہ سے زیادہ لڈو کھائیں اور عقیدہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اسے ویدوں کی

زبان میں پتر شرادھا کہا گیا ہے۔

پنڈت دیانند کے بیان سے ہندو مذہب میں مزید اختلاف ہوتا ہے وہ یہ کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ شرادھ کے معنی زندہ ماں باپ کو کھلانا ہے۔ پنڈتوں کو کھلانا نہیں ہے تو غالباً پنڈت جی نے اپنے ماں باپ کا شرادھ زندگی ہی میں کر دیا ہوگا یعنی ان کو خوب کھلا پلا کر مذکورہ ثواب حاصل کر لیا ہوگا۔

میں یہ بھی کہنا پسند کروں گی کہ ویدوں کے جملہ مفسروں نے شرادھا کے معنی عقیدت کے بتائے ہیں اور ظاہر ہے پتروں میں مردہ بزرگوں سے عقیدت کے معنی یہی ہیں کہ ان کی روحوں کو ایصال ثواب کیا جائے اور یہی ان کی سیوا خدمت ہے ورنہ زندہ آدمی مردوں کی روحوں کی خدمت کیسے کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری مذہبی کتابوں ویدوں میں پتر شرادھ اور پتر پوجا کے منتر بہت واضح اور صاف الفاظ میں درج ہیں کہ کس طرح دیوتاؤں کی طرح اپنے بزرگوں کی روحوں کو بلا کر ان کی پوجا کی جائے اور ان کو نذریں پیش کی جائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے اناوتی خاموش رہی کچھ سوچا اور اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

ہماری مذہبی کتابیں یہ بھی کہتی ہیں کہ ویدوں کے مفسروں کو گویا ساری کائنات کا علم تھا۔ انہوں نے دنیا کے علاوہ آسمانی ستاروں اور سیاروں کے علاوہ ان کے اثرات انسانی زندگی پر بڑے وثوق سے لکھ چھوڑے ہیں اور ان کو دیوتا کا مقام دے رکھا ہے۔ جن کی شکلیں آپ اپنی جنتریوں میں دیکھ سکتے ہیں اس طرح یہ اجرامی دنیا کے ماہر بن گئے تھے۔ پنڈت جی میں آپ سے پوچھتی ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے کیا یہ حقیقت ہے اور یہ باتیں دوسرے مذاہب میں کیوں نہیں ہیں۔"

پنڈت کاشی رائے نے کچھ سوچا پھر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بٹیا یہ تیری غلط فہمی تیری بھول ہے۔ ہمارے دھرم کے علاوہ دوسرے دھرموں میں بھی یہ باتیں ہیں۔ جو باتیں سارے دھرموں میں مشترک ہیں میں ذرا ان کا ذکر کرنے لگا ہوں ذرا غور سے سننا۔

ہمارا دھرم کہتا ہے کہ عالموں کی تین قسمیں ہیں پہلا جولوک یہ دیوتاؤں اور روحوں کی دنیا ہے۔ جہاں رہنے والے دیوتاؤں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو پیدا نہیں ہوتے وہیں رہتے ہیں دوسرے وہ جو ہماری دنیا سے اچھے اعمال کی وجہ سے چلے گئے ہیں چونکہ یہ لوگ سے اور کرم واعمال کے پابند تھے اور اچھے اچھے اعمال کے صلے میں دیوتا بنائے گئے تھے۔ اس لیے اپنے اعمال کا صلہ حاصل کرنے کے لیے انہیں پھر اس دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے تاکہ پھر پیدا ہوں اور اپنے آسمانی تجربے کی روشنی میں بہتر کام کر کے مکتی یعنی نجات اخروی کے لیے کوشش کریں۔

دوسرے عالم کو پرتھوی لوک کہتے ہیں یعنی ہماری دنیا یہ کارگر عمل ہے یہاں روح کو جسمانی لباس پہنایا جاتا ہے۔ حواس خمسہ دیے جاتے ہیں کہ برے بھلے میں امتیاز کرے اور خواہش دی جاتی ہے اور ارادہ دیا جاتا ہے جو دیگر اعضا وجسم پر حکومت کرنا سکھاتے ہیں یعنی سوچنے اور عمل کرنے کی صلاحیت دی جاتی ہے تاکہ روح اپنی مکتی یعنی نجات کے لئے جدوجہد کرے اور پھر اپنی اصل اور کل یعنی مہا آتما میں جذب ہونے کے قابل بنے اور کرم یعنی عمل پیدائش اور موت کے چکر سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر سکے۔

تیسرا عالم پاتال لوک ہے یہ زمین کے نیچے کی دنیا ہے۔ جہاں جانور اور حشرات اور روحیں اپنی بداعمالیوں اور گناہوں، غلطیوں اور شرارتوں کی سزا پانے جاتی ہیں اسی کو نرگ یعنی جہنم کہا جاتا ہے۔ یعنی مصیبتوں اور دکھوں کی دنیا جہاں غم والم، ظلم وجور آہوں اور آنسوؤں، ذلت اور خواری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

جن عالموں کا میں نے ذکر کیا ہے یہ دوسرے مذاہب میں بھی ملتے ہیں' میں تم پر یہ بھی واضح کروں کہ زندگی نام ہے انکشاف وارتقاء کا ان حالات میں جو انسان کو مجبور محض بنا دیتے ہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ زندگی دراصل فطرت کے خلاف جنگ کا نام ہے' زندگی بقاء کے لیے جدوجہد ہے- زندگی روح اور مادے کے درمیان امتیاز پیدا کرتی ہے- بس جہاں زندگی ہے وہاں جدوجہد ہے- یہی روح کی عظمت ہے اور اسی کا مقصد ہے مکتی یعنی نجات اخروی-

اب میری بیٹی تم یہ پوچھو گی کہ یہ نجات ہے کیا چیز' ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ آتما یعنی روح کا کرم اعمال پیدائش اور موت کے چکر سے نکل کر مہا آتما اور پھر پرماتما یعنی ایشور میں جذب ہو جانا اور اپنی انفرادیت کو ختم کر دینا مکتی ہے-''

یہاں تک کہنے کے بعد پنڈت کاشی رائے رکا پھر طنزیہ سے انداز میں اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''بیٹی مسلمانوں نے بھی ہمارے اس قاعدے کلیے کو اپنایا اگر میری باتوں میں تمہیں کوئی شک و شبہ پیدا ہو تو کسی مسلمان سے جا کر پوچھ لینا- مسلمان صوفیوں نے بھی اس عقیدے کو قبول کر لیا اور اس کا بڑا چرچا کیا جسے وہ وحدت الوجود اور ہمہ اوست کے دلفریب ناموں سے منسوب کرتے ہیں-

جس معرفت اور سالک کا ذکر یہ مسلمان کرتے ہیں وہ بھی ہماری ہی بنیاد ہے یعنی یوگی اور عقل مند لوگ جنہیں یوگ معرفت حاصل ہو جاتی ہے وہ اپنے اعمال کا اجر طلب کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ جذبات اور مادی اشیا سے بے تعلق ہو جاتے ہیں وہ پرماتما کی مایا سے بھی متاثر نہیں ہوتے بلکہ وہ خود دیوتاؤں کی پرسکون دنیا میں پہنچنے کی فکر میں رہتے ہیں-

وہ اپنے دل سے ہر خواہش کو نکال دیتے ہیں- مادی حوائج سے بے نیاز ہو جاتے ہیں' محسوسات عالم سے منہ موڑ لیتے ہیں- کیونکہ یہ لوگ دنیا میں رہتے ہوئے بھی ملکوت اعلیٰ میں

ے ہیں- وہ دنیا کی لذتوں کا احساس بھی بھول جاتے ہیں اور کبھی راہ راست سے نہیں ٹتے- بیٹی تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ ہندو دھرم میں یہ جو مکتی کے لیے کوئی خود جو کچھ کرتا ہے وہ اس کے ورثاء بھی اس کو آخری نجات دلانے کے لیے خاصی محنت کر ڈالتے ہیں ایسا ہی رے دھرم والے بھی کر رہے ہیں-''

پنڈت کاشی رائے جب خاموش ہوا تب اناوتی نے بولتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا-

''پنڈت جی یہ جو ہمارے ہاں اپنے مردے کو سجا بنا کر اور بٹھانے کے لیے اکثر اس ے پاؤں کی ہڈیاں توڑ دیتے ہیں تاکہ اصلی یوگی کی شکل میں بیٹھ سکے پھر جنازے کے ساتھ ل اور لکڑیاں لے جاتے ہیں اور کسی دریا کے کنارے یا کسی مخصوص مقام پر لکڑیوں پر رکھ تیل یا گھی چھڑک کر آگ لگا دیتے ہیں- جب سر پھٹنے کا موقع آتا ہے تو متوفی کے بیٹے یا ی قریبی عزیز کی ذمہ داری مقرر کرتے ہیں کہ لاٹھی مار کر سر کو توڑ دے تاکہ پھٹنے سے اس کی ش منتشر نہ ہو اور سب کھڑے ہو کر اس کا جلوہ دیکھتے ہیں- پھر یہ بھی ہمارے ہاں عقیدہ ہے کہ بعض مردے اٹھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو بھی آگ میں دھکیل دیا جاتا ہے جب ن جل کر راکھ ہو جاتی ہے تو ایک برتن میں محفوظ کر لی جاتی ہے پھر اسے کسی دریا میں بہا یتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کو مکتی مل گئی ہے-

پنڈت جی آخر اتنا لمبا چکر کرنے کی کیا ضرورت ہے- ہم عیسائیوں' یہودیوں اور لمانوں کی طرح اپنے مرنے والوں کو زمین میں دفن کیوں نہیں کر دیتے؟''

پنڈت کاشی رائے طنزیہ سے انداز میں مسکرایا کہنے لگا-

''بیٹا ہم اپنے مردوں کو جلاتے اس لیے ہیں کہ اس کی روح اپنے جسم کی تلاش میں ا دنیا میں بھٹکتی نہ پھرے اپنے گھر کے چکر نہ لگائے اور پسماندگان کو پریشان نہ کرے- یمان سے پرلوک کا راستہ لے اور دنیا چھوڑ دے-

اناوتی نے پھر پنڈت کاشی رائے پر سوال داغ دیا۔

''اس کا مطلب ہے روح سے خوف کھانے کا تصور ہی روح کو پرستش کا سبب بنا تھا اور لوگوں کو باور کرایا جاتا ہے کہ روح اپنے جسم سے اس وقت تک جدا نہیں ہوتی جب تک جسم مکمل طور پر تباہ نہیں ہو جاتا۔''

کاشی رائے نے غور سے اناوتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بیٹیا۔ ارواح پرستی کی رسم یقیناً بے حد قدیم رسم ہے اور یہ آریا قوم کے ذریعہ اقوام عالم میں پھیلی ہے۔ یعنی یہ خالص آریائی فکر کا کارنامہ ہے۔ جس نے ارض بابل میں نشو نما پائی تھی۔ آریائی جب اکناف عالم میں پھیلے تو یہی ایک قاعدہ اپنے ساتھ لے گئے چنانچہ یونان مصر، چین میں ایسے ہی عقاید ضبط تحریر میں موجود ہیں اگر تمہیں اس سلسلے میں شک ہو تو میں تم یونان اور چین کے لوگوں کے ارواح سے متعلق عقیدے سے بھی آگاہ کر سکتا ہوں۔ سنو بٹیا۔

یونانیوں میں مردوں کی دنیا میں اولمپیا کے بارہ دیوتاؤں میں سے ایک کی حکومت تھی اور اس کا نام پلوٹو تھا مگر وہ عرف عام میں ہیڈس کہلاتا تھا اور یونانیوں کا خیال ہے کہ وہ زمین کے نیچے کسی پوشیدہ مقام پر ہے۔ وہاں جانے کا راستہ دنیا کے کناروں پر سمندر کے پار ہے۔ بعض نے بتلایا کہ وہاں مختلف غاروں اور جھیلوں کی تہہ میں سے ہو کر جا سکتے ہیں۔ یونانیوں کا خیال ہے کہ وہاں بھی دو طبقات ہیں ایک کا نام ٹارٹرس ہے اور دوسرے کا اریبس۔ ان میں ٹارٹرس زیادہ نیچے ہے اور وہ دنیا کے گناہ گاروں کا قید خانہ ہے۔ اری بس وہ مقام ہے جہاں مرنے کے فوراً بعد مردہ بھیجا جاتا ہے۔ وہاں گناہ گاروں کو سزا دی جاتی ہے اور اچھے لوگوں کو اجر ملتا ہے اور یہی عقیدہ مسلمانوں میں بھی جزا اور سزا کے سلسلے میں جنت دوزخ کا قائم ہے۔

یونانیوں کا یہ بھی پرانا عقیدہ تھا کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو ایک بوڑھا ملاح نام جس کا قارون ہے روحوں کو ان دریاؤں کے پار لے جاتا ہے اور ٹارٹرس تحت الثریٰ کے کنارے

پہنچا دیتا ہے۔ مگر یہ سہولت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کی زندگی کا سفر بہتر ہوا اور وہ اچھی طرح احترام سے دفن کیے گئے ہوں ورنہ وہ اپنی کشتی میں نہیں بٹھاتا۔ برے انسانوں کی روحوں کو دونوں دریا تیر کر پار کرنے پڑتے ہیں ٹارٹرس یعنی تحت الثریٰ کے دروازے پر تین سر کا بھیڑیا نما اژدھا بیٹھا ہے وہ ہر روح کو اندر تو جانے دیتا ہے مگر نکلنے نہیں دیتا۔

یونانیوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد روح کو تین ججوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس کے نام منطوس، مینوس اور ایکوس ہیں۔ گناہ گاروں کو ہمیشہ کے لیے عذاب میں بھیجتے ہیں اور اچھے لوگوں کو آرام و رحمت کے مقام یعنی ایلی زیاں بھجوا دیتے ہیں۔

یونانیوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ مردوں کی دنیا میں تین دریا بہتے ہیں جن کے نام فلی گیتون یعنی آگ کا دریا۔ اسٹائی گیس یعنی ان دیوتاؤں کی دنیا جن کی قسم کھائی جاتی ہے اور جو فراموش نہیں ہوتی اور لیتھی یعنی فراموشی، بھول جانے کا دریا۔

یونانی کہتے ہیں کہ اس وسیع دنیا میں کہیں پلوٹو کا محل ہے اس میں ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ہزاروں کا مجمع رہتا ہے۔ اس کے گرد وسیع میدان ہیں کچھ ٹھنڈے کچھ گرم کچھ چراگاہیں ہیں جن میں عجیب گھاس پھونس اور عجیب پھول ہیں۔

یونانی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں فرشتے گناہ گاروں کو سزا دیتے ہیں ان میں سے کچھ دنیا میں برے کام کرنے والوں کی نگرانی بھی کرتے رہتے ہیں وہ سخت گیر ہیں اور انصاف کے ساتھ حتیٰ کہ سورج دیوتا بھی اپنے مدار سے ہٹنے کی جرات نہیں کر سکتا وہ اس کی نگرانی کرتے ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

ٹی طیسیفون، میگئرا اور الیکٹو۔ نیند اور موت دو بھائی ہیں جو مردوں کی دنیا میں رہتے ہیں خواب میں بھی وہی آتے ہیں ان کے آنے کے دو دروازے ہیں ایک سنگھ کا دروازہ جس میں سے اچھے خواب آتے ہیں اور ایک ہاتھی دانت کا دروازہ جس میں سے نکل کر برے

خواب آتے ہیں۔"

لمحہ بھر کے لیے کاشی رائے خاموش ہوا پھر طنزیہ سے انداز میں کہنے لگا۔

"اناوتی میری بیٹی یہ تو یونانیوں کے ارواح سے متعلق خیالات ہیں اب ذرا مصری کے متعلق بھی کچھ سنو!

مصر میں رع دیوتا کے بعد سب سے بڑا دیوتا اوزی رس خیال کیا جاتا تھا جسے بیل شکل میں پوجا جاتا تھا۔ اس کے سر پر دو سینگ دکھائے جاتے تھے یہاں تک کہ یہودیوں اپنے دور غلامی میں اسے پوجنا شروع کر دیا تھا۔

پھر مصریوں کے مطابق ایسا ہوا کہ سیتھ یعنی شیطان نے جو دیوتاؤں کا دشمن تھا سا کر کے اوزی رس کو تخت سے اتار دیا اور قتل کر دیا پھر اس کی لاش زمین کی تاریک اور فضا میں دھکیل دی۔

جب ایسا ہوا تب اوزی رس کی بیوی نام جس کا عبیس تھا ایک پرندے کی شکل اخ کر کے اپنے شوہر کو تلاش کرنے لگی۔ مصری کہتے ہیں کہ وہ زمین کی تاریکی میں گھس گئی نے اپنے پروں کی چمک سے تاریکی دور کی اور پنکھ ہلا کر ہوا حاصل کی وہ روتی اور نوحہ اس کے پاس پہنچ گئی۔

اوزی رس کے قتل سے دنیا میں بڑی ابتری پھیل گئی تو دیوتاؤں نے ایک مجلس بلائی صورتحال پر غور کیا۔

اس موقع پر گدھ کے سر والے مصری دیوتا انوس کو معلوم تھا کہ اوزی رس کو کس ط زندہ کیا جاتا ہے۔ پس اوزی رس کی بیوی عبیس اس کے بیٹے ہورس اور گیدڑ کے سر وا دیوتا انولیس نے منتر پڑھ کر اوزی رس کو زندہ کر دیا اور دیوتاؤں کی مجلس میں پہنچا دیوتاؤں نے سیتھ کے الزامات اور اوزی رس کی صفائی بھی سنی اور فیصلہ دیا کہ اوزی ر

اور سیتھ یعنی شیطان جھوٹا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اوزی رس کو دوبارہ دُنیا میں بھیجنا مناسب ں مرنے کے بعد کوئی دنیا میں واپس نہیں جا سکتا۔

مصری روایات کے مطابق طے پایا کہ اوزی رس کو مردوں کی دنیا کا بادشاہ بنا دیا جائے وہ مرنے والوں کا حساب کتاب کرتا رہے اور اس کا بیٹا ہورس اس کی جگہ دنیا میں حکومت رے۔ تمام مردوں کی روحیں اوزی رس کے حضور پیش ہوتی ہیں وہ گناہ گاروں کی روحوں کو ین کے تنگ و تاریک گڑھوں میں قید کر دیتا ہے اور نیک روحوں کو روشن اور خوشگوار ماحول بھیجنے کا حکم دیتا ہے۔

چنانچہ یہ مصری اوزی رس کے حضور سرخرو ہونے کی تمنا رکھتا تھا۔ اس کے پسماندگان ی مدد کے لیے ایک عہد نامہ اس کی قبر میں رکھ دیتے تھے جس میں ہدایات درج ہوتیں کہ طرح اوزی رس تک پہنچا جائے اور چند دعائیں بھی لکھ کر دی جاتی تھیں جن کے پڑھنے اوزی رس کے ہاں امتحان میں کامیابی یقینی ہو جاتی تھی۔

اناوتی میری بیٹی! دیکھا تم نے مصریوں کے ہاں بھی کیسی ارواح پرستی تھی گو مصری یقیناً یاؤں سے زندگی کے حقائق سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے لیکن مردوں کی دنیا کے بارے دونوں متفق ہیں اور پھر حد یہ کہ یہودی اپنے دور غلامی میں جو چار سو سال پر محیط تھی اسی ری دیوتا اوزی رس کو پوجنے لگے تھے وہ موسیٰ کے ساتھ مصر سے چلے آئے تب بھی اوزی کی یاد ان کے دل سے نہ نکلی موقع ملتے ہی بچھڑا بنا کر پوجنے لگے۔"

کاشی رائے تھوڑی دیر کے لیے رکا کچھ سوچا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ رہا تھا۔

"راجکماری اناوتی یونان مصر کے بعد اب ذرا چینی احوال کا رخ کرتے ہیں چین میں یم زمانے سے ایک آسمانی ہستی کا تصور موجود تھا۔ جس کے لیے انسان کو سر اٹھا کر آسمان

کی طرف دیکھنا پڑتا تھا مگر اس کا نام کیا تھا شاید چینیوں کو معلوم نہ تھا۔

پھر چینی معاشرے میں آسمان کو اتنی اہمیت ہوگئی کہ وہاں حکومت کا نام ہی آسمانی حکومت پڑ گیا۔ چینی اپنے بادشاہ کو آسمانی مالک کا جانشین سمجھنے لگے لیکن جب وہ بادشاہ مرنے لگے تو بڑی پریشانی ہوئی۔ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ یہ کہا جانے لگا کہ مرنے والا اپنے آسمانی مالک کے پاس چلا گیا ہے اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔

اس نظریے کے تحت ضروری ہوگیا کہ لوگ اپنے محبوب بادشاہ کو مرنے کے بعد بھی یاد کریں اور اسے خوش کرنے کے لیے تعریفی کلمات پیش کریں تاکہ وہ آسمانی بادشاہ سے سفارش کر کے ان کے کام بنوا دے۔

پھر ایسا ہوا کہ رفتہ رفتہ ان مردہ بزرگوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ یہ خاندان کا روحانی دیوتا الگ ہوگیا اور اس طرح خداؤں کی تعداد بھی بڑھ گئی۔

مگر بیٹی سنو! چینی بڑے جدت پسند لوگ ہیں انہوں نے اپنے بزرگوں کے علاوہ دوسروں کے بزرگوں کی تعلیم بھی قبول کی وہاں بدھ مت بھی پھیلا اسلام بھی پہنچا عیسائیت بھی پھیلی یہ لوگ اپنے بادشاہ کے طریقے پر چلنے کے شائق ہیں اسی لیے وہ ہمیشہ ایک قوم رہے۔''

کاشی رائے جب چپ ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے اناوتی بول پڑی۔

''پنڈت جی آخر ہمارے ہی انگنت دیوتا کیوں ہیں مسلمانوں کو دیکھیں یہودیوں عیسائیوں کو دیکھیں وہ ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں اسے اپنا مالک آقا خیال کرتے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ غیر فانی ہے۔ اس کی بیوی بچے نہیں نہ کوئی اس سے پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا جبکہ ہمارے ہاں دیوتا کے بیوی بچے ظاہر کیے جاتے ہیں ہم سب سے بڑے دیوتا ایشور کو مسلمانوں کے خدا کے برابر لاتے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم ایشور کی بھی بیوی دکھا دیتے ہیں پھر سب سے بڑی بدقسمتی کہ وہ بیویاں بدلتی بھی رہتی ہیں کبھی کسی کو ایک دیوتا کی بھی

ی کو دوسرے دیوتا کی بیوی بنا دیا جاتا ہے۔

پنڈت جی وید کہتے ہیں کہ ایشور جی کی دو بیویاں تھیں اور اتھروید میں ان بیویوں کے ئی دیوی اور جاکشومنی درج ہیں۔ جبکہ کہیں سری دیوی اور لکشمی کو بھی ایشور کی بیویاں بنایا ہے۔ کہیں یہ بتایا گیا ہے کہ اگنی دیوتا کی بیوی اگنافی' سوریہ کی بیوی' چھایا دیوی' یند دیوتا دیوی' مہادیو جی کی بیوی پاروتی دیوی ایشور جی کی ماشی دیوی اور جاکشومتی برہما دیوتا ی کا نام سرسوتی یا سری دیوی جبکہ اندر دیوتا کی بیوی کا نام اندررانی ہے۔

پنڈت جی ویدوں کی بیانی کا یہ عالم ہے کہ سری دیوی اور لکشمی دیوی کو کہیں برہما دیوتا ی بتلایا گیا ہے اور کہیں ایشور کی بیوی جو سب سے بڑا دیوتا ہے۔ سری دیوی کو کہیں لکھتے ہیں کہیں سرلا دیوی مگر ان کے مناقب لکشمی جی کے برابر نہیں۔ پرانوں میں لکشمی دیوی کی بڑی مدح درج ہے۔ ان کی پوجا دیوالی میں ہوتی ہے وہ دھن دولت اور ات کی مالک بتلائی جاتی ہے۔ اسی لیے دولت اسی سے طلب کی جاتی ہے ان کے چار ھائے جاتے ہیں جن میں سے وہ ایک سے ستار بجاتی ہیں اور دوسرے سے سر تال یں یہ مور پر سوار ہو کر نکلتی ہیں اور سانپ سے کھیلتا ہوا دکھایا جاتا ہے۔

پنڈت جی ہمارے برہمنوں نے دیوتاؤں کے ناموں میں عجیب سا الٹ پھیر کر رکھا ہیں برہما کو ایشور لکھتے ہیں کہیں وشنو کو اس سے بڑا بتلایا ہے اور کہیں شیوا کو ان سب ا کر دیا ہے اور کہیں اندر کو سب سے بڑا کہا ہے۔ اس طرح ان کی بیویوں میں بھی الٹ دیا ہے پھر پرانوں کے ذریعہ جوان کی مٹی پلید کی ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں۔''

اناوتی جب خاموش ہوئی تو بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کاشی رائے گا۔

''بٹیا اب تم موضوع بدل رہی ہو اصل موضوع ارواح پرستی تھا اب تم دیوی دیوتاؤں

کی طرف اتر آئی ہو لگتا ہے یہ جو تم چند مسلمانوں کے اندر رہ کر آئی ہو تو ان کے اندر رہنے سے تمہارے خیالات میں کچھ تبدیلی اور انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ دیکھ بٹیا" پنڈت کاشی رائے کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اسی لمحہ دروازے پر دستک ہوئی تھی پھر دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور اناوتی کی ماتا اور اجین کی رانی درگاوتی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ چند قدم آگے بڑھی پھر پنڈت کاشی رائے کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"پنڈت جی اگر آپ نے اناوتی سے ابھی مزید گفتگو کرنی ہے تو میں بعد میں آ جاؤں گی۔"

اس پر پنڈت کاشی رائے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر کہنے لگا۔

"نہیں مالکن آپ آئیں بیٹھیں میں نے بٹیا سے کافی بحث کر لی ہے۔ چند ایک غلط فہمیاں ہیں اور وہ میں کسی اگلی نشست میں رفع کر دوں گا۔" اسی کے ساتھ ہی کاشی رائے وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ رانی درگاوتی آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ اناوتی کے پاس بیٹھ گئی اس موقع پر اناوتی نے اپنی ماتا درگاوتی کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

"ماتا جی خیریت تو ہے۔ آپ کا چہرہ بتاتا ہے کہ آپ کچھ غیر معمولی حالات سے گزر رہی ہیں۔ کیا پتا جی سے کوئی جھگڑا ہوا کسی نے آپ کی دل شکنی کی۔ کسی نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔"

تھوڑی دیر درگاوتی مسکراتی رہی پھر اپنی بیٹی اناوتی کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

"بٹیا تمہارے سارے اندازے غلط ہیں تاہم میں تمہارے لیے ایک غلط خبر ضرور لے کر آئی ہوں اور یہ خبر ہمارے لیے انتہا درجہ کی افسوسناک بھی ہے اور اس خبر کی وجہ سے آنے والے دور میں ہمارے لیے خطرات بھی اٹھ سکتے ہیں۔"

راج کماری اناوتی نے خوفزدہ سے انداز میں اپنی ماتا رانی درگاوتی کی طرف دیکھا پھر

کسی قدر پریشانی بھری آواز میں وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ماتا آپ کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں کس طرف سے کس سمت سے ہمارے لیے خطرات اٹھ رہے ہیں اور کون سی بری خبر ہے جو آپ لے کے آئی ہیں۔"

رانی درگاوتی بڑے دکھ بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"بیٹی تو جانتی ہے۔ بال کے راجہ رائے سنگھ کے کہنے پر تیرا بھائی منگل راج اور جیتور کا راجہ نندیال ایک متحدہ لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوئے تھے.........."

رانی درگاوتی یہیں تک کہنے پائی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے طنزیہ سے انداز میں راجکماری اناوتی بول پڑی۔

"اگر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوئے تھے تو پھر اس کا کیا بنا کیا وہ مسلمانوں کے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے ان کے مرکزی شہر احمد آباد تک جا پہنچے ہیں۔"

اناوتی کی اس طنزیہ گفتگو کو اس کی ماتا رانی درگاوتی نے خاصا محسوس کیا تھا تاہم اس نے سر کو جھٹک دیا کہنے لگی۔

"بیٹی! یہ طنز کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں تم سے کہنے لگی تھی کہ رائے سنگھ نندیال اور تیرے بھائی منگل راج کے مقابلے میں مسلمانوں کے سلطان نے تاج الدین کو مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا تھا ایک ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں تاج الدین نے تینوں کو بد ترین شکست دی۔ تیرا بھائی منگل راج تو کسی نہ کسی طرح اپنی سینا کو بچا کر پیچھے ہٹنے میں کامیاب ہو گیا جبکہ تاج الدین نے نندیال اور رائے سنگھ دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا اور دونوں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

بٹیا تیرے باپ نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ وہ تیرا بیاہ جیتور کے راجا نندیال سے کرے گا لیکن یوں جانو ہماری بدقسمتی کہ نندیال تاج الدین کے ہاتھوں مارا گیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رانی درگاوتی لمحہ بھر کے لیے خاموش رہی پھر کہنے لگی۔

''بیٹی! اب نندیال کی جگہ تیرے پتاجی تیرے رشتے کی بھرون کو پیشکش کریں گے اس لیے کہ نندیال کی جگہ اب پرتھوی راج کا بیٹا اور رانا سنگھا کا بھتیجا بھرون ہی جیتور کا راجا بنا ہے۔''

رانی درگاوتی جب خاموش ہوئی تب ایک جستجو میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے اناوتی نے پوچھ لیا۔

''ماتا! جب رائے سنگھ، نندیال اور میرے بھائی منگل راج کو تاج الدین کے مقابلے میں شکست ہوئی اس وقت یہ بھرون کہاں تھا۔؟''

رانی درگاوتی کا منہ پریشانی اور فکرمندی میں لٹک گیا تھا کہنے لگی۔

''بھرون بھی اسی لشکر میں شامل تھا۔ نندیال تو مارا گیا اور نندیال کے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھرون جیتور کی طرف بھاگ گیا۔''

راج کماری اناوتی کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ اپنے اندر بے پناہ خوشیوں کو چھپا رہی ہو لیکن اپنا ظاہری بھرم اس نے قائم رکھا اور چہرے پر فکرمندی بکھیر لی پھر وہ اپنی ماتا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''ماتا تو پھر یوں مت کہیں کہ تاج الدین کے ہاتھوں رائے سنگھ نندیال اور میرے بھائی منگل راج کو شکست ہوئی ہے بلکہ آپ کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ مسلمانوں کے سالار تاج الدین کے ہاتھوں رائے سنگھ، نندیال اور منگل راج کے علاوہ بھرون کو بھی بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

ماتا رہی بات میرے رشتے میرے بیاہ کی تو کیا میرے لیے رانا سنگھا کے خاندان کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا۔ جسے میرا پتی یا میری پریت کا مالک بنایا جائے اور پھر اس سلسلے میں مجھ

ے کیوں نہیں پوچھا جاتا۔ اگر پتاجی آئندہ اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کریں تو ان سے کہہ بیجئے گا فی الحال میرا بیاہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں جب ارادہ ہوگا میں خود ہی اپنے منہ سے ول کے آپ لوگوں سے کہہ دوں گی۔ رہا سوال نندیال کا تو ماتا آج میں آپ پر انکشاف کر ہی ہوں کہ میں نندیال سے شادی کرنے پر تیار ہی نہ تھی میں چپ اور خاموش تھی کہ دیکھوں مالات کس کروٹ اپنا رخ اختیار کرتے ہیں۔ اب جبکہ تقدیر نے خود ہی اپنا ترکش کھولتے وئے اپنے تیروں کا رخ نندیال کی طرف کر دیا اور اس کا خاتمہ ہو گیا تو میں سمجھتی ہوں یہ ایدمیرے حق میں بہتر ہوا۔ پتاجی سے کہیئے گا کہ آئندہ میری زندگی میرے جیون کا فیصلہ رنے سے پہلے مجھ سے ضرور پوچھیں مجھ سے ضرور مشورہ کریں۔''

اناوتی لمحہ بھر کے لیے رکی پھر کہنے لگی۔

''یہ جو خبریں آپ نے مجھے سنائی ہیں ماتا یہ آپ کو کہاں سے ملیں۔

اس پر بڑی سنجیدگی میں درگاوتی نے اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بٹیا کچھ مخبر تیرے بھائی منگل راج کی طرف سے آئے تھے انہوں نے ابھی تھوڑی یر پہلے ہی یہ ساری اطلاع تیرے پتاجی کو مہیا کی ہے۔ اس شکست پر تیرے پتاجی بڑے فکر مند اور غمگین ہیں۔''

اناوتی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''اس میں فکرمندی اور پریشانی کی کیا بات ہے۔ ہمیں مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ ور ہونے کی کوشش ہی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ اب ہماری اس حرکت کے خلاف اگر ملمانوں کا سلطان کسی ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ہم پر چڑھ دوڑتا ہے تو اس سلسلے میں وہ ا بجانب ہوگا ہمیں اس بات کی فکر نہیں کرنی چاہئے کہ رائے سنگھ، بھرون، نندیال اور منگل ج کو مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی بلکہ ہمیں یہ سوچ کر فکرمند ہونا چاہئے کہ

جس طرح ہم نے مسلمانوں کے علاقوں پر چڑھ دوڑنے کی کوشش کی ہے ایسا ہی آنے والے دنوں میں اگر مسلمانوں کے سلطان نے کرلیا تو پھر ہمارا حشر کیا ہوگا۔

اور پھر ماتا آپ جانتی ہیں میرے بھائی منگل راج کو تو آج تک کسی جنگ میں کامیابی ہوئی ہی نہیں۔ بڑا بھائی بھی اپنے آپ کو بڑا رندھیر اور رنجیت سمجھتا تھا لیکن اس کا جو حشر ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔ اگر یہی انجام دیکھنا ہوتا ہے تو پھر کسی کے خلاف جنگ چھیڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔''

جب تک اناوتی بولتی رہی درگاوتی بڑے غور بڑے انہماک سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اناوتی جب خاموش ہوئی تب درگاوتی نے کچھ سوچتے ہوئے اناوتی کو مخاطب کیا۔

''اناوتی میری بیٹی اب تک تمہارے ساتھ جو میری گفتگو ہوئی ہے اس سے میرے ذہن میں دو سوال اٹھتے ہیں۔ دیکھ بٹیا میں تیری ماں ہوں میں تم سے دو سوال کرنے لگی ہوں جھوٹ مت کہنا۔''

اناوتی نے اشتباہ بھرے سے انداز میں درگاوتی کی طرف دیکھا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

''میری گفتگو کے دوران آپ کے ذہن میں کون سے سوال اٹھے ہیں ذرا میں بھی تو سنوں''

درگاوتی مسکرائی کہنے لگی۔

''بٹیا میرا پہلا سوال تو یہ ہے کہ کیا تو کسی مسلمان سے پریت کرنے لگی ہے اس کو چاہنے لگی ہے اور اس کو اپنا جیون ساتھی بنانے پر تل گئی ہے۔ دیکھ یہ میرا اندازہ ہے برا مت ماننا۔

لمحہ بھر کے لیے اناوتی کہیں کھو گئی تھی کچھ سوچا پھر درگاوتی کی طرف دیکھا راز دارانہ سی آواز میں کہنے لگی۔

''آپ میری ماتا ہیں آپ سے جھوٹ نہیں کہوں گی۔ اگر آپ میرے راز کو راز رکھنے کا وعدہ دیں تو میں حقیقت آپ کے سامنے کہہ دوں گی۔''

''میں اتنی بدبخت ماں بھی نہیں ہوں کہ بیٹی کے راز کو راز نہ رکھ سکوں۔'' بڑے غور سے درگاوتی نے اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جس کے جواب میں بڑی راز داری سے اناوتی کہنے لگی۔

''ماتا آپ جانتی ہیں میں مسلمانوں کے سالار تاج الدین سے انتہا درجہ کی نفرت کرتی تھی۔ میری نفرت اس قدر گمبھیر اور گہری تھی کہ جب ایک بار وہ یہاں آیا اور اس نے تلوار بازی کے مقابلے میں ہمارے سالار پرتاپ راؤ کو شکست دی اور میرے پتا جی نے اسے خوش ہو کر میرا محافظ مقرر کرنا چاہا تو میں نے اسے اپنا محافظ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسے اچھوت سمجھتے ہوئے اس سے نفرت اور بے زاری کا اظہار کیا۔

ماتا اسے میری بدبختی یا جو بھی کہیں کہ ایک جنگ کے دوران میں اسی تاج الدین کے ہاتھ گرفتار ہو گئی جو سلوک میں نے اس سے کیا ہوا تھا اس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ مجھے موت کے گھاٹ بھی اتار سکتا تھا۔ مجھے میری عزت' آبرو اور پت سے محروم بھی کر سکتا تھا لیکن وہ مجھے اپنے ساتھ احمد آباد لے گیا وہاں جب دوسرے قیدیوں کے ساتھ مجھے بھی مسلمانوں کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان نے تاج الدین کو اجازت دے دی کہ وہ چاہے تو مجھے اپنی بیوی بنا کے رکھ لے یا بغیر نکاح کے اپنے گھر میں لونڈی کی حیثیت سے ڈال لے لیکن بھلا ہو اس تاج الدین کا اس نے نہ زبردستی مجھ سے شادی کی نہ میرے ساتھ لونڈیوں کا سا سلوک کیا' اپنے گھر میں مجھے ایک انتہائی قابل عزت اور محترم و معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا پھر محافظ دستوں کے ساتھ مجھے اجین کی طرف روانہ کر دیا۔

ماتا جب تک میں احمد آباد میں رہی مجھے اس تاج الدین سے کوئی دلچسپی نہ تھی تاہم

وہاں رہتے ہوئے میں مسلمانوں کے طور طریقے، ان کے رہن سہن ان کے اخلاق و کردار سے متاثر ضرور ہوئی تھی- وہاں رہتے ہوئے ایک شخص نجیب الدین سے مذہب کے متعلق گفتگو ہوتی تھی وہ شخص پہلے ہندوا چھوت تھا پھر اس نے اسلام قبول کر لیا- تاج الدین سے بھی مذہب سے متعلق گفتگو ہوتی تھی اور اس گفتگو کے دوران عموماً بلکہ اکثر و بیشتر مجھے ہی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لیے کہ وہ لوگ ہندو دھرم کے ایسے ایسے نقائص میرے سامنے پیش کرتے تھے کہ میرے پاس چپ رہنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا-

ماتا وہاں سے روانگی کے وقت تحفے کے طور پر تاج الدین نے مجھے اپنے دین سے متعلق ایک کتاب دی جو ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے اور کہا کہ میں واپس جا کر ان ساری باتوں کا اپنے دھرم اور مذہب سے تقابلی جائزہ لوں پہلے میں نے اس کتاب کا خود خوب مطالعہ کیا پھر راج مندر کے پنڈت سے کئی ملاقاتیں کیں اور دھرم سے متعلق ان سے گفتگو ہوتی رہی، ہر گفتگو کے دوران میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ جو کچھ وہاں مجھے نجیب الدین اور تاج الدین کہتے تھے وہی درست تھا- پنڈت بھی بہت سے سوالوں میں مجھے مطمئن نہ کر سکا اور پھر ماتا......"

اناوتی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے درگاوتی بول پڑی-

"اناوتی میں نے تم سے صرف یہ سوال کیا تھا کہ کیا تم کسی سے پریت کرتی ہو تم نے موضوع بدل کر کیا سے کیا کہنا شروع کر دیا ہے میرے سوال کا مختصر جواب دو-"

ماتا میں تمہارے سوال کے جواب کی طرف ہی آ رہی تھی تم نے کچھ جلدی مچا دی بہر حال سنو میں تاج الدین سے جس قدر نفرت کرتی تھی اس نفرت سے کئی گنا زیادہ اب اس سے پریت کرتی ہوں اس کو چاہتی ہوں اور اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی التماس کروں گی کہ میرے لیے ایسے حالات پیدا کریں کہ میں کسی نہ کسی طرح تاج الدین کی ہو کے رہ

جاؤں-

درگاوتی کے چہرے پر خفگی اور ناراضی کے اثرات نمودار ہوئے تھے کہنے لگی-

"بیٹا ایسا ممکن ہی نہیں تیرا باپ تیری گردن کاٹ دے گا تجھے زندہ آگ میں جلا دے ۂ لیکن تجھے کسی بھی صورت تاج الدین جیسے مسلمان سے بیاہ رچانے کی اجازت نہ دے گا- ب میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا تم اپنا دھرم تبدیل کر چکی ہو- مسلمان ہو چکی ہو اور ہندو دھرم ے نفرت کرتی ہو-

اناوتی نے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگی-

"نہیں ماتا ایسی کوئی بات نہیں ہے- میری ایک بات پلے باندھ کے رکھنا دھرم کوئی ی برا نہیں ہوتا ہر دھرم انسان کو بہتری اور فلاح ہی کی تاکید کرتا ہے لیکن دھرم کو وہ لوگ راب کرتے ہیں جو اپنے آپ کو دھرم کے ٹھیکے دار خیال کرتے ہیں- جیسے ہندو دھرم کو ان ہوں نے خراب اور خوار کر کے رکھ دیا ہے-"

درگاوتی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر کہنے لگی-

"یہ پنڈت کاشی رائے سے تمہاری گفتگو کوئی اچھی رہی-"

"کوئی خاص نہیں ماتا اس لیے کہ جو باتیں میں نے پنڈت سے کہیں اس کا کاشی رائے ے پاس کوئی جواب نہ تھا- آپ نے خواہمخواہ میں انہیں میری دلی کیفیت سے متعلق آگاہ ردیا-" اس پر درگاوتی اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی-

"اچھا اب تم آرام کرو میں جاتی ہوں-" اناوتی بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اپنے اجی کے دونوں ہاتھ اس نے تھام لیے کہنے لگی-

"ماتا جو دو سوال تم نے کیے تھے اور میں نے ان کے جو جواب دیے ہیں کیا اس سلسلے ہاتم میری کوئی مدد کرو گی؟ کیا میرے لیے ایسے حالات پیدا کرو گی کہ میں تاج الدین کے

پاس اس کی بیوی کی حیثیت سے رہ سکوں؟''

درگاوتی نے ناپسندیدگی اور نفرت میں اناوتی کے ہاتھ جھٹک دیے کہنے لگی۔

''ایسا سوچنا بھی مت اس سلسلے میں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتی اور اپنی اس پریت ؛ راز بلکہ اپنے دل میں دفن کر کے رکھنا اگر تمہارے پتا جی کو خبر بھی ہوگئی کہ تمہارے یہ خیالات اور اندازے ہیں تو یاد رکھنا وہ تمہیں ایک دن کے لیے بھی زندہ دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔ تجھے شمشان لے جاکر ستی ہونے والی عورت کی طرح جلا کے رکھ دیں گے۔'' اس کے ساتھ ہ نفرت کا اظہار کرتی اور پاؤں پٹختی درگاوتی وہاں سے نکل گئی تھی۔

اناوتی کے پاس سے نکل کر درگاوتی جب قصر کے دوسرے حصے کی طرف گئی تب اسے سامنے کی طرف سے اپنا پتی راجہ سلہدی آتا دکھائی دیا۔ ہاتھ کے اشارے سے سلہدی نے اپنی رانی کو اپنی طرف بلایا درگاوتی اس کے قریب گئی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ راجا سلہدی نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے راج مندر کا پنڈت کاشی رائے میرے پاس آیا تھا اس نے شکایت کی ہے کہ ہماری بٹیا اناوتی کے خیالات اپنے دھرم کے متعلق کچھ اچھے نہیں رہے اسے سمجھا کہ اگر وہ مسلمانوں میں رہ کر اپنے خیالات میں تبدیلی کر کے آئی ہے تو اس تبدیلی کو دور کردے اور اگر وہ دفن نہیں کرسکتی تو پھر میں اسے دفن کردوں گا۔'' اس کے ساتھ ہی راجا سلہدی ایک طرف چلا گیا تھا سر جھکائے رانی درگاوتی دوسری طرف جارہی تھی۔

نجیب الدین، مارتھا، کلثوم تینوں بیٹھے گھریلو موضوع پر گفتگو کررہے تھے کہ کھنکھارتے ے اس کمرے میں حیدر خان داخل ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی تینوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ے۔

حیدر خان نے پہلے ہاتھ کے اشارے سے مارتھا اور کلثوم کو بیٹھنے کے لیے کہا پھر آگے ھ کر اس نے نجیب الدین سے مصافحہ کیا اور اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ کچھ دیر اس نے ںوں کا جائزہ لیا پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں آپ تینوں سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنے آیا ہوں اور گفتگو کا رخ رے بھائی تاج الدین سے متعلق ہے۔

نجیب الدین نے بڑے غور سے حیدر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز جس موضوع پر تم گفتگو کرنا چاہتے ہو اس کی نوعیت کیا ہے؟''

''وہ موضوع تاج الدین مارتھا، کلثوم اور حسن کی شادی سے متعلق ہے۔''

حیدر خان کے اس انکشاف پر مارتھا اور کلثوم دونوں گردن جھکاتے ہوئے شرما کے رہ ئی تھیں پھر نجیب الدین نے ہی حیدر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز اس موضوع کو آخری شکل تو اسی وقت دی جاسکتی ہے جب تاج الدین اپنی مہم سے لوٹ آئے۔''

حیدر خان کے لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر نجیب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے محترم اس وقت شام ہونے والی ہے اور تاج الدین تو آج سہ پہر کا اپنی مہم سے لوٹا ہوا ہے۔''

حیدر خان کے اس انکشاف پر مارتھا اور کلثوم دونوں نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔ مارتھا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی حیدر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کلثوم بول اٹھی۔

''اگر بھائی اپنی مہم سے سہ پہر کے لوٹے ہوئے ہیں تو پھر وہ گھر کیوں نہیں آئے ہم سے کیوں نہیں ملے کیا ان کی ہم سے کوئی ناراضی ہوگئی ہوئی ہے۔''

اس پر حیدر خان نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''نہیں میری بہن ایسی کوئی بات نہیں دراصل جس وقت تاج الدین رائے سنگھ نندیال منگل راج اور بھرون کی مہم کی طرف روانہ ہوا تھا اسی وقت ہی ہم سب سالاروں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ جب تاج الدین اس مہم سے کامیاب و کامران لوٹے گا تو سب سے پہلا جو کام کیا جائے گا وہ یہ ہوگا کہ تاج الدین اور مارتھا اور حسن اور کلثوم کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔

اب جبکہ تاج الدین اس مہم سے لوٹا تو ہم نے اسے روکے رکھا اور اس موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس وقت بھی تاج الدین اور کچھ دوسرے سالار میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں اور ان سب کو میں تاج الدین کے کمرے میں بٹھا کر آیا ہوں لیکن میں نے تاج الدین کو ادھر نہیں آنے دیا اس لیے کہ اس موضوع پر پہلے میں آپ لوگوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں پھر تاج الدین کو ادھر آنے کی اجازت دوں گا۔

اس موضوع پر ہم نے سلطان سے بھی بات کی تھی اور یہ ساری گفتگو تاج الدین کے کے بعد سلطان کی موجودگی میں بھی ہوتی رہی۔ بہت سے سالاروں کی خواہش ہے کہ الدین اور مارتھا کی شادی خوب دھوم دھام اور کروفر سے ہونی چاہئے لیکن تاج الدین سخت مخالف ہے اس کا کہنا ہے کہ بالکل سادگی سے نکاح کا اہتمام ہونا چاہئے۔ اس ادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب میں محترم نجیب الدین آپ سے پوچھتا ہوں ہی میں اپنی بہن مارتھا اور کلثوم سے بھی سوال کروں گا کہ آپ تینوں کا کیا خیال ہے؟''

مارتھا اور کلثوم نے تھوڑی دیر کھسر پھسر کی پھر کلثوم نے حیدر خان کی طرف دیکھتے کہنا شروع کیا۔

''حیدر خان میرے بھائی جو فیصلہ ہمارے بھائی تاج الدین کریں گے وہ ہم سب لیے آخری ہے۔ اگر وہ اس سلسلے میں سادگی برتنا چاہتے ہیں تو میں اور مارتھا ان دونوں اتھ ہیں۔''

کلثوم جب خاموش ہوئی تو سوالیہ سے انداز میں نجیب الدین نے حیدر خان کی طرف ہوئے پوچھ لیا۔

''ویسے میرے عزیز تمہارا خود کا کیا خیال ہے۔ شادی کیسی ہونی چاہئے؟''

حیدر خان مسکرایا کہنے لگا۔

''اگر مجھ سے پوچھو تو میں تو یہی کہوں گا کہ یہ سارا معاملہ انتہائی سادگی سے ادا کرنا ہے۔ آپ کے ہاں آنے سے پہلے میں تاج الدین کی سوتیلی ماں سفینہ خاتون اس کے سن اور بہن اریبہ سے بھی مل چکا ہوں وہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مارتھا اور تاج حسن اور کلثوم کا نکاح انتہائی سادگی سے ہونا چاہئے اور سادگی کے ساتھ ہی دونوں کی کا اہتمام کرنا چاہئے۔''

اس پر نجیب الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''میں ان کی سادگی والے مشورے سے تو اتفاق کرتا ہوں لیکن رخصتی والے سے
تھوڑا سا اختلاف ہے۔ اس لیے کہ رخصتی تو صرف کلثوم کی ہوگی۔ مارتھا کے سلسلے میں تو رخ
کا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا۔ اس کا نکاح یہیں ہوگا اور یہیں بیٹی کی حیثیت سے میر
پاس ہی رہے گی۔ ویسے میں خود اس بات کا حامی ہوں کہ دونوں بیٹیوں کی شادی اور ر
انتہائی سادگی سے ہونا چاہیے۔''

اس پر کچھ کہے بغیر حیدر خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور تاج الد
کو آواز دی۔ تھوڑی دیر بعد تاج الدین اس کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی کلثوم ما
اور نجیب الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ نجیب الدین نے اسے گلے لگایا اس مو
کلثوم نے اسے مخاطب کیا۔

''بھائی یہ آپ اجنبیوں کا سا رویہ کیوں اختیار کیے ہوئے ہیں وہاں باہر اپنے کمر
میں کیوں بیٹھ گئے۔ بھائی حیدر خان جس سلسلے میں مشورہ کرنے یہاں آئے اس مشور
میں آپ بھی شریک ہو سکتے تھے۔ اس لیے کہ نہ مارتھا بہن آپ کے لیے ناآشنا ہے نہ
اس کے لیے اجنبی ہیں۔''

اس کے بعد نجیب الدین بول پڑا۔

''بیٹے میں تمہیں رائے سنگھ، منگل راج، نندیال اور بھرون کے خلاف شاندار کامیا
مبارکباد دیتا ہوں۔'' نجیب الدین کے بعد مارتھا اور کلثوم بھی تاج الدین کو مبارکباد دے
تھیں پھر حیدر خان بول پڑا۔

''تاج الدین میرے بھائی تمہاری تجویز سے مارتھا، کلثوم اور نجیب الدین بھی م
ہیں کہ شادی سادگی سے ہونی چاہیے۔ بہر حال یہ امر اب طے شدہ ہے کہ تمہاری اور مارتھا

ر کلثوم کی شادی آج شام تک انتہائی سادگی سے اپنے انجام کو پہنچے گی۔ اب میں جاتا
یہاں بیٹھ کر باتیں کرو میں اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر تم چاروں کے
اہتمام کرتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی حیدر خان وہاں سے نکل گیا تھا۔

تاج الدین، نجیب الدین کے پہلو میں ہو بیٹھا پھر مارتھا اور کلثوم مزے لے لے کر اس
ی مہم کی تفصیل سن رہی تھیں۔ اسی روز مغرب کی نماز کے بعد تاج الدین اور مارتھا،
ر کلثوم کے نکاح کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔ کلثوم رخصت ہو کر حسن کے گھر چلی گئی تھی۔
ین اور مارتھا نے مستقل طور پر نجیب الدین کے ہاں ہی رہائش اختیار کر لی تھی۔

راج کماری اناوتی ایک روز اپنے ذاتی کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ درواز
دستک ہوئی‘ دستک کی آواز سنتے ہی اناوتی چونکی پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

”کون ہے! اندر آ جاؤ۔“

دوسرے ہی لمحے دروازے کا پٹ کھلا اور راجکماری اناوتی کی داسی ستیو ودھیا ک
میں داخل ہوئی۔ آگے بڑھی فرش پر بیٹھنا چاہتی تھی کہ ہاتھ کے اشارے سے بڑے پیا
انداز میں اناوتی نے ایک نشست کی طرف اشارہ کیا تب ستیو ودھیا وہاں بیٹھ گئی تب
سے لہجے میں وہ راج کماری اناوتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”مالکن! وانجی کو آپ نے جس مہم پر روانہ کیا تھا وہ اس مہم سے لوٹ آیا ہے۔ اس
نے راج محل کے باہر ہی کھڑا کر دیا ہے پہلے میں آپ کے پاس آئی ہوں اگر آپ اجا
دیں تو اسے میں آپ کے پاس لے کر آؤں۔“

وانجی کی آمد کا سن کر اناوتی بے پناہ خوشی اور اطمینان کا اظہار کر رہی تھی۔ کہنے لگی۔

”تو نے اسے راج محل سے باہر کیوں روک دیا۔ اب وہ راج محل کے اندر بلا اجا
آ سکتا ہے۔ راج محل کے محافظ اسے روکیں گے نہیں اس لیے کہ میں نے اپنے ماتا پتا کے
راج محل کے محافظوں اور اصطبل کے محافظوں تک سے کہہ دیا ہے کہ میں نے اپنے گھوڑ
کی دیکھ بھال کے لیے وانجی نام کے ایک شخص کو ملازم رکھا ہے۔ اب وہ بلا جھجک مجھ

ہے۔ مجھے ملنے میں اب اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تم جاؤ اسے فوراً بلا کر لے
ؤ۔“

ستیو ودھیا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اچانک اناوتی نے کچھ سوچا۔ ستیو ودھیا کا بازو
پکڑ اس نے پھر نشست پر بٹھا لیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کیا تم نے اس سے پوچھا کہ جس مہم پر وہ گیا تھا اس کا کیا بنا یا اس نے خود ہی تمہیں
مہم کی تفصیل بتائی ہے۔“

ستیو ودھیا نے غور سے اناوتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”مالکن نہ ہی اس نے مجھے بتایا ہے نہ ہی مجھے کچھ اس سے پوچھنے کی ہمت ہوئی ہے۔“

اناوتی مسکرائی اور کہنے لگی۔

”اچھا جاؤ اور اسے اپنے ساتھ لے کر آؤ اس کے ساتھ ہی ستیو ودھیا اپنی جگہ سے اٹھی
رے سے نکل گئی تھی۔“

تھوڑی ہی دیر بعد ستیو ودھیا وانجی کو لے کر اناوتی کے کمرے میں داخل ہوئی۔ دونوں
ں نے ہاتھ کے اشارے سے نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا جب دونوں بیٹھ گئے تب
اری اناوتی کے کہنے پر وانجی نے مارتھا اور تاج الدین سے اپنی ملاقاتوں کی تفصیل
اری اناوتی سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل سن کر لمحہ بھر کے لیے راجکماری اناوتی اداس اور فکر مند سی ہو گئی تھی لیکن
ما اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر وانجی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”وانجی! یہ کہو تاج الدین کیسے ہیں؟ رائے سنگھ‘ نندیال میرے بھائی منگل راج اور
ا کے مقابلے میں ان کی شاندار فتح کی خبریں تو یہاں پہنچ چکی ہیں۔“

اناوتی کے استفسار پر وانجی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

"مالکن وہ بالکل ٹھیک ہیں ان فتوحات کی وجہ سے تاج الدین کی شہرت اور عز
بڑا اضافہ ہوا ہے۔ بھرون جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتا تھا تاج الدین نے ا
اس کے علاوہ نندیال اور رائے سنگھ کو ذلت آمیز اور بدترین شکست دی ہے۔"

کچھ دیر خاموش رہتے ہوئے راجکماری اناوتی نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ وانجی کو
کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"وانجی تم سفر سے تھکے ہارے آئے ہو جا کے آرام کرو اور ہاں گھوڑے کو کیا
اصطبل میں باندھ دیا ہے۔"

"مالکن میں گھوڑے کو اصطبل میں باندھنے کے بعد راج محل کی طرف آیا ہوں۔"
وانجی نے بڑی عاجزی اور انکساری میں اناوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
اناوتی پھر بول پڑی۔

"اب تمہیں راج محل میں داخل ہونے کے لیے نہ کسی اجازت نہ ہچکچاہٹ کی ضر
ہے میں نے اپنے ماتا پتا کے علاوہ راج محل کے محافظوں اور اصطبل کے رکھوالوں سے ک
دیا ہے کہ وانجی نام کے نوجوان کو میں نے اپنے گھوڑے کی دیکھ بھال کے لیے رکھا ہے
جو بھی تم سے پوچھے اسے یہی کہنا کہ راجکماری اناوتی نے مجھے اپنے گھوڑے کی دیکھ بھا
لیے رکھا ہے یعنی ایک طرح سے تم میرے گھوڑے کے سائیں ہو۔ اس طرح تمہیں مج
ملنے میں آسانی رہے گی اور پھر آنے والے دنوں میں اگر میں نے تاج الدین یا پھر ما
طرف کوئی پیغام بھجوانا ہوا تو اس پیغام رسانی کے لیے بھی تمہاری وجہ سے مجھے کافی
میسر ہوں گی۔

اب تم اٹھو جا کر اپنے گھر آرام کرو لیکن آج کے بعد روزانہ تم نے اصطبل کی طرف
ہے اور وہاں میرے جتنے گھوڑے ہیں ان سب کی دیکھ بھال تم نے کرنی ہے۔" راج

ی کے اس حکم پر وانجی خوش ہو گیا تھا پھر وہ اٹھ کر اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک کمرے میں راجکماری اناوتی انتہائی افسردگی اور
ی کے انداز میں کہیں کھوئی رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنی گردن سیدھی کی اور اپنی
ی سہیلی ودھیا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"ودھیا عورت جب کسی سے اپنی محبت کی دل بستگی کرتی ہے تو پھر اس کے لیے مر مٹتی
ہے۔ میں نے تاج الدین کو دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے۔ اب میں اپنی محبت کو ناآشنا
طوں کو رواں' انجانے پانیوں کی نفرت کا شکار نہ ہونے دوں گی۔ میرے جسم میرے
اؤں میں جو ہمہ وقت ان کی چاہ تپتی رہتی ہے تو میں ستاروں کی قندیلوں سی اپنی اس پریت
بے قراری کے فسوں کی طرح اپنی عبا کے بند کھولے ہواؤں کی لرزش میں تحلیل نہ ہونے
ں گی۔ ودھیا اگر ایسا ہو گیا تو یاد رکھنا اناوتی کا جسم دہکتا تانبا ہو کے رہ جائے گا۔

ودھیا! میں نے تاج الدین کو اپنا ہم نشین جانا ہے اور اسے اپنی جان کا دشمن نہ بننے
ں گی۔ اب وہ میرے جسم و جان کے سفر میں ایک آشنا مسافت کی طرح ہے وہ میرے
ن کی سب سے بڑی خواہش ہے اور میں اپنی روح و تمنا کی خواہش کے درمیان کسی کو بھی
ت کے لرزاں سوال کی طرح اٹھنے نہ دوں گی۔ میں اپنی چاہتوں کے خواب منظر کو جان
ے آزار کے سفر میں تبدیل نہ ہونے دوں گی۔ اب تاج الدین ہی میری یادوں کی چیپ
ے انمول جوہر ہیں میرے جیون کی روشنی میں میری ذات کے شانت لمحوں کا اشارہ ہیں۔

ودھیا میں تاج الدین سے پریت میں ایک ایسے مقام پر پہنچ چکی ہوں جہاں
زوؤں کے آلاؤ رات کی ملگجی تیرگی' بہتے پانیوں کے بہاؤ' عہد رفتہ کی ہر داستان میں مجھے
ف تاج الدین ہی دکھائی دیتا ہے۔ آنکھوں میں اڈتے بادلوں میں اپنی اپنی بولیاں
لتے طیور میں جسم کی حرارت سانسوں کی روانگی میں موسموں کی رنگین گونجوں میں سیاہ رات

کے ستاروں کی سرگوشیوں تک میں ہر وقت تاج الدین کے نام کی گونج ہی سنتی ہوں۔

تاج الدین سے پریت کرتے ہوئے مجھے زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن اب ان کی پریت میں جس مقام پر پہنچ چکی ہوں اس سے لگتا ہے جیسے میرا ان کا صدیوں کا نجوگ ہے جیسے برسوں سے ترستا میرا جسم صرف انہی کا منتظر ہے۔ ودھیا اب میں ایسے مقام پر پہنچ چکی ہوں جہاں تاج الدین اور اناوتی ایک ہی نام کے دو پہلو ہیں۔

ودھیا اگر وہ مجھے نہ ملے تو یاد رکھنا میرے دل کے سمندر میں ہجر دوستی کا زہر شعلوں کے لباس میں رقص کرا ٹھے گا اور میری حالت گردش دہر کے خستہ جسم عہد رفتہ کے رخ کی جھریوں جوانی کی گم ہوتی یادوں' بیداری کے خوابوں کے پرسوز نالوں دکھی انسانیت کے نوحوں اور قدیم تہذیب کے نقش سے بھی بدتر ہو کے رہ جائے گی۔ اگر وہ مجھے نہ ملے تو یاد رکھنا اس راز محل کے اندر میری ذات بے اثاث رویوں کے بھونچال میں ختم ہو کے رہ جائے گی۔ مگر خداوند نے چاہا تو میں گہری اداسی کے تموج اور لبوں کی بستگی اور چشم نم ناک کو اپنا مقدر نہ بننے دوں گی۔''

اناوتی جب خاموش ہوئی تو بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ستیو ودھیا کہنے لگی۔

''مالکن جب سے میں آپ کے پاس کام کر رہی ہوں تب سے پہلی مرتبہ میں نے آپ کے لبوں پر بھگوان کی بجائے خداوند کا نام سنا ہے۔''

اناوتی کے لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

''ستیو ودھیا ابھی تم بہت کچھ سنو گی۔ میں سمجھتی ہوں کہ تاج الدین کے ساتھ احمد آباد جانے سے پہلے میں بالکل اندھی اور بے بہرہ تھی اور کسی دھرم سے متعلق کچھ نہ جانتی تھی بلکہ اپنے دھرم سے بھی بالکل بے بہرہ تھی وہاں رہتے ہوئے مجھے کچھ روشنی ملی۔ اسلام کے متعلق

بھی اور اپنے دھرم کے متعلق بھی مجھے وہاں بہت کچھ سیکھنے کو ملا' پھر جو ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک کتاب مجھے تاج الدین نے دی اس نے مکمل طور پر میری آنکھیں کھول کے رکھ دیں۔

ستیو ودھیا خدا گواہ ہے میں نے اس سے پہلے اپنی مذہبی کتاب رگ وید پڑھی ہی نہ تھی۔ احمد آباد میں رہتے ہوئے محترم نجیب الدین کی زبانی مجھے پتہ چلا کہ رگ وید اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی سے حرام کاری کرے۔ رگ وید اسے گناہ اور پاپ نہیں کہتی۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے مذہب میں ایسے بہت سے احکامات ہیں جو اخلاقی لحاظ سے انتہائی گرے ہوئے سمجھے جاتے ہیں اور انسانی عقل انہیں ماننے کے لیے تیار نہیں۔

رگ وید کے انہی احکامات کا نتیجہ تھا کہ آریاؤں میں شادی بیاہ کی رسموں کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہ صرف جنسی تسکین کے لیے بطور استحقاق زنا اور خلاف فطرت افعال کے مرتکب ہوتے تھے۔ ماں باپ بہن بیٹی کے رشتوں کی کوئی تمیز نہ تھی آریاؤں کے بچے اپنے مختلف اور متعدد باپوں پر فخر کرتے تھے اور یہ اثرات ہندو معاشرے میں کم وبیش آج بھی موجود ہیں۔

بلکہ بہت سے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ آریا نسل کی اقوام میں خواہ وہ عیسائی ہوں یا مسلمان جہاں بھی ہیں جیسے یورپ' روس' خراسان' عراق' ایران یا ہندوستان یہ معاشرتی کمزوریاں موجود ہیں اور ان کے اکثر جشن ایسے منائے جاتے ہیں جو جنسی تسکین کا ذریعہ خیال کئے جاتے ہیں۔

احمد آباد میں رہتے ہوئے اور تاج الدین کی دی ہوئی کتاب پڑھنے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ......

سکندر اعظم کے حملے کے بعد جو لگ بھگ تین سو قبل مسیح میں ہوا ہندوستانی آریاؤں میں کچھ شائستگی پیدا ہونے لگی۔ فاتح قوم کے ساتھ میل جول سے ان کے اخلاقی معیار کے

مشاہدے سے انہیں اپنی بے مائیگی اور جہالت کا احساس ہوا۔

برہمنوں نے محسوس کیا کہ نو وارد حملہ آوروں کا خدا ان کے دیوتاؤں اندرا' وشنو اور برہما سے زیادہ طاقت ور ہے تو ان لوگوں نے ویدوں کے مقابلے میں اپنشد تیار کرنے شروع کر دیے۔ اپنشدوں میں کسی اصل پیدا کرنے والے اور کائنات کے مالک کا ذکر ہے مگر بے حد مبہم اپنشدوں کی تعداد پچاس ہے مگر ہمارے دیانند جی صرف دس کو مانتے ہیں اور انہی کی روشنی میں ویدوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ اگر سکندر اعظم نہ ہوتا تو ان اپنشدوں کے ذریعے ویدوں کی اصلاح ہی نہ ہوتی۔

مگر برا ہوا ان برہمنوں کا جس طرح انہوں نے ویدوں کا حلیہ بگاڑا اسی طرح انہوں نے اپنشدوں کی تاویلات اور تفصیلات لکھ کر ان کا حلیہ مکمل طور پر بگاڑ کر رکھ دیا اور انہوں نے اپنشدوں کا اثر زائل کرنے کے لیے سوترا نامی کتابیں لکھنا شروع کر دیں۔ جن میں قربانی کے عمال پر کلپ سوترا شادی بیاہ کی رسوم پر گرا سوترا اور عیاشی کے لیے کام سوترا لکھ کر عوام کا رخ پھر جہالت' عیاشی اور بے ہودگی کی طرف موڑ دیا تا کہ برہمنوں کا اثر پھر بحال ہو جائے جو یونانیوں کی وجہ سے زائل ہو گیا تھا۔

پھر ہمارے دھرم کی بدبختی کہ ویدوں کا زور توڑنے کے لیے اپنشد لکھے گئے اپنشدوں کا زور توڑنے کے لیے سوتر لکھے گئے لیکن بات یہاں ختم نہیں ہوتی۔ سوتروں کا زور توڑنے کے لیے پھر سمرتیاں لکھی جانے لگیں اور ان سمرتیوں میں سب سے مشہور منوسمرتی ہے۔ اس منوسمرتی میں پہلی بار ہندو دھرم کے لوگوں سے کہا گیا کہ اگر کوئی باپ بیٹی سے حرام کاری کرتا ہے تو یہ پاپ ہے اور اگر کوئی اس کا مرتکب ہو تو پھر بھرت یعنی روزہ رکھے اور گائے کا پیشاب پیے تو اس کا پاپ جاتا رہے گا۔

لیکن یہ بھی خلاف عقل بات ہے اور کوئی بھی دوسرا دھرم اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں

ہندو دھرم کی انہی خامیوں کی وجہ سے مہاتما بدھ نے ترک دنیا کی تعلیم دینا شروع کی اور حرام کاری کا خاتمہ کرنا چاہا اور لوگوں کو جنگل میں جا کر رہنے کی تلقین کی اور گیان دھیان یعنی معرفت اور ریاضت کی تربیت دی۔ ظلم سے بچنے کا حکم دیا۔

ہمارے دھرم کے ٹھیکے دار یعنی برہمنوں نے بدھ مت کی تعلیم کو جب سنا تو اسے رد کرنے کے لیے انہوں نے سمرتیوں کے بعد شاستر لکھنے شروع کر دیے۔ یہ شاستر مہاتما بدھ کی تعلیم کا زور توڑنے کے لیے لکھے گئے تھے۔ ان شاستروں میں سب سے زیادہ کوکا شاستر مشہور ہے۔ جس میں حرام کاری کی ترغیب ہے۔ اسی زمانے میں ہندوستان بھر میں وہ گندے مجسمے تیار کیے گئے جو ہندو معاشرے کی مایہ ناز یادگار ہیں جن سے جنسی ترغیب ہوتی ہے۔

جس طرح ویدوں کو ماننے والے برہمن ویدی' دوبے' تربیدی اور چوبے مشہور تھے۔ اب شاستروں کو ماننے والے برہمن شاستری برہمن پیدا ہوئے اور انہوں نے معاشرے کو پھر گناہ پسند بنا دیا۔ ہر طرح کی بدکاری جائز کر دی اور جواز یہ پیش کیا کہ نسل کی بقا کے لیے ترک دنیا کی تعلیم صحیح نہیں ہے یعنی انہوں نے صرف مہاتما بدھ کی تعلیمات کا رد کرنے کے لیے اپنے مذہب کے اندر کھلے عام بدکاری اور بے حیائی کی تعلیم دینا شروع کی تا کہ لوگ مہاتما بدھ کی پیروی کرتے ہوئے کہیں ترک دنیا کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

مگر برہمنوں کی بدقسمتی کہ بات یہاں تک ہی ختم نہ ہوئی بلکہ اس کے بعد ایک اور دور آیا جب سندھ پر مسلمانوں کا حملہ ہوا اور دین توحید کا غلغلہ ہوا جس نے دیوی دیوتاؤں کی قدرت اور فضیلت کا سارا بھرم ختم کر دیا۔ مساوات کی تعلیم دی کہ انسان سب برابر ہیں اونچی ذات کوئی چیز نہیں ہے۔ عزت والا وہ ہے جو صرف اللہ سے ڈرے اور کسی سے نہ ڈرے اور عدل و انصاف کا غلبہ ہوا تو ہندو مذہب پر اس کے اثرات پڑنے لگے۔ خاص کر

دسویں اور گیارہویں صدی میں جب مسلمانوں کے عظیم الشان حکمران اور سپہ سالار محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملوں کا سلسلہ شروع کیا تو گویا دیوی دیوتاؤں کی عظمت کو زوال ہی آ گیا اور ان کا احترام لوگوں کے دلوں سے بڑی تیزی سے نکلنے لگا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اپنے دھرم کو بچانے کے لیے برہمن پھر حرکت میں آئے اور انہوں نے ویدک دھرم میں پھر اصلاحات شروع کر دیں۔ برہمنوں نے اب اپنے دھرم کو بچانے کے لیے پران لکھنے شروع کر دیے۔ جن میں وشنو پران' شیوا پران' گنیش پران بھگوت پران' کرم پران' پدم پران وغیرہ بڑے مشہور ہیں۔ ان پرانوں میں خاص بات یہ ہے کہ یہ پران اپنے مخصوص دیوتا کی عظمت بیان کرتا ہے اور باقی دیوتاؤں کو جھٹلاتا ہے' ان کی توہین کرتا ہے ان کا مذاق اڑاتا ہے۔ اس طرح گویا مسلمانوں کے اثرات کو کم کرنے کی بجائے پرانوں کے ذریعے برہمنوں نے اپنے پسندیدہ دیوتاؤں کی تعریف کرنی شروع کی اور اپنے ناپسندیدہ دیوتاؤں کے خلاف لکھنا شروع کر دیا۔ یہ بھی ہندو دھرم کی ایک بدقسمتی ہی تھی۔

پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو معاشرہ ان پرانوں کے کل دیوتاؤں کو باوصف ان برائیوں کے جو ان میں مرقوم ہیں قابل احترام جانتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہر دیوتا میں جو شکتی یعنی قوت ہے وہ ان خامیوں کے باوجود جو درج ہیں قابل پرستش ہے۔

مسلمانوں کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے سے لوگ بڑی تیزی سے اس دین کی طرف مائل ہونا شروع ہوئے تھے کہ اس دین میں ایک صفائی ستھرائی شائستگی اور بڑا اعلیٰ پائے کا اخلاقی معیار تھا

اسی زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوئے جو مسلمانوں اور ہندوؤں میں میل جول بڑھانے کی کوشش کرنے لگے۔ یوں جانیں یہ ہندو خود ایسا چاہ رہے تھے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو قریب لانے کے لیے جو سلسلہ شروع ہوا اسے بھگتی تحریک کا نام دیا گیا۔ دراصل برہمن یہ

چاہتے تھے کہ ایسا کر کے اپنی برائیاں مسلمانوں میں بھی شامل کریں اور مسلمانوں کی آمد کے باعث جو اثرات ہندو دھرم پر وارد ہونا شروع ہو گئے ہیں انہیں زائل کرنا شروع کر دیں۔

ہندو مسلم اتحاد میں جن لوگوں کو پیش پیش رکھا گیا ان میں زیادہ مشہور کبیر داس اور گورونانک ہیں۔

لیکن یہ کبیر داس اور گرونانک بھی ہندو دھرم کی برائیوں کو دور نہ کر سکے۔ جہاں تک کبیر اس کا تعلق ہے تو یہ کسی برہمنی بیوہ کے بطن سے پیدا ہوا اور جنگل میں پھینک دیا گیا تھا۔ کسی جولاہے نے اسے رحم کھا کر پالا۔

جوان ہو کر رامانند کا چیلا ہو گیا۔ اس کے ساتھ جنگل میں کسی غار میں رہنے لگا بھیک پر گزارہ کرتا تھا۔ کسی برہمن نے ایک روز اسے دیکھا اس پر ترس آیا اس پر رحم کھایا اور اپنی بیٹی نام جس کا لوئی تھا اس سے اس کی شادی کر دی۔

شادی کے بعد بھی کبیر داس بھیک مانگ کر اپنا اور اپنی بیوی کا پیٹ پالا کرتا تھا۔ ایک دن بھیک نہ ملی تو اس کی بیوی لوئی نے کہا۔

ناتھ! گاؤں کا بڑا ساہوکار دھرم داس مجھ پر ریجھا ہوا ہے۔ اگر تم اجازت دو تو ایک رات اس کے ساتھ بسر کر کے جو مانگوں گی حاصل کر سکتی ہوں۔

کبیر داس نے اجازت دے دی اور کہا کہ جتنی زیادہ رقم مل سکے حاصل کر لو۔ لوئی گئی اور بہت سا روپیہ لے آئی۔ کبیر داس خود اسے دھرم داس کے گھر پہنچانے جاتا تھا اور یہ دیکھ کر ساہوکار جس کا نام دھرم داس تھا وہ کبیر داس کا چیلا ہو گیا۔

اس طرح کبیر تلاش معاش سے فارغ البال ہو کر ایک نئے دھرم کا پرچار کرنے لگا۔ اس کا دھرم نہ ویدی تھا نہ اسلامی' اس نے اعلان کیا کہ وید اور پران دونوں رد کر دینے کے قابل ہیں بت پرستی ناجائز ہے۔ انسان پیدا ہوتا ہے مرتا ہے اور پھر مرتا ہے زندہ ہوتا ہے۔

اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر شخص اپنے کرم کا پھل پاتا ہے۔ مکتی یعنی نجات کے لیے یہ تیرتھ یاترا کرنا فضول ہے۔ ذات پات کی تفریق بے جا ہے اللہ کی عبادت کرنے والے اور رام کی پرستش کرنے والے کو صرف اسی ایک نے پیدا کیا ہے۔

ہندو مسلمان دونوں برابر ہیں دونوں کو ساتھ رہنا اور کھانا پینا چاہئے اور اپنے گرو کا حکم ماننا چاہئے۔ اس نے اپنے خیالات کو گیتوں میں پیش کیا اس سے بہت سے ہندو اور مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اس کے مرنے کے بعد ہندو اسے اپنا گرو کہتے تھے اور ہندو طریقے پر اسے جلانا چاہتے تھے اور مسلمان اپنا پیر سمجھتے تھے اور دفنانا چاہتے تھے۔ آخر کار اس کے جنازے میں پھول رکھ دیے گئے اور لاش غائب کر دی گئی۔ ہندو اور مسلمانوں نے پھول آدھے آدھے کر لیے ہندوؤں نے پھول لے کر جلا دیے اور مسلمانوں نے پھولوں کو دفن کر کے اس پر مقبرہ بنا دیا۔

ہندو مسلم کی تفریق مٹانے کے لیے اسی دور میں کچھ عجیب و غریب فقیروں اور صوفیوں کی یلغار بھی ہوئی۔ یہ یلغار مغرب سے ہوئی اس زمانے میں چونکہ تاتاریوں کے حملے بلخ بخارا اور خراسان پر ہو رہے تھے لہٰذا وہاں سے یہ درویش اور فقیر نکل کر ہندوستان کی طرف بھاگے اور ہندوؤں میں رہ کر مسلمان جوگی بن کر سارے ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ نئے جوگیوں میں ہندو بھی شامل ہو گئے جن میں گرو نانک قابل ذکر ہے۔

اپنے کام کی ابتدا کرتے ہوئے گرو نانک نے کہا کہ وید بنانے والے برہما مر گئے اور چاروں وید ایک کہانی ہو گئے سنت یعنی صوفی کو ویدوں کی ضرورت نہیں وہ خود برہم گیان یا ہمہ اوست سیکھ کر خدا بن جاتا ہے اور یہی بات مسلمان صوفی بھی کہتے ہیں کہ خدا ان میں حلول کرتا ہے۔ سما جاتا ہے اور اسی قسم کے نعرے مسلمانوں سے بھی لگوانے شروع کر دیے تھے۔

گرو نانک کے دو بیٹے تھے۔ سری چند اور لکشمی داس' سری چند گوشت کھاتا تھا شراب

پیتا تھا اور سر منڈواتا تھا وہ اپنے چیلوں کو اندر کا نام دیتا تھا۔ لکشمی داس نے بال بڑھا لیے تھے اور اپنے چیلوں کو کیش دھاری کہتا تھا یعنی زلفوں والے جوگی' (نانک گرو کہلاتا تھا۔ جو لوگ اس کے جانشین ہوئے وہ بھی گرو کہلائے' نانک سے لے کر گوبند سنگھ تک دس گرو ہوئے یعنی سجادہ نشین سن ۱۷۰۸ء میں گوبند سنگھ نے کچھ قواعد وضوابط مقرر کئے اور ایک علیحدہ فرقہ بنا لیا۔ اس کے بعد گرو ہونا بند ہو گئے۔ نانک سے لے کر گوبند تک ہر جانشین کا کلام جو پنجابی زبان میں تھا جمع کیا گیا یہ مجموعہ گرنتھ صاحب کے نام سے مشہور ہوا۔ نانک نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ گوبند سنگھ نے اسے ختم کر دیا اور مسلمانوں سے بغض اور عداوت کا بیج بو دیا اور چاہا کہ مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے اس نے ایک موقع پر کہا تھا۔

میں ایک ایسا سکھ بناؤں جو سوا لاکھ سکھ کو مارے' گوبند سنگھ چونکہ پنجابی ہونے کی وجہ سے شیخ کو سکھ کہتا تھا اور مسلمانوں کو شیخ کہا جاتا تھا یعنی گوبند سنگھ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو قتل کرنے والوں کا نام سکھ رکھ دیا گیا ہے۔)''

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری اناوتی رکی پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''ستیو ودھیا! کبیر داس اور گرو نانک کے علاوہ شنکر اچاریہ نے بھی ہندو دھرم کو سنوارنے کی کوشش کی اس کی بداخلاقیاں اور اس کی ناپسندیدہ روایات اور عقاید کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن برہمن نے جو اپنے آپ کو برہما کی اولاد سمجھتا ہے کسی کی نہ چلنے دی اور اپنی ساکھ کو بحال رکھنے کے لیے برے سے برا کام کرنے میں بھی انہوں نے کوئی ہچکچاہٹ محسوس کی۔

شنکر اچاریہ سن ۸۰۰ء کے دور میں آیا اس وقت اپنشدوں کا دور دورہ تھا۔ شنکر اچاریہ جو

نظریات پیش کرنا چاہتا تھا وہ ہندوؤں کے اپنشدوں کے سراسر خلاف تھے لیکن وہ اپنشدوں کی مخالفت کر کے ہندوؤں کی دشمنی بھی مول نہیں لینا چاہتا تھا اور اپنے نظریات کو بھی ترک نہیں کرنا چاہتا تھا- لہٰذا دونوں نظریات کو اس نے ساتھ ساتھ رکھا نہ کسی ایک کی اس نے تصدیق کی نہ دوسرے کی تکذیب اور نہ اس کے لیے ایسا ممکن تھا- اس لیے کہ حالات کو دیکھتے ہوئے وہ کسی نظریہ سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا- اس لیے اس نے دونوں متصادم نظریات کو اپنانے کی کوشش کی اور اس اپنے طرز فکر کے لیے تاویلوں کا سہارا لیا-

اس نے کہا کہ علم دو قسم کا ہوتا ہے- ایک وہ علم جسے علم باطن کہتے ہیں دوسرا وہ علم جسے علم ظاہر کہتے ہیں- اس نے خیال ظاہر کیا کہ علم باطن تمام موجودات کو برہمنا کہتا ہے اور برہمنا کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں ہے اور علم باطن کی رو سے برہما تمام صفات سے عاری ہے دوسرا علم، علم ظاہر ہے جس کی رو سے برہما کی صفات ہیں اور ایک شخصیت کا مالک ہے-

شنکر اچاریہ کا خیال تھا کہ تمام ایسی کتابیں جو ہندومت سے متعلق ہیں ان کے ظاہری اختلافات صرف غلط فہمی اور صحیح علم و بصیرت نہ ہونے کا نتیجہ ہیں جب صحیح علم بصیرت حاصل ہو پھر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو کسی قسم کا اختلاف نظر نہیں آتا-

شنکر کا کہنا ہے کہ ہندو مذہب ایک ہی خدا کا قائل ہے اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں اس کے سوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے- خدا کا ایک وجود ہے وہ صفات نہیں رکھتا- دوسرے لفظوں میں وہ ایک جوہر ہے جو عوارضات سے منزا ہے اسی لیے ہم اسے علیم و حکیم نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ مجسم عقل و فکر ہے-

شنکر کہتا ہے دنیا صرف ایک مظہر ہے- اس کو ہم حواس سے سمجھ سکتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور ساری کائنات ایسے افراد سے مرکب ہے جنہیں مادہ نے خود جنم دیا ہے-

شنکر نے مظاہر دنیا کے خالق و مالک کو ایشور کا نام دیا- شنکر کہتا ہے کہ ایشور ہی ساری

کا خالق ہے سزا و جزا اور فضل و کرم سب کچھ اسی کی ذات سے ہے- انسان کو اسی سے ل و کرم کی امید رکھنی چاہئے اور تمام بھلائیوں کا سرچشمہ اسی کو سمجھنا چاہئے- اسی سے خیر کا ب ہونا چاہئے-

شنکر وہ شخصیت ہے جس نے ہندو مذہب کی اندھا دھند اور کورانہ تقلید نہیں کی، برہمنوں اس کی مخالفت کی اس لیے کہ یہ مذہب میں تبدیلی پیدا کر کے اسے اصل صورت دینا ا تھا- شنکر کے افکار و خیالات کو بعد میں آنے والوں نے اپنی تحقیقات میں جگہ دی اور کے افکار سے فائدہ اٹھایا- شنکر کی تمام عمر یہ کوشش رہی کہ اپنی بے مثال استدلال قوت زیاتی ذہن سے ہندو مذہب کے تمام فرقوں کو متحد اور متفق کر کے صرف ایک منطقی نظام ، اور ذات پات کا خاتمہ کر دے-

سب سے پہلے اس نے مالابار کے علاقے میں اصلاح شروع کی اس کی کوششوں سے علاقے میں بدھ مت ختم ہوا- شنکر نے معاشرے کی اصلاحات کی طرف بھی توجہ دی اس اپنی کتاب میں لکھا کہ جس نے بھی توحید کی زندگی کے انوار میں مناظر قدرت کا مشاہدہ یکھ لیا اور اس میں استعداد اور طاقت پیدا ہو گئی وہ ہی میرا سچا گرو ہے- وہ یہ بھی لکھتا ہے شاہدہ کرنے والے خواہ چنڈال ہوں شودر ہوں یا اونچی ذات کے سب ہی یہ استعداد رکھ سکتے ہیں- اس استعداد کے لیے کسی خاص قوم یا نسل کا ہونا ضروری نہیں ہے- ہر شخص لت سے بہرہ مند ہو سکتا ہے- اس نے کہا یہ میرا ایمان اور عقیدہ ہے-

شنکر نے معاشرے سے ذات پات کے نظام کو ختم کرنے کی کوشش کی وہ تمام انسانوں خوت اور مساوات کا قائل تھا لیکن یہ نظریہ ہندو مذہب کے دعوے داروں کے لیے زہر ا سے کم نہ تھا جنہیں اپنا کر وہ اپنی عظمت برتری اور تفخر دوسرے طبقوں پر قائم نہیں رکھ تھے- حقیقت یہ ہے کہ اگر شنکر کا نظریہ کامیاب ہو جاتا تو آج ہندو مذہب کی شکل کچھ اور

ہوتی اور وہ مسلمانوں سے انتہا درجہ کے قریب ہوتے۔

براہو اس برہمن کا یہ ذات پات کی تقسیم کو ختم ہونے ہی نہیں دینا چاہتا۔ اس لیے کہ اسی میں اس کی بھلائی اسی میں اس کی عزت اس کا وقار پنہاں ہے۔ شروع میں جب آریاؤں نے ہندوستان کا رخ کیا تو اس وقت ان میں ذات پات کا کوئی سوال نہ تھا۔ سب یکساں تھے۔ کوئی برہمن، کوئی کھشتری کوئی ویش اور شودر نہ تھا۔ ذات کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہ برتا جاتا تھا۔

ذات پات کی تقسیم ہندو مذہب میں کچھ اس طرح آئی کہ جب آریائی نسل ہندوستان آئی تو اس نے یہاں کے باشندوں کی ذہنی اور علمی پستی سے فائدہ اٹھایا انہوں نے اپنے نظریات اپنے علم و تفکر و تدبر کے تفوق کی وجہ سے ایسے نظام سلطنت کی بنیاد رکھی جس میں مقامی باشندوں کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ آریاؤں کا اقتدار آواگون کے عقیدے کی وجہ سے عروج پر پہنچا۔ آریا حکمرانوں نے یہ طے کیا کہ ہندوستان کی تمام قومیں جو آریا نہیں ہیں نیچ ہیں سب شودر ہیں پہلے جنم میں گناہ کرتی رہی ہیں جن کی سزا انہیں اس جنم میں ملنی چاہئے۔ اسی عقیدے اور اصول کی بنا پر انہوں نے ایک نظام معاشرت مرتب کیا جس میں ہر غیر آریائی قوم کو انہوں نے شودر قرار دیا اور انہیں انسانی حقوق اور مساوات سے دور کر دیا۔ ان کے نظام کا خلاصہ کچھ اس طرح تھا کہ......

دنیا کے نظام کو چلانے کے لیے خالق نے چار ذاتیں بنائی ہیں۔ برہمن کھشتری، ویش اور شودر، یہ چار ذاتیں ہیں اور ان پر تمام دنیا کے کاروبار کا انحصار ہے۔ برہمن سب سے زیادہ برتر اور افضل ہے۔ اس کو خالق نے اپنے منہ سے پیدا کیا۔ پڑھنا، پڑھانا اور دیگر مذہبی رسوم کی حفاظت اور ادائیگی برہمنوں کا کام ہے۔ کھشتریوں کا کام یہ ہے کہ وہ حکومت کریں۔ دنیاوی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور برہمنوں سے وید پڑھیں۔ ویش کا کام ہے کہ وہ

بارت وزراعت کرے اور وید پڑھیں۔ شودر سب سے بدتر مخلوق ہے اور اس کے ذمے رض یہ کام ہے کہ وہ مذکورہ تینوں ذاتوں کی خدمت کریں اور اپنا تن من دھن بھی قربان رنے سے گریز نہ کریں۔''

راجکماری اناوتی تھوڑی دیر کے لیے رکی پھر دوبارہ وہ کہہ رہی تھی۔

ستیو ودھیا دیکھو جو باتیں میں نے تم سے کہی ہیں یہ مجھے اس کتاب سے ملی ہیں جو مجھے ج الدین نے دی تھی اور کچھ باتیں مجھے محترم نجیب الدین کے ساتھ گفتگو کے دوران بھی مل ہوئیں۔ اب تم دیکھو برہمنوں نے جو ذات پات کی تقسیم کر رکھی ہے اور انسانوں کے راونچ نیچ کے درجے قائم کر رکھے ہیں اس کو سکندر اعظم اور یونانیوں نے ختم کرنے کی ش کی لیکن برہمنوں نے ختم نہیں ہونے دیا۔ مسلمان حملہ آور محمد بن قاسم اور محمود غزنوی اس فلسفے کو لات ماری مگر ان کے جانے کے بعد برہمنوں نے پھر اسے اپنا لیا۔ بدھ مت اسے انتہا درجہ کا مکروہ خیال کیا لیکن برہمن نے ذات پات کی رسی کو ترک نہیں کیا۔ اس بعد تم دیکھو شنکر اچاریہ نے ذات پات کے خلاف صریح اور کھلی بغاوت کھڑی کی لیکن شنکر ریہ کے نظریات کو جھٹلاتے ہوئے اس برہمن نے ذات پات کے علم کو بلند کئے رکھا۔ گویا ن کی صورت بھی نہیں چاہتا کہ اسے دھرم کی ٹھیکے داری سے محروم کر دیا جائے۔

میں سمجھتی ہوں خدا جھوٹ نہ بلوائے جتنی برائیاں جتنی اخلاقی پستیاں ہندو دھرم میں کی میں بھی نہ ہوں گی۔ اسلام سے متعلق پڑھنے اور اس کے قواعد جاننے کے بعد میں نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہء حیات ہے۔ اسلام زندگی کا ایک نہایت ہی ار منظم ضابطہ ہے۔ حیات انسانی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی قومی یا بین ئی معاشی ہو یا سیاسی معاشرتی ہو یا قانونی ہر شعبہ حیات کے لیے اسلام کی ہدایات ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اسلام جس نظام زندگی کا نام ہے اس کا مآخذ اللہ کی

کتاب ہے- جسے مسلمان قرآن کہتے ہیں اور اس کا دوسرا ماخذ خود مسلمانوں کا عظیم رسول ہے- کتاب اور رسولؐ نے جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ یہ عظیم الشان کائنات ایک زبردست نظام میں جکڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور ایک مقررہ قانون کے تحت حرکت کرتی ہے یہ ایک خدا کی حکومت ہے- اس کا خالق وہی ایک ہے وہی اس کا مالک ہے اور وہی اس کا کارفرما ہے- یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں بے پایاں سلطنت کی لاتعداد صوبوں میں سے ایک صوبہ ہے اور یہ صوبہ بھی مرکزی اقتدار کی گرفت میں پوری طرح جکڑا ہوا ہے- جس میں اس کائنات کا ہر حصہ پیوست ہے-

اور پھر سب سے بڑھ کر اسلام انسان کو ایک انتہائی صاف ستھری اور بہترین اخلاق مبنی زندگی بسر کرنے کی تاکید کرتا ہے- تمام رشتوں کو اپنی جگہ رکھ کر ان کی عظمت ان کی توقیر درس دیتا ہے اور ایسی باتیں کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہیں-''

راجکماری اناوتی تھوڑی دیر کے لیے رکی تب ستیو ودھیا بول پڑی-

''مالکن! تمہاری باتوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے- ہمیں تو ہندو دھرم انسان ہی نہیں سمجھتا- وانجی بھی اکثر و بیشتر جب ہندو دھرم کے خلاف بولتا ہے تو میں اسے ڈانٹ کر چپ کر دیتی ہوں وہ بھی مسلمانوں سے بڑا متاثر ہے اور مجھے لگتا ہے جیسے اندر ہی اندر وہ اسلام کی طرف مائل ہو چکا ہے- اب آج میں آپ کی بھی ایسی ہی صورت دیکھ رہی ہوں کیا میں یہ سمجھ لوں کہ آپ بھی اسلام کی طرف مائل ہو چکی ہیں-''

اناوتی کے لبوں پر گہری اور خوبصورت مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر بڑے رازدارانہ انداز میں ستیو ودھیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی-

''ستیو ودھیا میں تمہیں اچھوت اور شودر خیال نہیں کرتی اپنی بہن سمجھتی ہوں اس ناطے سے اس تعلق سے میں تم سے کہتی ہوں کہ کسی سے ذکر مت کرنا میں ہندو دھرم ترک کر

یقیناً اسلام قبول کر چکی ہوں- میں سمجھتی ہوں میں نے ایسا کر کے کوئی پاپ نہیں کیا بلکہ میں ایک صحیح راستے کو اختیار کرنے میں کامیاب ہو چکی ہوں اگر وانجی کے خیالات بھی میرے جیسے ہیں تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ وانجی کو اپنے ساتھ ملا کر میں نے ایک احسن قدم اٹھایا ہے-''

راجکماری اناوتی جب خاموش ہوئی تو بکھری بکھری اور خدشات بھری آواز میں ستیو ودھیا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''مالکن اس سلسلے میں اکیلا وانجی ہی نہیں میں ستیو ودھیا بھی آپ کے ساتھ ہوں- آپ کا ہر راز راز رکھتے ہوئے اور اپنے سینے میں اسے دفن کرتے ہوئے میں اپنا جیون ہار سکتی ہوں مگر آپ پر حرف گیری نہیں آنے دوں گی- میرا دل کہتا ہے کہ آپ کسی بھی وقت یہاں سے نکل کر تاج الدین کے پاس جانا پسند کریں گی لیکن میرے سامنے کچھ خدشات اور کچھ بے تعبیر سے خواب ہیں جو......''

اناوتی نے فوراً اس کی بات کاٹ دی کہنے لگی-

''یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو- جو خدشات تمہارے دل میں میرے متعلق جنم لے رہے ہیں انہیں کھل کر کہو تاکہ ان پر بحث کی جا سکے اور ان کے بیچ میں سے کوئی راستہ نکالا جا سکے-''

ستیو ودھیا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی-

''مالکن! وانجی کی گفتگو سے جو اندازہ میں نے لگایا ہے اس کے مطابق تاج الدین نے آپ کی پریت کا جواب محبت سے نہیں دیا- جب ایسا ہے تو پھر آپ کیسے اس کے پاس جائیں گی کیسے اسے اپنا جیون ساتھی بنانے میں کامیاب ہوں گی- اگر اس نے آپ کو اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا آپ کو اپنا جیون ساتھی نہ بنانا چاہا تو مالکن یہ بھی سوچیں پھر نتائج کیا نکلیں گے-''

اناوتی کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگی۔

"ستیو ودھیا تمہارے خدشات اپنی جگہ درست ہیں لیکن میں ایسے خدشات کو اپنے دل میں جگہ نہیں لینے دیتی۔ سنو! سورج جب تاریکی کے بطن سے نمودار ہوتا ہے تو چاروں طرف روشنی پھیلا دیتا ہے۔ درخت جب موسم بہار میں سنورتے ہیں تو خوشبو ہی خوشبو پھیلا دیتے ہیں۔ میری پریت بھی ایسی ہی ہے۔ جو ایک دل کش اور حسین حقیقت کی طرح ہے جب میں سراپا پریت اور محبت بن کر تاج الدین کے سامنے جاؤں گی تو مجھے قوی امید ہے کہ وہ میری پریت کے سلسلے میں میری اہانت کا کوئی عذر نہ تراشیں گے میری پریت کو ذلت اور رسوائی کی المناک داستان نہ بننے دیں گے

ستیو ودھیا مجھے اصل خدشات تاج الدین سے نہیں مارتھا سے تھے۔ یاد رکھنا تاج الدین کو میں کسی نہ کسی طرح منانے میں کامیاب ہو جاؤں گی اور منا بھی لوں گی۔"

اس موقع پر ستیو ودھیا بول پڑی کہنے لگی۔

"مگر مالکن جب پہلی بار وہ یہاں آیا تھا تو میں نے سنا ہے آپ نے اسے اچھوت سمجھتے ہوئے اپنا محافظ رکھنے سے بھی ٹھکرا دیا تھا۔ کیا یہ بات اس کے دل میں بیٹھ نہ گئی ہوگی۔"

"ستیو ودھیا جو بات دل میں بیٹھ سکتی ہے وہ نکل بھی سکتی ہے۔ جس وقت میں نے یہ بات کہی تھی اس وقت میری حالت اور تھی میں ہندو دھرم کی کٹر قسم کی پیروکار تھی۔ ایسا میں نے اپنے ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے کیا تھا اور میں سمجھتی ہوں میں نے درست کیا تھا۔ جب میں دوسرے روپ میں اپنے آبائی دھرم کو پس پشت ڈالتے ہوئے تاج الدین کے سامنے آؤں گی تو حالات کے نتائج مختلف ہوں گے۔ میں تمہیں کہہ رہی تھی کہ مجھے اصل خدشات تاج الدین کی طرف سے نہیں ہیں تم یہ کہہ رہی ہو کہ میں نے انہیں اچھوت سمجھا تھا اگر مجھے انہیں منانے کے لیے ان کے قدموں پر اچھوت کی حیثیت سے گرنا پڑا تو میں کر گزروں گی۔ اصل

خدشات تو مجھے مارتھا کی طرف سے تھے۔

ستیو ودھیا تو جانتی ہے جب کسی عورت کے حقوق کی تقسیم کی بات اٹھتی ہے تو اکثر اوقات عورتیں بے لگام گھمنڈ کی طرح پھیلتے ہوئے جسم و روح کے مرکب کو بھسم کر دینے والا ہولناک زہر بن جاتی ہیں۔ چھاؤں کو ترستے دشت کی خوفناک وحشی ہواؤں کا روپ دھار لیتی ہیں۔ مرہم کو ترستے خون کے بہتے جھرنے کا روپ دھار لیتی ہیں' فرقت کی تیرہ شبی میں ناچ اٹھنے والی دکھ کی عفریت بن جاتی ہیں۔ جب عورت یہ سمجھتی ہے کہ اس پر کسی اور عورت کو ترجیح دیا جا رہا ہے تو یاد رکھنا وہ کرن کرن کی خوشبو چوس لینے والے سناٹے' رگوں کو آسیب زدہ کر دینے والی المناک ویرانی سے بھی بدتر صورت اختیار کر لیتی ہے۔

لیکن وانجی کو جو جواب مارتھا نے دیا ہے اس سے میرا دل میرا ضمیر میرا ذہن بالکل مطمئن ہے میں خوش ہوں میرے سلسلے میں مارتھا نے مثبت جواب دیا۔ مجھے اس سے ایسی ہی امید تھی۔ اس لیے کہ میں اس کے پاس کچھ عرصہ رہ کر آئی ہوں اس کے مزاج اس کی سرشت کو سمجھتی ہوں۔ مارتھا جام گلگوں میں مہکتے خواب جیسی ایک لڑکی ہے' بریدہ رنگوں میں شعور زندگی کے نغمات کی برسات جیسی نرم رو اور گریز پا شب و روز میں خواہشوں اور تمناؤں کے رنگ اس جیسی رحمدل ہے۔ میں خوش ہوں کہ میرے معاملے میں وہ ایک حدود شناس' جمال شیریں اور صاف باطن لڑکی ثابت ہوئی۔

ستیو ودھیا! جب مارتھا کو ہی کوئی اعتراض نہیں کہ اس کی طرح میں بھی تاج الدین کے جیون کی ساتھی بن جاؤں تو پھر میں سمجھتی ہوں میرے راستے میں اور کوئی رکاوٹ ہی نہیں ہے۔ تاج الدین مرد ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا حسین اور خوبصورت لڑکی مرد کی کمزوری ہوتی ہے۔ میں تم سے یہ تو نہیں کہتی کہ میں تاج الدین کی کمزوری بن جاؤں گی لیکن میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ میں کم از کم تاج الدین کو منانے میں کامیاب ضرور ہو جاؤں گی اس

لیے کہ تاج الدین ہی اب میری منزل ہے۔ اس کے بغیر میں ادھوری ہوں اور اپنا ادھوراپن دور کرنے کے لیے مجھے ہر صورت تاج الدین کے جیون کا حصہ دار بننا ہوگا۔

ستیو ودھیا رہا تمہارا یہ سوال کہ میں کسی نہ کسی روز یہاں سے تاج الدین کے پاس چلی جاؤں گی تو ابھی تک میں نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ سمے کا انتظار کرو لیکن مجھے امید ہے کہ اگر میرے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں مجھے کہیں اور بیاہ دینے کا فیصلہ کیا گیا تو میں ساری رکاوٹوں کو پھلانگتی ہوئی تاج الدین کی طرف ضرور جاؤں گی لیکن فی الحال میں انتظار کروں گی۔ ہوسکتا ہے حالات ایسے پیدا ہو جائیں کہ وقت خود ہی مرے جیون کا فیصلہ تاج الدین کے حق میں کر دے۔

ستیو ودھیا تو نے دیکھا میرے پتا جی نے مجھے جیتور کے راجا نندیال سے بیاہنے کا عزم کر لیا تھا اور اپنے اس فیصلے پر وہ پکے پختہ بھی ہو گئے تھے لیکن وقت جو فیصلہ کرتا ہے آخری وہی ہوتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں اس موقع پر بھی آخر تاج الدین ہی میرے کام آئے گا وہ جیتور کے راجا نندیال کے علاوہ رائے سنگھ میرے بھائی منگل راج اور بھرون سے ٹکرایا۔ نندیال اور رائے سنگھ کو تو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا بھرون اور میرا بھائی منگل راج اپنی جانیں بچا کر میدان جنگ سے بھاگ گئے میں یوں کہہ سکتی ہوں کہ نندیال اور رائے سنگھ کو قتل کر کے تاج الدین نے میرے جیون کے راستوں میں جو کانٹے پھیلائے گئے تھے انہیں صاف کر کے رکھ دیا ہے۔ اب میرے خلاف کچھ اور بگولے اٹھنے لگے ہیں۔ نندیال کی موت کے بعد میرے پتا جی چاہتے ہیں کہ مجھے جیتور کے نئے راجا بھرون سے بیاہ دیں گے اور اس سلسلے میں میرے رشتے کی بات اس سے کریں گے۔ بھرون نندیال کا بھائی ہے اور رانا سنگھا کا بھتیجا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ آنے والے دنوں میں کسی موقع پر اگر اس بھرون نے محترم تاج الدین سے ٹکرانے کی کوشش کی تو تاج الدین میرے راہ کے اس کانٹے کو بھی کاٹ کے رکھ

دیں گے۔ جس روز ایسا ہوا میں سمجھوں گی میری ساری رکاوٹیں رفع ہو گئی ہیں بہرحال جس روز میرے پتا جی نے مجھے زبردستی بھرون کے پلے باندھنا چاہا اس روز میں یہاں نہیں رہوں گی میری منزل احمد آباد ہوگی۔“

اناوتی کی اس گفتگو کا جواب ستیو ودھیا دینا ہی چاہتی تھی کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی‘ دستک سنتے ہی ستیو ودھیا فوراً حرکت میں آئی اور اناوتی کے پاؤں دبانے لگی تھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے کمرے میں رانی درگاوتی داخل ہوئی اور اناوتی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اناوتی میری بٹیا جلدی جلدی تیار ہو کے راج محل کے بڑے کمرے کی طرف آؤ اس لیے کہ مسلمانوں کے سلطان بہادر خان کی طرف سے کچھ قاصد آئے ہیں اور انہیں تمہارے پتا کی خدمت میں پیش کیا جانے والا ہے۔ اس موقع پر میرا تمہارا اور دوسرے سرکردہ لوگوں کا وہاں ہونا ضروری ہے۔“ اس کے ساتھ ہی رانی درگاوتی مڑی اور کمرے سے نکل گئی تھی راج کماری اناوتی بھی بڑی تیزی سے تیار ہونے لگی تھی۔

راج محل کے بڑے کمرے میں بلند شہ نشین کے اوپر اجین کا راجہ سلہدی اس کی رانی درگاوتی، راجکماری اناوتی سلہدی کا بھائی لکھمن، سلہدی کے دونوں بیٹے پورن مل اور بھوپت کے علاوہ حکمران خاندان کے سرکردہ لوگوں کے علاوہ راج کے لشکر کے سالار اور دوسرے عمائدین سلطنت بیٹھے ہوئے تھے کہ راجہ کے حکم پر اس کے چوبدار نے سلطان بہادر کے دو قاصدوں کو اس کے سامنے پیش کیا۔

قاصد جب راجا کے سامنے آئے تو راجا سلہدی نے کچھ دیر تک ان دونوں قاصدوں کا سر سے لے کر پاؤں تک جائزہ لیا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے سلطان نے آج تک کسی بھی سلسلے میں قاصد ہماری طرف روانہ نہیں کیئے ہم حیران ہیں کہ پہلی مرتبہ اس نے ایسا کیا ہے اور کیا تم اپنی آمد کا مدعا بیان کرو گے۔''

دونوں قاصدوں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کھسر پھسر کرتے ہوئے صلاح مشورہ کیا اس کے بعد ان دونوں میں سے ایک راجہ سلہدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اجین کے راجا ہمارے سلطان کو خبر ہوئی ہے کہ تمہارے ہاں یعنی تمہارے شہر اجین میں سات سو مسلمان عورتوں کو محصور بنا کے رکھا گیا ہے اور ان سات سو عورتوں میں مالوہ کے ایک سابق حکمران کی بیوہ بھی شامل ہے۔ ہمارے سلطان نے دو کام ہمارے سپرد کر کے تمہاری طرف روانہ کیا ہے

اول یہ کہ فی الفوران سات سو مسلمان عورتوں کو رہا کیا جائے۔ دوئم یہ کہ ہمارے

سلطان کو وجہ بتائی جائے کہ کس بنا پر تم لوگوں نے اپنے شہر میں سات سو مسلمان عورتوں کو اسیر بنا کے رکھا۔ بس یہی دو کام ہیں جن کے لیے ہمارے سلطان نے ہمیں تمہاری طرف روانہ کیا ہے۔''

قاصد کے اس انکشاف پر لمحہ بھر کے لیے راجہ سلہدی کا رنگ غصے میں سرخ ہو گیا تھا کچھ سوچا پھر قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارا سلطان تو کچھ اس طرح ہم سے باز پرس کر رہا ہے جیسے ہم اس کے ماتحت ہیں یا اس کے باجگزار ہیں۔ ہم کسی بھی صورت اس کی دھونس دھمکی میں آنے والے نہیں ہیں نہ ہی وہ اس طرح کا رویہ اختیار کرتے ہوئے ہم سے مروجہ آداب کے خلاف گفتگو کرنے کا مجاز ہے۔ ہمارے پاس نہ اسیری کی حالت میں سات سو مسلمان عورتیں ہیں اور نہ ہی ہم اپنے آپ کو مسلمانوں کے سلطان کے سامنے جوابدہ خیال کرتے ہیں۔ میرے خیال میں تمہارے دونوں سوالوں کا جواب مل گیا ہوگا اور اگر اس واقعہ کو کوئی وجہ بنا کر جنگ کی طرح ڈالنے کی کوشش کی گئی یا کوئی بڑا حادثہ کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی تو اپنے سلطان سے کہنا ہم اپنا دفاع کرنا خوب جانتے ہیں''

راجہ سلہدی جب خاموش ہوا تب وہی سالار اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

''راجا جہاں تک سات سو مسلمان عورتوں کا تعلق ہے تو وہ تمہارے ہاں اسیر ہیں اس لیے کہ ان اسیر عورتوں کی خبر تمہارا جاں نثار رائے سنگھ خود دے چکا ہے۔ راجا کسی دھوکے اور فریب میں مت رہنا میرے خیال میں تم ابھی تک ہمارے سلطان کی طاقت اور قوت سے آگاہ نہیں ہو۔ یاد رکھنا فلک سے قطرہ قطرہ گرتی اوس نہ سمندر کے سیاہ گونگے لبوں کو بھگو سکتی ہے نہ ہنسنے پر سکون ساگر کی آنکھوں میں کوئی انقلاب برپا کر سکتی ہے۔ راجا بادلوں کی برستی آنکھیں چڑھتے سورج کے رنگین بادبانوں کو افق پر لہو رنگ قالین بچھانے سے روک نہیں سکتی

اور یہ بھی یادرکھنا کہ ساون کے زرد مینڈک صرف ایک مدت تک ہی اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہیں اس کے بعد وقت کی سیاہی انہیں اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔''

قاصدر کا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میں یہاں یہ بھی کہتا چلوں کہ ہمارا سلطان سمندر کی طوفان بدوش موجوں کی طرح سکوت شب میں سوگوار کرب خیز آنچ کی طرح دشمن پر وارد ہونے کا ہنر جانتا ہے در و بام کو کور آسا کر دینے والے افق تا افق پھیلے بگولوں کی طرح دشمن کو اپنے رنگ میں رنگ دینے کی رضاعی بھی جانتا ہے۔ کائی لگے دلوں ظلم و جور کی گھٹاؤں پر آگ و خون کی وحشتوں جیسی دستک دینا بھی جانتا ہے۔

راجا! ہمارے سالار انقلابی آہنگ کی گونج کی طرح اپنی ذات کا ادراک رکھتے ہیں۔ جس طرح بجلیاں زمین پر وحی بن کر نازل ہوتی ہیں اس طرح وہ بھی دشمن کے اندر گھس کر اپنی کامیابیوں اپنی فوزمندیوں کے در کھولنے کی صناعی جانتے ہیں۔ راجا وہ امن کے دشت صحرا میں مہر و ماہ کے روشن ستارے ہیں لیکن جب کوئی انہیں جنگ کی دعوت دیتا ہے تو خونی بگولوں کے رقص کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ اپنی علوہمتی سے وہ ظلم و حوادث کی بھٹیاں گرم کرنے والوں کو اس طرح مٹا کے رکھ دیتے ہیں جس طرح تابکاری شعاعوں کی تاثیر ریت پر لکھی تحریروں کو فنا کر کے رکھ دیتی ہے۔

ہمارے لشکری آسمان کی فصیلوں ستاروں کے مدار آفتاب کے سینے ماہتاب کی پیشانی پر کمند ڈالنے کا ہنر جانتے ہیں وہ ترکتاز کے نئے اسلوب کھڑے کرتے ہیں انوکھی عظمت و عزم کے زمزمہ سیال اور جرات و بے باکی کے نمود انقلاب کی طرح دشمن پر چھانے کی جرات اور شجاعت بھی رکھتے ہیں۔۔ جس طرح لمبی مسافتوں کا مذاق اڑاتے ستارے آسمان کے ایک کنارے سے دوسرے کناروں کی طرف سفر کرتے چلے جاتے ہیں اس طرح وہ بھی دشمن کے

لمر کے اندر ایک سرے سے دوسرے سرے تک یلغار کرتے اپنی کامیابیوں کے در کھول اتے ہیں۔

راجہ! تو ہماری تاریخ سے واقف ہے۔ بڑے بڑے ہنگاموں کے خالق ہمارے سامنے ماضی میں سرنگوں ہوتے رہے۔ اگر جنگ کی طرح ڈالو گے تو یاد رکھنا تمہاری سرزمینوں میں چارسو خون کی چادر بچھ جائے گی مسلمان مجاہدین اور لشکری کڑکڑاتے بادلوں کی طرح تکبیریں بلند کرتے ہوئے شرق و غرب میں پھیلی تمہاری طرب گاہوں کو فنا کرتے چلے جائیں گے۔ تمہاری سلطنت کی ہر رعنائی تاریک گھروندوں میں بدل جائے گی۔ تمہارے سارے لشکری تمہارے بڑے بڑے سورما ہمارے لشکریوں کے سامنے اس طرح جھک جائیں گے جس طرح دھان کی پکی بالیاں اپنا سر جھکا دیتی ہیں۔ یاد رکھنا جب تمہارے لشکر کا ٹکراؤ ہم سے ہوگا تو بڑے بڑے سورما اپنے ہونے کا ادراک کھو بیٹھیں گے بڑے بڑے کارسازوں کا راز دانائی ختم ہو کے رہ جائے گا۔ راجہ! بہتری اور بھلائی کی بات اسی میں ہے کہ تمہارے پاس جو سات سو مسلمان اسیر عورتیں ہیں انہیں رہا کر دو اور انہیں اسیر رکھنے کی وجہ سے ہمارے سلطان کو آگاہ کرو۔ اس کے علاوہ جنگ سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں ہے۔''

راجا سلہدی نے سلطان بہادر کے قاصد کی طرف سے نگاہیں ہٹا لیں اپنے بھائی لکھمن کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''لکھمن! تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو۔''

لکھمن نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری کہنے لگا۔

''ہم مسلمانوں کے سلطان کے نہ ذلیل ہیں نہ محکوم جس طرح وہ اپنی سلطنت میں ایک آزاد حکمران ہے اس طرح ہم بھی اپنی دھرتی پر آزاد حکمران ہیں اور پھر موت کی حسرت اور جینے کی امنگ سب کے لیے ایک جیسی ہوتی ہے۔ نہ ہم ان کے مقابلے میں بے زر و بے مایہ

ہیں اور نہ وہ ہمارے لیے شکست وریخت کی قضا ہیں' نہ ہم ان کے سامنے بے بس و مجبوری کا بھس ہیں اور نہ وہ ہمارے لیے روح کو ڈستا کوئی سحر ہیں- اگر مسلمانوں کے سلطان نے ہمارے لیے برگشتہ بختی کی ابتدا کی ہمارے لیے رات کا خوفناک ویران اندھیرا اور گہرے نیلے آسمان تلے دکھ کی پراسرار سیرگاہوں کی بے قراری بننے کی کوشش کی تو ہم بھی ان کے لیے بدیسی مسافتوں کا اضطراب اور پیچ وتاب کھاتے شعلوں کی تاب کاری ثابت ہوں گے- ہم ان کے مقابلے میں کوئی اکیلا تنہا اداس ویران درخت نہیں ہیں اگر وہ ہمیں تلواروں کی دھار کے رقص پر رکھیں گے تو ہم انہیں نوک سنسان سے گزار کے رکھ دیں گے-''

لکھمن رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

''سلہدی میرے بھائی اس موقع پر ہمیں کسی چھوٹی سی کمزوری کا بھی اظہار نہیں کرنا چاہئے اگر ہم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا مسلمانوں کا سلطان ہم پر چڑھ دوڑنے میں تھوڑی سی بھی تاخیر نہیں کرے گا- ہمیں بھی سختی سے کام لینا ہوگا تا کہ ہم پر حملہ آور ہونے سے پہلے وہ سو بار سوچے پھر جب جنگ کے طبل بجتے ہیں تو خون سب کا ایک جیسا ہی کھولتا ہے- اگر مسلمان ہم پر حملہ آور ہوتے ہی ہیں تو پھر وقت بتائے گا ہم انہیں کیسے پسپا کرتے ہیں اور کس خوب صورتی سے اپنے دفاع کی تکمیل کرتے ہیں-''

اپنے بھائی لکھمن کی باتوں سے راجہ سلہدی کو کسی قدر تقویت ہوئی تھی کچھ سوچا پھر گھٹے ہوئے انداز اور مغموم سی آواز میں اپنے بھائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''لکھمن پھر سوچ لو ان مسلمانوں سے ہر ذلت کی امید کی جاسکتی ہے وہ پستی کا بدترین منجدھار اور شکستوں کے غبار کا فتنہ بن کر ہم پر چڑھ دوڑیں گے-''

جواب میں لکھمن نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر بڑی راز داری میں سلہدی کو مخاطب کر کے کہنے لگا......

''بھائی سلہدی! مسلمان جو کچھ بننا چاہتے ہیں انہیں بننے دے اگر وہ ہمارے لیے پاتال کی ذلت بنتے ہیں تو ہم ان کے لیے بدبختی کی گھاٹ بن کر کھڑے ہو جائیں گے- اگر وہ اندھیری راتوں کی تلخی بننے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم دشت کی ویرانی ثابت ہوں گے- بھائی ہم سوکھی شاخوں کا زرد پتا نہیں جسے وہ آسانی سے توڑ کر پھینک دیں گے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہماری طاقت اور قوت مسلمانوں سے کسی بھی صورت کم نہیں ہے- اگر وہ موجوں کا تلاطم بننے کی کوشش کریں گے تو ہم ان کے سامنے بپھرے ہوئے ساگر کی صورت اختیار کرلیں گے-''

راجا سلہدی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اپنے بھائی لکھمن کی طرف سے ہٹ کر اس نے سلطان بہادر کے قاصدوں کی طرف دیکھا پھر کسی قدر تحکمانہ انداز میں وہ انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

''نہ ہمارے پاس مسلمانوں کی سات سو عورتیں ہیں اور نہ ہی ہم ان کے سلسلے میں تمہارے سلطان کے سامنے جوابدہ ہیں ہم آزاد حکمران ہیں- واپس جا کر اپنے سلطان سے کہنا اگر جنگ ہماری توانائی کے تاکستانوں میں بربادی بن کر اپنے گیسو کھولے گی تو یہی جنگ ان کی سرزمینوں میں سورج کی حرارت بھری زندگی میں گندم کے سنہری خوشوں کو خوشبو سے محروم کردے گی- اگر تمہارے سلطان نے ہمارے لیے زہر وذلت کا غبار بننے کی کوشش کی تو ہم اس کے لئے آنکھوں کو دھندلاتی موت بنیں گے- اگر وہ ہمارے لیے بھولی بسری سرزمینوں کی کٹھن ڈگر ثابت ہوگا تو ہم اس کے لیے گرم کھولتے تنور اور آوازیں دیتے خونی مرقد سے بھی زیادہ خوفناک صورت اختیار کرلیں گے- اب تم مزید کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو ورنہ تم دونوں جاسکتے ہو-''

اس پر وہی پہلے والا قاصد راجا سلہدی کو مخاطب کرتے ہوئے بول پڑا-

"سلہدی اب جبکہ تم نے گہری قلبی وارداتوں کو سرد مہری کی خوفناک راتوں میں نیلگوں آسمان سے آنند کو روز شب کو بے چین کرتی زہریلی ہواؤں میں تبدیل کرنے کا تہیہ کر ہی لیا ہے تو میں نے کیا کہنا ہے۔ ایک بات یاد رکھنا تمہارے اس جواب سے امن اپنی گھڑی باندھ کر رخصت ہو جائے گا۔ تباہی و بربادی چار سو اپنے پڑاؤ ڈالنا شروع کر دے گی۔ راجا تمہارے اس جواب سے یاد رکھنا آشیانوں کے سارے تنکے بکھر جائیں گے۔ خوشیاں ہر شے سے منہ موڑ لیں گی اور قبریں مکانوں کی دیواروں کی طرح تیزی سے کھڑا ہونا شروع ہو جائیں گی۔" اس کے ساتھ ہی قاصد نے ایک الوداعی نگاہ راجا سلہدی اور وہاں بیٹھے دوسرے لوگوں پر ڈالی پھر وہ اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔

سلطان کے دونوں قاصدوں کے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر راجا سلہدی نے اپنے بھائی لکھمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"لکھمن! جو جواب ہم نے مسلمانوں کے سلطان کے قاصدوں کو دیا ہے اس کے نتیجے میں میرا دل کہتا ہے کہ ہمارا اور مسلمانوں کا ٹکراؤ ضرور ہوگا۔ اس ٹکراؤ سے پہلے ہمیں ان سات سو عورتوں کا کوئی بندوبست کرنا ہوگا جو ہمارے ہاں اسیر ہیں۔ ایسا نہ ہو جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے مسلمانوں کے کچھ طلایہ گر یا ان کے مخبر ہمارے شہر میں داخل ہوں اور ان سات سو قیدی عورتوں کا کھوج لگا لیں۔ اس طرح جو کچھ ہم نے کہا ہے اس میں ہم جھوٹے ثابت ہوں گے اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ...."

راجا سلہدی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اس کا بڑا بیٹا بھوپت بول پڑا.....

"ان سات سو قیدی مسلمان عورتوں کی وجہ سے ہمیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ہم ان سے گلو خلاصی کرانا چاہتے ہیں ان سے جان چھڑانا چاہتے ہیں تو ابھی تھوڑی

بعد ان کو ایک جگہ اٹھا کر کے موت کے گھاٹ اتار دیں۔"

اس موقع پر راجا سلہدی نے احتجاجی سے انداز میں اپنے بیٹے بھوپت کی طرف دیکھا' من نے بھی ایسے انداز میں بھوپت کی طرف دیکھا تھا جس میں ناپسندیدگی کے آثار تھے ھمن بول پڑا......

"ہمیں کسی بھی صورت ایسا نہیں کرنا چاہئے یاد رکھنا اگر ہم نے ان سات سو مسلمان ن کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو کسی نہ کسی طرح مسلمانوں تک ان کی بربادی کی خبر ضرور گی اور جب ایسا ہوگا تو یاد رکھنا مسلمان ہمارے ساتھ نہ ختم ہونے والی جنگوں کا ایسا سلسلہ ع کریں گے جس سے ہمیں جان چھڑانا مشکل ہو جائے گی۔ فی الحال ان سات سو قیدی ان عورتوں سے متعلق ہمیں خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ اگر مسلمان مطمئن ہو جاتے ہیں حملہ آور نہیں ہوتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی عورت قید میں نہیں ہے تو معاملہ ی رفع دفع ہو جائے گا اور اگر مسلمانوں کا سلطان ہمارے جواب سے مطمئن نہیں ہوتا مارے خلاف لشکر کشی کرتا ہے تو ہم اپنے مرکزی شہر سے دور ان کی راہ روکیں گے اور پھر ں گے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اگر ہمیں مسلمانوں کے خلاف اپنی امیدوں کے ۔ کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم ان سات سو مسلمان قیدی عورتوں کو چوری چھپے اپنے سے نکال دیں گے اور انہیں کہیں گے کہ وہ آزاد ہیں جہاں چاہے چلی جائیں لیکن ان کا ام نہیں کرنا چاہئے اس طرح معاملہ اور زیادہ گمبھیر ہو جائے گا"

لکھمن کے جواب سے راجا سلہدی خوش اور مطمئن ہو گیا تھا پھر سب کو مخاطب کرتے ئے

"جو کچھ میرا بھائی لکھمن کہتا ہے یہی آخری ہے اور اس پر عمل پیرا ہوا جائے گا۔ اب جو تت ہمارے پاس کرنے کا کام ہے۔ یہ کہ ہمیں تیز رفتار قاصد جے پور میں راجا ب...

کی طرف روانہ کرنا چاہئے اور اس سے مسلمانوں کے خلاف مدد طلب کرنی چاہئے ساتھ ہی کچھ قاصد جیتور کے نئے راجا بھرون کی طرف بھی روانہ کر دو اسے بھی صورتحال سے آگاہ کرو۔ اس کے علاوہ کاکرون کے راجا وکرم پاکر کے راجا پرس رام اور اپنے دیگر بہی خواہوں کی طرف بھی تیز رفتار قاصد بھجواؤ اور انہیں بتا دو کہ جب بھی مسلمان ہم پر حملہ آور ہوں وہ ہماری مدد کریں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو کل کو اگر مسلمان ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے تو ہم بھی ان کی مدد نہیں کریں گے۔ میرے خیال میں ہمارے اس پیغام کا سارے راجا احسن طریقے سے جواب دیں گے اور ہر کوئی ہماری مدد پر تیار ہو جائے گا۔ اگر سارے راجا اپنے اپنے لشکریوں کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کریں تو ہم کسی بھی محاذ پر مسلمانوں کو اپنے اوپر چھانے نہ دیں گے اور ہر جنگ میں انہیں پسپا کریں گے بدترین شکست دیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی راجا سلہدی نے وہ مجلس برخاست کر دی تھی۔

نجیب الدین کی حویلی میں کلثوم' اس کا شوہر حسن' مارتھا اور خود نجیب الدین ایک کمرے ں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ حویلی میں تاج الدین داخل ہوا صحن کو عبور کرنے کے بعد ب وہ اس کمرے کے نزدیک گیا تو سب نے جائزہ لیا وہ کچھ پریشان اور اداس سا تھا۔ اس حالت دیکھتے ہوئے مارتھا فکر مندسی ہو گئی تھی۔ تاج الدین جب کمرے میں داخل ہوا تو ں جگہ سے اٹھ کر نجیب الدین اور حسن دونوں نے اس سے مصافحہ کیا۔ تاج الدین تھکے لے سے انداز میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے مارتھا کے قریب بیٹھ گیا تھا کچھ دیر تک مارتھا' وم' حسن اور نجیب الدین چاروں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے اس موقع پر ھا نے تاج الدین کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے کمرے میں نجیب الدین کی آواز گونج گئی تھی۔

''تاج الدین میرے بیٹے میں دیکھتا ہوں کہ تو اداس' پریشان اور فکر مند ہے بتا وجہ کیا ۔ دیکھ تیری پریشانی ہم سب کو بھی پریشان اور فکر مند کر سکتی ہے، ہم سے کوئی چیز چھپانے کی ش مت کرنا۔''

تاج الدین نے پہلے ایک بھرپور نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی بیوی مارتھا پر ڈالی پھر ری نگاہ اس نے کلثوم' نجیب الدین اور حسن پر ڈالنے کے بعد کہنا شروع کیا۔

''دراصل حالات نے کچھ ایسی کروٹ لے لی ہے کہ کچھ پریشانیاں آپ سے آپ

ظاہر ہونا شروع ہوگئی ہیں- اسے وقت کا بدترین مذاق یا حسن اتفاق یا بدقسمتی کہیں کہ جس طرح ہم نے راجا سلہدی سے سات سو اسیر مسلمان عورتوں کو طلب کیا تھا اسی طرح مغلوں کے شہنشاہ ہمایوں نے سلطان بہادر سے اپنے ایک سالار زمان مرزا کو طلب کرلیا ہے-

زمان مرزا ہمایوں کا باغی اور اس کے خلاف سرکشی کرنے والا ہے اور اس کے پاس سے بھاگ کر اس نے ہمارے سلطان کے پاس پناہ لے لی تھی- چند دن پہلے مغل شہنشاہ ہمایوں نے سلطان بہادر سے مرزا زمان کا مطالبہ کیا تھا لیکن زمان مرزا کو سلطان بہادر نے ہمایوں کی طرف بھیجنے سے انکار کردیا-

اب پھر چند قاصد ہمایوں نے سلطان بہادر کی طرف روانہ کئے ہیں اور یہ پیشکش کی ہے کہ اگر سلطان بہادر زمان مرزا کو اتنا ہی پسند کرتا ہے اس سے محبت رکھتا ہے کہ اسے ہمایوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تو پھر کم از کم اسے اپنی سلطنت سے باہر نکال دے وہ جہاں چاہے چلا جائے لیکن اسے اپنے ہاں پناہ نہ دے- ہمایوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر سلطان بہادر اسے اپنے ہاں پناہ دے گا تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ سلطان ہمارا مخالف ہے اور ہمارے مخالفوں کو اپنے ہاں پناہ دینے پر خوشی محسوس کرتا ہے-

اب بدقسمتی اور پریشانی کی بات کچھ اس طرح شروع ہوتی ہے کہ پہلی بار جب ہمایوں کے قاصد آئے تھے تو سلطان نے صاف انکار کردیا تھا- اس بار جب قاصد آئے تو میں' حیدر خان' اختیار امیر خان' رومی خان نے سلطان کو مشورہ دیا کہ ہمیں مغلوں کے ساتھ تعلقات خراب نہیں کرنے چاہئیں اور زمان مرزا کو فی الفور ہمایوں کے پاس واپس بھیج دینا چاہئے-

مگر برا ہوا اس تاتار خان کا اور اس کے دونوں ہمنواؤں سلطان عالم اور علی خراسانی کا کہ ان تینوں نے ہم سب کی تجویز کی مخالفت کی' تاتار خان نے چھاتی تانتے ہوئے سلطان سے کہا کہ مغل شہنشاہ ہمایوں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور ہمیں کسی بھی صورت زمان مرزا کو پناہ

ۂ کے بعد واپس نہیں کرنا چاہئے-

اگر تاتار خان بیچ میں نہ آتا تو ہوسکتا ہے سلطان میری' حیدر خان' اختیار خان' امیر خان
ومی خان کی بات مانتے ہوئے زمان مرزا کو ہمایوں کے پاس بھیجنے پر رضامند ہو جاتا'
تا تار خان نے معاملہ بڑھانے والی بات کی ہے اس نے سلطان سے یہ کہہ دیا ہے کہ
مرزا کو واپس نہ کیا جائے اگر ہم اسے واپس نہیں کرتے تو ہمایوں کسی ردعمل کا اظہار نہیں
سکے گا اس لیے کہ ہمایوں ان دنوں ایسے حالات میں پھنسا ہوا ہے کہ ہم سے ٹکرانے کی
ش نہیں کرے گا-

تاتار خان نے سلطان کو یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ مغل شہنشاہ ہمایوں ان دنوں شیر شاہ
ی کی طرف سے بڑا فکرمند ہے اس لیے کہ شیر شاہ سوری یکے بعد دیگرے اس سے
قے چھینتا چلا جا رہا ہے- تاتار خان نے مشورہ دیا ہے کہ ہمایوں کسی بھی صورت کوشش
کرے گا کہ شیر شاہ سوری کو نظرانداز کرتے ہوئے ہم پر چڑھ دوڑے- لہٰذا پہلی بار
ن نے میری' اختیار خان' حیدر خان' امیر خان اور رومی خان کی تجویز کو رد کرتے ہوئے
رخان کے مشورے پر عمل کیا ہے اور ہمایوں کے بھیجے ہوئے قاصدوں کو اس نے کہہ دیا
لہ وہ کسی بھی صورت زمان مرزا کو نہ ہمایوں کے پاس بھیجے گا نہ اسے اپنی سلطنت سے
لے گا' بس یہی بات میری پریشانی اور فکرمندی کا باعث ہے اس لیے کہ ہمایوں کے قاصد
ا چلے گئے ہیں جب وہ قاصد ہمایوں کے پاس پہنچیں گے تو میرا دل کہتا ہے ہمایوں
ے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا اس طرح دو مسلمان قوتیں آپس میں ٹکرائیں گی اور دونوں طرف
سلمانوں کا نقصان ہوگا-

تاج الدین کی اس گفتگو کے جواب میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر نجیب الدین
کہنا شروع کیا-

''تاج الدین میرے بیٹے! یہ تاتارخان جیسے سالار ہی عظیم سکھ کے سفروں میں برائی کی بے شمار لہریں ثابت ہوتے ہیں- بے داغ نکھرے ستھرے ماحول میں بدی و برائی کا سائبان نصب کر جاتے ہیں- باہمی اتفاق ہی میں زندگی ہے- یکجہتی ہی میں فلاح اور ارتقاء کا دارومدار ہے- ایک سلطان کے اچھے سالار اس کے لیے امیدوں کے گوہر آگہی کی شمع اور وسوسوں اور اندیشوں میں فہم وادراک کی شبنم اور وسوں اور خطرات میں شجر الحیات کا پھل ثابت ہوتے ہیں مگر برا ہو اس تاتارخان کا اس نے سلطان کو بڑا غلط اور برا مشورہ دیا ہے- تاتارخان جیسے سالار ہی آزادی کی مشعل کو سرنگوں کرتے ہیں- منزل کو پابہ زنجیر کر دیتے ہیں اور عمل کے دھاروں کو شام کے ماتمی سایوں کا لباس پہنچا دیتے ہیں-

بہرحال بیٹے تم فکرمند اور پریشان نہ ہو خداوند قدوس کوئی درمیانی راہ ضرور نکالے گا اور مسلمانوں کو آپس کے ٹکراؤ سے نجات دے گا-

''نجیب الدین جب خاموش ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے تاج الدین نے کہنا شروع کیا-

''عم نجیب الدین اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں-''

نجیب الدین نے گھورنے کے انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

''میں تمہاری باتوں کا برا کیوں مانوں گا کھل کے کہو کیا کہنا چاہتے ہو-''

عم نجیب الدین بات دراصل یہ ہے کہ کل ہمارا لشکر یہاں سے اجین کی طرف روانہ ہوگا راجا سلہدی پر حملہ آور ہوگا اس لیے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس نے سات سو مسلمان عورتوں کو اجین میں اسیر بنا رکھا ہے اور سلطان ہر صورت میں نہ صرف یہ کہ ان عورتوں کی رہائی چاہتا ہے بلکہ راجا سلہدی کو اس جرم کی سزا بھی دینا چاہتا ہے' یہ بہت اچھا قدم ہے- اس موقع پر سالاروں اور لشکریوں کی بیویاں بھی ان کی ساتھ ہوں گی- میں چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں مارتھا کو اپنے ساتھ لے جاؤں-''

تاج الدین کے ان الفاظ پر مارتھا کے چہرے پر بے پناہ خوشیوں اور آنکھوں میں یک چمک پیدا ہوئی تھی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی نجیب الدین بول پڑا-

''بیٹے! اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے- مارتھا کے لسلے میں تمہارا ہر فیصلہ آخری ہے- دیکھو تم نہ بھی چاہتے تب بھی میں یہ کہتا کہ تم مارتھا کو اپنے اتھ لے جاؤ اس لیے کہ ان دنوں حسن اور کلثوم نے میرے پاس قیام کیا ہوا ہے- ویسے بھی ں یہ بات پسند کروں گا کہ مارتھا زیادہ سے زیادہ تمہارے ساتھ رہے-''

نجیب الدین کے ان الفاظ سے تاج الدین اور مارتھا دونوں خوش ہو گئے تھے پھر نجیب دین اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا-

''میں اپنے کوچ کی تیاری کرتا ہوں-'' اس کے ساتھ ہی مارتھا بھی کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی' چلیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں-'' پھر دونوں میاں بیوی اس کمرے سے ل گئے تھے- اس رات لشکر احمد آباد سے اجین کی طرف کوچ کر گیا تھا-

☆

اجین کے راجہ سلہدی کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ اس پر حملہ آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا لطان بہادر احمد آباد سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر چکا ہے- مسلمانوں کے خلاف اپنی اروائی کرنے کے لیے راجہ سلہدی نے بھی اپنی تیاریاں مکمل کر رکھی تھیں اس نے مسلمانوں کے خلاف مدد کے لیے مختلف راجاؤں کی طرف جو قاصد بھجوائے تھے ان کا اسے حوصلہ افزا اب ملا تھا- جے پور کا راجا اور رانا سنگھا کا بیٹا برتنسی جس کے تعلقات سلطان بہادر کے اتھ بڑے اچھے تھے جو سلطان بہادر کو اپنا محسن اور مربی خیال کرتا تھا اور بابر کے ہاتھوں رانا نگھا کی شکست اور رانا سنگھا کی موت کے بعد برتنسی اپنے آپ کو سلطان بہادر کا وفادار یال کرتا تھا لیکن راجا سلہدی کی پکار پر مسلمانوں کے خلاف یہ سارے ہندو راجا متحد ہو گئے

تھے- جیتور کے راجا بھرون نے بھی اپنی تیاریاں مکمل کر لی تھیں- کا کرون کے راجا وکرم کا سپہ سالار رام جی بھی ایک لشکر کے ساتھ اجین پہنچ چکا تھا- اس کے علاوہ وکرم کا بھائی پرس رام اور مزید یہ کہ بانسا نوالہ اور دونگل پور سے بھی بہت بڑے بڑے لشکر راجا سلہدی کی مدد کے لیے پہنچ گئے تھے- یوں مسلمانوں کے خلاف راجا سلہدی کے حوصلے بلند اور طوفانی ہو گئے تھے اور اپنے پاس جمع ہونے والے لشکر کی تعداد کو دیکھتے ہوئے اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو مار بھگائے گا بلکہ انہیں شکست دے کر ان کے شہر احمد آباد تک ان کا تعاقب کرے گا-

راجا سلہدی نے جنگ کا طریقہ کچھ اس طرح وضع کیا تھا کہ سارے راجاؤں سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا تھا کہ بانسا نوالہ اور راجا وکرم کے لشکر اجین میں راجا سلہدی کے پاس رہیں گے یہ بھی طے پایا کہ جے پور کا راجا اور رانا سنگھا کا بیٹا برتنسی بذات خود جنگ میں حصہ نہیں لے گا وہ جے پور میں رہے گا اور جے پور کا ایک بہت بڑا لشکر جے پور سے جیتور کی طرف آئے گا جہاں اپنے اور جے پور کے راجا کی کمانداری جیتور کا راجا بھرون کرے گا-

بھرون کے لیے یہ بھی طے پایا تھا کہ وہ اجین سے باہر مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں حصہ نہیں لے گا بلکہ اجین کے باہر راجا سلہدی' بانسا نوالہ' دونگل پور' کا کرون' اور دیگر ہندو راجاؤں کے لشکروں کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرے گا- بھرون اپنے اور برتنسی کے متحدہ لشکر کے ساتھ کسی مناسب جگہ گھات میں پڑا رہے گا اور جنگ جب مسلمانوں کے ساتھ زوروں پر آئے گی تو بھرون متحدہ لشکر کے ساتھ اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہو گا اور ان کے لیے شکست و ہزیمت اور ذلت کے دروازے کھول دے گا-

اسے راجا سلہدی کی بدقسمتی کہیے کہ جو جنگی تدابیر وہ اختیار کر رہا تھا اس کی ساری خبریں

اطلاعات مسلمان طلایہ گر اور نقیب اپنے سلطان بہادر تک پہنچا رہے تھے- بہر حال سلطان بہادر بڑی تیزی سے سفر کرتا ہوا اجین کا رخ کیے ہوئے تھا-

☆

راجکماری اناوتی اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی چونک کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی ''اندر آ جاؤ-''

دروازہ کھلا اس کے ساتھ ہی ستیو ودھیا اور وانجی دونوں آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے دونوں راجکماری اناوتی کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اناوتی نے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی-

''وانجی میں نے تمہیں بھائی اور ستیو ودھیا کو بہن کہا ہوا ہے- بہن بھائی اس طرح بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کھڑے نہیں ہوتے یہاں میرے سامنے والی نشست پر بیٹھو-''

وانجی اور ستیو ودھیا دونوں بیٹھ گئے پھر گفتگو کا آغاز وانجی نے کیا راجکماری اناوتی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

''مالکن آپ نے مجھے بلایا ہے کیا کوئی ضروری کام ہے-''

راجکماری اناوتی نے کچھ سوچا پھر بھاری سے لہجے میں کہنے لگی-

''وانجی حالات میں جو تبدیلی آنے والی ہے اس کی تمہیں بھی خبر ہے میں بھی جانتی ہوں'' یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے اناوتی کی گردن جھکی پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں وہ کہہ رہی تھی-

''وانجی یہ حقیقت ہے کہ میرے پتا جی اور میرے چچا لکھمن نے سات سو مسلمان عورتوں کو اسیر بنا کے رکھا ہوا تھا اب جبکہ انہیں یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ مسلمانوں کا سلطان بہادر ان پر حملہ آور ہونے کے لیے احمد آباد سے کوچ کر چکا ہے تو انہوں نے ان سات سو

اسیر مسلمان عورتوں کو رہا کر دیا ہے اور ان کو ان کے علاقوں تک پہنچا دیا ہے۔

لیکن اب جو ہونا تھا ہو چکا' مسلمانوں کا سلطان بڑی تیزی سے اجین کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ ہر صورت میں اجین پر حملہ آور ہو کے رہے گا۔

وانجی میرے بھائی گو میرے پتا جی نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت سے انتظام کر رکھے ہیں۔ دیگر بہت سے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے ان کے لشکر بھی یہاں پہنچ چکے ہیں اس کے باوجود میرا دل کہتا ہے کہ میرے پتا جی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ بھائی میرے میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ میں چاہتی ہوں جب اجین کے حالات خراب ہوں افراتفری کا عالم برپا ہو جائے تو تم مجھے لے کر یہاں سے تاج الدین کی طرف بھاگ چلو ستیو ودھیا بھی ہمارے ساتھ ہو گی۔

وانجی میرے بھائی تو جانتا ہے میرا مستقبل بلکہ اپنا سارا جیون میں تاج الدین سے وابستہ کر چکی ہوں اس کے بغیر میں ادھوری اور نامکمل ہوں۔ جونہی اجین کے حالات خراب ہوں میں تم اور ستیو ودھیا لوگوں کی نظر بچاتے ہوئے اجین سے بھاگنے کی کوشش کریں گے ہو سکتا ہے میرا پتا اور میرا چاچا یا میرے بھائی مجھے ایسا نہ کرنے دیں اس لیے کہ اب میرے پتا جی نے پختہ اور مصمم ارادہ کر رکھا ہے کہ وہ ہر صورت میں میری شادی جیتور کے نئے راجہ بھرون سے کر کے رہیں گے اور میں کسی بھی صورت اپنے جیون کو بھرون کے ساتھ وابستہ نہیں کرنا چاہتی۔''

اس کے ساتھ ہی راجکماری اناوتی اپنی جگہ سے اٹھی کمرے کے ایک کونے میں گئی لکڑی کا ایک صندوقچہ اس نے کھولا اس میں سے چمڑے کی ایک تھیلی نکالی اپنی نشست پر آ کے بیٹھی چمڑے کی وہ تھیلی اس نے وانجی کی گود میں رکھی پھر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''چمڑے کی اس خرجین میں خاصی بڑی رقم اور کچھ قیمتی جواہرات ہیں اسے اپنے پاس

سنبھال کے رکھو یاد رکھنا ایک دو دن تک مسلمانوں کا لشکر یہاں پہنچ جائے گا دونوں لشکروں کے ٹکرانے کے بعد اجین کے جو حالات ہوں گے وہ یہاں کے لوگوں کے لیے یقیناً ناقابل برداشت ہو جائیں گے۔

تم یہیں اجین میں راج محل کے آس پاس رہنا۔ راج محل میں آتے جاتے تمہارے لیے کوئی روک رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ اب سارے محافظ تم سے مانوس ہو چکے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ تم راجکماری کے گھوڑے کے سائیس ہو۔ اس لیے جنگ کے دوران تم راج محل کے اندر ہی رہنا شہر سے باہر جو اصطبل ہے اس میں سے دو اور گھوڑوں کا انتظام کر کے رکھنا۔ اس طرح تین گھوڑے ہو جائیں گے ایک میرے لیے ایک تمہارے اور تیسرا ستیو ودھیا کے لیے۔''

راجکماری اناوتی تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوئی کچھ سوچا پھر وہ وانجی کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''وانجی جو کچھ میں نے کہا کیا اس کے لیے تیار ہو؟ یہ نہ ہو کہ اس وقت تم میرے سامنے ہاں کر دو اور ضرورت کے وقت تم میرے ساتھ جانے سے انکار کر دو۔''

وانجی نے احتجاجی سے انداز میں راجکماری اناوتی کی طرف دیکھا پھر اس کی چھاتی تن گئی اور کہنے لگا۔

''مالکن آپ کیسی گفتگو کرتی ہیں آپ نے مجھے بھائی کہا ہے بھگوان نے چاہا تو آپ دیکھیں گی اگر ضرورت پڑی تو میں آپ کی حفاظت کے لیے تن من دھن سب کچھ نچھاور کر سکتا ہوں۔''

اناوتی خوش ہو گئی کہنے لگی۔

''نہیں وانجی میرے بھائی ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔'' پھر اناوتی نے

ستیو ودھیا کی طرف دیکھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''ستیو ودھیا میں نے تمہیں اپنی بہن بنایا ہوا ہے اور بہن کہا ہے اور حقیقی معنوں میں ہی میں تمہیں اپنی بہن سمجھتی ہوں اگر تم با آسانی میرا ساتھ دے سکتی ہو تو ہاں کہو اگر تمہارے راستے میں کچھ مجبوریاں ہوں اور تم میرا ساتھ نہ دے سکو تو یاد رکھنا میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی میں اکیلی وانجی کے ساتھ تاج الدین کی طرف روانہ ہو جاؤں گی۔''

اناوتی جب رکی تب روہانسی سی آواز میں ستیو ودھیا اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''مالکن آپ کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں اگر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ بھی لے جانا چاہیں تو میں زبردستی آپ کیساتھ ہولوں گی۔ اس لیے کہ اب آپ کے بغیر میرا جی نہیں لگے گا۔ یوں جانیں آپ کے ساتھ رہنا میرے جیون کی سب سے بڑی مجبوری ہے۔''

ستیو ودھیا کے ان الفاظ پر راجکماری اناوتی مسکرادی اور پھر ستیو ودھیا کے گال پر پیار بھری ہلکی سی چپت لگائی کہنے لگی۔

''ستیو ودھیا مجھے تم سے ایسے ہی جواب کا انتظار تھا۔ اب تم دونوں جاؤ اس لیے کہ تھوڑی دیر تک میری ماتا میرے پاس آئیں گی۔ وانجی یہ نقدی کی تھیلی سنبھال کے رکھنا اور ستیو ودھیا جنگ کے دوران تم ہر وقت میرے پاس رہو گی اور تم وانجی سے بھی رابطہ رکھو گی اس طرح جو کام ہم نے کرنا ہے اسے احسن اور اچھے طریقے سے کر گزریں گے۔ اب تم دونوں جاؤ۔'' اس کے ساتھ ہی وانجی اور ستیو ودھیا اٹھے اور راجکماری اناوتی کے کمرے سے نکل گئے تھے۔

راجا سلہدی، مسلمانوں کے سلطان کے لمحہ لمحہ کی نقل و حرکت سے اپنے طلایہ گردوں پنے نقیبوں کے ذریعے آگاہی حاصل کر رہا تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا سلطان پنے لشکر کے ساتھ اجین کی قریب پہنچ گیا تب وہ شہر سے نکلا اور اپنے لشکر کو اس نے سلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے استوار کر لیا تھا۔

دوسری جانب سلطان بہادر بھی بڑی برق رفتاری سے پیش قدمی کرتا ہوا اجین کی لمرف بڑھا تھا۔ راستے میں اسے بھی اس کے نقیبوں نے اطلاع کر دی تھی کہ راجا سلہدی نے مسلمانوں کے خلاف یہ چال چلی ہے کہ جے پور کے راجا اور جیتور کے راجا کے لشکریوں کو متحد کر کے بھرون کی سرکردگی میں دیا گیا ہے۔ اور انہیں گھات میں رکھا گیا اور ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا ہے کہ جب راجا سلہدی کی مسلمانوں کے ساتھ جنگ اپنے عروج پر آئے تب بھرون اس متحدہ لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے کسی پہلو پر ٹوٹ پڑے اور ان کے لیے شکست کے در کھول کے رکھ دے۔

اس کے ردعمل کے طور پر سلطان بہادر بھی حرکت میں آیا اپنے لشکر کا ایک حصہ اس نے علیحدہ کرتے ہوئے تاج الدین کی کمانداری میں دیا۔ امیر خان رومی خان کو اس کے ساتھ رکھا اور انہیں راستے ہی میں اپنے لشکر سے علیحدہ کرتے ہوئے بھرون کے متحدہ لشکر پر نگاہ رکھنے کا کام سونپ دیا۔ خود باقی لشکر کو لے کر سلطان اجین کے سامنے آگے پڑاؤ کر گیا تھا۔

اگلے روز دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کرنا شروع کی تھیں- اجین کے راجا سلہدی کو یقین تھا کہ وہ اجین کے باہر مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا اور پھر اس کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ عین جنگ کے عروج کے موقع پر بھروں متحدہ لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو گا اور مسلمانوں کی صفوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گا' تب اس کے ولولوں اور اس کے حوصلوں کو ایک نئی تازگی ایک نئی زندگی ملتی تھی اور وہ ان سوچوں میں کھو جاتا تھا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے بعد وہ جی بھر کے ان کے پڑاؤ کو لوٹے گا اور دور تک ان کا تعاقب کرتا چلا جائے گا-

جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے پہلے راجا سلہدی نے لشکر کو استوار کرنا شروع کیا- وسطی حصے میں وہ خود رہا دائیں جانب کے لشکر کی کمانداری اس نے اپنے بھائی لکھمن کے حوالے کی بائیں جانب مختلف راجاؤں کا لشکر تھا جس کی کمانداری کاکرون کے راجا وکرم کے سالار اعلیٰ رام جی کے ہاتھ میں تھی- یہ وہی رام جی تھا جو اس سے پہلے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھا چکا تھا-

دوسری جانب سلطان نے بھی اپنے لشکر کی ترتیب درست کی درمیانی حصے میں وہ خود رہا دائیں جانب حیدر خان کو رکھا گیا- اختیار خان اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا- بائیں جانب کے لشکر کی کمانداری تاتار خان کے حوالے کی گئی اور سلطان عالم اور علی خراسانی اس کی مدد کے لیے اس کے ساتھ تھے-

کچھ دیر تک راجا سلہدی کے لشکر میں خوفناک سے انداز میں طبل بجتے رہے پھر اس کے حکم پر اس کا متحدہ لشکر شعبدہ بازی کے نفرت خیز سیلاب' اور خون انسان سے چراغ جلانے والے سانحوں اور حادثوں کے پروردوں کی طرح آگے بڑھا تھا' پھر دیکھتے ہی دیکھتے راجا سلہدی کا متحدہ لشکر مسلمانوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے پیڑوں پھلوں کونپلوں کو برکھا بہار

ہیروں سے محروم کر دینے والے ہلاکتوں کے اندھے بگولے حرکت میں آتے ہیں- انوں پر وہ اس طرح حملہ آور ہوئے تھے جیسے امن کی خوشبو بھرے سویروں کو فساد بھرے ں میں مبتلا کر دینے والی زندگی کی بدترین آسودگیاں حرکت میں آتی ہیں- جیسے ذہن میدوں کی روشنی کو زہر بھری تاریکیوں میں تبدیل کرنے والے تشویش و حیرت بھرے ں کے رقص کی ابتدا ہوتی ہے-

مسلمانوں نے پہلے راجا سلہدی کے ان حملوں کو پوری طرح روکا پھر سلطان کے ے پر اس کے لشکر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تکبیریں کچھ اس طرح یں کہ پوری کائنات گونج اٹھی تھی- ایسا لگتا تھا تکبیروں کی گونج نے وقت کے بدترین ٔ انضباط' اہتمام اور انصرام کو ہلا کے رکھ دیا ہو- اس کے بعد جارحیت کی ابتدا کرنے کے سلطان نے بھی اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور یہ حکم ملتے ہی مسلمان مجاہد اور لشکری رح آگے بڑھے جس طرح شام کے غمگین اندھیروں میں سحر کے عصا' سائر آفاق اور ٔ جہاں گرد حرکت میں آتے ہیں- پھر دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان لشکری راجا سلہدی کے پر فاصلوں کی زنجیریں کاٹتی خواب انگیز صداؤں' لامحدود زمانوں کو اپنے سامنے سمیٹ ے والے پراسرار رموز کے ردعمل' سرمئی فضاؤں میں افق تا افق آگ و خون کے ہیجان یات کے گوشوں کو تپتے صحراؤں کی ویرانیوں میں تبدیل کر دینے والے عہد گم گشتہ کے اک شعلوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے-

اپنے آپ کو انسانیت کے سر کا تاج سمجھنے والے بڑے بڑے سورما اور ماہر تیغ زن اوس وتیوں کی طرح میدان جنگ میں معدوم ہونا شروع ہو گئے تھے دشمنی کے خوف ناک نوں میں فرزندان آدم کا لہو بے کار لاوے کی طرح بہہ اٹھا تھا-

راجہ سلہدی جسے اپنے لشکر کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث اپنی طاقت اور قوت پر ناز

ہو گیا تھا- اب لمحہ بہ لمحہ اس کی اور اس کے لشکریوں کی حالت بوسیدہ پھٹے خیام ملول مسافروں کے قدموں کی گونج، شہر کی لرزاں خاموشی، خزاں کی چیرہ دستیوں اور ڈوبتی کشتیوں پھٹے بادبانوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی- جنگ سے پہلے جو وہ عزائم رکھتا تھا وہ ناپید ہو چکے تھے- اب اس کے حوصلے بے نشان ساحلوں یم بہ یم ذلت کے تغیر اس کے ولولے دم بدم پھیلتے بے کراں ہراس اور خونی لمحوں کے بھنور کی صورت اختیار کر گئے تھے- مسلمانوں کو شکست دینے کے اس کے سارے جذبے ذلت آمیز الفاظ کی دلدل میں ڈوب کے رہ گئے تھے-

جنگ شروع ہونے سے پہلے راجا سلہدی مسلمانوں کے خلاف انجانے پروں پر ایک اونچی اڑان کی جست لگانا چاہتا تھا اور ہر صورت میں مسلمانوں کو پسپا کر کے انہیں شکست سے دوچار کر کے اپنے سامنے بھاگنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا لیکن جو حالت وہ مسلمانوں کی کرنا چاہتا تھا قدرت نے وہی حالت اس کی بنا کے رکھ دی تھی- جب اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر میں شکست کے آثار واضح طور پر دکھائی دینے لگے ہیں تب وہ پسپائی اختیار کر گیا- شکست کو تسلیم کر کے بھاگ کھڑا ہوا اور اجین شہر میں محصور ہو گیا- شہر کے دروازوں تک سلطان اور اس کے لشکر نے اس کا اس طرح تعاقب کیا جس طرح ماضی میں گرتے وقت میں سہمے بھاگتے سایوں کے پیچھے بدترین لمحوں کی دہکتی دھوپ لگ جاتی ہے- یوں کھلے میدانوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد راجا سلہدی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اجین میں محصور ہو گیا تھا جبکہ دوسرے راجاؤں کے سالار جو اس کی مدد کے لیے آئے تھے وہ اس شکست کے بعد ایسے خوفزدہ اور ہراساں ہوئے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کی طرف بھاگ گئے تھے-

دوسری جانب ایک اور انقلاب رونما ہوا بھرون جسے راجا سلہدی نے جے پور کے راجا برتسی اور اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بٹھا دیا تھا وہ اس انتظار میں تھا کہ جنگ اپنے عروج

ہ تو وہ اپنی گھات سے نکل کر مسلمانوں کے پہلو یا پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر وں کی شکست اور اپنی فتح کو یقینی بنا دے لیکن حالات کسی اور ہی کروٹ کا انتظار کر تھے- قدرت کچھ اور ہی اہم فیصلے کر چکی تھی-

راجا سلہدی اور سلطان کی جنگ جب اپنے عروج پر پہنچی تو اپنی گھات سے نکل کر ن جب میدان جنگ کی طرف بڑھا تو پھر ایک خونی انقلاب رونما ہوا اچانک تاج ا اپنے لشکر کے ساتھ اس طرح نمودار ہوا جس طرح قلزم حالات کی تہہ میں خاموشیوں ا میں اٹھتے طوفان برہنہ ہو کر اپنے کام کی ابتدا کرتے ہیں- پھر وہ جابر کی جان کے ہر ں اور زندگی کی شکنوں تک میں چھپی لہر لہر جینے کے گمان کو کاٹنے کے لیے بھرون کے لشکر ے بگولوں، وحشی قبیلے کے جنگجوؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا-

یہاں ایک اور تبدیلی رونما ہو گئی تھی جے پور اور جیتور کے متحدہ لشکر کی کمانداری بھرون کو ئی تھی اور اسے گھات میں بٹھا دیا گیا تھا، راجہ سلہدی کا بیٹا منگل راج جو اپنے لشکر کے ہ سرحدی علاقوں کا نگہبان تھا وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ بھرون سے آن ملا تھا اس طرح ن کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا تھا-

لیکن اس اضافے کے باوجود تاج الدین، رومی خان، اور امیر خان دشمن کے لشکر پر اس ح حملہ آور ہوئے جس طرح ہر پل کو گمنام ہر لمحے کو بے دیش کر دینے والی چیختی کرلاتی خ آندھیاں یا ہولناکی کا شور مچاتی آسیب زدہ صدائیں کسی پر وارد ہوتی ہیں-

بھرون اور منگل راج کے لشکر پر حملہ آور ہوتے ہی تاج الدین رومی خان اور امیر خان ا کے لشکر کے اندر اس طرح گھسنا شروع ہو گئے تھے جیسے چمکتے جھرمٹ نما ستاروں کی ندگی کا غبار بے نور تاریکیوں کے غار نما آنکھوں میں اتر جاتا ہے-

یہ حملہ بڑا اچانک انتہائی ہولناک اور جان لیوا تھا اور پہلے ہی حملے میں تاج الدین نے

بھرون اور منگل راج کے لشکر کی پشت کے کافی بڑے حصے کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا تھا، پھر بھرون اور منگل راج بھی پلٹے اور وہ بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے تاج الدین کے لشکر پر شادمان فضاؤں، رقصاں ہواؤں، گلاب چہروں، شہاب جبینوں اور موسم بہار کی مسرت بھری لذتوں کو اداس راستوں کے کرب اور راہ حریفاں کی ہولناکی میں تبدیل کر دینے والے پر آشوب عذاب لمحوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

جب تک بھرون اور منگل راج حملہ آور ہوئے اس وقت تک تاج الدین نے اپنے تیز حملوں سے دشمن کے دل کے آبگینے توڑنے اور ربط ہستی کے ہر آہنگ کو منقطع کرنے کا عمل تیز کر دیا تھا۔ اس کے ان تیز حملوں کے باعث بھرون اور منگل راج کے آہن پوش تیغ زن ٹوٹے آئینوں کی کرچیوں کی طرح بکھرنے لگے تھے۔ رزم گاہ کے ہر زاویے پر اپنے بے باک حملوں کے باعث تاج الدین نے مرگ کی صدائیں بلند کرنا شروع کر دی تھیں۔ دشمن کی صفوں کے اندر امیر خان اور رومی خان کے ساتھ وہ اس طرح گھسنے لگا تھا جیسے جبر کا کوئی لشکر سحاب کی مانند کوہستانی بستیوں میں گھستا ہے۔

میدان جنگ میں نگاہوں کی تسکین اور راحت دل کے چپ دریچوں کا سکون ختم ہونے لگا تھا۔ زمانے کی جھلستی دھوپ زیست کی تسکین چھیننے لگی تھی۔ تلواروں اور ڈھالوں کی گونجتی خوفناک آوازوں کے دوش پر موت سنگریزوں کے طوفانوں کی طرح ہر شے کے منہ پر طمانچے مارنے لگی تھی۔ بھرون اور منگل راج تو یہ عہد کیے ہوئے تھے کہ جونہی مسلمانوں کے سلطان اور راجہ سلہدی کی جنگ اپنے عروج پر آتی ہے وہ گھات سے نکل کر خوفناک انداز میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان کی صفوں کو تہس نہس کر کے شکست اور ہزیمت کو ان کا مقدر بنا دیں گے لیکن یہاں معاملہ خود ان کے خلاف الٹ ہو رہا تھا۔ تاج الدین، رومی خان اور امیر خان نے خود ان کے مقدر اور بخت پر شکست اور ہزیمت کی کالک بڑی تیزی سے ملنا

ردی تھی۔

ھرون اور منگل راج نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ دشمن کو اپنے لشکر کے اندر ں کر انہیں پیچھے دھکیلیں لیکن تاج الدین کی سرکردگی میں مسلمان لشکری قوت سے ندیر کے ترکش کے کڑے تیروں، انفرادی اور اجتماعی شجاعت کی آخری تلوار کی طرح ں رہے تھے اور ان کے ان حملوں کے باعث بڑی تیزی سے بھرون اور منگل راج یوں کی حالت درد میں ڈوبی آوازوں، تلواروں کے سائے تلے ٹوٹتی آخری امیدوں ں کے بدترین لمحوں سے بھی بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ی تیزی سے بدلتی ہوئی صورتحال کو دیکھتے ہوئے بھرون اور منگل راج نے اپنے لشکر یدان جنگ سے وہ شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تاج الدین، امیر خان اور ن نے اپنے لشکر کا ایک حصہ دشمن سے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے اور ساری چیزوں ن کی طرف اجین لے جانے کا اہتمام کیا پھر وہ تینوں بھرون اور منگل راج کے میں کچھ اس طرح لگ گئے تھے جیسے روشنی ڈوبتے سورج کی آخری نگاہوں کا رتی ہے۔ جیسے تلخ اور کرب ناک موت زندگی کی آخری رمق کے پیچھے ہو لیتی ہے۔ ت کے تاریک مسکن میں وجدان کے وسوسوں سے نکل کر خواب اپنی تعبیروں کے پیچھے ڑے ہوتے ہیں۔

بھرون اور منگل راج نے اپنے آپ کو اس تعاقب سے چھڑانا چاہا لیکن ایسا نہ ہو سکا ہ کہ تاج الدین، رومی خان اور امیر خان کے ساتھ ان کے پیچھے اس طرح پڑ گیا تھا ازوں کے کھولتے شعلے جیسے دشت کرب کی سیاہ آندھیوں اور قضا کے سرخ سیلابوں و نیست و نابود کرنے کے لیے اس کا پیچھا شروع کر دیا ہو۔

س خوفناک تعاقب کے دوران تاج الدین کے ہاتھوں راجا سلہدی کا بیٹا منگل راج کے گھات اتر گیا۔ بھرون نے بھاگنا جاری رکھا یہاں تک کہ وہ اپنے شہر جیتور میں

سلطان کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد راجا سلہدی اجین میں محصور ہو گیا تھا۔ شہر کی فصیل کے اوپر اس نے تیر انداز اور بڑے بڑے جنگ کا تجربہ رکھنے والے سورما مقرر کر دیئے تھے۔ محصور ہونے کے تھوڑی دیر بعد اسے بھرون اور منگل راج کی تاج الدین کے ہاتھوں انتہائی ذلت آمیز شکست کی خبریں بھی مل گئی تھیں۔

ان خبروں نے راجا سلہدی اور اس کے بھائی لکھمن کے علاوہ اس کے بیٹے بھوپت کو بھی پریشان اور فکر مند کر دیا تھا۔ اب تک وہ بڑی جستجو میں پڑے ہوئے تھے کہ عین جنگ کے عروج کے موقع پر بھرون کیوں مسلمانوں کی پشت کی جانب سے حملہ آور نہ ہوا' اب ان پر راز کھلا کہ بھرون اور منگل راج خود ایک مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ساتھ ہی راجا سلہدی کو منگل راج مارے جانے کی خبر بھی پہنچ گئی تھی۔ اب حالات اپنے لئے راجا سلہدی انتہا درجہ کے مہلک اور خوف ناک تصور کرنے لگا تھا۔

اس دوران سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر کا محاصرہ کر لیا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے راجا سلہدی نے اپنے سارے سالاروں اور دیگر سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا تھا جب سب لوگ اس کے پاس آئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے راجا سلہدی کہنے لگا۔

''جو کچھ ہم پر بیتی ہے تم سب لوگ جانتے ہو جو انتہائی بری خبر آج ملی ہے وہ یہ کہ بھرون اور میرے بیٹے منگل راج کو بھی مسلمانوں کے سالار تاج الدین کے ہاتھوں شکست

ہے اور اب اس جنگ میں میرا بیٹا منگل راج کام آ چکا ہے۔ ساری صورتحال تم لوگوں منے ہے۔ اب بتاؤ اس سلسلے میں تم لوگ مجھے کیا مشورہ دیتے ہو۔

یسے میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے میں چاہتا ہوں کہ ایک وفد مسلمانوں کے ی طرف روانہ کیا جائے اس سے گذارش کی جائے کہ وہ جس قدر چاہے ہم پر خراج ے ہم اسے ادا کریں گے لیکن اجین شہر کا محاصرہ ترک کر کے چلا جائے۔

گر ہم نے ایسا نہ کیا تو مجھے اندیشہ اور ڈر ہے کہ کل سے مسلمانوں کا سلطان شہر کی فصیل ور ہونے کی ابتدا کر دے گا اور ایک بار اگر مسلمانوں نے اجین پر حملہ آور ہونے کی ت کر دیں تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ شہر کو فتح کئے بغیر نہیں لوٹیں گے اور جب شہر فتح ہو گا تو پھر وہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کے رکھ دیں گے اور ہم سے وہ انتقام لیں گے ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اجین کے سالاروں اور سرکردہ لوگوں نے راجا سلہدی کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ ٹھ آدمیوں کو ایک وفد کی صورت میں سفارت کے لیے تیار کیا گیا اور شہر پناہ کا دروازہ کر انہیں باہر نکالا گیا تاکہ وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی بات چیت ۔ ان سفیروں نے جس موضوع پر گفتگو کرنا تھی اس پر راجا سلہدی اور اس کے بھائی ن نے ان سے خوب بات چیت اور بحث کر لی تھی۔

☆

ادھر سلطان بہادر اپنے سالار حیدر خان' اختیار خان' تاتار خان' مہر عالم علی خراسانی اور سالاروں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا تھا کہ اسے راجا سلہدی کی طرف سے ایک وفد آنے لاع ملی۔ سلطان نے وفد کے ارکان کو وہیں بلا لیا۔

وفد کے ارکان جب سلطان کے سامنے آئے تو سلطان نے ان سب کو اپنے سامنے

بیٹھنے کے لیے کہا جب وہ بیٹھ گئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کیا۔

''کہو تم کس سلسلے میں ہماری لشکر گاہ میں داخل ہوئے ہو۔''

اس پر ان سفارت کاروں میں سے ایک بول پڑا۔

''سلطان محترم ہم راجا سلہدی کی طرف سے امن کا پیغام لے کر آئے ہیں وہ آپ سے جنگ نہیں کرنا چاہتا۔ ساتھ ہی یہ بھی وہ کہتا ہے کہ آپ سے اس میں جنگ کرنے کی ہمت اور جرات بھی نہیں ہے وہ آپ سے یہ گذارش کرتا ہے کہ آپ جس قدر چاہے خراج کی رقم اس کے لیے مقرر کر دیں وہ رقم ہر سال آپ کو ادا کرتا رہے گا اس کے بدلے میں آپ اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے جائیں اور اجین شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔''

وفد کے ان ارکان کی گفتگو سے لمحہ بھر کے لیے سلطان بہادر مسکرایا پھر آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''راجا سلہدی کے سفیرو! جو کچھ تم لوگوں نے کہا ہے میں اس سے بالکل اتفاق نہیں کرتا۔ راجا سلہدی پر ہم اس لیے حملہ آور ہوئے ہیں کہ اس نے اپنے ہاں سات سو مسلمانوں کو اسیر بنا رکھا اور مجھے یہ خبر بھی مل چکی ہے کہ میں نے جو سفیر ان عورتوں کے سلسلے میں بھجوایا تھا اس سے راجا سلہدی نے جھوٹ بولا تھا اور صاف کہہ دیا تھا کہ ہمارے پاس اسیری کی حالت میں کوئی مسلمان عورت نہیں ہے۔

لیکن میرے قاصدوں کے یہاں سے جانے کے بعد راجا سلہدی نے اپنے سالاروں...... بھائی سے مشورہ کرنے کے بعد ان سات سو مسلمانوں کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی تھی۔

ان حالات میں میرے عزیزو تمہارا میری طرف آنا بے کار ہے۔ نہ ہی میں تمہاری

ن کو کوئی اہمیت دوں گا اجین پر حملہ آور ہم راجا سلہدی کی بد دیانتی اور اس کے برے
، کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ تم واپس جاؤ راجا سلہدی سے کہو کہ تم نے جن مسلمان
ں کو اسیر بنایا تھا میرے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے تم نے انہیں رہا کر دیا اب تم نے دو
کام کیے۔ پہلا یہ کہ تم نے انکار کر دیا کہ تمہارے ہاں کوئی مسلمان عورت اسیر نہیں ہے۔
ا بات یہ کہ ہمارے سفیروں کے جانے کے بعد تم نے ان عورتوں کو زبردستی اپنے شہر
ل دیا اور انہیں اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی۔

تم واپس جاؤ تم سے ہماری کوئی بات چیت پروان نہیں چڑھ سکتی۔ جا کے راجا سلہدی
، کہ وہ خود اور اس کا بھائی لکھمن ہمارے پاس آئیں۔ میں ان دونوں سے باز پرس
ں گا کہ ان دونوں نے کیوں سات سو مسلمان عورتوں کو اسیر بنا کے رکھا اور پھر کیوں
رہا کر کے در بدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا۔ پہلے آ کر وہ یہ بتائے گا کہ اس نے
ں کو کیوں اسیر بنایا جب میرے قاصد آئے تھے تو اس نے کیوں جھوٹ بولا کہ اس کے
ئی مسلمان عورت اسیری کی حالت میں نہیں ہے۔ واپس جاؤ جو کچھ میں نے تم سے کہا
باتیں جا کے راجا سلہدی سے کہو۔''

اس پر سفارت کے وہ ارکان ناکام و نامراد سلطان سے اجین شہر کی طرف ہو لیے تھے۔

راجا سلہدی کے بھیجے ہوئے وہ سفیر پھر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت
ے ارکان سلطنت بھی وہاں موجود تھے۔ سفارت کاروں سے جو کچھ مسلمانوں کے
ں نے کہا تھا وہ راجا سلہدی سے کہہ دیا گیا تھا۔

سلطان کا جواب سن کر کافی دیر تک راجہ سلہدی خاموش رہا، چپ اور خاموشی میں پڑا
ر گردن سیدھی کی اور اپنے راج کے اراکین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیزو! میرا اور میرے بھائی لکھمن کا سلطان کے پاس جانا انتہائی

خطرناک ہے وہ کسی بھی صورت ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا موت کے گھاٹ اتار دے اسے یہ خبر ہو چکی ہے کہ ہم نے سات سو مسلمان عورتوں کے سلسلے میں اس سے جھوٹ بولا اس کے سفیروں کے جانے کے بعد ہم نے اپنے شہر اجین سے سات سو عورتوں کو نکال دیا یہ ایک ایسا جرم ہے جس کے لیے مسلمانوں کا سلطان ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔

اس وقت میرے ذہن میں ایک ہی تجویز ہے۔ کہ راج محل کے علاوہ جس قدر عزیز واقارب عورتیں ہیں وہ آگ میں جل مریں اس کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ پناہ کا دروازہ کھول کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں اور اپنا بخت آزماؤں یا مسلمان نہیں رہیں یا میں خود تباہ و برباد ہو جاؤں گا اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں۔''

اراکین سلطنت نے اس سے اتفاق کیا لہٰذا یہ طے پایا کہ پہلے عورتیں آگ میں مرنے والی رسم ادا کریں۔ جسے جوہر کی رسم کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں سے جائے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد راج محل کی ساری عورتوں کے علاوہ راجا کی عزیز واقا عورتوں کو راج محل کے صحن میں جمع ہونے کا حکم دے دیا گیا تھا۔

راجکماری اناوتی یہ فیصلہ سننے کے بعد چپکے سے راج محل کے اس کمرے سے نکل اپنے ذاتی کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ وانجی اور ستیو ودھیا اس کے ذاتی کمرے سے فاصلے پر کھڑے تھے ہاتھ کے اشارے سے اس نے دونوں کو اپنے پاس بلایا خود اپنے کم میں داخل ہوئی۔ وانجی اور ستیو ودھیا بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئے تھے جلدی جلدی اپنے کمرے کے اندر سے کچھ نقدی اور ضروری زیورات اور قیمتی راجکماری اناوتی نے چمڑے کی ایک بڑی تھیلی میں ڈالا۔ وہ تھیلی اس نے وانجی کو تھمائی اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''وانجی میں اپنے آپ کو ڈھانپ کر شہر سے باہر جو شکار گاہ کے لیے اصطبل بنا ہو

اس کی طرف جاتی ہوں ستیو ودھیا میرے ساتھ ہو گی۔ ہمارے آنے تک تم تین گھوڑے تیار رکھو ہمیں فی الفور یہاں سے بھاگنا ہے۔ اس لیے کہ میرے پتا جی نے جوہر کی رسم ادا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس رسم میں کم از کم راج محل اور راج محل سے تعلق رکھنے والی ساری عزیز و اقارب عورتیں جل مریں گی۔ میرے اندازے کے مطابق اس طرح اجین شہر میں ہماری عزیز واقارب لگ بھگ سات سو عورتیں آگ میں جل کر جوہر کی رسم ادا کریں گی۔ میں سمجھتی ہوں قدرت ہم سے ایک خوفناک انتقام لے رہی ہے میرے پتا جی نے سات سو مسلمان عورتوں کو اپنے ہاں اسیر بنا کے رکھا تھا اس کی سزا کے طور پر اب سات سو ہماری عورتوں کو آگ میں زندہ جلنا پڑ رہا ہے اور یہ ایک ایسی بری اور قبیح رسم ہے جس میں میں کسی بھی طور حصہ نہیں لینا چاہتی۔ اب تم تیزی سے اصطبل کی طرف جاؤ میں اور ستیو ودھیا تمہارے پیچھے پیچھے آتی ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی وانجی بڑی تیزی سے باہر نکل گیا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے راجکماری اناوتی اور ستیو ودھیا دونوں شہر پناہ کے دروازے کا رخ کر رہی تھیں۔

راجکماری اناوتی، وانجی اور ستیو ودھیا کی خوش قسمتی کہ جس سمت راج کا وہ اصطبل تھا۔ جہاں شکار کے لیے استعمال ہونے والے گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ اس سمت سے مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ نہیں کر رکھا تھا۔ راجکماری اناوتی، ستیو ودھیا کے ساتھ جب شہر کے اس دروازے کے قریب گئی تو اس نے دیکھا شہر کے محافظین نے وانجی کو وہاں روک رکھا تھا۔

راجکماری اناوتی وانجی کے قریب آئی اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''تم ابھی تک یہیں کھڑے ہو؟''

وانجی نے بڑی بے بسی سے ایک نگاہ راجکماری اناوتی پر ڈالی جو اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھی پھر ایسی ہی بے بسی کا مظاہرہ اس نے شہر پناہ کے محافظوں کی طرف دیکھتے ہوئے

کیا پھر راجکماری اناوتی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مالکن یہ لوگ مجھے شہر سے نہیں نکلنے دیتے روک دیا ہے۔''

اس موقع پر راجکماری اناوتی نے فوراً اپنے چہرے سے نقاب ہٹا لیا اور شہر پناہ کے محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں اس راج اور دھرتی کی بہتری ہی کے لیے شہر سے نکل رہی ہوں۔ شہر کا درواز کھولو۔''

راج کماری اناوتی کو وہاں دیکھتے ہوئے شہر پناہ کے محافظ دنگ رہ گئے تھے درواز انہوں نے فوراً کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی وانجی، راجکماری اناوتی اور ستیو ودھیا وہاں سے نکل گئے تھے۔

تقریباً بھاگتے ہوئے وہ اصطبل میں گئے۔ بڑی تیزی سے وانجی نے تین گھوڑوں زینیں ڈالی تھیں۔ اس کام کی تکمیل کے بعد اس نے راجکماری اناوتی کو مخاطب کیا۔

''مالکن اگر آپ برا نہ مانیں تو اس موقع پر میں آپ کو ایک مشورہ دوں گا۔''

اناوتی نے تیز نگاہوں سے وانجی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کیسا مشورہ۔''

''مالکن میری صلاح ہے کہ اس وقت آپ تاج الدین کا رخ کرنے کی بجا مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو جائیں۔ تاج الدین تو اس وقت جیتو ر شہر کا محاصرہ کیے ہو ہے یہاں سے دور ہے۔ مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو کر آپ تاج الدین سے اپنی محبت ساری داستان کہہ دیں۔ لشکر میں آپ کی حفاظت کا بہترین اہتمام کیا جائے گا میں مسلمانو کو آپ سے بہتر جانتا ہوں۔ گو آپ بھی ان کے اندر رہ کر آئی ہیں لیکن ان کے ساتھ رہنے میرا تجربہ آپ سے زیادہ ہے وہ آپ کو بہترین تحفظ دیں گے۔''

راجکماری اناوتی مسکرائی اور کہنے لگی۔

''وانجی جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تمہارے نکتہ نظر سے درست ہی ہے لیکن ان دل فگار اور دل خراش حالات میں اگر کوئی میری دل دہی اور دل جوئی کر سکتا ہے تو وہ صرف تاج الدین ہیں۔ اس لیے کہ میری شکستہ روح صرف انہی کی تلاش اور جستجو میں ہے۔ ان خونبار اور خون آب لمحوں میں وہی میرے لیے خوش آئند ارادہ اور خوش خیال ہیں۔ وہی میرے دادو داماں ہیں۔ خوشبو کے ہمسفر کی طرح ان کے ساتھ رہتے ہوئے ہی میں خوش بیانی اور خوش کلامی سے ہم کلام ہو سکتی ہوں۔ ان کے علاوہ ہر جگہ میرے لیے خواری اور خرابی اور پکڑ دھکڑ ہے۔

تمہارے کہنے کو میں اسلامی لشکر میں داخل ہو جاؤں میں جانتی ہوں وہ میری بہترین حفاظت بھی کریں گے تحفظ بھی دیں گے لیکن تو نہیں جانتا میرا باپ بڑا دقیق و باریک بین اور دراز گوش ہے اسے جب خبر ہوگی کہ میں اسلامی لشکر میں پناہ لے چکی ہوں تو یاد رکھنا وہ مجھے کڑی سزا دینے کا اہتمام کرے گا اس کو پہلے ہی یقین ہو چکا ہے کہ نہ میں بھرون کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہوئی ہوں اور نہ اس سے پہلے میں نے اس کے بھائی نندیال سے شادی کرنے کی حامی بھری تھی۔ وہ جانتا ہے میں مسلمانوں کو پسند کرتی ہوں اور ان کے اندر جانا چاہتی ہوں۔

اسے جب خبر ہوگی کہ میں مسلمانوں کے اندر پناہ لے چکی ہوں تو یاد رکھنا وہ مسلمانوں کے سلطان سے رابطہ قائم کرے گا اور یہ مطالبہ کرے گا کہ اگر میری بیٹی مجھے واپس کر دی جائے تو وہ شہر مسلمانوں کے حوالے کر دے گا۔ شہر حوالے کرنے کی قیمت پر ہی وہ مجھے حاصل کرے گا اور میری گردن کاٹ کے رکھ دے گا۔ میں جانتی ہوں وہ کس قدر انتقام لینے والا انسان ہے۔

وانجی یہ مت خیال کرنا کہ میں کسی شک یا شبہے کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر میں نہیں

جا رہی میں جانتی ہوں وہ امن و انسانیت کا گہوارہ ہیں تحفظ کی کڑی چٹان ہیں لیکن میرا باپ مجھے وہاں بھی محفوظ نہیں رہنے دے گا- اب صرف تاج الدین ہی میری منزل کی ریسمان اور ڈوری ہے- وہی میرے لیے امن کا زجاج و آبگینہ ہے اور پھر میرے لیے سب سے بڑی بات یہ کہ میں نے سن رکھا ہے کہ تاج الدین کے لشکر میں اس کے ساتھ مارتھا بھی موجود ہے-

تاج الدین کے ہاں مارتھا میرے لیے سبز رنگوں کی انگنت تتلیوں جیسی خوش کن صحنوں میں برستی خوشبو بھری کلیوں سے بھی زیادہ پسندیدہ اور نوزائیدہ مہک کے تازہ جھونکوں سے بھی وہ زیادہ پرخلوص ہے- یوں جانو ان حالات میں تاج الدین کے علاوہ مارتھا ہی میری آنکھوں کا میٹھا سپنا ہے-

اپنے باپ کے گھر سے بھاگ کر وانجی میں دیوتاؤں کے دھرم سے یدھ کی ابتدا کر رہی ہوں- میں یہ بھی جانتی ہوں میرے پتا جی میرا پیچھا کرنے کی بھول ضرور کریں گے وہ میری آتما کو کسی بھی صورت شانت نہیں دیکھنا چاہتے- گھر سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس جانے کی وہ مجھے سخت سے سخت کشت اور سزا سے گزارنا ضرور پسند کریں گے لہذا مسلمانوں کے لشکر میں جا کر میں اپنا معاملہ بڑھانا نہیں چاہتی میں سیدھا تاج الدین کا رخ کرنا چاہتی ہوں-

راج کماری اناوتی کی گفتگو سے شاید وانجی مطمئن اور خاموش ہو گیا تھا پھر باری باری تینوں اپنے گھوڑوں پر بیٹھے اصطبل سے باہر نکلے وانجی کی راہ نمائی میں راجکماری اناوتی اور ستیو ودھیا اس شاہراہ کی طرف سرپٹ اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہی تھیں اور جو اجین سے جیتور کی طرف جاتی تھی-

☆

راجا سلہدی اور عزیز و اقارب سے تعلق رکھنے والی وہ سات سو عورتیں جنہوں نے راج محل کے صحن میں جل کر جوہر کی رسم ادا کرنی تھی جمع ہو چکی تھیں اور آگ بھڑکائی جا چکی تھی

ہیں اچانک راجا سلہدی نے اپنی رانی درگاوتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا-

”یہ راجکماری اناوتی کہاں گئی-“

درگاوتی فکرمند تھی کچھ کہہ نہ پائی تھی کہ اتنی دیر میں شہر پناہ کا ایک محافظ بھاگتا ہوا راجا ری کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

”مالک! تھوڑی دیر پہلے راجکماری اناوتی اس شہر پناہ کے دروازے کی طرف گئی جہاں رائض انجام دیتے ہیں وہ شہر سے نکل گئی ہیں اور ہمیں انہوں نے بتایا ہے کہ وہ اس شہر اور تی کی بہتری کی خاطر شہر سے نکل رہی ہیں- میں آپ کو یہ اطلاع اس لیے دینے آیا ہوں سلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے اور راجکماری کا اس طرح شہر سے نکلنا خطرے سے نہیں- ان کی زندگیوں کو کسی بھی لمحے خطرہ لاحق ہو سکتا ہے-“

شہر پناہ کے محافظ کے انکشاف پر راجا سلہدی کا رنگ غصے اور غضبناکی میں سرخ ہو رہ گیا تھا- دوسری جانب یہ ساری گفتگو سن کر رانی درگاوتی بھی انتہائی غمگین اور افسردہ ئی تھی پھر راجا سلہدی نے کوئی فیصلہ کیا اور اپنے قریب ہی کھڑے اپنے بھائی لکھمن کو طب کرتے ہوئے کہنے لگا-

”لکھمن! میں جانتا ہوں راجکماری اناوتی کے کیا ارادے ہیں وہ ہندو دھرم سے بے رہو چکی تھی اجین شہر سے تو وہ نکل ہی چکی ہے- شہر سے نکلنے کے بعد وہ دو قدم اٹھا سکتی ہے- پہلا یہ کہ مسلمانوں کے لشکر میں جا کے پناہ اور امان حاصل کرنے کی کوشش کرے گی- را قدم وہ اس طرح اٹھا سکتی ہے کہ اپنی داسی ستیو ودھیا کے ساتھ مسلمانوں کے علاقوں کا خ کر سکتی ہے-“

راجا سلہدی لمحہ بھر کے لیے رکا پھر انتہائی افسردہ سے انداز میں کہہ رہا تھا-

”لکھمن میرے بھائی تم جانتے ہو اناوتی چند ہفتے مسلمانوں کے شہر احمد آباد میں

مسلمانوں کے سالار تاج الدین کے ہاں رہ کر آئی ہوئی ہے- راج مندر کے پنڈت نے بھی مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ اناوتی کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور ہندو دھرم سے وہ قطعاً بے زار ہوتی جا رہی ہے- مجھ پر کسی نے انکشاف تو نہیں کیا لیکن میرا اندازہ ہے کہ احمد آباد میں رہنے کے بعد اناوتی مسلمانوں کے سالار تاج الدین کو پسند کرنے لگی ہے-

یہاں سے نکلنے کے بعد وہ مسلمانوں کے لشکر میں جا کے پناہ حاصل نہیں کرتی تو ستیو ودھیا کے ساتھ وہ یقیناً جیتور کا رخ کرے گی- اس لیے کہ تاج الدین نے جیتور شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے- بھرون کو شکست دینے کے بعد بھرون کا تعاقب کرتے ہوئے وہ جیتور پہنچ چکا ہے اور اس سے ملنے کے لیے اناوتی یقیناً ستیو ودھیا کے ساتھ جیتور ہی کا رخ کرے گی-

لکھمن ان کے پیچھے دو مسلح جوانوں کو لگاؤ- شہر پناہ سے نکلنے کے بعد اناوتی اور ستیو ودھیا دونوں یقیناً شکار گاہ کے لیے جو ہمارا اصطبل استعمال ہوتا ہے اس کی طرف گئی ہوں گی وہاں سے انہوں نے گھوڑے حاصل کیے ہوں گے اور پھر اپنی منزل کی طرف گئی ہوں گی- جس مسلح جوانوں کو ان کے پیچھے تم لگاؤ ان کو یہ تاکید کرنا کہ شہر سے نکلنے کے بعد پہلے اصطبل کی طرف جائیں وہاں سے پتہ کریں کہ اناوتی اور ستیو ودھیا اصطبل کی طرف آئی تھیں اگر وہاں نہیں گئیں تو یقیناً انہوں نے مسلمانوں کے لشکر میں امان اور پناہ لے لی ہو گی ایسی صورت میں میں ان دونوں کو حاصل کرنے کی ہر صورت کوشش کروں گا-

اور اگر اصطبل کے نگہبان یہ کہیں کہ وہ دونوں اصطبل میں گئیں اور گھوڑے حاصل کرنے کے بعد کہیں چلی گئیں ہیں تو پھر ان دونوں مسلح جوانوں سے کہنا کہ ان دونوں کے تعاقب میں لگ جائیں- اگر وہ اصطبل کی طرف نہیں گئیں تب واپس آ کر مجھے اطلاع دیں میں معاملے کو نمٹا لوں گا اگر وہ اصطبل کی طرف گئی ہیں تو پھر ہمارے پاس لوٹنے کی محافظوں کو ضرورت نہیں ہے سیدھا ان کے تعاقب میں لگ جائیں اور انہیں یہ بھی بتا دیں کہ کسی بھی

صورت اناوتی اور ستیو ودھا کو جیتور نہ پہنچنے دیں راستے میں ہی ان کا کام تمام کر دیں- انہیں گرفتار کر کے واپس لانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ ان کی واپسی تک یہاں بھی قصہ ختم ہو چکا ہو گا- یہاں جوہر کی رسم میں شامل ہونے والی عورتوں کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی پسند کروں گا کہ اناوتی اور ستیو ودھیا دونوں کا بھی خاتمہ کر دیا جائے- اب تم وقت ضائع نہ کرو فوراً دو مسلح جوانوں کو ان کے تعاقب میں لگاؤ-" اس کے ساتھ ہی راجا سلہدی کا بھائی لکھمن وہاں سے ہٹ گیا تھا-

تھوڑی دیر بعد لکھمن لوٹ آیا اور اپنے بھائی راجا سلہدی کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

"میں نے دو مسلح جوانوں کو تعاقب میں بھیج دیا ہے- آپ فکر مند نہ ہوں-" راجا سلہدی نے ایک بھرپور نگاہ اپنے بھائی لکھمن پر ڈالی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

"ہمیں تھوڑی دیر انتظار کرنا چاہیے- اگر مسلح جوان تھوڑی دیر تک واپس آ کر یہ اطلاع دیتے ہیں کہ اناوتی اصطبل کی طرف نہیں گئی پھر میں مسلمانوں کے ساتھ کوئی معاملہ طے کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر وہ واپس نہیں آتے تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اصطبل کی طرف گئیں اور وہاں سے گھوڑوں پر بیٹھ کر جیتور کا رخ کر چکی ہیں- ایسی صورت میں جوہر کی رسم ادا کر دی جائے گی اور اس کے بعد ایک دم شہر پناہ کا دروازہ کھول کر ہم اپنے لشکر کے ساتھ نکلیں گے اور مسلمانوں پر اچانک اور بھرپور حملہ کر کے انہیں شکست دینے یا اپنا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے-"

لکھمن کے علاوہ وہاں کھڑے اناوتی کے بھائیوں نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا کچھ دیر تک جوہر کی رسم روک دی گئی- جب راجا سلہدی کو یقین ہو گیا کہ جو دو مسلح جوان اناوتی کے تعاقب میں بھیجے ہیں وہ یقیناً اصطبل سے اناوتی کے تعاقب میں چلے گئے ہیں تب جوہر کی رسم ادا کر دی گئی اور لگ بھگ سات سو عورتیں جن کا تعلق راجا سلہدی اور اس کے

عزیز واقارب میں سے تھا آگ میں جل مری تھیں۔

جوہر کی رسم ادا کرنے کے بعد راجا سلہدی اس کے بیٹوں اور بھائی لکھمن نے اپنے لشکر کو استوار کیا پھر جس سمت سے مسلمان شہر پناہ کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوتے تھے اس سمت کا دروازہ کھلا پھر راجا سلہدی اس کا بھائی اور بیٹے اپنے لشکر کے ساتھ اچانک مسلمانوں کے لشکر پر اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے..........

ہر طرف پھیلی تاریکی ہی موت اپنے جبڑے کھولے آگ کے شعلے برسائے وارد ہو جاتی ہے۔ جیسے شام کے دھندلکوں میں ڈوبے بے کنار جنگل اور جھاؤ کے بن میں طوفانوں کے سیاہ بگولے شور کرتے داخل ہو جاتے ہیں۔ کچھ اسی انداز میں راجا سلہدی اچانک مسلمانوں پر حملہ ہوتے ہوئے ان کے لشکر میں گھس گیا تھا۔ چند لمحوں کے لیے مسلمانوں کے لشکر کی حالت اس اچانک حملے سے کہ ہوئی تھی گویا مرگ کی آہٹ زندگی کے تاکستانوں میں داخل ہو کر زیست کے بازار اور محفل کو گمشدہ، بستیوں میں تبدیل کر دینے کے عمل کی ابتدا کر چکی ہو۔ اس اچانک اور خوفناک حملے کے باعث چند لمحوں کے لیے راجا سلہدی اور اس کے لشکریوں نے حیرت کے باب اور تغیر کے لمحوں کی نیرنگی خیالات کا عالم سا برپا کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ جس طرح اندھیرے ہی اندھیرے میں برق کے نوکیلے خونی ارادے اپنا کام کرتے ہیں اس طرح وہ بھی مسلمانوں پر اچانک حملہ آور ہو کر اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

گو راجا سلہدی اور اس کے سیناؤں نے چند لمحوں کے لیے مسلمانوں کے اندر ایک افراتفری اور ہیجان کا عالم ضرور برپا کیا تھا لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمان لشکری خونی آبشاروں کی لے اور زخم خوردہ نجوم کی روشنی میں بھی کھڑے ہو کر رگ گردوں میں شگاف کرنے کا ہنر جانتے تھے وہ شعلہ زاروں کی پگھلتی برف کو اپنے موہوم لبوں کی لرزہ خوشبو میں

ل کرنے کی صناعی سے بھی واقف تھے۔ راجہ سلہدی اور اس کے لشکری نہیں جانتے تھے سلمان لشکری دل کے دامنوں پر برستی آگ کو اپنے رویوں سے شبنم میں سردرات کی بے ں خاموشی میں تیرگی بھرے صحن زندان کو روشنی کے نگر اور شوخ نیرنگی رنگوں میں تبدیل نے کا ہنر اور جرأت بھی رکھتے تھے۔

جلد ہی حیدر خان، اختیار خان، تاتار خان اور خود سلطان کی سرکردگی میں لشکریوں نے ے آپ کو سنبھال لیا پھر انہوں نے ایسے انداز میں اپنی ہمت اور قوت کو یکجا کرنے کے بیریں بلند کیں جس طرح ذہنوں کے آکاش پر منڈلاتے اوہام کے بادلوں میں درد ب کی سوغاتوں کے ساتھ برق کے کوندے فطرت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ں ہوتی سورج کی گلابی نارنگی کرنوں کی چمک کی طرح چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے حملوں کی ابتدا کچھ اس طرح کی جس طرح چٹانوں پر س کندہ کرنے کے لیے شعلوں کے خونی رقص حرکت میں آتے ہیں، راجا سلہدی اور ے لشکریوں کے حملوں کو روکنے کے بعد مسلمان لشکری تاریخ کا قرض چکانے کے لیے یزی سے حملہ آوروں کے دلوں کی دھڑکنوں کو خاموش کرنے لگے تھے۔ صدیوں کا بے باق کرنے کے لیے اپنے سامنے آنے والے دشمن کے ہر لشکری کے جسم کے ے اڑاتے چلے گئے تھے۔ ملت کے حقوق کی آگاہی رکھنے والے آزادی و امن کے ہ مجاہدین ماحول کو صلیب سے خالی اور اندھیروں سے پاک کرنے کے لیے آدمیت ج اور انسانیت کی لامنتہا بلندیوں پر رہتے ہوئے بڑی تیزی سے دشمن پر اپنے غلبے کو نے لگے تھے۔

مسلمان لشکریوں کی جوابی کاروائی کے تھوڑے ہی دیر بعد راجا سلہدی اور اس کے ا کی حالت بڑی تیزی کے ساتھ نحیف کندھوں پر اپنا گھر اٹھائے نئی مسافت کی

سوچوں میں گم خانہ بدوشوں سے بھی بدتر آتے جاتے لمحوں کی تھکی آوازوں اور ذہن
اٹھتے تباہی کے بگولوں سے بھی بری اور رات کی تاریکی میں کھڑے ہیولوں اور فضاؤں
اٹھتی اداسیوں کے نوحوں سے بھی بدترین ہونا شروع ہو گئی تھی۔

آخر کار اجین شہر سے باہر راجا سلہدی، اس کے بھائی، اس کے بیٹوں اور اس
لشکریوں کو سلطان کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ راجا سلہدی سمیت اس
سارے لشکریوں کا خاتمہ کر دیا گیا اور پھر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت
اجین شہر میں داخل ہوا اور اجین شہر کا نظم و نسق اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

راجکماری اناوتی، وانجی اور ستیو ودھیا تینوں اپنے گھوڑوں کو درمیانہ روی سے ہانکتے
ئے اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو اجین سے جیتور کی طرف جاتی تھی۔ وہ ابھی راجا
ری کی حدود ہی میں تھے کہ انہیں اپنی پشت پر دو گھڑ سوار دکھائی دیے جو اپنے گھوڑوں کو
ٹ دوڑاتے ہوئے آرہے تھے۔ سب سے پہلے پیچھے مڑتے ہوئے وانجی نے ان گھڑ
وں کو دیکھا پھر اس نے راج کماری اناوتی کو مخاطب کر کے کہا۔

"مالکن ذرا پیچھے دیکھیں۔ دو گھڑ سوار بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے
ئے آرہے ہیں کہیں یہ لوگ ہمارے تعاقب میں نہ ہوں۔"

راجکماری اناوتی نے لمحہ بھر کے لیے پیچھے مڑ کے دیکھا چند ساعتوں کے لیے اس کے
ے پر اداسی کی لہریں چھائی تھیں پھر اپنا سر اس نے جھٹک دیا اور وانجی کو مخاطب کرتے
ئے کہنے لگی۔

"وانجی میرے بھائی میرا دل کہتا ہے کہ ہمارے تعاقب میں کوئی نہیں آئے گا اس لیے
ب ہم کافی دور نکل چکے ہیں۔ اس وقت تک مسلمانوں نے اجین شہر فتح کر لیا ہوگا اور
ے باپ کو ہوش نہ رہی ہوگی کہ میرے تعاقب میں کسی کو روانہ کرے اور پھر میرا اندازہ
ہ میرے باپ کو یہ بھی خبر نہیں ہوگی کہ ہم نے اجین سے جیتور کا رخ کیا ہے۔

یقیناً اسے یہ شک اور شبہ تو ضرور ہے کہ میں ہندو دھرم سے بے زار ہو چکی ہوں اسے یہ

بھی یقین ہو چکا ہے کہ میں باطنی طور پر اسلام قبول کر چکی ہوں ایسی صورت میں میرا اندازہ ہے کہ وہ اگر میرے تعاقب میں کسی کو لگائے گا تو اس شاہراہ پر نہیں بلکہ اس شاہراہ پر جو اجین سے احمد آباد کی طرف جاتی ہے- اس لیے کہ میرا باپ یہی خیال کرے گا کہ میں اجین سے نکل کر احمد آباد کی طرف بھاگ گئی ہوں-''

راجکماری اناوتی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ستیو ودھیا بول پڑی-

''مالکن! میں آپ کے اندازوں اور آپ کے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کرتی- آپ جانتی ہیں کہ کئی مواقع پر آپ کے پتا اور ماتا دونوں نے شک و شبہ ظاہر کیا تھا کہ آپ مسلمانوں کے سالار تاج الدین سے محبت کرنے لگی ہیں- آپ کے اجین سے بھاگنے کے بعد وہ یہ بھی شک کر سکتے ہیں کہ آپ تاج الدین کی طرف جائیں گی- اس شک کے تحت وہ یقیناً اس شاہراہ پر بھی ہمارے تعاقب میں آدمی لگا سکتے ہیں اس لیے کہ انہیں خبر ہے کہ تاج الدین نے جیتور کے راجا بھرون اور آپ کے بھائی کے مشترکہ لشکر کو شکست دینے کے بعد جیتور کا محاصرہ کر رکھا ہے-''

ستیو ودھیا کی اس گفتگو سے اناوتی مزید اداس اور افسردہ ہو گئی تھی- اتنی دیر تک تعاقب کرنے والے درمیانی فاصلے کو مزید کم کر چکے تھے- اس موقع پر وانجی نے اناوتی کو مخاطب کیا-

''مالکن! کیا یہ مناسب نہیں کہ ہم اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز کرتے ہوئے انہیں شاہراہ پر سرپٹ دوڑا دیں-''

راجکماری اناوتی کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وانجی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی-

وانجی ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے اس لیے کہ ایسی صورت میں ہمارے پیچھے آنے والے ہم پر شک اور شبہ کریں گے- ہو سکتا ہے وہ بھی ہماری طرح کوئی مسافر ہوں اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوں- اگر ہم نے انہیں دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ہم کوئی مجرم ہیں اس طرح اگر وہ ہم پر ہاتھ ڈالنے کی نیت نہ رکھتے ہوں تب بھی ہم پر حملہ آور ہو کر کم از کم ہمیں لوٹنے ہی کا ارادہ کر لیں گے-''

اناوتی رکی کچھ سوچا پھر اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی-

''تاہم احتیاطاً ہمیں اپنے دفاع کا سامان کر لینا چاہئے- اپنی تلواریں بے نیام کر لو ڈھالیں بھی سنبھال لو-''

اناوتی کے اس فیصلے کے تحت وانجی اور ستیو ودھیا دونوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں- ڈھالوں پر بھی گرفت مضبوط کر لی جبکہ خود اناوتی بھی ایسا ہی کر چکی تھی-

تیغ زنی کے فن میں صرف اناوتی ہی ماہر تھی وانجی کوئی بہت اچھا تیغ زن نہیں تھا- بہر حال تلوار کے فن پر دسترس رکھتا تھا اور ستیو ودھیا اس فن میں خام کار تھی تاہم تینوں بدترین حالات کا بھی مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے-

تعاقب کرنے والے جب بالکل نزدیک آئے تو اناوتی فکر مند ہو گئی اور دھیمے سے لہجے میں وانجی کو مخاطب کر کے کہنے لگی-

''وانجی تمہارے خطرات درست تھے یہ جو ہمارے پیچھے ہمارے سر پر آن کھڑے ہیں یہ میرے باپ کے آدمی ہیں یہ ضرور ہمارے تعاقب میں آئے ہیں-''

یہاں تک کہتے کہتے اناوتی کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ تعاقب کرنے والے بالکل ان کے نزدیک آ گئے تھے- آتے ہی وہ ان تینوں پر حملہ آور ہو گئے تھے-

ایک کے وار کو اناوتی نے روکا دوسرے کی تلوار وانجی نے اپنی ڈھال پر لی- تلوار کے فن

میں چونکہ ستیو ودھیا خام کار تھی لہذا تھوڑی دیر تک وہ مبہوت سی ایک طرف کھڑی رہی۔ جوان وانجی پر حملہ آور ہوا تھا وانجی کی ڈھال سے اچانک اس نے تلوار علیحدہ کی پیچھے ہٹا بھی اپنے ساتھی کی مدد کرتے ہوئے راجکماری اناوتی پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اناوتی نے پہلے حملہ آور کی تلوار کو اپنی ڈھال پر روک دیا تھا اور اس پر جوابی حملہ بھی تھا لیکن دوسرے نے جب اس پر وار کیا تب اس کی تلوار کو اناوتی نے اپنی تلوار پر لیا۔ ... تلوار کو پہلے ہی ڈھال پر روکے ہوئے تھی دوسرے حملہ آور کی تلوار اناوتی کی تلوار سے ... پھسلی اناوتی کے پاؤں پر گری اور اس کا پاؤں کاٹتی چلی گئی تھی۔

اناوتی درد و کرب سے چیخ اٹھی تھی اتنی دیر تک وانجی حرکت میں آیا پشت کی طرف حملہ آور ہوا اور جس کی تلوار سے اناوتی کا پاؤں کٹا تھا اس پر تلوار برساتے ہوئے اس کا کر دیا تھا۔

درد کرب کے باعث گھوڑے کی پیٹھ پر اناوتی دوہری ہو کے رہ گئی تھی۔ دوسرا مسلح اناوتی کی ڈھال سے تلوار علیحدہ کرنے کے بعد اپنی تلوار بلند کر کے اناوتی پر گرانا ہی چا کہ ستیو ودھیا جو ابھی تک مبہوت حیران و پریشان کھڑی تھی اچانک طوفانی انداز میں گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے آگے بڑھی اپنی تلوار بلند کر کے گرائی اور جس ہاتھ میں اس جوان نے تلوار پکڑی ہوئی تھی اس پر تلوار گراتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر دوسر اس نے تلوار بلند کی اور اس کی گردن اس نے کاٹ کے رکھ دی تھی۔ یوں دونوں تعا کرنے والے مسلح جوانوں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

راجکماری اناوتی کا پاؤں کٹ کر دور جا گرا تھا۔ اور خون کی دھاریں بہہ نکلی تھ اناوتی تکلیف کے باعث بے پناہ درد و کرب کا اظہار کر رہی تھی۔ وانجی اور ستیو ودھ صورتحال دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑے سے کود گئے۔ ستیو ودھیا نے سہارا دے کر راجکم

اناوتی کو گھوڑے سے نیچے اتارا...... وانجی نے بھاگ کر اپنے گھوڑے کی خرجین سے کچھ کپڑے نکالے انہیں پھاڑ کر کٹے ہوئے پاؤں پر باندھ دیا تاکہ خون بند ہو جائے۔ درد و کرب کے باعث اناوتی کا چہرہ لال سرخ ہو گیا تھا۔ پیشانی گالوں پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ اچانک اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے وانجی اور ستیو ودھیا دونوں پریشان ہو گئے تھے۔

وانجی نے تڑپ کر اناوتی کی نبض پر ہاتھ رکھا نبض چل رہی تھی۔ وانجی کے چہرے پر لمحاتی سی خوشی کے اثرات نمودار ہوئے پھر ستیو ودھیا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"ستیو ودھیا! مالکن میرے خیال میں درد کی شدت کے باعث بے ہوش ہو گئی ہے نبض ٹھیک چل رہی ہے یہ سامنے بائیں ہاتھ جو بستی نظر آ رہی ہے۔ میرے خیال میں اس کا رخ کرتے ہیں اس حالت میں ہم سفر جاری نہیں رکھ سکتے۔ راجکماری کا پاؤں کٹ چکا ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ ہم نے بروقت کس کے پٹیاں باندھ دیں خون زیادہ نہیں بہنے دیا ورنہ مالکن کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ آؤ راجکماری کو گھوڑے پر بٹھاتے ہیں اور تم اسی گھوڑے پر بیٹھ کے مالکن کو اپنی گود میں سمیٹ رکھنا بستی کا رخ کرتے ہیں۔ اگر اس بستی میں کوئی طبیب مل گیا تو پہلے راجکماری کا علاج کرایا جائے گا اس کے بعد اپنی اصل منزل کا رخ کیا جائے گا۔"

وانجی لمحہ بھر کے لیے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"ستیو ودھیا اگر اس بستی میں ہمیں کوئی وید یا طبیب نہ ملا تب یہاں کے رہنے والوں سے پوچھنے کے بعد ہمیں کسی ایسی بستی کا رخ کرنا پڑے گا جہاں طبیب ہو اور راج کماری اناوتی کا مناسب علاج ہو سکے۔ ستیو ودھیا ایک بات اور یاد رکھنا اس بستی کے علاوہ جب بھی ہم کسی دوسری بستی کا رخ کرتے ہیں تو کسی پر یہ ظاہر نہ کرنا کہ ہمارے ساتھ اجین کی

راجکماری اناوتی ہے۔ اس طرح ہمارے لیے مسائل بھی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ بس یہ کہنا ہم مسافر تھے جیتور کی طرف جا رہے تھے کہ دو مسلح جوان اچانک پشت کی جانب سے نمودا کر ہم پر حملہ آور ہوئے جس کے نتیجے میں ہماری اس ساتھی لڑکی کا پاؤں کٹ گیا۔ یہ بھی دینا کہ یہ لڑکی جیتور کی کوئی رئیس زادی ہے اور ہم دونوں اس کے داس اور داسی ہیں۔''

ستیو ودھیا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی پھر وانجی کے کہنے پر ستیو و نے اناوتی کو اٹھایا وانجی نے بھی اس کی مدد کی۔ دونوں نے مل کر اناوتی کو گھوڑے پر بٹھایا گھوڑے پر ستیو ودھیا بھی ہو بیٹھی اور اناوتی کو اس نے ایک طرح سے اپنی گود میں سمیٹ تھا۔ وانجی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ستیو ودھیا کے گھوڑے کی باگ اس نے ہاتھ میں پکڑ لی پھر دونوں اپنے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے بائیں جانب قریب ہی دکھائی دینے والی بستی کا کر رہے تھے۔

دونوں جب بستی کے قریب گئے تب انہیں ایک بوڑھا شخص بستی سے باہر نکلتا ہ اسے وانجی نے روکا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے محترم! اس بستی کا کیا نام ہے اور کیا اس بستی میں کوئی وید یا طبیب بھی جائے گا۔ ہماری ساتھی زخمی ہے۔ اس کا ہم علاج کرانا چاہئے ہیں۔''

اس شخص نے تینوں کو باری باری غور سے دیکھا پھر کسی قدر ہمدردی کا اظہار کر ہوئے کہنے لگا۔

''اس بستی کا نام رتن پور ہے اور یہاں ایک بہت اچھا طبیب ہے۔ اس کے علاوہ''

وانجی نے فوراً بولتے ہوئے اس بوڑھے کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا۔

''اور اس بستی کے رہنے والے.....''

وانجی ابھی اپنی بات پوری نہ کر سکا تھا۔ اس لیے کہ مسکراتے ہوئے بوڑھا بول

ناید وہ وانجی کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ کہنے لگا۔

''اس بستی کے زیادہ تر لوگ اچھوت ہیں یوں جانو یہ اچھوتوں کی بستی ہے تاہم اس ں کافی مسلمان بھی ہیں جو مسلمان ہیں یہ بھی پہلے اچھوت ہی ہوا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اب یوں جانو آدھی کے قریب بستی اچھوتوں کی ہے اور آدھی کے ریب ہی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس بستی میں ایک بہترین اور انتہائی تجربہ کار نیک خو اور پرہیزگار طبیب بھی ہے۔ نام اس کا عماد الدین ہے۔''

وانجی گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایک بھرپور نگاہ اس نے بستی پر ڈالی۔ پھر بوڑھے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا اس بستی میں کوئی ایسا شخص بھی رہتا ہے۔ جس کا نام وکرم ہو اور اس کی بیٹی کا نام سویار ہو۔''

بوڑھے کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''تمہارا کہنا درست ہے وکرم اسی بستی کا رہنے والا ہے اور اس کی بیٹی بھی ہے جس کا ام سویار ہے۔ کیا تم وگ وکرم کو جانتے ہو۔''

وانجی کے چہرے پر خوشی کی لہریں بکھر گئیں کہنے لگا۔

''ہاں وہ ہمارا جاننے والا ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے اس کا گھر نہیں دیکھا ہوا۔''

بوڑھے نے ایک شفقت بھری نگاہ وانجی پر ڈالی پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے پیار سے کہنے لگا۔

''سیدھا آگے چلے جاؤ۔ بستی میں داخل ہونے کے بعد بائیں جانب مڑنا پھر وہاں کسی سے بھی پوچھ لینا وکرم کا گھر قریب ہی ہے۔''

وانجی نے اس بوڑھے کا شکریہ ادا کیا پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگا کر آگے

بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

تھوڑا آگے جانے کے بعد ستیو ودھیا نے وانجی کو مخاطب کیا۔

''وانجی یہ وکرم کون ہے۔ اس کی بیٹی سویار کون ہے۔ جس کا تم نے اس بوڑھے سے ذکر کیا تھا۔''

وانجی کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''ستیو ودھیا شاید راجکماری اناوتی نے تمہیں بتایا ہوگا کہ جب پہلی بار تاج الدین ان سرزمینوں کی طرف آیا تھا تو میں اس کے ساتھ تھا لیکن کسی اور کو نہیں پتہ کہ میں بھی اس کے ہمراہ تھا۔ اجین شہر سے باہر تاج الدین نے ایک لڑکی کی عزت بچائی تھی اسے اناوتی کے بھائی کچھمن داس اغوا کر کے یہاں سے اجین لے گیا تھا۔ اس لڑکی کا نام سویار تھا وہ لڑکی مجھ سے بھی ملی تھی۔ میں نے اسے گھوڑا مہیا کیا تھا۔ اس کی بستی اس کے باپ کا نام پوچھا تھا اور اسے اپنی جان بچانے کے لیے میں نے بھگا دیا تھا۔

وانجی کو رک جانا پڑا ستیو ودھیا کہنے لگی۔

''میں ساری کہانی سمجھ گئی ہوں مجھے راجکماری اناوتی نے اس کے متعلق تفصیل بتائی تھی اگر وہ لڑکی اس بستی کی رہنے والی ہے تو میں سمجھتی ہوں ہمارے لیے کافی سہولت ہو جائے گی۔''

ستیو ودھیا کی بات کاٹ کر وانجی فوراً بول پڑا۔

''سہولت تو ہمارے لیے ہو جائے گی مگر ایک بات یاد رکھنا کسی سے یہ ذکر مت کرنا کہ ہمارے ساتھ راجکماری اناوتی ہے۔ اس لیے کہ سویار نامی لڑکی کے ساتھ اناوتی کے بھائی کچھمن داس نے ظلم کیا تھا اگر تاج الدین اسے نہ بچاتا تو وہ بے چاری لڑکی بے آبرو ہو کے رہ جاتی۔''

ستیو ودھیا نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگی۔

''وانجی تم فکر مت کرو میں کسی سے ذکر تک نہیں کروں گی کہ ہمارے ساتھ راجکماری اناوتی ہے۔'' پھر دونوں خاموش رہے اور اپنے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے بستی میں داخل ہوئے۔ بائیں جانب مڑنے کے بعد ایک شخص سے پوچھ کر انہوں نے سویار کا گھر معلوم کیا گھر کے سامنے جا کر ستیو ودھیا اناوتی کو سمیٹے اپنے گھوڑے پر ہی بیٹھی رہی جبکہ وانجی نیچے اترا اور گھر کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔

سورج اب دور مغرب میں غروب ہونے کے لیے جھک گیا تھا۔ پہلی دستک پر کسی نے دروازہ نہ کھولا تھا لہٰذا مجبوراً وانجی نے دوسری دستک دی۔ دوسری دستک کے تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی وانجی مسکرا دیا اس لیے کہ دروازہ اسی سویار نام کی لڑکی نے کھولا جس کی عزت اور آبرو تاج الدین نے بچائی تھی اور جسے وانجی نے گھوڑا دے کر اپنی بستی کی طرف بھاگ جانے کا موقع فراہم کیا تھا۔

دروازہ کھولنے کے بعد سویار تھوڑی دیر تک حیرت اور تعجب سے وانجی کی طرف دیکھتی رہی پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''وانجی میرے بھائی تم یہاں خیریت تو ہے۔''

پھر وانجی کے جواب کا انتظار کئے بغیر سویار نے دروازے کے دونوں پٹ کھول دیے ایک طرف ہٹ کے کھڑی ہو گئی کہنے لگی۔

''میں بھی احمق ہوں دروازے پر کھڑے ہی کھڑے میرے بھائی تم سے سوال و جواب شروع کر دیے ہیں۔ پہلے اندر آؤ پھر میں تفصیل سے تمہارے ساتھ گفتگو کروں گی۔''

وانجی اور ستیو ودھیا دونوں اناوتی کو لے کر اندر داخل ہوئے سویار نے دروازہ جب بند کر دیا تب وانجی اور ستیو ودھیا دروازے کے قریب ہی رک گئے۔ سویار کی طرف متوجہ

ہوئے پھر وانجی نے اسے مخاطب کیا۔

''سویار میری بہن! ہم ایک امانت کو تاج الدین کی طرف لے کر جا رہے تھے لڑکی گھوڑے پر بے ہوش پڑی ہے یہ تاج الدین کی امانت ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی راستے ہم پر کچھ بٹ مار حملہ آور ہوئے اس لڑکی کا پاؤں انہوں نے کاٹ دیا۔ ہم بڑی مشکل اسے یہاں لے کر آئے ہیں۔ میری بہن اس بستی کا نام جب مجھے بتایا گیا تب تیرا نام م ذہن میں آیا اور میں نے سوچا کہ تاج الدین کی امانت کے قیام کے لیے تمہارے گھر ے اور کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے یہاں کچھ دن رکھ کر اس بستی کے طبیب علاج کراؤں اور جب یہ کچھ ٹھیک ہو جائے تو پھر اسے تاج الدین کے پاس پہنچا دوں۔''

سویار نے گھوڑے پر بے ہوش پڑی راجکماری اناوتی کا جائزہ لیا پھر وانجی کو مخ کر کے کہنے لگی۔ ''اگر یہ لڑکی میرے بھائی تاج الدین کی امانت ہے تو یہ مجھے اپنی جان بھی زیادہ عزیز ہے۔ اس لیے کہ تاج الدین وہ بھائی ہے جس نے میری آبرو میری لج ب حفاظت کی تھی۔ دیکھو یہ بستی اچھوتوں اور مسلمانوں کی بستی ہے۔ یہاں ایک بہت اچھا و طبیب ہے نام اس کا عماد الدین ہے۔ پہلے اس لڑکی کو بستر پر لٹاتے ہیں اس کے بع تمہارے گھوڑوں کو باندھتی ہوں پھر طبیب کو بلا کر لاتی ہوں۔''

پھر سویار نے ستیو ودھیا کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میری بہن میری مدد کرو ہم دونوں مل کر اس لڑکی کو بستر پر لٹاتے ہیں۔'' ستیو آگے بڑھی دونوں نے مل کر راج کماری اناوتی کو گھوڑے سے اتارا پھر اسے ایک کمرے لے جا کر بستر پر لٹا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ستیو ودھیا اور سویار دونوں باہر آئیں وانجی سے گھوڑوں کو ایک طرف باندھ کر ان کے دہانے اور زینیں علیحدہ کر دی گئیں' ان کے چارہ ڈال دیا گیا۔ گھوڑوں کے ساتھ جس قدر خرجینیں تھیں وہ ساری اتار لی گئیں اور پھر

اسی کمرے میں آئے جہاں بستر پر راجکماری اناوتی کو لٹایا گیا تھا۔ جب دونوں نشستوں پر بیٹھ گئے تب وانجی نے سویار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''سویار میری بہن! یہ لڑکی بستر پر بے ہوش پڑی ہے۔ اس کے متعلق ایک راز ہے اگر تم اس راز کو راز ہی رکھنے کا عہد میرے ساتھ کرو تو میں تھوڑی سی تفصیل تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔''

سویار نے گھورنے کے انداز میں وانجی کی طرف دیکھا پھر شکووں بھری آواز میں کہنے لگی۔

''وانجی میرے بھائی تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔ تم خود ہی تو پہلے کہہ چکے ہو کہ یہ لڑکی میرے بھائی تاج الدین کی امانت ہے۔ اس کا مطب ہے یہ لڑکی تاج الدین کو پسند کرتی ہے ان سے محبت کرتی ہے۔ اس کے سلسلے میں اگر کوئی راز ہے تو وہ تم بلا جھجک مجھ سے کہو اس راز کو راز رکھنے کے لیے میں اپنی جان اپنی آتما تک کو قربان کر سکتی ہوں۔''

وانجی مسکرایا کہنے لگا۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آتما قربان کرنے کی ضرورت نہیں۔ صورتحال کچھ اس طرح سے ہے کہ یہ جو لڑکی بستر پر بے ہوش پڑی ہے۔ یہ اجین کی راجکماری اناوتی ہے یہ ہندو دھرم سے بغاوت کر چکی ہے۔ اسلام قبول کر چکی ہے۔ تاج الدین سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ ایک جنگ میں یہ تاج الدین کے ہاتھوں گرفتار ہو کر احمد آباد چلی گئی تھی۔ وہاں احمد آباد میں یہ چند ہفتے رہی وہاں کے لوگوں کے اخلاق اور کردار سے بے حد متاثر ہوئی۔ تاج الدین کا رویہ بھی اس کی پسندیدگی کا باعث بن گیا پھر آہستہ آہستہ تاج الدین کو پسند کرنے لگی۔ اس سے محبت کرنے لگی۔

اب گذشتہ دنوں احمد آباد کے سلطان نے راجا سلہدی پر حملہ کیا' راجا سلہدی کو شکست

ہوئی راجا نے اپنی عزیز و اقارب لگ بھگ سات سو عورتوں کو جمع کر کے فیصلہ کیا کہ وہ عورتیں جوہر کی رسم ادا کرتے ہوئے جل مریں- اس رسم سے پہلے ہی راجکماری اناوتی مجھے اور اس لڑکی کے ساتھ اجین سے بھاگ نکلی میرے متعلق تم جانتی ہو اس لڑکی کا نام ستیو ودھیا ہے اور یہ راجکماری اناوتی کی داسی ہے-

اناوتی چونکہ ہندو دھرم ترک کر کے اسلام قبول کر چکی تھی لہٰذا جوہر کی رسم میں حصہ نہیں لینا چاہتی تھی بھاگ نکلی- اس کے بھاگنے کا علم شاید اس کے باپ کو ہو گیا- دو مسلح جوان ہمارے پیچھے لگائے انہوں نے تمہاری بستی کے قریب ہی ہمیں آ لیا- ہم پر حملہ آور ہوئے تھوڑی سی کشمکش ہوئی ہم نے ان دونوں کا خاتمہ تو کر دیا لیکن ہماری بدقسمتی اس ٹکراؤ کے دوران راجکماری اناوتی کا پاؤں کٹ گیا-

سویار میری بہن میں جانتا ہوں راجکماری اناوتی کے بھائی پچھمن داس کے ہاتھوں تمہیں بڑی اذیت اور بڑی خواری کا سامنا کرنا پڑا پچھمن داس سے جس قدر تم نفرت بے زاری کا اظہار کرو اس کا تم حق رکھتی ہو- راجکماری اناوتی اس کی بہن ضرور ہے لیکن اس سے بالکل مختلف ہے اور پھر یہ کہ اسلام قبول کر چکی ہے- تاج الدین کو پسند کرتی ہے اور ہم اسے تاج الدین کے ہی پاس لے جا رہے تھے- مجھے امید ہے کہ.........''

جب تک وانجی بولتا رہا سویار مسکراتی رہی پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھی-

''وانجی میرے بھائی تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو- مجھے اگر کوئی شکوہ شکایت تھی تو پچھمن داس سے تھی اس کی بہن سے میری کیا دشمنی کیا عداوت اور پھر یہ راجکماری اناوتی میرے بھائی تاج الدین کو پسند کرتی ہے- اس کی صحت' اس کی بھلائی اس کی حفاظت کے لیے تو میں سویار اپنی جان بھی قربان کر سکتی ہوں- وانجی شاید تم مجھے یہ کہنا چاہتے ہو کہ کسی پر یہ ظاہر نہ ہو کہ یہ راجکماری اناوتی ہے- تم بالکل بےفکر رہو یہاں اناوتی کی حیثیت میرے گھر میں میری

ی سی ہو گی- اس کی خدمت کروں گی جب یہ ٹھیک ہو جائے گی تب ا- بھائی تاج ین کی طرف جانے کی اجازت دوں گی-''

سویار کی اس گفتگو سے وانجی خوش ہو گیا تھا پھر پوچھنے لگا-

''یہ تمہارے گھر میں سناٹا کیوں ہے؟ تم لوگ گھر کے کتنے افراد ہو؟''

لمحہ بھر کے لیے سویار افسردہ اور اداس سی ہو گئی کہنے لگی-

''ہم گھر کے تین ہی افراد تھے- میرا باپ' میری ماں اور میں لیکن جس وقت پچھمن داس اغوا کر کے اجین کی طرف لے گیا تو اس حادثے کی وجہ سے میری غیر موجودگی میں میری نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی اب اس گھر میں میں اور میرا باپ رہتے ہیں' میرے کا نام تمہیں پتا ہی ہے ان کا نام وکرم ہے- اس وقت باہر گئے ہوئے ہیں-''

سویار کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ باہر کھٹکا ہوا تھا- سویار اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی کہنے لگی-

''میں ابھی آتی ہوں لگتا ہے- بابا آ گیا ہے-''

سویار بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی- وانجی' ستیو ودھیا کچھ دیر وہیں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتے مسہری پر ابھی تک راجکماری اناوتی بے ہوش پڑی تھی- تھوڑی دیر بعد کمرے میں سویار ل کا باپ وکرم داخل ہوئے- ڈھلی ہوئی عمر کا شخص تھا- اسے دیکھتے ہی وانجی اور دھیا دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے- ستیو ودھیا کے سر پر وکرم نے پیار سے ہاتھ انجی کو گلے لگا کر ملا پھر وانجی کی طرف دیکھ کر کہنے لگا-

''میری بیٹی سویار مجھے پورے حالات سے آگاہ کر چکی ہے- تم لوگوں کو فکر مند ہونے رورت نہیں ہے- اناوتی کی حیثیت اس گھر میں میری بیٹی سویار جیسی ہے- تم لوگ ا میں وید کو بلا کر لاتا ہوں-'' اس کے ساتھ ہی وکرم اس کمرے سے نکل گیا تھا- جبکہ

سویار ستیو ودھیا کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی- تینوں کی نگاہیں بستر پر بے سدھ پڑی ہوئی راجکماری اناوتی پر جمی ہوئی تھیں-

کچھ دیر بعد وکرم لوٹا اس کے ساتھ بستی کا حکیم عمادالدین تھا- ڈھلی ہوئی عمر کا شخص تھا- جب دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وانجی' سویار اور ستیو ودھیا نے اس کا استقبال کیا- کمرے میں داخل ہوتے ہوتے ہوئے بلند آواز میں طبیب عمادالدین نے سلام کیا- پھر مصافحہ کرتے ہوئے وانجی سے ملا بستر پر بے ہوش پڑی اناوتی پر ایک نگاہ ڈالی پھر اس کی نگاہیں پاؤں پر بندھے ہوئے خون آلود کپڑے پر جم کے رہ گئی تھیں-

آگے بڑھتے ہوئے طبیب عمادالدین مسہری پر بیٹھ گیا- چمڑے کا وہ تھیلا جو اس نے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا وہ بھی اس نے مسہری پر رکھ دیا- ہاتھ کے اشارے سے سویار اور ستیو ودھیا دونوں کو قریب آنے کو کہا جب وہ قریب آئیں تب سویار کی طرف دیکھتے ہوئے عمادالدین کہنے لگا-

''سویار میری بیٹی یہ پاؤں پر بندھا ہوا کپڑا کھولو-''

سہمے سہمے ڈرے ڈرے انداز میں سویار کپڑا کھولنے لگی- کپڑا کھلنے کے بعد جب کٹے ہوئے پاؤں کا زخم ننگا ہوا تب خوف اور دہشت سے سویار نے آنکھیں بند کرتے ہوئے منہ دوسری طرف کر لیا تھا- دکھ افسوس اور تاسف میں وانجی ستیو ودھیا اور وکرم کی گردنیں بھی جھک گئی تھیں-

عمادالدین نے تھوڑی دیر تک زخم کا جائزہ لیا- نیم گرم پانی منگوایا اس میں دو تین دوائیوں کی آمیزش کی- ان سے پاؤں کو اچھی طرح دھوتے ہوئے اس نے زخم صاف کیا پھر مرہم اس نے اپنے چرمی تھیلے سے نکالی- مرہم اچھی طرح زخم پر لگانے کے بعد اس نے زخم پر پٹی باندھ دی تھی- ایسا کرنے کے بعد اس نے وکرم کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے

کہنے لگا-

''جو لوگ اس بچی پر حملہ آور ہوئے- انتہائی مردود' خبیث اور نامراد قسم کے لوگ تھے- یں خوبصورت' ایسی حسین بچی کا پاؤں کاٹ کر انہوں نے اسے داغدار کر دیا ہے بہر حال میں نے زخم صاف کر کے مرہم لگانے کے بعد پٹی باندھ دی ہے- یہ مرہم جہاں زخموں کو بہت جلد ندمل کرے گا وہاں درد میں بھی کافی حد تک افاقہ کر کے رہے گا-'' اس کے بعد اپنے تھیلے کے اندر سے اس نے تین قسم کی کاغذ میں لپٹی ہوئی دوائیاں نکالیں سویار کو اپنے قریب بلایا ور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''بیٹا تین قسم کی دوائی ہے- یہ میں صرف ایک دن کے لیے دے رہا ہوں کل میں پھر آ کے اس کا جائزہ لوں گا جب یہ ہوش میں آ جائے تو تینوں قسم کی پڑیوں کی دوا پانی میں حل کر کے اس کو پلا دینی ہے- اس سے اس کو زخم کی تکلیف بالکل نہیں ہو گی اور یہ دوائی زخم کو ندمل کرنے میں بھی مجرب ثابت ہو گی اس کی خوب دیکھ بھال کرنا چند دن تک بالکل نہ چلے پھرے طہارت خانے میں اگر جانا ہو تو سہارا دے کر لے جانا- اگر ایک ہفتے تک یہ کٹے ہوئے پاؤں کا حصہ زمین پر نہ لگائے تو میرے خیال میں اس کا زخم مندمل ہو جائے گا-''

پھر وکرم کی طرف دیکھتے ہوئے عمادالدین کہنے لگا-

''وکرم میرے عزیز اگر ہوش میں آنے کے بعد بچی کو زیادہ تکلیف ہو یا کوئی ہنگامی صورتحال سامنے آئے تو مجھے فوراً گھر سے بلا لینا-'' اس کے ساتھ ہی جب اپنا چرمی تھیلا اٹھا کر عمادالدین جانے لگا تب وانجی اس کی راہ روک کھڑا ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''میرے محترم ہمیں آپ کی کیا خدمت کرنی چاہئے-''

عمادالدین مسکرایا بڑے شفقت آمیز انداز میں وانجی کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''تم لوگ مسافر ہو- یہ بچی اگر میرے ہاتھوں ٹھیک ہو جائے تو میں سمجھوں گا یہی میرے لیے سب سے بڑا انعام ہے- تمہیں مجھے کچھ دینے کی ضرورت نہیں ہے-'' اس کے ساتھ ہی عماد الدین وہاں سے چلا گیا تھا- وکرم' وانجی' سویار اور ستیو ودھیا وہیں بیٹھ کر راجکماری اناوتی کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگے تھے-

اچانک سویار اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی ایک نگاہ اپنے قریب بیٹھے اس نے وانجی اور ستیو ودھیا پر ڈالی پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی-

''آپ لوگ یہیں بیٹھیں میرے بابا بھی یہیں بیٹھتے ہیں دیکھیں باہر سورج غروب ہو چکا ہے- میں آپ سب لوگوں کے لیے کھانا تیار کرتی ہوں-''

ستیو ودھیا بھی اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہو سویار کا ہاتھ اس نے پکڑ لیا کہنے لگی-

''میری بہن تم اکیلی نہیں کرو گی میں تمہارے ساتھ اس کام میں ہاتھ بٹاؤں گی-''

ستیو ودھیا کے ان الفاظ کا جواب سویار دینا ہی چاہتی تھی کہ بڑی سنجیدگی میں وانجی بول پڑا-

سویار میری بہن تمہارا اور تمہارے باپ وکرم کا ہم تینوں پر یہی کافی احسان ہے کہ تم لوگوں نے ہمیں یہاں قیام کرنے اور اناوتی کا علاج کرنے کی سہولت میسر کر دی ہے- طبیب کے علاوہ ہمارے یہاں قیام کے دوران جس قدر اخراجات ہوں گے وہ میری بہن ہم خود ادا کریں گے-''

سویار نے گھورنے کے انداز میں وانجی کی طرف دیکھا اس موقع پر اس کا باپ وکرم بھی وانجی کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی سویار بول پڑی-

''وانجی تم مجھے بہن میں تمہیں بھائی کہہ چکی ہوں اور پھر جو یہ محترم ہستی مسہری پر بے ہوش پڑی ہے- یہ میرے اس بھائی کی امانت ہے جسے میں اس جگت میں سب سے زیادہ

یز خیال کرتی ہوں-

وانجی کسی لڑکی کی عزت اس کی آبرو وقت کے بے جہت بھاگتے طوفانوں میں من کے
پ کو لبھا دینے والی نوزائیدہ خوشبو کے تازہ جھونکوں سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے- بے
برو لڑکی جیون کی بکھری کتاب اور گھور اندھیروں میں کٹی زیست سے بھی بدتر ہو کے رہ جاتی
ہے- جب پچھمن داس مجھے اٹھا کے لے گیا تھا تو وہاں میری حالت سراب سوچوں کے دشت
ں بھٹکتے تنہائی کے شعلوں سے بھی بدتر' لہروں کی دست درازیوں کے سامنے دبی کچلی
سانیت سے بھی بری اور عیار غم کے کھولتے ماحول میں غیر متشکل جذبوں سے بھی زیادہ ابتر
ی- تاج الدین تحفظ کی نئی صبح کا فروغ بن کر میرے سامنے آیا حوصلوں کی جھلک آگہی کی
لک بن کر اس نے میری آبرو کی حفاظت کے لیے اپنی جان اپنی زندگی تک کی پروانہ کی-

اس نے دشمن کے دیس میں بغاوت کی قضا اور انسانیت کی آبرو بن کر مجھ غریب لڑکی
کی عزت و جان کی حفاظت کی- تاج الدین اجین شہر سے باہر پاگل بھوکے کتوں کے سامنے
رے لیے طوفان بدوش تحفظ' خوار کرتی چیلوں گدھوں کے سامنے آبرو کی حفاظت کرتی
ندھی اور انسانیت کا منہ نوچتے بھیڑیوں کے سامنے تقدیر کے ترکش کا کڑا تیر بن کر پچھمن
ں کے سامنے آیا- میری جان میری پت دونوں کی حفاظت کی دشمن کے دیس میں کسی لڑکی
کا اس طرح عزت بچانا وانجی کوئی آسان کام نہیں- ایسا کام صرف وہی نوجوان کر سکتے ہیں
ن کے اندر خیر کے تقاضوں کی جھلک ہو' میں اس بھائی کی زندگی بھر ممنون و شکر گزار رہوں
ی جو میری آبرو کی حفاظت کے لیے آخری تلوار' بے نظیر انفرادی شجاعت اور موت و مرگ کا
رب بن کر ان لوگوں کے سامنے کھڑا ہو گیا جنہوں نے مجھے بے آبرو کرنا چاہا یہ اناوتی
برے اسی بھائی کی امانت ہے- اس کے لیے تو میں اپنی جان اپنا سارا سرمایہ تک داؤ پر لگا
تی ہوں- بھائی برا مت ماننا---

جب تک سویار بولتی رہی۔ وانجی مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اچانک اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ بول پڑا۔

''سویار میری بہن! جو کچھ تم نے کہا ہے وہ درست ہے لیکن میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اناوتی کے علاج اور ہمارے یہاں قیام کے سلسلے میں اخراجات کے لیے میری بہن جب بھی تمہیں ضرورت پڑے ہم سے رقم مانگ لینا تکلف مت کرنا اور یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں کہ اجین کے نواح سے بھاگنے کے بعد تم کہاں گئیں۔ کدھر کدھر پناہ حاصل کی اور تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ تاج الدین پر کیا بیتی۔''

سویار مسکرائی اور کہنے لگی۔

''بھائی! جو گھوڑا تم نے مجھے مہیا کیا تھا اس پر بیٹھ کر میں آندھی اور طوفان کی طرح سفر کرتی رہی راستے میں کہیں رکی نہیں بھوکی پیاسی رہی۔ سیدھی اپنی بستی میں آئی میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ بنیادی طور پر یہ اچھوتوں کی بستی ہے لیکن اس میں آدھے مسلمان ہیں وہ مسلمان بھی پہلے اچھوت ہی ہوا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ان کی قرابت داریاں رشتے داریاں ہیں۔ ان مسلمانوں میں سے کچھ جو صاحب ثروت ہیں انہوں نے اپنے تحفظ کے لیے چند تہہ خانے بنا رکھے ہیں۔ میں جب یہاں پہنچی تو میرا باپ مجھے پکڑ کر ان کے پاس لے گیا اور انہوں نے وقتی طور پر مجھے تہہ خانے میں رکھ لیا تاکہ میں لچھمن داس کی دست برد سے محفوظ رہوں۔

پھر ہمارے پاس یہ خبریں پہنچیں کہ تاج الدین اجین سے واپس احمد آباد جا چکا ہے۔ اس کے بعد یہ خبریں بھی آئیں کہ ایک جنگ کے دوران تاج الدین کے ہاتھوں لچھمن داس مارا جا چکا ہے۔ جس وقت یہ خبر یہاں پہنچی تھی اس وقت جو میرے جذبات تھے وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ اس رات میں بہت روئی میری خواہش تھی کہ تاج الدین یہاں ہوتا

ں کے چرن چھو کر میں اس کا شکریہ ادا کرتی کہ جس لچھمن داس سے اس نے میری آبرو ی پت کی حفاظت کی آخر اس بھیڑیے اس درندہ صفت انسان کو اس نے موت کے گھاٹ ں اتار دیا۔ یہ ایک ایسا فعل تھا جس کے لیے میں ہر روز آرزو کرتی تھی رات کو ستاروں کے رمٹ کی طرف دیکھتے ہوئے دعا مانگتی تھی کہ بھگوان کبھی تاج الدین ادھر آئے اور میں اس ے پاؤں پکڑ کر اس کا شکریہ ادا کروں کہ اس نے میری حفاظت کا کیا خوب حق ادا کیا۔''

پھر سویار پیچھے ہٹی اور وانجی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''وانجی تم میرے باپ کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرو میں اور ستیو ودھیا دونوں کھانا تیار تی ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی سویار ستیو ودھیا کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے سے نکل گئی تھی۔

کھانا تیار کرنے کے بعد سویار اور ستیو ودھیا دونوں پھر اس کمرے میں آئیں پھر وانجی طرف دیکھتے ہوئے سویار کہنے لگی۔

''بھائی کھانا تو تیار ہے۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔؟''

وانجی نے ایک بھرپور نگاہ بستر پر بے سدھ پڑی راجکماری اناوتی کی طرف دیکھا پھر ھرے انداز میں کہنے لگی۔

''سویار میری بہن اگر تم برا نہ مانو تو تھوڑی دیر رک جاؤ میں چاہتا ہوں اناوتی ہوش ا آ جائے تو پھر سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔''

سویار، ستیو ودھیا کے پہلو میں بیٹھ گئی کہنے لگی۔

''ٹھیک ہے میرے بھائی جیسے تمہاری مرضی۔'' پھر چاروں وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے ے تھے تھوڑی ہی دیر بعد وہ رک گئے اس لیے کہ اناوتی نے حرکت کرنا شروع کی تھی اس نے ہلائے، ٹانگوں کو بھی حرکت دی پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنی آنکھیں کھول دی تھیں۔

ایک بھرپور نگاہ اس نے اپنے قریب بیٹھے وانجی، ستیو ودھیا و کرم، سویار پر ڈالی پھر نحیف

سی آواز میں اس نے پوچھ لیا-

''میں کہاں ہوں؟''

ستیو ودھیا آگے بڑھی- راجکماری اناوتی کی پیشانی صاف کی- اس کا گال تھپتھپایا پھر انتہائی ہمدردی میں ڈوبی آواز میں وہ کہنے لگی-

''مالکن اس وقت ہم بہت اچھے لوگوں کے گھر میں ہیں اور یہاں آپ کا علاج ہو رہا ہے-''

ستیو ودھیا نے مزید کچھ کہنا چاہا تھا کہ راج کماری اناوتی نے اپنے کٹے ہوئے پاؤں کی طرف دیکھا پھر نجانے اس کے جذبات اور احساسات میں ہلچل مچی کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی- راج کماری اناوتی کی یہ صورت حال دیکھ کر سویار تڑپ کر آگے بڑھی پھر وہ ستیو ودھیا کے ساتھ مل کر اسے ڈھارس اور تسلی دینے لگی تھی-

تھوڑی دیر بعد اناوتی سنبھل گئی پھر وانجی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی-

''وانجی کیا تم مجھے اس گھر سے متعلق تفصیل بتاؤ گے جہاں ہم نے قیام کر لیا ہے کیا یہ لوگ پہلے سے تمہارے جاننے والے ہیں-'' اس پر وانجی نے تفصیل کے ساتھ پچھمن داس کے ہاتھوں سویار کے اغوا تاج الدین کے اسے چھڑانے اور پھر سویار کے اپنی بستی کی طرف بھاگ نکلنے کی تفصیل بتا دی تھی-

ایسا کرنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے وانجی رکا پھر اناوتی کو اس بستی میں لانے سویار اور اس کے باپ کی بہترین خاطر مدارت اور اناوتی کے زخم کی مرہم پٹی کی تفصیل بھی کہہ ڈالی تھی-

ساری روداد سننے کے بعد راجکماری اناوتی تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں سویار کی طرف دیکھتی رہی پھر ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلایا مسکراتے ہوئے سویار آگے بڑھی جب وہ اناوتی کے قریب گئی تو اناوتی نے بڑے پیارے انداز میں اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا

اسے سہلایا پھر دھیمے سے لہجے میں وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی-

''سویار میری بہن میں جانتی ہوں میرا بھائی پچھمن داس ایک دراز دست' بدطینت' بداخلاق اور بدکردار شخص تھا- میں اس کی بہن ہوں اس نے تمہیں اغوا کر کے اجین لے جانا چاہا لیکن بھلا ہو تاج الدین کا اس نے تمہاری حفاظت کا سامان کیا- میں چونکہ پچھمن داس کی بہن ہوں اور تمہارے گھر میں پڑی ہوں تمہارے سامنے بالکل بے بس لاچار ہوں اگر تم میرے بھائی کا انتقام مجھ سے لینا چاہتی ہو تو لے سکتی ہو-''

راجکماری اناوتی کے ان الفاظ سے سویار بے چاری آبدیدہ سی ہو گئی تھی جھکی مسہری پر لیٹی اناوتی کو اس نے گلے سے لگا لیا اور تقریباً ہچکیاں لیتی آواز میں وہ کہہ رہی تھی-

''اناوتی میری بہن وانجی نے مجھے پوری تفصیل بتا رکھی ہے- میرے لیے یہ سب سے بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم میرے بھائی تاج الدین کو پسند کرتی ہو ان سے محبت کرتی ہو- ہمارے ہاں تم بھائی تاج الدین کی امانت ہو- تاج الدین سے تعلق کے حوالے سے تمہاری ذات ہم سب کے لیے بڑی محترم اور قابل عزت ہے- میری بہن تم سے انتقام کیا تم اب سویار کی بہن ہو- یہاں قیام کے دوران میں بہترین انداز میں تمہاری خدمت کروں گی- میں سمجھتی ہوں اگر میں زندگی بھر بھی تمہاری خدمت تمہاری تواضع کرتی رہوں تو اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی- جو تاج الدین نے مجھ پر کیا تھا-''

سویار کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لیے کہ بڑی تکلیف اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اپنے کٹے ہوئے پاؤں کو سہلانے لگی تھی- یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ستیو ودھیا تڑپ کر اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے سویار نے اناوتی کو مخاطب کر لیا-

''میری بہن! لگتا ہے تم زخم میں شدت کا درد اور تکلیف محسوس کر رہی ہو-''

اناوتی منہ سے کچھ نہ بولی اثبات میں اس نے گردن ہلا دی تھی۔ اس پر سویار پیچھے ہٹ
پھر کہنے لگی۔

میں پہلے یہاں کھانا لگاتی ہوں سب مل کر کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد اناوتی میر
بہن تمہیں طبیب کی دی ہوئی دوا پلاتی ہوں اس سے جہاں تمہارا زخم جلد مندمل ہوگا وہاں د
اور تکلیف کی شدت میں بھی کمی ہوگی۔

اس کے ساتھ ہی سویار پیچھے ہٹی اس کمرے سے نکل گئی ستیو ودھیا بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی گئی تھی۔ دونوں نے مل کر اسی کمرے میں کھانے کے برتن لگا دیے تھے۔ مل کر کھ
کھایا اس کے بعد سویار نے طبیب کی دی ہوئی دوا بھی اناوتی کو پلا دی تھی۔

برتن سمیٹنے کے بعد سویار پھر اناوتی کے قریب آ کر بیٹھ گئی کچھ سوچا پھر اسے مخاط
کر کے کہنے لگی۔

''راجکماری میں ایک انتہائی اہم اور نازک موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں ا
سے پہلے دوران گفتگو میں تمہیں بہن کہہ کر مخاطب کر چکی ہوں لیکن ابھی تک میں نے تم پ
انکشاف نہیں کیا کہ ہم اچھوت ہیں یہ بستی آدھی اچھوتوں آدھی مسلمانوں کی ہے۔ اچھو
ہونے کا انکشاف میں نے تم پر اس لیے نہیں کیا کہ میں چاہتی تھی کہ تم کھانا کھا لو اور طبیب
دی ہوئی دوا پی لو اس کے بعد میں تم پر انکشاف کروں کہ ہم اچھوت ہیں مجھے شک تھا کہ کہیں
ہمارے ہاں کا کھانا کھانا پسند نہ کرو اس طرح ہم تمہیں دوا نہ پلا سکیں گے اور تمہارے زخ
اس تکلیف اور کرب میں اضافہ ہو جائے گا' بہرحال اسے میری غلطی سمجھو یا ایک ہمدردانہ
میں بس چاہتی تھی کہ تم بس دوا پی لو تاکہ تمہارے درد کی شدت میں کمی آئے اور یہ کہ......''

سویار اپنی بات مکمل نہ کر پائی تھی کہ عجیب سے جذبوں کی شدت میں اس کی ط
دیکھتے ہوئے اناوتی بول پڑی۔

''سویار تم کس قسم کی گفتگو کرتی ہو۔ میرے لیے یہ انتہائی فخر اور سعادت کی بات ہے کہ تم نے مجھے بہن کہہ کر پکارا ٹھیک ہے کبھی میں راجکماری تھی اور اچھوتوں کے خلاف تھی لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد تو میں ایسے گھناؤنے نظریات کی قائل ہی نہیں رہی۔ ذات پات کی تقسیم میرے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اسلام میں سب انسان برابر ہیں فوقیت اور عظمت صرف اسے حاصل ہے جو نیکی اور خیر میں اعلیٰ و ارفع ہے۔

میری بہن میں تو تمہاری اور تمہارے باپ دونوں کی شکر گزار ہوں کہ تم نے یہاں ہم تنوں کے قیام کا اہتمام کر کے ہم پر وہ احسان کیا ہے جسے میں کبھی فراموش نہ کر سکوں گی۔
ں زخمی تھی اگر تم لوگ ہمیں یہاں نہ ٹھہراتے تو یہ دونوں مجھے لے کر نہ جانے کہاں کہاں
ٹکتے رہتے اور میرے خیال میں اس بھٹکنے کے عمل کے دوران ہی میں اپنی جان سے ہاتھ دھو
ھتی۔''

سویار نے اناوتی کو مزید کچھ نہ کہنے دیا اس کا گال تھپتھپایا کہنے لگی۔

''اناوتی تم میری بہن ہو تاج الدین کے حوالے سے میں اپنے مقدور سے بھی باہر
تے ہوئے تمہاری خدمت کروں گی۔ بس اب تم آرام کرو۔ زیادہ بولنا نہیں۔ اس طرح
ہارے زخم کی تکلیف میں شدت آ جائے گی۔''

سویار کے کہنے پر اناوتی خاموش رہی پھر شاید دوا کی وجہ سے اس پر آہستہ آہستہ غنودگی
اری ہونے لگی۔ باہر رات اب گہری ہو چکی تھی۔ وکرم وانجی کو آرام کرنے کے لیے دوسرے
مرے میں لے گیا تھا جبکہ سویار اور ستیو ودھیا اناوتی کے کمرے میں ہی قیام کر کے ستانے
لگی تھیں۔

وقت کی پھول برساتی شوخ نگاہیں ڈوبتے سورج کی آخری جھلک دیکھ رہی تھی۔ قعر مذلت سے نکل کر کروٹیں لیتے اندھیرے چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ تاج الدین اپنے لشکر کے ساتھ جیتور شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ مغرب کی نماز پڑھنے اور کھانا کھانے کے بعد وہ امیر خان اور رومی خان کے ساتھ بیٹھا شہر پر حملہ آور ہونے کے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ وہ مخبر جو سلطان نے اس کے لیے مقرر کر رکھے تھے جو ارد گرد کے علاقوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھے ان میں سے دو تاج الدین کے پاس آئے اپنے گھوڑوں سے اترے تاج الدین' رومی خان اور امیر خان نے ان کا بہترین استقبال کیا۔ ان دونوں کو اپنے پاس بٹھایا پھر ان دونوں سے ایک تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''امیر! ہم ایک انتہائی اہم خبر لے کر آئے ہیں۔ رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی کو خبر ہوگئی ہے کہ اس کا چچازاد بھائی بھرون آپ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جیتور شہر میں محصور ہو چکا ہے۔

بھرون کو محاصرے سے بچانے اور آپ کو جیتور شہر کے نواح سے پسپا کرنے کے لیے برتنسی ایک کافی بڑے لشکر کے ساتھ جے پور سے نکل کر جیتور کا رخ کر رہا ہے۔

امیر محترم! ہم یہ تو نہیں کہتے کہ رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی کے حملہ آور ہونے کا انداز کیا ہوگا لیکن ہمارا خیال ہمارا تخمینہ یہ ہے کہ برتنسی نہ ہی شہر میں داخل ہو کر بھرون کی طاقت اور

طاقت میں اضافہ کرے گا نہ ہی وہ براہ راست آپ سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا' ہمارا اندازہ ہے کہ اس کے اور بھرون کے درمیان مخبروں کے ذریعے رابطہ ہے اور یہ بھی ہمارا اندازہ ہے کہ کسی بھی روز رات کے وقت برتنسی اور بھرون دونوں ہمارے خلاف کاروائی کی ابتدا کریں گے۔ بھرون شہر سے نکل کر اور شہر سے باہر برتنسی ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا بلکہ بھرون شہر سے باہر نکل کر حملہ آور ہو کر ہمیں مصروف رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے بعد ہمارے خیال میں برتنسی اپنے کام کی ابتدا کرے گا۔''

اس خبر پر تاج الدین نے آنے والے دونوں مخبروں کی پیٹھ تھپتھپا کر انہیں شاباش دی۔ پھر وہ بڑے کھولتے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی کا اگر یہ خیال ہے کہ وہ شہروں کے کچھار میں گیدڑوں کے رقص' شاہینوں کے نشیمن میں گدھوں کی پرواز کی ابتدا کرے گا تو یہ اس کی بھول' اس کی غلط فہمی ہے۔ ہم اس قوم کے فرزند ہیں جنہوں نے کھوپڑیوں کے پھول دان بنانے والوں کے سامنے بھی اپنے زندہ رہنے کی صلاحیت کو ضائع نہ کیا۔ ہم وہ لوگ ہیں جو تلواروں کے سایوں' نقاروں کی گونج' خونی طوفانوں' دلوں کے برج ہلا دینے والی طبل کی ہولناک آوازوں کے اندر بھی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی جرات اور ہمت رکھتے ہیں۔

میرے دونوں عزیزو! تم اٹھو پہلے کھانا کھاؤ اس کے بعد شاید ہمیں برتنسی کے خلاف کاروائی کرنا پڑے اور اس سلسلے میں اس تک تم دونوں ہی ہماری راہ نمائی کرو گے۔'' اس کے ساتھ ہی دونوں مخبر اٹھ کر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

تاج الدین نے بڑی سختی کے ساتھ جیتور شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ نہ اندر سے کوئی چیز باہر جانے دیتا تھا نہ کوئی چیز اندر آنے کی اجازت دیتا تھا۔ اس نے ایک اور اچھا اور احسن

قدم یہ اٹھایا تھا کہ اس کے لشکر میں جس قدر عورتیں تھیں وہ اس نے سلطان کے لشکر میں منتقل کر دی تھیں- مارتھا بھی انہی عورتوں میں سلطان کے لشکر میں شامل تھی- لہٰذا اب تاج الدین، امیر خان اور رومی خان اس حالت میں تھے کہ وہ کسی بھی وقت کوچ کر کے کسی بھی دشمن کے خلاف کاروائی کر سکتے تھے-

دونوں مخبروں کے جانے کے بعد تاج الدین کچھ دیر تک گہری سوچوں میں کھویا رہا- کوئی فیصلہ کرتا رہا پھر اس نے باری باری رومی خان اور امیر خان کی طرف دیکھا اور ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

''رفیقانِ دیرینہ! برتنسی کو ہمیں جیتور شہر کے قریب بھی نہیں آنے دینا چاہیے- اب جو صورتحال ہمارے سامنے آئی ہے اس سے نمٹنے کے لیے جو طریقہ کار میں نے وضع کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہوگا کہ ہم اپنے پڑاؤ کے اندر مشعلیں اسی طرح جلتی رکھیں گے جس طرح اب جل رہی ہیں تاکہ دشمن کو یہ احساس ہو کہ ہم یہیں موجود ہیں اور شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں لیکن یہاں پڑاؤ میں ایک لشکری بھی نہیں رہے گا-

ہم اپنے لشکر کے ساتھ شمال کا رخ کریں گے- آنے والے دونوں مخبر اس سلسلے میں ہماری راہنمائی کریں گے- ہم اس شاہراہ کا رخ نہیں کریں گے جس پر رانا سنگھا کا بیٹا برتنسی اپنے لشکر کے ساتھ یورش کرتا ہوا آ رہا ہے- کاوا کاٹنے کے انداز میں ہم شمال کی طرف بڑھیں گے اور مخبروں کی راہنمائی میں برتنسی کے لشکر کی پشت پر جا نمودار ہوں گے- پھر اپنی صفیں درست کرنے کے بعد پشت ہی کی طرف سے برتنسی کے لشکر پر حملہ آور ہوں گے- اس کے ہمیں دو فوائد ہوں گے-

پہلا یہ کہ ہماری پشت محفوظ رہے گی- پشت کی طرف سے ہم پر کوئی حملہ آور نہیں ہوگا- اگر ہم سامنے کی طرف سے برتنسی کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش

رتے ہیں تو ہو سکتا ہے ہماری اس نقل و حرکت کی اطلاع جیتور شہر میں بھرون کو مل جائے اور اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر ہمارے پیچھے لگ جائے- اس طرح سامنے کی طرف سے رانا نگھا کا بیٹا برتنسی اور پشت کی جانب سے بھرون ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ناقابل تلافی نقصان نچا سکتے ہیں- لہٰذا اگر ہم برتنسی کی پشت کی طرف سے جا کر اس پر حملہ آور ہوتے ہیں تو یں کسی اور کے شب خون کا خطرہ نہیں ہوگا-

اس طرح حملہ آور ہونے سے جو دوسرا فائدہ ہمیں حاصل ہوگا وہ یہ کہ برتنسی اور اس ے لشکریوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے- جبکہ ہم پشت کی طرف سے حملہ آور ہوں گے تو ہی خیال کریں گے کہ راجا سلہری کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد سلطان کا کوئی اور لشکر ں پر حملہ آور ہوا ہے- اس طرح انہیں یہ خدشہ ہوگا کہ پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے لے لشکر کے علاوہ کہیں وہ لشکر بھی ان پر حملہ آور نہ ہو جائے جو جیتور شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہے- اس طرح جب ان کے حوصلے پست ہوں گے تو انہیں پسپا کرنے اور شکست دینے میں سانی رہے گی-

مجھے امید ہے کہ رات کی گہری تاریکی میں برتنسی کو شکست دینے کے لیے ہم زیادہ ت نہیں لیں گے- اب اس کی شکست کی صورت میں جو ردعمل ظاہر ہوگا کہ ہمارے تھوں شکست اٹھانے کے بعد برتنسی واپس تو نہیں بھاگے گا یقیناً وہ جیتور شہر کا رخ کرے گا ں لیے کہ شمال کی طرف ہم ہوں گے- لہٰذا وہ جے پور کی طرف بھاگ نہ پائے گا جب وہ یتور کے رخ پر بھاگے گا تو ہم پوری طاقت سے اس کا تعاقب کریں گے- ظاہر ہے جیتور کی رف بھاگنے کے بعد وہ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ جیتور شہر میں داخل ہو جائے گا اس کے یسا کرنے سے ہم پھر اپنے پڑاؤ میں منتقل ہو جائیں گے اور محاصرے کو جاری رکھیں گے اور جھے یہ بھی امید ہے کہ سلطان اور دوسرے سالار بہت جلد راجا سلہری سے نپٹ کر یہاں پہنچ

جائیں گے۔ اس طرح محاصرے میں مزید سختی ہو جائے گی اور بہت جلد ہم جیتور شہر کو کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تاج الدین نے کچھ سوچا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہو کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیزو! میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اس سلسلے میں تم دونوں کچھ کہنا چا ہو تو کہو۔"

امیر خان اور رومی خان دونوں مسکرانے لگے پھر رومی خان نے تاج الدین کو مخاط کیا۔

"ہم نے کچھ بھی نہیں کہنا۔ بس جو لائحہ عمل آپ نے طے کیا ہے یہ آخری ہے۔ تھوڑ دیر تک ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور برتنسی سے نپٹیں گے۔"

اس فیصلے سے تاج الدین خوش ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک دونوں مخبر بھی وہاں آ گئے پڑاؤ کے اندر مشعلیں جلتی رہنے دی گئیں۔ جب کہ تاج الدین، امیر خان اور رومی خان ب راز داری سے اپنے پڑاؤ سے نکل کر بڑی برق رفتاری سے شمال کا رخ کر رہے تھے۔

آنے والے ان مخبروں کی راہنمائی میں تاج الدین نے شمال کی طرف ایک لمبا کاٹتے ہوئے پیش قدمی کی تھی۔ پھر بڑی راز داری کے ساتھ وہ آدھی رات سے کچھ بعد سنگھا کے بیٹے برتنسی کے لشکر کی پشت پر نمودار ہوا۔ برتنسی اور اس کے لشکری پر سکون جانتے تھے کہ سلطان بہادر راجا سلہدی کے ساتھ اجین میں مصروف ہے۔ جبکہ تاج الد نے جیتور شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا وہ بڑے پر امید تھے کہ بھرون کے ساتھ مل ک مسلمانوں پر شب خون ماریں گے اور اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ل رات کی گہری تاریکی میں امن کی دریوزہ گری کرتے وقت کے دیدہ اشک فشاں نے د

کہ برتنسی اور اس کے لشکریوں پر تاج الدین، امیر خان اور رومی خان مسافتوں اور فاصلوں کو مٹاتی شرار برق کی جنونی کیفیت طلوع حشر کی طرح ہر شے کے کواڑوں پر دستک دے کر انہیں شکستہ کرتی برہم آندھیوں صبحوں کے خوابیدہ پرتو جھیر جھیر اور گزرتے وقت کے حالت تک کو سوختہ کر دینے والے زمین کی تہوں سے اٹھتے اور کھولتے بے جہت اور اندیشوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

تاج الدین، امیر خان، رومی خان کا یہ اچانک حملہ انتہائی زور دار تھا اور پچھلی صفوں کو ب طرح سے انہوں نے کھنگال کے رکھ دیا تھا۔ یہ حملہ چونکہ برتنسی اور اس کے لشکریوں کی سیدوں کے کہیں خلاف تھا لہٰذا چند لمحوں کے لیے برتنسی کے لشکر کے اندر آتشی سا شور و پکار رغم کے نوحوں کی سی چیختی صدائیں بلند ہوئی تھیں۔ انہوں نے دیکھا پشت کی جانب سے ملہ آور پانی کی طرح لطیف اور ہوا کی طرح بلند ہو کر آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔

برتنسی نے بڑی تیزی سے اپنے لشکر کو سنبھالا۔ مڑا پھر وہ بھی تاج الدین، رومی خان اور یر خان پر جیون میں وش گھولتے اژدھوں، زیست کے بادبان پھاڑتے فضا کے تیز جھکڑوں ر صداؤں کے تلاطم میں لمحوں کی برہم آگ کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دونوں طرف کے لشکری ایک دوسرے پر اس طرح وارد ہونے لگے تھے کہ جس طرح وس میں بھیگی کلیوں پر اوس گرتی ہے۔ جس طرح بگولوں کے سامنے پھول جھڑتے ہیں۔ سیدان جنگ کے اندر روح و جسم کے تعلق کی عارضی ساعتیں ختم ہونے لگی تھیں۔ تلواروں، ڈھالوں اور نیزوں کے سیل حرص و ہوس کے سامنے انسانی جسم، شکستہ میناروں کی طرح گرنے لگے تھے۔

برتنسی اور اس کے لشکریوں کو ابھی تک یہ خبر نہ ہونے پائی تھی کہ حملہ آور کون ہیں۔ کدھر سے آئے ہیں اور پھر ان حملہ آوروں کی وجہ سے وہ فکر مند بھی ہوئے تھے۔ ان کے حوصلے بھی

پست ہوئے تھے- اس لیے کہ وہ تو تاج الدین کا مقابلہ کرنے کے لیے جیتور کا رخ کیے ہوئے تھے اور راستے ہی میں کوئی ان پر حملہ آور ہو گیا تھا- اب انہیں یہ بھی خدشہ لاحق ہو رہا تھا کہ حملہ آوروں نے ضرور کسی لائحہ عمل کے تحت ان پر حملہ کیا ہوگا اور اس سلسلے میں یقیناً تاج الدین سے بھی ان کا رابطہ ہوگا- لہٰذا انہیں یہ بھی شک گزر رہا تھا کہ کہیں حملہ آوروں سے الجھتے الجھتے پشت کی جانب سے مسلمانوں کا کوئی اور لشکر بھی ان پر حملہ آور نہ ہو جائے-

دوسری جانب تاج الدین رومی خان اور امیر خان کے ساتھ اس حملے کو بہت جلد انجام دینا چاہتا تھا- رات کی گہری تاریکیوں میں تینوں زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے اور جواب میں لشکری بھی ان کی راہنمائی میں برتنسی اور ان کے لشکروں پر دھوپ کے پھیلتے سایوں، ہنگامہ خیز طوفان کی تیزی اور تندی جاوداں شعلہ فشاں آگ اور بے کراں بے پایاں سمندر کی طرح چھانے لگے تھے-

راجپوتانہ کے راجپوت جو اپنے آپ کو آشوب بھرے کرب سے زیادہ جرأت مند سماج سے ماورا آوازوں سے کہیں بڑھ کر دلیر، بصارت سے ماورا وجود سے کہیں زیادہ شجاع اور ماورائے ادراک آتش سے کہیں زیادہ ہولناک خیال کرتے تھے- رات کی گہری تاریکی میں تاج الدین کے سامنے ان کی حالت بدبختی کے جھماکوں، ہزیمت کی ذلت و پستی سے بھی بری، بے عصمتی کی بدنام علامتوں اور جہل و افلاس کی صداؤں سے بھی بدتر اور بیمار سعی و عمل میں ہلاکتوں کے نشانوں اور درد کے بیابانوں سے بھی کہیں ذلت آمیز ہونا شروع ہو گئی تھی-

پھر جب رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی نے یہ اندازہ لگا لیا کہ رات کی گہری تاریکی میں وہ حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اگر کرے گا تو اپنے لشکر کو کٹوا کر اس کا خاتمہ کرا لے گا تب اس نے فیصلہ کیا...... پسپائی اختیار کی اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ جیتور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تاج الدین، رومی خان اور امیر خان نے پوری طاقت اور قوت سے اپنے آگے بھاگتے

جپوتوں کا تعاقب کیا اور وہ اس طرح ان کے پیچھے لگ گئے تھے جس طرح صداقت کا زام، جھوٹ و کذب کے حقارت کے پیچھے لگتے ہیں- جس طرح آفاق پر بچے کھچے رھیروں کا نئی سحر کی روشنی تعاقب کرتی ہے اور جس طرح بے چین شراروں کا خروش شام ے سایوں کے تعاقب میں لگتے ہوئے اسے اپاہج کر دینے کی کوشش کرتا ہے-

برتنسی کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کر جیتور شہر کا خ کرے- رات کی گہری تاریکی میں اپنے آگے آگے بھاگتے برتنسی کا تاج الدین نے ولناک انداز میں پیچھا کیا اور یہ تعاقب لگ بھگ جیتور شہر تک جاری رہا- ادھر جیتور کے راجا بروں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ اس کا چچا زاد بھائی برتنسی مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد یتور شہر کا رخ کر رہا ہے- لہٰذا اس نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا تھا جس کے نتیجے میں برتنسی پنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ جیتور شہر میں محصور ہو گیا- جبکہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی ہلے تاج الدین امیر خان اور رومی خان بھی اپنے پڑاؤ میں داخل ہو گئے تھے-

☆

اجین شہر کی فتح کے بعد سلطان بہادر نے چند روز تک وہاں قیام کر کے شہر کا نظم و نسق پنے ہاتھ میں لیا- چونکہ ہندوستان کے مختلف راجاؤں نے سلطان بہادر کے خلاف راجا ملہدی کی مدد کے لیے لشکر بھیجے تھے لہٰذا سلطان نے ان کی سرکوبی کا بھی ارادہ کیا- اجین ے سب سے پہلے اس نے ایک لشکر کا کرون کے راجا کی طرف روانہ کیا تا کہ اسے سلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی سزا دی جائے- یہ لشکر ایک چھوٹے سالار محمد شاہ فاروقی کی سرکردگی میں روانہ کیا تھا-

دوسرا لشکر نامور اور مضبوط ترین قلعے سور کی طرف روانہ کیا گیا تھا- اس لشکر کا کماندار اختیار خان کو بنایا گیا تھا- ان دونوں سالاروں کو روانہ کرتے وقت سلطان نے تاکید کی تھی-

کہ جن جن راجاؤں نے بھی مسلمانوں کے خلاف راجا سلہدی کی مدد کی ہے ان کے خلاف تادیبی اور انتقامی کارروائی کی جائے۔

ان لشکروں کی روانگی کے بعد ایک روز شام کے وقت سلطان بہادر راجا سلہدی ک راج محل میں ایک کمرے کے اندر اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ چوبدار نے اندر آ کر سلطان کو تعظیم اور سلطان سے کہا کہ تاتار خاں اس وقت ملنے کی خواہش رکھتا ہے اور کمرے سے باہر ک ہے۔

چوبدار سے کہہ کر سلطان بہادر نے تاتار خان کو اندر بلایا۔ تاتار خان اس کمرے داخل ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے اسے اپنے قریب بیٹھنے کو کہا جب وہ بیٹھ گیا سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

"تاتار خان اگر کسی اہم موضوع پر مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے تھے تو آج دن کے و میں نے سارے سالاروں کا جو اجتماع کیا تھا اور جس کے نتیجے میں میں نے دو لشکر روان تھے وہیں تم جو کچھ کہنا چاہتے تھے کہہ دیتے۔"

اس پر تاتار خان کھسیانی سی ہنسی ہنسا کچھ سوچا پھر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان معظم جس موضوع پر میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے علیحدگی چاہتا تھا۔ سارے سالاروں کی موجودگی میں میں اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا تھا۔ اس لیے کہ یہ موضوع بڑا نازک ہے اور یقیناً دوسرے سالار میری مخالفت کر سلطان محترم آپ جانتے ہیں میں نے ہمیشہ آپ اور آپ کی سلطنت کے ساتھ جاں اور وفاداری کا اظہار کیا ہے۔ اس کے لیے عملی ثبوت بھی دیتا رہا ہوں۔ اب جبکہ بڑے حکمرانوں کو ہم اپنے سامنے زیر کر چکے ہیں۔ ہندوستان کا کوئی راجا بھی اس قابل نہ ہمارے سامنے گردن سیدھی کر کے دیکھ سکے۔ سلطان محترم زمان مرزا جسے آپ نے

ں پناہ دے رکھی ہے اور جو ہمایوں کا بدترین دشمن ہے۔ ہمایوں اس کی واپسی کے لیے آپ ے دوبار مطالبہ کر چکا ہے اور دونوں بار آپ انکار کر چکے ہیں۔

میں ان مغلوں کی فطرت اور طینت سے خوب واقف ہوں۔ اس لیے کہ میرا تعلق ودھی خاندان سے ہے۔ لودھیوں کا براہ راست مغلوں سے پالا پڑتا رہا ہے۔ میں آپ پر نکشاف کروں کہ ہمایوں کسی وقت بھی آپ پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ اب جبکہ وہ دوبار زمان مرزا کو طلب کر چکا ہے اور دونوں بار انکار کر چکے ہیں اس موقع پر اب آپ اگر زمان مرزا کو واپس ہمایوں کے پاس بھیج دیں تب بھی وہ ہماری سلطنت پر حملہ آور ہونے کی کوشش ضرور کرے گا۔

ان حالات میں میں بڑے خلوص کے ساتھ آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ قبل اس کے یوں ہم پر حملہ آور ہو کیوں نہ ہم اس پر ایسی ضرب لگائیں کہ وہ دہلی تک ہماری راہ روکنے قابل نہ رہے۔ اگر ایک بار ہم نے ہمایوں اور اس کے لشکر کو شکست دے دی تو یاد رکھیے گا ا تک کوئی بھی مغل لشکر ہماری راہ روکنے کے قابل نہ رہے گا۔ اس طرح احمد آباد سے لے رسلطان محترم دہلی تک آپ کی حکومت ہو جائے گی اور احمد آباد کی بجائے آپ دہلی کو اپنا رالسلطنت قرار دے کر پورے ہندوستان پر ایک ناقابل تسخیر سلطان کی حیثیت سے لومت کر سکتے ہیں۔"

تاتار خان کی اس تجویز پر سلطان بہادر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ چہرے پر تفکرات کی سلوٹیں مایاں ہو چکی تھیں۔ تاتار خان جب خاموش ہوا تب سلطان بولا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تاتار خان جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ اول یہ کہ مغل کی طاقت ہم سے کہیں زیادہ ہے اور پھر مغل مسلمان ہیں اور دو مسلمان حکمرانوں کا آپس میں

ٹکرانا بھی بہت معیوب اور رسوا کن ہے- ان وجوہات کی بنا پر میں نہیں چاہتا کہ ہمایوں ٹکرایا جائے-''

تا تارخان نے کچھ سوچا پھر بڑی عیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا-

''سلطان محترم! اگر خود ہمایوں نے آپ پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تو پھ آپ اس سے نہیں ٹکرائیں گے؟''

''یہ مجبوری والا معاملہ ہو جائے گا-'' سلطان نے غور سے تا تارخان کی طرف دیکھ کر شروع کیا-''ایسی صورت میں ہم ہمایوں سے ضرور ٹکرائیں گے-''

''سلطان محترم ایسی نوبت آنے ہی کیوں دی جائے کہ ہمایوں ہم پر حملہ آور ہو میں پہل کر جائے- یہ پہل ہم کیوں نہ کریں اور مغلوں کو دہلی تک دھکیلتے چلے جائیں- ج تک آپ کا یہ خیال ہے کہ مغلوں کی طاقت ہم سے زیادہ ہے میں اس سے اتفاق نہیں کر مغلوں کی سلطنت میں ایک ناسور پل رہا ہے جو عنقریب انہیں نگل جائے گا اور مغلو سلطنت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا-

سلطان محترم! میرا اشارہ شیر خان کی طرف ہے- جسے لوگ شیر شاہ سوری کہتے آہستہ آہستہ بنگال کی سمت سے وہ مغلوں سے ایک کے بعد دوسرا شہر چھینتا چلا جا رہا ہے سلطنت میں وسعت پیدا کر رہا ہے اور مغلوں کی سلطنت کو سکیڑتا چلا جا رہا ہے- قبل اس شیر شاہ سوری مغلوں پر غالب آ کر دہلی کے تخت و تاج کا مالک بن جائے کیوں نہ ہم پہ جائیں اور مغلوں کو اپنے سامنے رگید کر خود دہلی کے تخت و تاج کے مالک بن جائیں-

سلطان محترم اس کے لیے آپ کو زیادہ تگ و دو نہیں کرنا پڑے گی- میں جانتا آپ ایک دو روز تک یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں اور تاج الدین کا رخ کریں گے نے جیتور کا محاصرہ کر رکھا ہے- میں آپ سے صرف یہ گزارش کرتا ہوں کہ مجھے آپ

چالیس ہزار کا ایک لشکر مہیا کر دیں اسے لے کر میں مغلوں کے مقابلے پر جاؤں گا اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دہلی تک اپنے سامنے میں مغلوں کو رگیدتا چلا جاؤں گا-''

تا تارخان کی اس گفتگو سے سلطان بہادر گہری سوچوں میں کھو گیا تھا- تا تارخان نے پھر اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

''سلطان محترم! مغلوں کی طاقت اور قوت پہلے جیسی نہیں رہی جو بابر کے دور میں ہوا کرتی تھی- وہ طاقت جس کو استعمال کرتے ہوئے بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دی- وہ طاقت جسے استعمال کرتے ہوئے اس نے رانا سنگھا کو اپنے سامنے لپیٹ کے رکھ دیا ختم ہو چکی ہے- اب حکمراں ہمایوں ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ہمایوں کو زیر کر کے آپ کو دہلی کے تخت کا مالک اور وارث بناؤں گا- آپ سے صرف یہ گزارش ہے کہ جو چالیس ہزار کا لشکر مجھے مہیا کریں اس میں حسب سابق علی خراسانی اور سلطان عالم دونوں سالاروں کو میرے ساتھ کر دیں- میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس مہم کی میں پیش کش کر رہا ہوں اس میں میں کامیاب و کامران ہو کے نکلوں گا-''

تا تارخان نے آخر کار سلطان بہادر خان کو اپنے نظریے کا قائل کر لیا اور سلطان بہادر نے اسے چالیس ہزار کا لشکر مہیا کر دیا- اس فیصلے پر تا تارخان کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی- اسی روز تا تارخان، سلطان عالم اور علی خراسانی اپنے دونوں نائبوں کو لے کر چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے آگرہ کی طرف بڑھ گیا تھا- جبکہ دوسرے روز سلطان بہادر نے بھی اجین سے کوچ کیا- وہ شادی آباد، بندر دیپ سے ہوتا ہوا جیتور کا رخ کر رہا تھا-

تا تارخاں خوش تھا کہ اس کی مراد بر آئی اور سلطان بہادر سے اسے اچھا خاصا بڑا لشکر مل گیا ہے- چالیس ہزار کے اس لشکر کو لے کر تا تارخان بڑے پرجوش انداز میں آگرہ کی

طرف بڑھا- آگرہ کے نواحی قلعے نام جس کا بیانہ تھا اس پر طوفانی انداز میں حملہ آور ہوا
بیانہ نام کے قلعے پر اس نے قبضہ کرلیا-

اپنی اس پہلی فتح پر تاتار خان بے حد خوش اور مطمئن تھا اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ
بھی میدان میں مغل اب اسے نیچا نہیں دکھا سکیں گے- وہ یہ خیال کر رہا تھا کہ بیانہ کو وہ
طاقت اور قوت کا مرکز بنائے گا- اردگرد حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ اپنی اقتصادی طاقت
قوت میں اضافہ کرے گا بلکہ ان علاقوں سے مزید لشکری بھرتی کر کے انہیں جنگ کی تر
دینے کے بعد اپنے لشکر میں بھی خوب اضافہ کرے گا اور پھر مناسب وقت پر بیانہ کے
سے نکل کر وہ دہلی کی طرف کوچ کرے گا اور راستے میں آنے والے مغلوں کے ہر لشکر کو ر
ہوا نکل جائے گا-

تاتار خان کے منصوبے بڑے بلند تھے اور وہ ہر صورت میں تہیہ کیے ہوئے تھا کہ د
تاج وتخت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا- اس لیے کہ اس کا تعلق بہلول لودھی سے
مغلوں نے چونکہ لودھیوں سے سلطنت چھینی تھی- لہٰذا تاتار خان کی خواہش تھی کہ ایک با
لودھی ہی دہلی کے تخت وتاج کے مالک بن جائیں- اب اس نے اپنی طاقت اور قوت
اضافہ کرنے کے لیے بیانہ کے قلعے سے نکل کر اردگرد چھاپے مارنے شروع کر د
خوراک کے مزید ذخائر اس نے بیانہ کے قلعے میں جمع کرتے ہوئے ڈھیر لگانے شرو
دیے لیکن ایسا کرنے کے لیے زیادہ دن نہ ملے' اس لیے کہ تاتار خان کی اس یورش کی ا
ہمایوں کو ہو چکی تھی- لہٰذا ہمایوں نے اپنے چھوٹے بھائی ہندال کو ایک لشکر دے کر تاتا
کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا تھا-

تاتار خان کے حوصلے کچھ اس طرح بلند ہو چکے تھے کہ اس نے ہمایوں کے چھ
بھائی ہندال اور اس کے لشکریوں کو کوئی اہمیت نہ دی- حسب معمول بیانہ کے اطراف

علاقے میں وہ ترکتاز اور یلغار کرنے میں مصروف رہا- جب اسے خبر ہوئی کہ ہندال اپنے
لشکر کے ساتھ بیانہ کے قریب پہنچ چکا ہے- تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ بیانہ کے قلعے سے نکلا
اور وسیع اور کھلے میدانوں میں اس نے پڑاؤ کرلیا- تاکہ ان میدانوں ہی کو رزم گاہ بنا کر وہ
ہندال کا مقابلہ کرے-

دوسری جانب ہندال کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ تاتار خان بیانہ کے قلعے سے نکل کر کھلے
میدانوں میں پڑاؤ کر چکا ہے اور اس سے مقابلہ کرنے کا خواہاں ہے- لہٰذا اس نے آگے
بڑھنے کی اپنی رفتار تیز کر دی اور عین اس نے تاتار خان کے لشکر کے سامنے آ کر پڑاؤ کر لیا
تھا-

اگلے روز دونوں لشکریوں نے مقابلہ کرنے کے لیے اپنی صفیں درست کرنا شروع کی
تھیں- تاتار خان کے حوصلے چونکہ بڑھے ہوئے تھے اور وہ دہلی کا تخت وتاج حاصل کرنے
میں زیادہ انتظار کرنے کا بھی خواہاں نہ تھا- لہٰذا حملہ آور ہونے میں اس نے ہی پہل کی اور وہ
مغلوں کے لشکر پر موج در موج اٹھتی طغیانی' اعصاب میں سنسنی دوڑا دینے والی موت کی
کرب خیزی اور بیان ونطق کے اسالیب تک کو بدل دینے والے دہکتے آتشی جھکڑوں کی
طرح ٹوٹ پڑا تھا-

دوسری جانب مغل بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے- ماوراالنہر سے لے کر دہلی تک
انہوں نے ساری طاقتوں کو اپنے سامنے روند کر رکھا تھا- ہندال کی سرکردگی میں وہ بھی تاتار
خان اور اس کے لشکر پر بدن کی کمانوں کو خم' نظروں کے تیروں کو دوہرا کر دینے والی بھوک و
گرسنگی کی لپک اور خیالات کی گہرائیوں اور حیات کی عمیق تہوں تک میں آہنگ کے جادو کی
طرح اتر جانے والی رقت وجدت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے-

ہندوستان کے مسلمانوں کی بدبختی اور بدقسمتی کہ دو مسلمان لشکر ایک دوسرے کو سرنگوں

کرنے کے یے آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے شاخ وگل آپس میں الجھ پڑے ہ یا سرنگوں بے برگ وبار درخت کی ٹہنیاں اپنے تنے سے ہی نبرد آزما ہوگئی ہوں یا نغمہ بار آ جو اور اشکبار ندیاں آپس میں ٹکرائی ہوں۔ مسلمان لشکری میدان جنگ میں اس طرح ا دوسرے پر حملہ آور ہوگئے تھے جیسے کہر کے گہرے غلاف میں سحر کی کرنیں خود سحر سے ہی ا کے درپے ہوگئی ہوں۔

انتہا پسند فسطائی کا سا مزاج اور سوز واضطراب ہی کی طبیعت رکھنے والا تا تارخان شر میں مغلوں پر گھٹا ٹوپ اندھیروں اور تلخ آمیز ولولوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ اس مغلوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ غلط لگایا تھا۔ مغل جہاں تا تارخان اور اسکے لشکریوں مقابلے میں جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے وہاں وہ دشمن پر پے درپے حملے کرتے ہوئے اس حالت سنگین رات میں کھوکھلی آوازوں اور ذلت آمیز لمحوں میں گھٹی ہوئی کراہتی صداؤں تبدیل کرنے کا ہنر بھی جانتے تھے۔ اس کے پاس چالیس ہزار افغانوں پر مشتمل ایک ج لشکر تھا اور وہ امید رکھتا تھا کہ ان افغانوں کی مدد سے وہ ہندال کی سرکردگی میں لڑنے وا مغلوں کو مار بھگائے گا لیکن تا تارخان کی ساری امیدیں ریت پر لکھی تحریروں اور گھن بوسیدہ چوب سے بھی بدتر ہونا شروع ہوگئی تھیں۔

تا تارخان اپنے گھوڑں کو ادھر ادھر دوڑاتے ہوئے اپنے لشکریوں کے حوصلے کو کرنے کے لیے للکار للکار کر انہیں مغلوں پر حملہ آور ہونے کے لیے کہہ رہا تھا۔ لیکن اس ان ساری کوششوں کے باوجود اس کے لشکری مغلوں پر کوئی خاص اثر نہ چھوڑ سکے۔ جوا میں ہندال نے بھی جب اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے ا حملوں میں تیزی پیدا کرنے کی کوشش کی تو تھوڑی دیر بعد مغلوں کے سامنے تا تارخان اور ا کے لشکریوں کی حالت بے نام و بے عنوان لمحوں، بھٹیار خانے میں گونجتی کھوکھلی آوازوں

آلودہ جذبوں میں بوجھل ویران زندگی اور سبزہ زاروں کو ترستے صحرا سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد تا تارخان اور اس کے لشکریوں کو ہندال کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ تا تارخان اپنے لشکر سمیت شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بڑی خونخواری اور انتہائی ستم ریزی کے ساتھ ہندال نے اس کا تعاقب کیا اور اس تعاقب کے دوران ہندال اور اس کے ماتحت لڑنے والے مغلوں نے تا تارخاں اور اس کے لشکریوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

☆

سلطان بہادر اور حیدر خان دونوں اپنے لشکر کو لے کر جیتور پہنچے۔ اختیار خان کو پہلے ہی سلطان نے اسور کی مہم پر روانہ کر دیا ہوا تھا۔ جس وقت سلطان اور حیدر خان اپنے لشکر کے ساتھ جیتور شہر کے نواح میں اس جگہ پہنچے جہاں تاج الدین ولی خان اور امیر خان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے تو ان تینوں نے سلطان اور حیدر خان کا بہترین انداز میں استقبال کیا۔ سلطان کے لشکر میں وہ عورتیں جن کا تعلق تاج الدین کے لشکر سے تھا انہیں ان کے شوہروں اور عزیز واقارب کے خیموں میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایسا کرنے کے بعد سلطان بہادر، حیدر خان، تاج الدین امیر خان اور رومی خان ایک جگہ جمع ہوئے پھر سلطان نے تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''تاج الدین میرے بیٹے تمہاری کارگزاری کی خبریں مجھ تک پہنچتی رہی ہیں اور تمہاری کارگزاری سے میں اس قدر خوش ہوں کہ میں اس خوشی کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ تم نے نہ صرف یہ کہ بھرون کو اجین کے نواح میں بدترین شکست دے کر یہاں جیتور میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا بلکہ رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی کو بھی شکست دے کر اسی شہر میں

محصور ہونے پر مجبور کیا ہے۔ اب ہم ان دونوں قوتوں کو ایسا سبق دیں گے کہ دوسرے راجاؤں کے لیے یہ عبرت خیز ثابت ہوں گے۔''

سلطان بہادر لمحہ بھر کے لیے رکا پھر کسی قدر توقف کے بعد کہنے لگا۔

''جو حالات میرے لشکر کے ہیں میں ان سے بھی تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔ ایک لشکر کا کرون کی طرف روانہ کر دیا گیا ہے۔ دوسرا لشکر اسور کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس کی کمانداری اختیار خان کے ہاتھ میں ہے۔ تاتارخان نے اجین شہر میں مجھ سے کافی بحث کی جس کے نتیجے میں ایک لشکر اسے دے کر مغلوں پر ضرب لگانے کے لیے روانہ کیا گیا ہے۔ میں ایسا نہیں چاہتا تھا لیکن تاتارخان نے مجھے ایسا کرنے پر قائل کر لیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر ہم نے مغلوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی تو مغل ہمارے خلاف کارروائی کرنے میں پہل کر دیں گے۔ اس کا موقف یہ ہے کہ ہمایوں نے ہم سے زمان مرزا کو طلب کیا ہوا ہے اور یہ طلبی دو دفعہ ہو چکی ہے۔

تاتارخان کا کہنا ہے کہ زمان مرزا کو تو ہم نے ہمایوں کی طرف روانہ نہیں کرنا اور اگر ہم اسے روانہ نہیں کریں گے تو ہمایوں ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ تاتارخان چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ مغل ہم پر حملہ آور ہوں کیوں نہ ہم ان پر حملہ آور ہو کر ان کی طاقت اور قوت کو کچلیں اور دہلی تک ان کا تعاقب کرتے چلے جائیں۔

تاتارخان نے یہ بھی حجت اور دلیل پیش کی تھی کہ ہمایوں کے حالات ان دنوں اچھے نہیں ہیں اس لیے کہ شیر شاہ سوری اس پر ضرب لگا رہا ہے اور آہستہ آہستہ ایک شہر سے دوسرا شہر ایک قلعے سے دوسرا قلعہ مغلوں سے چھینتا چلا جا رہا ہے۔ لہٰذا ہمایوں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

دراصل تاتارخان کا تعلق لودھیوں سے ہے۔ مغلوں نے چونکہ لودھیوں سے

ہندوستان کی سلطنت چھینی تھی۔ لہٰذا تاتارخان ہر صورت میں مغلوں کو شکست دے کر دہلی کا تاج و تخت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں جانتا ہوں ایسا کرنا بڑا مشکل ہے لیکن چونکہ تاتارخان بضد تھا لہٰذا میں نے اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہے۔''

سلطان جب خاموش ہوا تب اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا۔

''سلطان محترم! اگر برا نہ مانیں تو میں اپنے خیالات کا اظہار کروں؟''

سلطان مسکرایا کہنے لگا۔

''تمہیں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

اس پر تاج الدین بول پڑا۔

''سلطان محترم! آپ جانتے ہیں کہ ماضی میں تاتارخان نے جتنے بھی فیصلے کیے وہ سارے غلط تھے۔ کبھی بھی مہم میں اس نے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کی۔ اب جو اس نے آپ سے یہ فیصلہ کروایا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ درست نہیں۔ اس طرح دو مسلمان قومیں آپس میں ٹکرائیں گی اور دونوں قوتیں کمزور ہو جائیں گی۔ ان کی کمزوری سے دشمن فائدہ اٹھائیں گے۔ کیا ایسا کرنا بہتر ہے اور کیا ہمارا دین ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔''

سلطان نے بڑے غور سے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر بڑی شفقت میں کہنے لگا۔

''تاج الدین میرے بیٹے تم ٹھیک کہتے ہو۔ برا ہو اس تاتارخان کا اس نے وقتی طور پر میرے جذبات کو ابھار کر مجھ سے ایک غلط فیصلہ کروا لیا۔ اب نہ جانے یہ تاتارخان کیا کرتا ہے اور کس قسم کی کارگزاری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ اس کو فراموش کر دو۔ اب یہ کہو کہ چیتور کے متعلق ہمیں کیا کرنا چاہیے۔''

تاج الدین نے کچھ سوچا پھر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! جو لشکر آپ اور حیدر خان کی سرکردگی میں یہاں آیا ہے طویل ۔ کرتے ہوئے وہ تھکا ہوا ہے۔ اگر میری بات مانیں تو دو دن تک آپ اپنے لشکر کو آر کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کریں۔ میرا لشکر تازہ دم ہے میں حسب معمول اسی سے کا محاصرہ کیے رہوں گا۔ میں نے شہر کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ دو دن بعد شہر پر حملے شروع یں گے اور شہر کو فتح کرنے کی کوشش کریں گے۔

سلطان نے تاج الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر اس نے لشکریوں کو آر کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ خود بھی سلطان اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔ سلطان ۔ جانے کے بعد تاج الدین نے بڑے غور سے حیدر خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"حیدر خان میرے عزیز بھائی! میں حیران اور پریشان ہوں کہ آپ کی موجودگی تا تار خان کیسے ایک بڑا لشکر لے کر مغلوں کے خلاف نکل کھڑا ہوا۔"

حیدر خان نے بڑی بے بسی سے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تاج الدین! مجھے اس معاملے کی خبر اس وقت ہوئی جب تا تار خان لشکر کے سا روانہ ہو چکا تھا۔ دراصل تا تار خان علیحدگی میں کہیں سلطان سے ملا۔ میں اس وقت اخ خان اور اس لشکر کی تیاری میں مصروف تھا جس نے کاکرون کے راجا پر حملہ آور ہونا تھا۔ م ان مصروفیات سے تا تار خان نے فائدہ اٹھایا' سلطان سے ملا۔ سلطان سے اس نے بحث اور سلطان کو اس نے مغلوں پر حملہ آور ہونے پر رضامند کر لیا۔ اس کے بعد اس نے وا ضائع نہیں کیا۔ چالیس ہزار کا ایک لشکر لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بہر حال......"

حیدر خان کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے تاج الدین بول پڑا۔

"حیدر خان میرے بھائی! تا تار خان نے یہ اچھا فیصلہ نہیں کیا۔ میرے بھائی آ

جانتے ہیں وہ بڑا شریر طبع انسان ہے۔ اب جو چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ وہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا ہے تو کیا آپ سمجھتے ہیں مغل ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں گے۔ ہمایوں اس کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ میرے خیال میں یہ تا تار خان کسی غلط فہمی دھوکے اور فریب میں پڑا ہوا ہے۔ جب اس کا سامنا مغلوں کے تربیت یافتہ لشکریوں سے ہو گا تو اس کی آنکھیں کھل جائیں گے۔ میں مغلوں کو اچھی طرح جانتا ہوں مغل سپاہی جنگ کے دوران چھاتی تان کر آگے بڑھنے کا فن جانتے ہیں۔ مڑ کر پیچھے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ تا تار خان کا ان سے پالا نہیں پڑا۔ جب پڑے گا تو میرے خیال میں تا تار خان کے پاس پچھتانے کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تاج الدین رکا پھر حیدر خان کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

"بھائی میرے جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب ہمیں کسی بھیانک نتیجے کا انتظار بھی کرنا ہو گا۔ ویسے میں سلطان کے سامنے تو نہیں کہہ سکا۔ پر آپ سے ضرور کہوں گا کہ مغلوں کے خلاف جو آگ اس تا تار خان نے بھڑکائی ہے ایک روز وہ ہم سب کے دامن تک ضرور پہنچے گی۔ بہر حال آپ تھکے ہوئے ہیں اپنے خیمے میں جا کر آرام کریں۔"

تاج الدین کی اس گفتگو سے حیدر خان سنجیدہ اور فکر مند ہو گیا تھا۔ عجیب سی ہمدردی میں اس نے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر مڑا اور اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ تاج الدین بھی اپنے خیمے کا رخ کر رہا تھا۔

تاج الدین جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا اندر ایک نشست پر مارتھا سر جھکائے فکر مندی کی حالت میں بیٹھی تھی۔ تاج الدین جب خیمے میں داخل ہوا تو وہ چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مسکراتے ہوئے اس نے تاج الدین کا استقبال کیا۔ تاج الدین جب اس کے قریب گیا تب تاج الدین کو مخاطب کرتے ہوئے مارتھا کہنے لگی۔

''سب سے پہلے تو میں آپ کو آپ کی کامیابیوں پر مبارک باد دیتی ہوں- ساتھ ایک گلہ بھی کرتی ہوں-''

تاج الدین نے غور سے مارتھا کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا-

''کیسا گلہ؟''

''آپ پہلے اجین کے نواح میں دشمنوں کے خلاف برسر پیکار رہے اور میں دو عورتوں کے ساتھ سلطان کے لشکر میں پڑی رہی- اس کے بعد آپ اپنے لشکر کے ساتھ ج کی طرف چلے آئے تب بھی ہم دونوں میاں بیوی اکٹھے نہ رہے- اس سے تو بہتر تھا میر ہی پڑی رہتی-''

مارتھا کے ان الفاظ پر تاج الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا- آگے بڑھ کر اس نے ما کا شانہ تھپتھپایا پھر بڑے پیار سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''مارتھا تمہیں جنگوں کا تجربہ نہیں ہے- جنگوں میں ایسا عموماً ہوتا ہے- فکر مند ہونے ضرورت نہیں ہے-''

تاج الدین کی اس ڈھارس کے باوجود جب مارتھا پریشان اور فکر مند رہی تب ت الدین بھی سنجیدہ ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے پوچھ لیا-

''کیا بات ہے؟ تم اداس پریشان ہو- کیا کسی نے کچھ کہا ہے-''

مارتھا نے ایک اداس سی نگاہ تاج الدین کے چہرے پر ڈالی پھر ٹوٹے پھوٹے سے بکھرے سے الفاظ میں کہنے لگی-

''شاید آپ کو معلوم نہیں کہ اجین کے راجا سلہدی نے شہر سے باہر نکل کر ہمارے پر حملہ آور ہونے سے پہلے انہی سات سو عزیز و اقارب عورتوں کو جوہر کی رسم ادا کرنے پر م کیا تھا جس کے نتیجے میں وہ عورتیں آگ میں جل مری تھیں-

جب ہمارا لشکر شہر میں داخل ہوا تو پتہ چلا کہ آگ میں جلنے والی ان عورتوں میں راجکماری اناوتی نہیں تھی- یہ بھی پتہ چلا کہ وہ ہندو دھرم سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اسلام قبول کر چکی تھی اور جوہر کی رسم کی ادائیگی سے کچھ پہلے وہ اجین شہر سے نکل گئی تھی- کدھر گئی یہ پتہ نہیں- بس میں اس کے متعلق فکر مند ہوں-''

تاج الدین نے بڑے غور سے مارتھا کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''راجکماری اناوتی سے نہ تمہارا کوئی تعلق نہ کوئی رابطہ نہ کوئی تمہاری رشتے داری- پھر اس کے اس طرح اجین سے بھاگنے پر تمہیں فکر مندی اور پریشانی کا مظاہرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے- ہو سکتا ہے اجین سے بھاگ کر وہ کہیں اور اپنے عزیز و اقارب کے ہاں چلی گئی ہو-''

تاج الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے مارتھا بول پڑی-

''آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اس سے میرا کوئی تعلق' کوئی رابطہ کوئی رشتہ نہیں ہے- اس سے میرا ایک نہ بھولنے' نہ مٹنے والا رشتہ ہے- اس لیے کہ وہ میرے ذریعے آپ سے اپنی محبت کا اظہار کر چکی ہے اور یاد رکھیے گا جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ محبت چنگ و رباب کے سحر اور میٹھے بول کے جادو کی طرح اس کے سر پر چڑھ کے اپنا اثر دکھاتی ہے اور پھر ا نوں تو وہ بے بس ہے- اجین سے بھاگ چکی ہے اور وقت کے سمندر میں ایسی لڑکیوں ء مستقبل آئینے کی صورت ہوتا ہے جو کسی وقت بھی ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو جاتا ہے-

آپ جانتے ہیں وہ خوب صورت ہے بلکہ حسین ترین ہے اور ایسا حسن محبت چرانے کا ڈھنگ اور چاہت کے پھولوں کے رنگ بکھیرنے کا ہنر بھی جانتا ہے- وہ کئی ہفتے تک آپ کے ساتھ احمد آباد میں رہی- اگر اسے کوئی لالچ یا لوبھ ہوتا تو وہاں رہتے ہوئے اپنی خوبصورتی کا سحر آپ پر پھینکتی- پلکوں کے جال آپ پر نچھاور کرتی- اپنے دل کشا اور

پرُکشش حسن سے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرتی - وہاں رہتے ہوئے اگر وہ کوئی عام سی لڑ ہوتی تو رات کی گہری خاموشی میں اپنے کنوار پنے کی تازگی سے اپنے چہرے کی چکا چوند آنکھوں کی انمول چمک اپنے بھرے بھرے جسم کی جاذبیت اور صحرائی رات کی گہری خام میں رات کے پچھلے پہر کے کنوارے خواب جیسی اپنی خوبصورتی سے آپ کو متاثر کر کے آ اپنی محبت میں گرفتار کرتی - لیکن اس بے چاری نے ایسا نہیں کیا - اس نے اجین میں واپس کر آپ سے چاہت اور محبت کی ابتدا کی اور یہ اس کی عظمت کا ثبوت ہے -

اور پھر دوسری بات کہ اجین میں جا کر اس نے ہندو دھرم سے بے زاری اور اسلا طرف مائل ہونے کی ابتدا کی - ایسا کرنا اجین میں ایسے ہی ہے جیسے مگرمچھوں کے سمندر چھوٹی سی کوئی مچھلی ان سے بغاوت کر بیٹھے -

اس نے آپ سے محبت کی ہے اور میرے ذریعے سے آپ سے اپنی محبت کا اس اظہار کیا ہے - میرے ذریعے سے اس نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ وہ میری طرح آ کے جیون کا ساتھی بننا چاہتی ہے اور میں اسے اس میں ناکام نہیں ہونے دوں گی - ا حروف تمنا کا ناکام مسافر نہیں بننے دوں گی - ایسا مسافر جس کے لیے زمین پر نہ کوئی کرا نہ آسمان پر کوئی ستارہ میں اس بے چاری کی حالت دور تک پھیلے دشت میں گم ہوتی پیاسی جیسی نہ بننے دوں گی - مجھے اس سے غائبانہ محبت ہی ہو چکی ہے اور میں نے مصمم ارادہ ہے کہ اس کی آنکھوں کی سحر کاری اس کے اچھوتے حسن اس کی پراسرار گرم آنکھوں کو کے اسرار و رموز میں ڈوبنے نہ دوں گی -

میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ اناوتی ایک حساس لڑکی ہے اور ایسی لڑکیاں کسی سے محبت کرتی ہیں تو احساسات اور جذبات میں پگھل کر اس کے لیے سیال خو طرح بہہ جاتی ہیں - میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میں اس کے اداس لمحوں کو سبزہ نورستہ او

کے خوشیوں سے خالی دل کو آنچلوں' خوابوں اور دھنک کے رنگوں میں تبدیل کر کے رہوں گی - کسی بھی صورت میں اس کی نیم گرم آنکھوں میں سلگتے آنسوؤں کو نفس کی ملامتوں کا قصہ نہ بننے دوں گی -''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے مارتھا رکی پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی -

''میں تب سے بڑی فکرمند اور پریشان ہوں - جب سے مجھے اجین شہر میں یہ پتہ چلا ہے کہ اناوتی بے چاری اسلام قبول کرنے کے بعد جوہر کی رسم سے کچھ دیر پہلے اجین شہر سے بھاگ گئی تھی - ہمیں اس کو تلاش کرنا ہو گا ہر صورت میں -''

مارتھا جب خاموش ہوئی تو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تاج الدین کہنے لگا -

''کیا تم اسے میرا جیون ساتھی بنا کر اس محبت کو جو مجھے تم سے ہے بانٹنا چاہتی ہو' تقسیم کرنا چاہتی ہو -''

مارتھا نے بڑے غور سے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی -

''آپ کے ماں باپ جب زندہ تھے تو آپ ان سے محبت کرتے تھے یا نہیں -''

جواب طلب سے انداز میں تاج الدین نے مارتھا کی طرف دیکھا پھر دھیمے سے لہجے میں بول پڑا -

''کرتا تھا -''

''دونوں سے ایک جیسی یا مختلف''

''دونوں سے ایک جیسی''

مارتھا نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگی - ''تو کیا ایسا کرنے سے آپ کی محبت تقسیم

ہوگئی تھی۔"

تیز نگاہوں سے تاج الدین نے مارتھا کی طرف دیکھا اس کی باتوں کا مطلب سمجھ
تھا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مارتھا! مجھے تم اتنی عزیز ہو جس کا اظہار میں الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ تم نہ صرف
زندگی کا ایک حصہ ہو بلکہ میری ذات کا بھی ایک حصہ ہو۔ لہٰذا جو کچھ بھی تم کرو گی مجھے ا
کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

تاج الدین کا جواب سن کر مارتھا خوش ہوگئی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اس لمحہ
لشکر میں مغرب کی اذان سنائی دی۔ مارتھا نے فوراً تاج الدین کو مخاطب کیا۔

"میں خیمے کی حالت درست کر کے یہاں نماز ادا کرتی ہوں۔ آپ نماز پڑھ
آئیں پھر کھانا کھاتے ہیں، مجھے بھوک لگی ہے۔" اس کے ساتھ ہی تاج الدین خیمے سے
گیا تھا۔ مارتھا نے پہلے مغرب کی نماز ادا کی پھر وہ خیمے کی چیزوں کو قرینے اور سلیقے سے ر
لگی تھی۔ اس وقت تک تاج الدین بھی نماز ادا کر کے آ گیا۔ پھر دونوں میاں بیوی اپنے
میں بیٹھ کر پرسکون ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔

ہمایوں کے بھائی ہندال کے ہاتھوں تاتار خان کی بدترین شکست سے ہمایوں اور
مغلوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ ہمایوں جو ابھی تک آگرہ سے دور اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ
زن تھا اسے یہ خوشخبری بھیجی گئی کہ اس کے بھائی ہندال نے تاتار خان اور اس کے لشکریوں کو
بدترین شکست دے کر تاتار خان کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ان خبروں سے ہمایوں اور
اس کے ماتحت کام کرنے والے مغل لشکریوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ لہٰذا اپنے لشکر کے
ساتھ ہمایوں نے جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ اس کا ارادہ تھا کہ سلطان بہادر کی
ساری مملکت پر قبضہ کر لے گا۔

☆

ادھر سلطان بہادر، حیدر خان اور تاج الدین نے بڑی سختی کے ساتھ جیتور شہر کا محاصرہ کر
ا تھا۔ اسی محاصرے کے دوران انہیں خبر پہنچی کہ ہمایوں کے بھائی ہندال کے ہاتھوں تاتار
ان کو بدترین شکست ہوئی ہے اور تاتار خان جنگ میں مارا گیا ہے۔ تاتار خان کے لشکر میں
ے صرف ایک چھوٹا سالار سلطان عالم چند بچے کھچے سپاہیوں کے ساتھ سلطان بہادر کے
ل جیتور تک پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا۔ ساتھ ہی سلطان بہادر کے مخبروں نے یہ اطلاعات
ں دیں کہ ہندال کے ہاتھوں تاتار خان کی شکست کے بعد ہمایوں ایک بہت بڑے لشکر
ے ساتھ جنوب کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے اور وہ سارنگ پور کے قریب آن پہنچا ہے۔

اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے سلطان بہادر نے اپنے سارے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا جب سارے سالار اس کے سامنے آن بیٹھے تب انہیں صورتحال سے آگاہ کیا گیا اور مشورہ طلب کیا گیا کہ ایسی صورت میں سلطان کو کیا کرنا چاہیے۔

سب سے پہلے تاتار خان کا دست راست سلطان عالم سلطان بہادر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! جیتور شہر اور اس کے قلعے کی فتح ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہمیں فی الفور اس شہر کا محاصرہ ترک کر کے ہمایوں کا رخ کرنا چاہیے۔ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہمایوں پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ اسے شکست دے کر اس کا تعاقب کرتے ہوئے ا سے تاتار خان اور اپنے لشکریوں کے قتل کا انتقام لینا چاہیے۔''

سلطان عالم جب خاموش ہو گیا تب سلطان بہادر سر جھکا کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر ا نے باری باری حیدر خان اور تاج الدین کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے دونوں عزیزو! اس سلسلے تم دونوں کیا کہتے ہو؟''

حیدر خان اور تاج الدین نے باہم مشورہ کیا پھر حیدر خان سلطان کو مخاطب کر کے لگا۔

''سلطان محترم! میں تاج الدین، امیر خان اور رومی خان چاروں سلطان عالم کے ا مشورے سے اتفاق نہیں کرتے۔

سلطان محترم اول تو مجھے اس سے ہی اتفاق نہیں تھا کہ تاتار خان مغلوں پر حملہ آور مغل کوئی غیر مسلم نہیں کہ ہم ان پر چڑھ دوڑیں۔ اس طرح ہماری طرف سے دو مسلمان قوتوں کے ٹکرانے کی ابتدا کی گئی جو ایک برا اور قبیح فعل ہے۔ سلطان محترم! نجانے اس تاتار خان نے آپ کو کیسے مغلوں پر حملہ آور ہونے کے لیے رضامند کر لیا۔ جس وقت وہ آپ سے گ

کرنے کے لیے آیا تھا اس وقت اگر میں وہاں موجود ہوتا تو میں کسی بھی صورت آپ کو یہ مشورہ نہ دیتا کہ تاتار خان کو لشکر دے کر مغلوں پر چڑھ دوڑنے کے لیے کھلی چھٹی دے دی جائے۔ سلطان محترم تاتار خان ایک قسمت آزما شخص تھا۔ اس کا تعلق لودھیوں سے تھا۔ لودھیوں کو چونکہ مغلوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لہٰذا تاتار خان مغلوں سے لودھیوں کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ لودھیوں میں اگر اتنا دم خم ہوتا تو وہ مغلوں کے ہاتھوں کیوں شکست کھاتے اور پھر ان کے علاقے بیانہ کو فتح کرنے کے بعد تاتار خان نے اس کے ارد گرد کے علاقے میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلتے ہوئے اپنے لیے دولت اور دوسرا سودمند سامان جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کی بنا پر وہاں کے لوگ بھی اس کے خلاف ہو گئے تھے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد حیدر خان رکا، پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم مغل شہنشاہ ہمایوں اگر اپنے جرار لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے جنوب کا رخ کیے ہوئے ہے تو اس میں ہماری بھی غلطیاں اور کوتاہیاں ہیں۔ ہمایوں کے بدترین دشمن تک کو ہم نے اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور ہمایوں کے بار بار مانگنے پر بھی ہم نے اسے ہمایوں کو واپس نہیں کیا۔ آخری بار ہمایوں نے ہمیں یہ بھی آسائش فراہم کی کہ اگر ہم زمان مرزا کو ہمایوں کے پاس واپس نہیں بھیجتے تو کم از کم اسے ہم اپنی سلطنت سے ہی نکال باہر کریں۔

سلطان محترم اس وقت بھی آپ نے ہمایوں کو جواب دیتے ہوئے مجھ سے مشورہ نہیں کیا۔ اگر آپ مجھ سے پوچھ لیتے تو یقیناً آپ کو یہی مشورہ دیتا کہ کم از کم زمان مرزا کو ہم اپنے علاقوں سے نکال کر کسی محفوظ جگہ روانہ کر دیں۔ اگر ہم ایسا کرتے تو یقیناً ہمایوں لشکر لے کر

کبھی بھی ہمارا رخ نہ کرتا۔

اس وقت جو ہم نے جیتور شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے تو ہمیں اس محاصرے کو ترک کر کے ہمایوں کا رخ نہیں کرنا چاہیے۔ سب جانتے ہیں کہ ہم اس وقت اسلام دشمنوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اور ہم نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ ایسے عالم میں اگر کوئی مسلمان بادشاہ ہم حملہ آور ہوگا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس نے صریحاً اور قصداً ہمارے خلاف اسلام دشمن قوتوں کی مدد کی ہے۔ ایسے حملہ آور کو ہمیشہ برے الفاظ سے یاد کیا جائے گا۔ اس لیے میر اس موقع پر رائے یہ ہے کہ ہم جیتور کا محاصرہ جاری رکھیں۔ اس سے دست بردار نہ ہوں مجھے توقع ہے کہ ہمایوں ہم پر حملہ کرنے سے باز رہے گا تا کہ بعد میں اسے تمام مسلمان بر الفاظ سے یاد نہ کریں۔''

(مورخین لکھتے ہیں کہ ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف پیش قدمی کر ہوئے سارنگ تک پہنچ گیا تھا۔ سارنگ پور میں اسے اپنے مخبروں کے ذریعے حیدر خان کہی ہوئی بات کا علم ہوا۔ ہمایوں نے غور کیا تو یہ بات اس کے دل کو لگی۔ اس نے محسوس کہ واقعی ایسے عالم میں گجرات پر حملہ کرنا جبکہ سلطان بہادر غیر مسلم قوتوں کے ساتھ معر آرا ہے اسلامی اخوت کے منافی ہے۔

یہ سوچتے ہوئے ہمایوں نے اپنی پیش قدمی روک دی سارنگ پور ہی میں اس نے ق کر لیا اور سلطان بہادر کے ملک میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی۔ اس واقعہ سے ہمایوں تدبر اور اس کی دانش مندی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے)

بہر حال اپنے لشکر کے ساتھ ہمایوں سارنگ پور میں رک گیا اور حالات کا جائزہ لی تھے۔ ادھر سلطان بہادر ہمایوں کی جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے پر فکر مند ہو گیا تھا۔ ب جلد وہ جیتور شہر کو فتح کر کے ہمایوں کی راہ روکنا چاہتا تھا۔

اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے ایک رات اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر سلطان بہادر نے بڑے بڑے ساباط تیار کیے۔ ان ساباطوں کو جیتور کی فصیل کے قریب لے جایا گیا۔ جسے ناقابلِ تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ ان ساباطوں کی مدد سے رات کی گہری تاریکی میں مسلم لشکری جیتور شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔

فصیل پر چڑھنے والوں میں حیدر خان اور تاج الدین پیش پیش تھے۔ رات کی تاریکی میں برتنسی اور بھرون کے لشکریوں نے فصیل کے اوپر ان دونوں کی راہ روکتے ہوئے انہیں ان کے لشکریوں سمیت فصیل سے نیچے اترنے پر مجبور کرنا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ اس لیے کہ تاج الدین اور حیدر خان کے فصیل پر چڑھنے کے بعد ان کے دوسرے لشکری بھی اس طرح فصیل پر چڑھنے لگے تھے جیسے چیونٹیوں کی کسی راہ گزر پر حرکت کرتی چیونٹیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ پھر زیادہ دیر نہ لگائی گئی۔ تاج الدین اور حیدر خان جس سمت سے فصیل پر چڑھے تھے اس سمت فصیل کے سارے محافظوں کا خاتمہ کر دیا۔ پھر اپنے لشکریوں کے ساتھ وہ نیچے شہر میں اترنا شروع ہو گئے تھے۔ نیچے بھی انہیں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لیے کہ جب مسلمان لشکری فصیل کے اوپر چڑھے تھے تو شہر کے اندر ایک ہلچل مچ گئی تھی۔ جس کی بنا پر برتنسی اور بھرون دونوں نے اپنی لشکری طاقت کو فصیل کے اندر اس جگہ جمع کر لیا تھا جہاں تاج الدین اور حیدر خان اپنے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر چڑھے تھے۔

شہر کے اندر ایک ہولناک رن پڑا۔ برتنسی اور بھرون دونوں کو قوی امید تھی کہ وہ ہر صورت میں مسلمانوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے انہیں فصیل سے نیچے پھینک دیں گے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد انہیں اپنے ارادے متزلزل ہوتے دکھائی دیے۔ اس لیے کہ تاج الدین اور حیدر خان ان کے سامنے جم گئے تھے اور وہ انہیں ایک انچ بھی پسپا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تھے اور پھر لمحہ بہ لمحہ فصیل پر چڑھتے لشکری تاج الدین اور حیدر خان سے ملنے لگے تھے اور ان

کی طاقت میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا- یہاں تک کہ شہر کے اندر بھی برتنسی اور بھرون کو بدتر ی
شکست ہوئی- تاج الدین اور حیدر خان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر پناہ کا دروازہ کھو
دیا- دروازہ کھلتے ہی پورے لشکر کے ساتھ سلطان بہادر شہر میں داخل ہوا تھا-

یہ صورت حال جیتور کے راجپوتوں کے لیے بڑی ہولناک اور بڑی ہتک آمیز تھی
مسلمانوں کے ہاتھوں انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا- رات کی گہری تاریکی می
برتنسی اور بھرون دونوں بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ نکلے- اب ان کی بدقسمتی کہ وہ شمال ک
طرف نہیں بھاگے- اس لیے کہ شمال کی طرف مسلمان لشکریوں کا کڑا پہرہ تھا- اس صور
حال کو سامنے رکھتے ہوئے برتنسی اور بھرون اپنی جانیں بچانے کے لیے جنوب کی طرف
بھاگ کھڑے ہوئے تھے-

شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا- ایک دو روز تک نظم و نسق درست کیا گیا پھر سلطا
بہادر نے اپنے سارے سالاروں کو جیتور کے راج محل میں جمع کیا- جب سب سالار اس ک
پاس آ گئے تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے سلطان بہادر کہہ رہا تھا-

''میرے عزیزو! یہاں آنے کے بعد اور شہر پر قبضہ کر کے جو سب سے پہلے میں
کام کیا تھا وہ یہ کہ میں نے تیز رفتار قاصد اختیار خان کی طرف روانہ کیے اور اس کو میں
جنانیر کا حاکم مقرر کر دیا ہے اور اسے یہ بھی کہا ہے کہ وہ جنانیر کا سارا بندوبست اپنے ہاتھ میں
لے لے-

دوسری بات جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ہمایوں مغل لشکر کو لے کر سارنگ پو
میں قیام کیے ہوئے ہے- میں یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کروں گا- اپنے لشکر کو لے کر سارنگ
پور کا رخ کروں گا اور اگر ہمایوں نے سارنگ پور سے جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے ک
کوشش کی تو اس کی راہ روکنے کی کوشش کروں گا اور اگر وہ سارنگ پور سے واپس چلا گیا تو پھ

میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کروں گا-''

سلطان بہادر تھوڑی دیر تک خاموش رہا کچھ سوچا' اس کے بعد وہ تاج الدین کو مخاطب
کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

''تاج الدین میرے بیٹے! میں اور تم سب لوگ جانتے ہو کہ برتنسی اور بھرون دونوں
اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ جیتور سے نکل کر جنوب کی طرف بھاگ گئے ہیں- وہ یہ حوصلہ
کرتے ہوئے شاید جنوب کی طرف بھاگے ہیں کہ ہمایوں ہم پر حملہ آور ہوا ہے اور ہم ان
کے خلاف مزید کوئی کاروائی نہیں کر سکتے- لیکن میں انہیں کھلی چھٹی نہیں دوں گا کہ وہ جنوب
کی طرف بے نکیل اونٹ کی طرح بھاگتے پھریں-

اگر ہم اس وقت جیتور شہر میں کوئی چھوٹا سا لشکر چھوڑ کر سارنگ پور کا رخ کرتے ہیں تو
یاد رکھنا ہماری غیر موجودگی میں برتنسی اور بھرون دونوں اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر کے
جیتور پر حملہ آور ہوں گے اور جس قدر لشکر یہاں ہم مقرر کریں گے اس کا قتل عام کر کے
دوبارہ وہ جیتور پر قبضہ کر لیں گے-

اس صورتحال کے پیش نظر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تاج الدین تم اس لشکر کے ساتھ جو
پہلے سے تمہاری کمانداری میں تھا' یہاں قیام کرو گے یوں جانو کہ ایک طرح سے میں تمہیں
جیتور کا حاکم مقرر کرتا ہوں لیکن یہ ایک برائے نام تقرری ہے- ورنہ تمہارا اصل مقام لشکر میں
ہی ہوا کرے گا-

اس بار رومی خان تمہارے ساتھ کام نہیں کرے گا- یہاں تمہارے ساتھ صرف امیر
خان رہے گا- یہاں میں تمہیں یہ بھی مشورہ دوں گا کہ میری یہاں سے روانگی کے بعد اپنے
لشکر کا کچھ حصہ رومی خان کی سرکردگی میں جیتور میں چھوڑنا اور لشکر کے باقی حصے کو لے کر تم
نکلنا' برتنسی اور بھرون پر حملہ آور ہونا اور انہیں مکمل طور پر تہس نہس کر کے رکھ دینا- میں اس

سے پہلے اپنے مخبر روانہ کر چکا ہوں اور وہ برتنسی اور بھرون کا محل وقوع جاننے کے بعد وہاں تک تمہاری راہنمائی کریں گے۔

جہاں تک میرا اور حیدر خان کا تعلق ہے تو ہم آج ہی سے کوچ کریں گے۔ سارنگ پور کا رخ کریں گے۔ میرے اور حیدر خان کے ساتھ رومی خان بھی ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمایوں مزید جنوب کی طرف پیش قدمی کرے۔ اس طرح ہماری سلطنت میں بددلی پھیلے گی۔ لوگ اپنے آپ کو بے بس اور لاچار خیال کرنے لگیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ ہمارے لشکریوں کے حوصلے بھی پست ہوں گے۔ اس وقت ہم نے چونکہ جیتور شہر کو فتح کیا ہے لہٰذا ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند اور ولولے جوان ہیں اور ان کے انہی جذبات کو استعمال کرتے ہوئے مجھے امید ہے کہ مغلوں کو ہم سارنگ پور سے ہی واپس دہلی کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔"

یہ فیصلہ ہونے کے بعد شام سے پہلے پہلے سلطان بہادر حیدر خان اور رومی خان کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر جیتور سے سارنگ پور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

سلطان بہادر، حیدر خان اور رومی خان کی روانگی کے بعد تاج الدین اور امیر خان دونوں ایک جگہ جمع ہوئے اور پھر تاج الدین نے امیر خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر خان میں اور تم ایک عرصے سے اکٹھے کام کر رہے ہیں اور یہ ہم پر خداوند قدوس کا احسان ہے کہ ہم نے جس دشمن کا رخ کیا ہمیں کامیابی اور فوز مندی حاصل ہوئی۔ میرے بھائی میں موجودہ حالات سے مطمئن نہیں ہوں۔ اس سے پہلے جو سلطان نے فیصلہ کیا اور تاتار خان کو لشکر دے کر مغلوں پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا تو وہ بھی فیصلہ میرے اور حیدر خان کی مرضی اور منشا کے خلاف تھا۔ اب جو لشکر لے کر سلطان ہمایوں کی راہ روکنے کے

لیے سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا ہے تو اس کے اس فیصلے سے بھی میں اختلاف رائے رکھتا ہوں۔ گو اس موقع پر میں نے نہ کسی اختلاف کا اظہار کیا، خاموش رہا۔ میری طرح حیدر خان نے بھی کچھ نہ کہا لیکن سلطان کا یہ فیصلہ غلط ہے۔ سلطان کو چاہیے تھا کہ زمان مرزا کو اپنی سلطنت سے نکال دیتا پھر قاصد ہمایوں کی طرف روانہ کرتا اور اسے یہ یقین دلاتا کہ ہم دو مسلمان حکمران ہیں۔ ان کو آپس میں نہیں ٹکرانا چاہیے۔ زمان مرزا اگر ہمایوں کا مخالف تھا تو اسے ہم نے یہاں سے نکال دیا ہے۔ مجھے امید ہے سلطان بہادر اگر ایسا کرتا تو ہمایوں اپنے لشکر کو لے کر سارنگ پور ہی سے واپس چلا جاتا لیکن اب صورتحال دن بدن بد سے بدتر ہوتی چلی جائے گی۔

امیر خان اس موقع پر سلطان نے ایک اور غلطی کی ہے۔ سلطان نے جو اختیار خان کو جنانیر کا حاکم مقرر کر دیا ہے تو یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے اختیار خان کی طرف قاصد بھجواتا کہ جس قدر لشکر اس کے پاس ہے اسے لے کر وہ سلطان سے آن ملے اس لیے کہ حیدر خان کے بعد اختیار خان ہی وہ سالار ہے جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور جو ہزیمت کو کامیابی میں بدل دینے کا ہنر رکھتا ہے۔ اب اختیار خان وہاں جنانیر میں جامد پتھر کی طرح پڑا رہے گا۔ تم میری اس رائے سے اتفاق کرو گے کہ رومی خان اختیار خان کی جگہ نہیں لے سکتا۔ بہرحال مجھے خدشہ ہے کہ کہیں مغلوں کے سامنے سلطان بہادر کو شکست کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر خدا جانے سلطان کے علاوہ حیدر خان اور رومی خان کا کیا انجام ہو۔

تاج الدین لحہ بھر کے لیے رکا پھر امیر خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر خان میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ جس قدر لشکر ہم دونوں کے پاس اس وقت جیتور میں ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ تمہارے پاس ہوگا

دوسرے حصے کو میں لے کر یہاں سے کوچ کروں گا پھر برتنسی اور بھرون کے تعاقب میں نکلوں گا- سلطان نے پہلے ہی کچھ مخبران کا محل وقوع معلوم کرنے کے لیے روانہ کر دیے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد ہم سے رابطہ قائم کریں گے-

میرے حصے کا جو لشکر ہوگا اس میں جو عورتیں ہیں وہ لشکر میں شامل رہیں گی- اس لیے کہ میری بیوی کسی بھی صورت مجھے چھوڑ کر پیچھے رہنے کے لیے تیار نہیں ہے-''

تاج الدین رکا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

''امیر خان تم جیتور شہر میں چوکس رہنا اگر کھلے میدانوں میں میں بھرون اور برتنسی کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر تمہیں جیتور میں کسی حملہ آور کا خطرہ نہیں رہے گا اور میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ برتنسی اور بھرون سے نمٹنے کے بعد میں جنوب میں دریائے گوداوری کا رخ کروں گا اور اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لوں گا- اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں- اتنی دیر تک ہو سکتا ہے سلطان بہادر اور ہمایوں کے درمیان بھی کوئی فیصلہ اور تصفیہ ہو جائے-''

دم لینے کے لیے پھر تاج الدین رکا- اس کے بعد امیر خان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

''امیر خان میں اور تم نے ایک عرصہ اکٹھے کام کیا ہے- تم میرے مزاج سے اور میں تمہاری طبیعت سے آگاہ ہوں- میں قطعی طور پر اس فیصلے کے خلاف ہوں کہ دو مسلمان قوتیں آپس میں ٹکرائیں- یہ جو سلطان نے فیصلہ کیا ہے- یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہے میں اور حیدر خان نے کسی بھی صورت اس سے اتفاق نہیں کیا-

جہاں تک میرا جنگی تجربہ کہتا ہے میں تم پر پہلے واضح کروں کہ امیر خان میرا دل کہتا ہے مغلوں کے مقابلے میں سلطان بہادر کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا اور ایسی صورت میں میرے عزیز بھائی حیدر خان کی جو ساکھ بنی ہوئی ہے وہ بھی خاک میں مل جائے گی- اب حیدر خان اس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ کھل کر سلطان کے سامنے زبان کھولتے ہوئے اختلاف رائے کا اظہار بھی نہیں کر سکتا- جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے یہ میں نے اپنے تجربے کی بنا پر کہا ہے اور اسے اپنے تک محدود رکھنا- اب اٹھو لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دیں اور میں اپنی مہم کی طرف روانہ ہو جاؤں گا-''

امیر خان نے ایک طرح سے تاج الدین کی گفتگو سے پورا اتفاق کیا- پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے- جس قدر لشکر وہاں تھا اسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا- ایک حصہ امیر خان کے پاس جیتور میں ہی رہا- دوسرے حصے کے ساتھ تاج الدین برتنسی اور بھرون کے تعاقب میں نکل گیا تھا-

ایک روز راجکماری اناوتی اپنے بستر پر اکیلی رات کے چوکنے سکوت میں سوئے سمندر اور زندگی کا رس نچڑے درہم برہم سکون کی طرح گہری سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی بستر پر کروٹ لیتی اور بستر کی نرم سرسراہٹ اس طرح سنائی دیتی جیسے کہیں کوئی رات کا پرندہ اڑا ہو۔ آسمان پر رات چھا چکی تھی اور باہر خاموشی کی لہریں چار سو پھیل چکی تھیں۔

ایسے میں اس کے کمرے میں وانجی، ستیو ودھیا اور سوپار داخل ہوئیں۔ تینوں اس کی مسہری کے قریب بیٹھ گئے۔ کچھ دیر خاموش رہی اس دوران اناوتی بے چاری اسی طرح اپنی یادوں میں کھوئی غم والم کا مجسمہ بنی بیٹھی رہی۔ جبکہ سویار اور ستیو ودھیا نے عجیب سے انداز میں وانجی کی طرف دیکھنا شروع کیا تھا جس پر وانجی نے اپنا گلہ کھنکھار کر صاف کیا پھر راج کمار اناوتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اناوتی! اب میں تمہیں راج کماری کہہ کر مخاطب نہیں کروں گا کیونکہ ہمارا اور تمہار اب بہن بھائی کا رشتہ ہے۔ لہٰذا اسی رشتے کو سامنے رکھتے ہوئے میں گفتگو کا آغاز کروں گا۔ سو میری بہن ہم تینوں نے مل کر ایک فیصلہ کیا ہے۔ اسی فیصلے سے متعلق ہم تم سے گفتگو کر کے لیے آئے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ تم ہمارے اس فیصلے سے اتفاق کرو گی۔ ہم تینوں مل کر جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ میں تم اور ستیو ودھیا آج یہاں سے تاج الدین کی طرف کو کریں گے۔ سویار نے بھی ہمارے ساتھ جانے پر اصرار کیا تھا لیکن میں نے اسے روک د

ہے۔ یہ یہاں رہتے ہوئے اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کرے گی۔"

وانجی کی اس گفتگو پر لمحہ بھر کے لیے راجکماری اناوتی پر ایک عجیب سی کیفیت کا ارتعاش ہوا تھا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی وانجی بول پڑا۔

"میری بہن جو خبریں یہاں پہنچی ہیں ان کے مطابق اجین سلطان نے فتح کر لیا ہے۔ تمہارے باپ اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور وہاں جوہر کی رسم بھی ادا کی جا چکی ہے۔

میری بہن یہ تو تمہیں پہلے ہی علم تھا کہ تاج الدین نے بھرون کو شکست دینے کے بعد چیتور کا محاصرہ کر لیا تھا۔ محاصرے کے دوران اس نے رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی کو بھی شکست دی اس کے بعد سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ دونوں نے مل کر شہر کو فتح کر لیا۔ بھرون اور برتنسی جنوب کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ اب سنا ہے تاج الدین اپنے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں لگ گیا ہے جبکہ سلطان جنوب کی طرف بڑھا ہے کیونکہ یہ سنا گیا ہے کہ مغل بادشاہ ہمایوں سلطان کے علاقوں پر حملہ آور ہو رہا ہے۔

میری بہن جو فیصلہ ہم نے کیا ہے اس کے مطابق میں اور ستیو ودھیا دونوں تمہیں لے کر تاج الدین کی طرف روانہ ہوں گے اور......"

وانجی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے راج کماری اناوتی بول پڑی تھی۔

"میرے بھائی میں تمہاری اس تجویز، تمہارے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کرتی۔ اب میری حالت اور کیفیت پہلے جیسی نہیں رہی۔ اجین سے کوچ کرتے وقت میرے ولولے اور میرے جذبے اور تھے۔ اس وقت میں حنا کے کنج میں ہجوم شوق اور تابندہ سورج بن کر تاج الدین کے سامنے جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس وقت میرے جذبے میرے احساسات

ارغنون کی گہری گونج دار آوازوں، چمکتے مسکراتے ستاروں جیسے منجھے ڈھلے تھے......لیکن اب میری حالت روکھی سوکھی بھکارن کی دھندلی آنکھوں سے بھی بدتر ہے- پہلے میں نے ٹھان رکھی تھی کہ اپنے آتش گل سے دہکتے حسن- مہکتے اپنے لب و رخسار اپنے جلوہ ماہتاب جیسے شباب اپنے چاند ستاروں کے فسوں جیسی خوبصورتی، ساون کی سوندھی خوشبو سے اپنے کنوار پنے کو لے کر تاج الدین کے سامنے جاؤں گی اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کروں گی- اس سلسلے میں مارتھا سے بھی مدد لوں گی اور اس طرح میں قدم قدم پر نئی زندگی کا نکھار برپا کر تاج الدین کے لیے آسودگی اور تابندگی کا سامان فراہم کروں گی-

لیکن اب حالات دوسرا ہی رخ اختیار کر چکے ہیں- پاؤں کٹ جانے کے بعد اب میری صبح شام مرجانے کی حسرت سے بھی ابتر ہو کے رہ گئی ہوں- میرے ولولوں کا ضمیر مجروح ہو چکا ہے- اور میری حالت قدیم و تاریک غیر آباد بستیوں سے بھی بری ہے- کبھی سوچا تھا کہ مارتھا کے ساتھ مل کر میں تاج الدین کے سامنے پھیلتی چاندنی کا سحر بن کر جاؤں گی- لیکن حالات نے مجھے چڑھتی دھوپ کے کرب میں مبتلا کر دیا ہے- پہلے میں نے سوچا تھا کہ صحراؤں کے اندر گونجتے قہقہے کی طرح تاج الدین کا سامنا کروں گی لیکن پاؤں کٹ جانے کے بعد اب میری حالت شام کی غالب آتی سیاہی سے بھی بدتر ہو کے رہ گئی ہے- پہلے میں نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ ملائم اور مدبھری آواز کی طرح تاج الدین کی سماعت میں رس گھول دوں گی- لیکن حالات نے مجھے بدبختیوں کا سحر زدہ گوہر بنا کے رکھ دیا ہے- ایسی حالت میں میں کیسے اور کیوں کر تاج الدین کے سامنے جاسکوں گی-

تم جانتے ہو تاج الدین سے ابھی تک میری محبت یک طرفہ تھی- یعنی محبت کا اظہار میری طرف سے ہوا تھا- تاج الدین نے جواب میں آج تک کبھی بھی کسی موقع پر مجھ سے محبت کا اظہار نہیں کیا- اجین سے نکلتے وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ تاج الدین کے پاس جا کر

میں تاج الدین کی خدمت کرتے ہوئے اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کروں گی اور اپنے آپ کو اس قابل بناؤں گی کہ تاج الدین مجھے اپنا جیون ساتھی بنانے پر تیار ہو جائے- اس سلسلے میں مجھے یہ بھی امید تھی کہ مارتھا میری پوری پوری مدد کرے گی- اس لیے کہ مارتھا نے جو پیغام مجھے بھجوایا تھا وہ میرے لیے بڑا حوصلہ افزا تھا- لیکن پاؤں کٹ جانے کے بعد اب میں کچھ بھی نہیں کر سکتی- نہ تاج الدین کی خدمت کر سکتی ہوں اور پھر تاج الدین مجھ جیسی پاؤں کٹی اپاہج لڑکی کو کیوں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کرے گا-''

اناوتی رکی تو سویا رنے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

''اناوتی میری بہن تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو- تم اپاہج نہیں ہو تمہارا پاؤں پورا تو نہیں کٹا- تھوڑا سا پاؤں کٹا تھا اس کا زخم اب مندمل ہو چکا ہے اور تم چلنے پھرنے کے قابل ہو چکی ہو- اپاہج تو اسے ہم کہیں گے جو زندگی کے ہر معاملے میں دوسروں کے رحم و کرم پر ہو- تم بغیر کسی سہارے کے، بغیر کسی بیساکھی کے چل پھر سکتی ہو- اگر تم ایسا کر سکتی ہو تو تم جس طرح چاہو تاج الدین کی خدمت بھی کر سکتی ہو-''

اناوتی کے چہرے پر کرب بھری تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی- کہنے لگی......

''ستیو ودھیا جو کچھ تم نے اور وانجی نے کہا ہے اس کے لیے میں تم دونوں کی انتہا درجہ کی شکر گزار ہوں- میں جانتی ہوں تم دونوں سب کچھ میری بہتری، میری بھلائی کے لیے کر رہے ہو لیکن پاؤں کٹ جانے کے بعد میں ایک عیب دار اور داغ شدہ لڑکی ہو گئی ہوں اور یہ عیب اور داغ لے کر میں تاج الدین کے سامنے نہیں جانا چاہتی- لہٰذا میں تم دونوں سے کہوں گی کہ یہیں کہیں اسی بستی میں کوئی مکان تلاش کرو جہاں ہم تینوں زندگی کے باقی دن گزار دیں گے- وانجی تم ستیو ودھیا سے شادی کر لینا- میں جانتی ہوں تم ستیو ودھیا کو پسند کرتے ہو اور اندر ہی اندر ستیو ودھیا بھی تمہاری طرف مائل ہو چکی ہے- جب تم دونوں آپس

میں شادی کرلو گے تو میں سمجھتی ہوں میں تم دونوں کے ساتھ ایک بہن کی حیثیت سے رہ سکو گی۔‘‘

اناوتی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سویار بول پڑی۔

’’اناوتی میری بہن اگر تم تاج الدین کی طرف جانا نہیں چاہتی تو نہ سہی۔ میں تمہیں اس گھر سے نکل کر کہیں اور جانے نہ دوں گی۔ اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو۔ اسی گھر میں وانجی اور ستو ودھیا کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا اور اسی گھر میں تم ان دونوں کے علاوہ میری بھی بہن بن کر رہو گی۔‘‘

اناوتی نے غور سے سویار کی طرف دیکھا۔ پھر ہلکے سے تبسم میں کہنے لگی۔

’’سویار تمہاری اس پیشکش کا شکریہ لیکن یہاں رہنے کے لیے میری ایک شرط ہے۔‘‘

چونکنے کے انداز میں سویار نے اناوتی کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

’’کیسی شرط میری بہن؟‘‘

اناوتی نے سویار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

’’سویار میری بہن یہاں رہتے ہوئے مجھے کئی ہفتے ہو چکے ہیں۔ یہاں قیام کے دوران تم لوگوں نے میرا بہترین علاج کرایا۔ بہترین غذا مجھے مہیا کی۔ عمدہ انداز میں میری خدمت کی۔ میں تمہیں کئی بار کچھ رقم لینے کے لیے کہہ چکی ہوں لیکن تم نے صاف انکار کر دیا۔ اب یہاں رہنے کے لیے میری یہ شرط ہے کہ اس گھر کے سارے اخراجات میں خود برداشت کروں گی۔ سویار میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ ہمارے پاس کافی رقم ہے۔ اس رقم سے چاروں پانچوں مل کر بہترین زندگی گزار سکتے ہیں۔

سویار تم نے مجھے بہن کہا ہے لہٰذا یہاں سے نکلنے پر بھی مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہ لیکن جو شرط میں نے پیش کی ہے اس شرط کے بغیر میں یہاں نہیں رہوں گی۔ اگر تم میری شر

نہیں مانتی ہو تو ایک دو روز میں اس بستی میں نہ سہی کسی اور بستی میں ہم کوئی مکان لے کر وہاں منتقل ہو جائیں گے اور تم اگر میری شرط مان لیتی ہو تو میں سمجھوں گی میں دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں۔‘‘

اناوتی جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے سویار کہنے لگی۔

’’مجھے آپ کی شرط منظور ہے لیکن میں آپ کو یہاں سے جانے نہ دوں گی۔‘‘

سویار کے ان الفاظ سے اناوتی ایسی خوش ہوئی ہمت کر کے اٹھی پھر سویار کو اس نے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

سویار علیحدہ ہوئی اور اناوتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

’’میری بہن تم اور وانجی بیٹھو میں اور ستو ودھیا کھانا لے کر آتے ہیں۔ پھر چاروں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ بابا پہلے ہی کھانا کھا کر جا چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کھانا لانے کے لیے ستو ودھیا اور سویار اس کمرے سے نکل گئی تھیں۔

☆

جیتور سے نکلنے کے بعد برتسی اور بھرون دونوں بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بھاگے تھے۔ بچا کھچا لشکر ان کے ساتھ تھا۔ جب انہیں یہ خبریں پہنچیں کہ مسلمانوں کا سلطان مغل شہنشاہ ہمایوں کا مقابلہ کرنے کے لیے سارنگ پور کی طرف چلا گیا ہے تب انہوں نے جنوب کی طرف بڑھنے کی رفتار خاصی سست کر دی تھی۔ اب وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ مسلمان آپس میں ٹکرا جائیں گے اور ان کی طرف کوئی دھیان نہ دے گا۔ اس لحاظ سے وہ کافی حد تک اپنے آپ کو محفوظ خیال کرنے لگے تھے۔

جنوب کی طرف جاتے ہوئے برتسی اور بھرون کی بدقسمتی کہ جب وہ پالن پور اور دہرام گام کے شہروں کے درمیانی علاقے میں تھے کہ تاج الدین نے انہیں جا لیا۔ اس وقت

سورج غروب ہونے کے لیے مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ ان کے قریب آتے ہی تا الدین ان پر اس انداز سے حملہ آور ہوا جس طرح کینہ وریادوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ر کا کھولتا سمندر خواب آلود کرتے اندھیروں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس طرح درد و کسک بگولے، روحانی کرب لیے صوت و آہنگ کی نیلی لہروں کی توڑ پھوڑ کرتے چلے جاتے ہیں نیلگوں آسمان کی وسعتوں تلے بے نیاز سکوت اور گہری خاموشی میں تاج الدین برتنـ اور بھرون کے لشکر پر حملہ آور ہوتے ہوئے سنگریزوں کے طوفان کی طرح ان کے وسطی حصے طرف بڑھتے ہوئے ہر شے کو عکس لرزاں کی طرح کرنے لگا تھا۔

جواب میں برتنسی اور بھرون بھی سارے اخلاقی اصولوں اور قاعدوں کو پامال کر ہوئے جفا و شقاوت کے طوفانوں کی طرح پلٹ کر حملہ آور ہوئے تھے۔ لیکن برتنسی اور بھر کے لشکریوں کو جب خبر ہوئی کہ ان کا تعاقب کر کے ان پر حملہ آور ہونے والا تاج الدین ان کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہو گئی تھی۔ اس لیے کہ تاج الدین ان کے وحشت و بربادی کا نشان بن چکا تھا اور وہ اس کا مقابلہ کرتے ہوئے کترانے لگے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تاج الدین نے ان دونوں کے لشکر کو اس طرح پامال کرنا شروع کیا طرح مستور و ماوراء قوتیں بدی کی تاریکیوں اور سفلی خواہشات کو نیست و نابود کرنا شرو دیتی ہیں۔ رزم گاہ میں جیون کی ساری تپش، لو اور زندگی کا سارا خمار کشت و خون کے وحش بدوش کھیل میں موت کی آندھی کا لقمہ بننے لگا تھا۔ خاک کا رزق بنتے جسموں سے روحیں ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ چاروں طرف ذلت اور رسوائی کی کرب خیز داستانیں رقم ہونا شر ہو گئی تھیں۔

جس وقت دور مغرب میں سورج غروب ہو رہا تھا برتنسی اور بھرون نے دیکھا ان لشکری بھاگنے کے لیے پر تول رہے تھے۔ اب برتنسی اور بھرون کی بدقسمتی کہ شمال اور جنو

طرف سے تاج الدین نے ایک طرح سے ان کا گھیراؤ کرتے ہوئے ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی جبکہ ان کے مغرب میں رن آف کچھ کا طویل دلدلی سلسلہ تھا جہاں موت ہر وقت رقصاں رہتی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد بھرون کام آ گیا۔ یہ خبر اس کے پورے لشکر میں پھیل گئی۔ اس خبر نے برتنسی اور اس کے لشکریوں کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ لہٰذا اپنی جان بچانے کے لیے بچے کھچے لشکریوں کے ساتھ برتنسی مشرق میں رن آف کچھ کے دلدلی علاقوں میں داخل ہو کر اپنی جان بچا گیا تھا۔ اس دلدلی علاقے میں تاج الدین نے برتنسی کا تعاقب نہیں کیا۔ اس لیے کہ برتنسی اب اپنی ساری قوت کھو چکا تھا اور کسی خطرے کا باعث نہیں بن سکتا تھا۔

☆

ہمایوں کی طرف بڑھتے ہوئے سلطان بہادر نے اپنے سالار سلطان عالم کو رائے سین اور چندیری کی طرف روانہ کیا تھا۔ یہ دونوں بڑے مضبوط اور اہم قلعے تھے اور انہیں سلطان عالم کی تحویل میں رکھا گیا تھا۔ سلطان عالم گو سلطان کے لشکر میں کام کرتا تھا لیکن اس کا نائب رائے سین اور چندیری کے انتظامات چلاتا تھا لیکن وہاں کا اصل منتظم سلطان عالم ہی تھا۔

سلطان عالم کو رائے سین اور چندیری کی طرف روانہ کرنے سے سلطان بہادر کا یہ مقصد تھا کہ وہ وہاں سے ایک لشکر لے کر آئے تاکہ اگر ہمایوں کے ساتھ جنگ طویل پکڑ جائے تو کسی بھی موقع پر لشکریوں کی کمی محسوس نہ کی جائے۔

سلطان بہادر سارنگ پور کے قریب ہمایوں کے لشکر کے سامنے جا کر پڑاؤ کر گیا تھا۔ ہمایوں چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سلطان بہادر زمان مرزا کو اس کے حوالے کر دے اور دونوں مسلمان لشکروں کا ٹکراؤ نہ ہو۔ دوسری جانب سلطان بہادر بھی یہی چاہتا تھا۔ گو وقتی طور پر تاتار خان نے اسے ہمایوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے پر آمادہ کر لیا تھا لیکن باطن

سلطان بہادر بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ مسلمان آپس میں ٹکرائیں- اسی بنا پر ہمایوں اور سلطا
بہادر کے لشکر پورے دو ماہ تک ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن رہے- اس دوران سلطا
عالم بھی رائے سین اور چندیری سے ایک خاصا بڑا لشکر لے کر سلطان بہادر کے پاس پہنچ گ
تھا-

دو ماہ کے اس پڑاؤ کے دوران دونوں لشکر ایک دوسرے پر چھوٹے بڑے حملے کر
رہے- لیکن اس دوران ہمایوں اور خود سلطان بہادر کسی بڑی جنگ کی ابتدا کرنے سے احترا
کر رہے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ ایسی صورت میں دونوں جانب سے مسلمانوں کا
پناہ نقصان ہوگا-

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے دو ماہ تک پڑاؤ کیے رہے تب اس چپقلش
آخری مراحل میں داخل کرنے کے لیے ہمایوں نے یہ چال چلی کہ اپنے لگ بھگ چار ہزا
مغل تیر اندازوں کو اس نے مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ گجرات کے لشکر کے اطراف میں پھیل
جائیں اور ان کی غلہ اور دیگر ضروریات کے سامان کی ترسیل کی راہیں مسدود کر دی جائیں-

ایسا کر کے ہمایوں شاید یہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سلطان بہادر کو مجبور کر دیا جا
کہ وہ زمان مرزا کو یا تو ہمایوں کے حوالے کر دے یا کم از کم اپنی سلطنت سے نکال باہر کرے
اور جب سلطان بہادر ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے تب ہمایوں اپنے لشکر کو لے کر واپس چ
جائے لیکن سلطان بہادر نے ایسا نہ کیا- چند روز جب اسی عالم میں گزر گئے تو گجرات کے لشک
میں قحط کے آثار پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے- مغل تیر انداز پوری طرح غالب تھے اور انہو
نے گجرات کے لشکر کے لیے غلے اور دوسرے سامانِ ضروریات کی ترسیل مکمل طور پر مسدود ک
کے رکھ دی تھی-

صورتحال یقیناً گجرات کے سلطان بہادر کے لیے انتہا درجہ کی پریشان کن اور فکر انگی

ھی- ایک بار اس نے اپنے لشکر کے ذریعے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اطراف سے جو اس
ے لشکر کو غلے اور دوسرے سامان کی ترسیل ہوتی ہے اسے جاری کر دیا جائے لیکن مغل تیر
ندازوں نے ایسا کرنے میں مزاحمت کی اور کوئی بھی چیز سلطان بہادر کے لشکر میں نہ پہنچی-
ں صورت حال کو دیکھتے ہوئے سلطان بہادر سمجھ گیا کہ اب اگر اس نے زیادہ دیر اس جگہ
ام کر لیا تو اس کی شکست اور گرفتاری ناگزیر ہو جائے گی- حیدر خان کو اس نے مغلوں کے
اتھ جنگ جاری رکھنے کے لیے کہا خود وہ اپنے محافظ دستوں کے علاوہ لشکر کے کچھ دوسرے
ے کے ساتھ پیچھے ہٹا اور سارنگ پور کے نواح سے وہ شادی آباد کی طرف چلا گیا تھا-

جہاں تک حیدر خان کا تعلق تھا- وہ پہلے ہی ہمایوں کے خلاف جنگ نہیں کرنا چاہتا
ا- اس نے پہلے ہی سلطان بہادر کو مشورہ دے رکھا تھا کہ کسی بھی صورت دو مسلمان قوتوں کو
پس میں ٹکرانا نہیں چاہیے- لہٰذا سلطان بہادر جب میدان جنگ چھوڑ کر شادی آباد کی
رف چلا گیا تب حیدر خان نے بھی جنگ سے منہ موڑا اور پیچھے ہٹ گیا- رومی خان اور
لطان عالم دونوں سالار اس کے ساتھ تھے- یہ صورت حال مکمل طور پر مغلوں کے حق میں
ی تھی- لہٰذا انہوں نے تعاقب کیا اور بھاگتے لشکریوں پر حملہ آور ہوئے اس کے نتیجے میں
ر خان زخمی ہوا چونکہ وہ جنگ نہیں چاہتا تھا- لہٰذا اس نے راہ فرار اختیار کی اور رومی خان
سلطان عالم کے ساتھ اس نے رائے سین کے قلعے میں جا کر محصور ہونے کا ارادہ کر لیا
- ہمایوں اور مغل لشکری جانتے تھے کہ گجرات کا لشکر منتشر ہو چکا ہے- لشکر کا کچھ حصہ
طان بہادر کے ساتھ ہے جو شادی آباد کی طرف چلا گیا ہے- باقی لشکری حیدر خان، سلطان
اور رومی خان کے ساتھ ہے جو قلعہ رائے سین کا رخ کر گئے ہیں-

ہمایوں نے اپنے چھوٹے سالار ہندو بیگ کو ایک لشکر دے کر سلطان بہادر کے تعاقب
لگا دیا تھا- شادی آباد میں داخل ہونے کے بعد سلطان بہادر جب لگاتار سفر کرتے

ہوئے سستا رہا تھا تو اسے خبر ہوئی کہ مغلوں کا سالار بندو بیگ شادی آباد پر حملہ آور ہوا ہے یہ خبر سلطان کے لیے بڑی پریشانی کا باعث تھی۔ اپنی غلطی کی بنا پر وہ اپنے لشکر کو منتشر کرا چکا تھا۔ لہٰذا جونہی اسے خبر ہوئی کہ بندو بیگ اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کرتا ہوا شادی آباد کے قریب پہنچ گیا ہے تب سلطان بہادر وہاں سے نکلا اور اپنے لشکر کو لے کر اس نے جنا نیر کا ر کیا تھا۔

خود ہمایوں لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ قلعہ رائے سین کی طرف بڑھا تھا۔ جس طرف حیدر خان، رومی خان اور سلطان عالم گئے تھے۔ آگے بڑھ کر جب ہمایوں نے قلعہ رائے سین کا محاصرہ کر لیا تو حیدر خان جو کسی بھی صورت مسلمانوں کو آپس میں ٹکرا کر ان نقصان نہیں چاہتا تھا قلعہ سے باہر نکلا اور سلطان عالم کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو ہمایو کے حوالے کر دیا۔

رائے سین کے قلعے پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔ حیدر خان کی کمانداری میں جس قدر لشکر حیدر خان کے کہنے پر انہوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ جب ایسا ہو چکا تب حیدر خان ا سلطان عالم کو ہمایوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہمایوں تھوڑی دیر تک تینوں کا جائزہ لیتا رہا؛ اس کے کہنے پر تینوں کا اس سے تعارف کرایا گیا۔ سب سے پہلے ہمایوں چند لمحے تک سر۔ پاؤں تک سلطان عالم کا جائزہ لیتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تو تم ہو تا تار خان اور علی خراسانی کے تیسرے ساتھی۔ ایک بات اپنے ذہن میں رکھ میں تمہارے سلطان بہادر کے سارے سالاروں کی کیفیت سے واقف اور آگاہ ہوں۔ تا تار خان اور علی خراسانی وہ لوگ ہو جو اوروں کے شیشہ جان میں شب کی تیرگی کے عکس بھرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہو۔ رات کی آنکھ میں رقصاں بزم انجم کو تباہی کے ابر ک بنا کر مکروہ قہقہے لگاتے ہو۔ تم لوگ بدی کے نوحوں بے اعتمادی کے اندھیروں کی یورش۔

بدتر چار سو پھیلتی گناہوں کی چادر اور گمراہی کے ریلوں اور گزرگاہوں سے بھی زیادہ ہولناک کبھی نہ ختم ہونے والے دکھ اور گناہ کے سیاہ جنگل سے بھی بدتر انسان ہو۔ تم، تا تار خان اور علی خراسانی بردہ فروشوں کے کارِ سیاہ سے بھی زیادہ سیاہ دل لوگ ہو جن پر کسی بھی صورت اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

تم تینوں پل در پل کی زیست کو صحرا اور چشمہ آبِ بقا کو لب بستہ نمناک چشم کی کیفیت میں تبدیل کرتے ہوئے سکون محسوس کرنے والے اندھے بھیانک لوگ ہو۔

تا تار خان تمہاری اور علی خراسانی کی خبریں لگاتار میرے پاس پہنچتی رہی ہیں۔ تا تار خان اس لیے ہمارے خلاف تھا کہ اس کا تعلق لودھیوں سے تھا اور تم دونوں نے آنکھیں بند کر کے اس کی پیروی کی، اس کا ساتھ دیا۔ میں جانتا ہوں گجرات کا سلطان بہادر اس حق میں نہ تھا کہ وہ مجھ سے ٹکرائے یا دو مسلمان قوتیں آپس میں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو جائیں لیکن تمہارے استادِ محترم تا تار خان نے اسے ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔ تا تار خان نے ایک طرح سے سلطان بہادر کو اندھے لوبھ اور لالچ میں ڈال دیا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ہمایوں تھوڑی دیر کے لیے رکا کچھ سوچا اس کے بعد سلطان عالم کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''سلطان بہادر کے لشکر میں رہتے ہوئے بھی تم لوگ اپنے ذاتی مفادات کو اہمیت دیتے رہے ہو۔ اس کے لشکر کے سالار ہونے کی حیثیت سے تم لوگ ذاتی فائدے اٹھانے کو ترجیح دیتے رہے ہو۔ تمہارے دونوں ساتھی تا تار خان اور علی خراسانی مارے جا چکے ہیں۔ یوں جانو کہ تمہاری بدقسمتی کہ تم میرے بھائی ہندال کے ساتھ ٹکراؤ میں مارے نہیں گئے۔ اب یہاں موت اور قضا بری طرح تمہارے سر پر سوار ہو کر رقص کرے گی۔''

لمحہ بھر کے لیے پھر ہمایوں رکا پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے ایک سالار کو

بلایا- وہ سالار قریب آیا ہمایوں کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اپنے اس سالار کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

یہ جو تمہارے سامنے گجرات کے سلطان بہادر کے دو سالار کھڑے ہیں ان میں سے جو بائیں جانب ہے اس کا نام سلطان عالم ہے- اسے پکڑ کر ذرا پیچھے لے جاؤ اور یہاں موجود سارے لوگوں کی موجودگی میں اس کی گردن کاٹ کے رکھ دو تا کہ یہ اوروں کے لیے عبرت خیزی کا سامان بنے-

وہ سالار فوراً حرکت میں آیا پیچھے بڑھتے ہوئے اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی- پھر سلطان عالم کو تھوڑا سا پیچھے لے گیا اور اپنے ایک ہی وار میں اس نے سلطان عالم کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی- لمحہ بھر کے لیے سلطان عالم کی بڑی بھیانک چیخ فضا میں بلند ہوئی- پھر وہ زمین پر گر کر لاش کی صورت اختیار کر گیا تھا-

فضا میں تھوڑی دیر تک کاٹ کھانے والی ہولناک خاموشی طاری رہی- چاروں طرف چپ کا راج تھا- پھر اس خاموشی اس چپ کے ماحول کو حیدر خان نے توڑا- ہمایوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا-

''میں مغل شہنشاہ سے گزارش کرتا ہوں کہ مجھے یوں اپنے سامنے سارے لوگوں کے بیچ میں کھڑا کر کے انتظار کی کیفیت میں ڈال کر مجھے نہ ختم ہونے والی اذیت اور کرب میں نہ ڈالیں- میں جانتا ہوں گو میں سلطان بہادر کے لشکریوں کا سالار اعلیٰ ہوں لیکن آپ کی نگاہوں میں انتہائی برا اور گرا ہوا انسان ہوں- لٰہذا میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے متعلق آپ جو بھی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جلدی کریں- انتظار کی یہ کیفیت میرے لیے ناقابل برداشت ہے-''

جب تک حیدر خان بولتا رہا ہمایوں دھیرے دھیرے مسکراتا رہا- حیدر خان جب

خاموش ہوا تب ہمایوں نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا- پھر حیدر خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''حیدر خان تم تاتار خان' علی خراسانی اور سلطان عالم تینوں سے مختلف سالار ہو- سلطان بہادر کے لشکر میں پانچ سالار ایسے ہیں جن کی قدر کی جاسکتی ہے- جن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے- ان میں سے ایک تم' دوسرا اختیار خان تیسرا تاج الدین' چوتھا رومی خان اور پانچواں امیر خان ہے- رومی خان بھی اس لشکر میں شامل تھا اس کے متعلق کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں گیا ہے- بہر حال مجھے یقین ہے کہ وہ جنگ کے دوران مارا نہیں گیا-

''حیدر خان جہاں تک تم لوگوں کا تعلق ہے اور جس طرح مجھے تم لوگوں سے متعلق اطلاعات ملتی رہی ہیں ان کے مطابق تم لوگ مظلوموں کی آہوں کو انسان کے پرچم اخوت میں تبدیل کرنے والے ہو- تخریب کی ظلمتوں کو انسانیت کی تعمیر اور ویرانیوں کی ستم ریزیوں کو عمدہ تمدن کے سنہری افق کھڑے کرنے والے سالار ہو- اپنے آپ کو تاتار خان' علی خراسانی اور اس سلطان عالم کے ساتھ مت ملاؤ- یہ لوگ جفا و شقاوت کے خوگر تھے- جب کہ تم لوگ ایثار کی صباحت اور شام کی شفق کی رنگینی سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو- وہ تاریکی کے بے لگام گھمنڈ اور سیاہ اعمال کا طوفان تھے- تم لوگ طلوع سحر کی پہلی کرنوں اور ایمانی' مذہبی' تاریخی' تمدنی عوامل کو عزت عظمت سطوت اور توقیر سے سنوارنے والے ہو- وہ آدمیت کی قضا تھے تم لوگ انسانیت کے سر کا تاج ہو-

تم نے اپنے ذہن میں یہ بات کیسے بٹھالی کہ میں تم سے سلطان عالم جیسا سلوک کروں گا- تم نے جیتور کے محاصرے کے دوران مجھ سے جو نہ ٹکرانے کا مشورہ سلطان بہادر کو دیا تھا اس کی اطلاع میرے مخبروں نے مجھ تک پہنچا دی تھی- حیدر خان میں تمہیں اپنے لشکر میں ایک بہترین سالار اور قابل اعتماد ساتھی کی حیثیت سے شامل کرنے کی پیشکش کرتا ہوں- میرے خیال میں تم میری پیشکش کو ٹھکراؤ گے نہیں-

لمحہ بھر کے لیے حیدر خان کی گردن جھکی رہی- پھر آہستہ آہستہ اس نے گردن سیدھی کی اور ہمایوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

''میں آپ کی عظمت آپ کی اخلاقی رفعت کو سلام کرتا ہوں- میں ایسے سلوک کی توقع ہی نہیں رکھتا تھا جو آپ نے میرے ساتھ روا رکھا ہے- میں آپ کے لشکر میں اس عہدے اور اس مقام کی توقع بھی نہیں کر سکتا تھا-- جس پر آپ مجھے کھڑا کر رہے ہیں- میں آپ کی پیشکش کو قبول کرتا ہوں اور ساتھ ہی آپ کی عظمت کو سلام بھی کرتا ہوں-''

مسکراتے ہوئے ہمایوں اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا- آگے بڑھ کر اس نے حیدر خان کو گلے لگایا- اس کا شانہ اس کی پیٹھ تھپتھپائی- اس کے بعد ہمایوں حیدر خان کو اپنے ساتھ اپنی خیمہ گاہ کی طرف لے گیا تھا-

پالن پور کے جنوب میں رن آف کچھ کے دلدلی علاقے کے مشرق میں بھرون اور رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی کو بدترین شکست دینے کے بعد تاج الدین اپنی آخری مہم کی طرف روانہ ہوا- یعنی وہ اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے بڑھا تھا- جس لشکر کے ساتھ اس نے رانا سنگھا کے بیٹے برتنسی کو شکست دی تھی وہ اس کے ساتھ تھا- لشکر میں جو عورتیں تھیں وہ بھی ہمراہ تھیں- مارتھا بھی اس کے ساتھ تھی-

پالن پور سے وہ اپنے لشکر کے ساتھ نیسانہ پہنچا پھر احمد آباد سے باہر ہی باہر رہتے ہوئے وہ بڑودہ آیا- بڑودہ اور بھروچ کے درمیان دریائے نربدہ پر جو کشتیوں کا پل تھا اس کے ذریعے اس نے دریا کو پار کیا- بھروچ سے وہ سورت پہنچا' سورت سے نواسری آیا یہاں شہر سے باہر ایک چوراہے سے چار شاہراہیں مختلف سمتوں کو جاتی تھیں- ایک نواسری سے دامان کی طرف چلی گئی تھی- دوسری وہاں سے احمد نگر اور پھر پونہ اور شولہ پور کی طرف جاتی تھی- تیسری سڑک مالگون سے ہوتی ہوئی بوساور چلی گئی تھی- جبکہ چوتھی شاہراہ مختلف شہروں سے ہوتی ہوئی اورنگ آباد کی طرف جاتی تھی-

تاج الدین اس شاہراہ پر ہولیا جو اورنگ آباد کی طرف جاتی تھی- اورنگ آباد پہنچنے کے بعد اس نے اپنا رخ دائیں طرف موڑا پھر وہ دریائے گوداوری کے کنارے پہنچا اور دریائے گوداوری کے کنارے کنارے وہ نا ندر شہر پہنچا-

شہر کے نواح میں جس مندر کی اسے نشاندہی کی گئی تھی کہ اس مندر کے اندر اس کے ماں باپ کے قاتل رہتے ہیں وہ اس مندر کے پاس پہنچا اپنے مسلح جوانوں کو اس نے مندر کے اردگرد پھیلا دیا- پھر چند مسلح جوانوں کے ساتھ وہ مندر کی طرف بڑھا- مارتھا کو اس نے لشکر گاہ ہی میں رہنے دیا جو مسلح جوان لے کر مندر کی طرف گیا تھا انہیں مندر کے دروازے پر ہی کھڑا کرنے کے بعد وہ مندر میں داخل ہوا- مندر میں ابھی وہ داخل ہوا ہی تھا کہ ایک شخص باہر نکلا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''اجنبی لگتے ہو جو یوں منہ اٹھائے مندر میں داخل ہو گئے ہو- اپنے حلیے سے مسلمان لگتے ہو ہندو نہیں ہو- پھر تم کیوں اس طرح زوردار انداز میں مندر میں داخل ہو گئے ہو-''

تاج الدین نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا- پھر کسی قدر سخت سے لہجے میں اسے مخاطب کیا-

''پہلے اپنا تعارف کراؤ- اس کے بعد میں تمہارے ساتھ گفتگو کا آغاز کرتا ہوں-''

وہ چند قدم مزید تاج الدین کے قریب ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''میں اس مندر کا پنڈت ہوں اور میرا نام رادھے شیام ہے-''

لمحہ بھر کے لیے تاج الدین کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی- اسے گھور کر دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

رادھے شیام جی اس مندر کے اندر کیا دو ایسے نوجوان رہتے ہیں جن کے نام سنگھارا اور سریا نگا ہوں اور جو کوئی انتہائی مکروہ کام اور کاروائی کر کے احمد آباد سے اس سمت آئے ہوں اور یہاں انہوں نے پناہ لے رکھی ہو-

پنڈت رادھے شیام نے گھورنے کے انداز میں تاج الدین کی طرف دیکھا پھر کسی قدر کھردرے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

''لگتا ہے تم احمد آباد کی طرف سے سنگھارا اور سریا نگا کی کھوج میں اس سمت آئے ہو- دیکھو میں جو کچھ کہنے لگا ہوں تمہارے بھلے کے لیے کہوں گا- ان دونوں کے پیچھے نہ پڑو- وہ دونوں تو روزِ ازل سے تباہیوں کی متلاشی بربادیوں کے طوفانوں جیسے ہیں- قہر مانیت کا مظہر ہیں ابد کی قربان گاہوں میں کھولتی اذیت ناکیوں کے غیر متشکل جذبوں کا اوتار ہیں- تمہاری گفتگو کے انداز سے میں نے یہ جانا ہے کہ تمہاری ان دونوں سے دشمنی ہے- اس دشمنی کو دفن کر دو- اس لیے کہ وہ دونوں جب کسی اپنے ذاتی دشمن کے خلاف حرکت میں آتے ہیں تو زندگی اور موت کے درمیان قرب و بعد مٹا دیتے ہیں- صبر آزما پابندیوں' نادیدہ زمان و مکان کی بندشوں کو قبول نہیں کرتے- لگتا ہے تو پردیس سے آنے والا اجنبی ہے- یہاں کے ماحول سے واقف نہیں- جن دونوں کا تو نے نام لیا ہے وہ جوان ارادوں کے مالک ہیں اور صدیوں کے دھواں دھار تعصب اور خلا پوش کڑے وقت کی طرح اپنے دشمنوں پر وارد ہو کر لمحوں کے اندر اس کا خاتمہ کر دیتے ہیں-''

تاج الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا- پھر پنڈت کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''رادھے شیام جی میں بھی تمہارے سامنے کوئی بالک نہیں کھڑا- میں خود بھی دزیدہ تعصب کے ماحول میں ظلم کے کالے نشتر چلانے والوں مغضوب دماغوں کے غضبناک گروہوں سوچوں کے آنگن میں درد کی لہریں بھرنے والوں اور اندھی خاموشیوں میں دشمنی کی ابتدا کرنے والوں کے خلاف موت کا سندیسہ بن جاتا ہوں- میں بھی جس سے دشمنی رکھتا ہوں اس کے سوچوں کے آنگن میں درد کی لہریں کھڑی کر دیتا ہوں- رادھے شیام جی تم خود بھی کسی دھوکے اور فریب میں نہ رہنا- میں بچہ اور خام کار بھی نہیں ہوں- اندھی رات کی خاموشیوں میں راکھ سے شعلہ پیدا کرنے کا ہنر جانتا ہوں- جس سے دشمنی رکھتا ہوں اس کی حیات کا شجر کاٹنے کا ہنر بھی رکھتا ہوں- اپنے دشمنوں کے حافظے میں قہر مانیوں کی میخیں

کاٹتے منحوس لمحوں خادار ارادوں اور درد میں ڈوبی ہچکی کی صورت اختیار کرنے کی صناعی سے بھی واقف ہوں۔

میں نے جو کچھ پوچھا ہے اس کا جواب دو میرے سوال کا جو جواب تم نے دیا ہے وہ اصل مقصد اور مدعا سے ہٹ کر ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ سنگھارا اور سریا نگا کہاں ہیں اور تم نے الٹا میرے سامنے ان کی بہادری کا قصیدہ ان کی شجاعت کا راگ الاپنا شروع کر دیا ہے۔ رادھے شیام اس مندر کے اندر اگر تم نے میرے سامنے جھوٹ بولتے ہوئے مجھے ٹالنے کی کوشش کی یا ان کی بے وجہ تعریف کرتے ہوئے مجھ پر خوف طاری کرنے کی ناکام کوشش کی تو یاد رکھنا میری تلوار برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آئے گی اور تجھے تیرے شانوں سے لے کر پاؤں تک کاٹتی چلی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی چوڑے پھل کی تلوار تاج الدین نے بے نیام کر لی تھی اور ڈھال پر اپنی گرفت بھی مضبوط کر لی تھی۔

تاج الدین کی اس گفتگو کا جواب پنڈت رادھے شیام دینا ہی چاہتا تھا کہ پچھلے کمرے سے دو جوان مسکراتے ہوئے نکلے۔ پنڈت رادھے شیام کے پہلو میں آن کھڑے ہوئے۔ پھر ان میں سے ایک نے تاج الدین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''تاج الدین تم ہمیں نہیں جانتے مگر ہم دونوں تمہاری خوب جان پہچان رکھتے ہیں۔''

تاج الدین نے غصے اور جلال بھری ایک نگاہ ان دونوں پر ڈالی پھر کھولتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''تو کیا میں سمجھوں کہ تم دونوں سنگھارا اور سریا نگا ہو؟''

ایسا ہی ہے ان میں سے ایک نے کھولتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

''اگر تم اپنے ماں باپ کے قتل کا انتقام ہم دونوں سے لینے کے لیے آئے ہو تو تمہیں ناکامی ہوگی۔ بلکہ اس مندر میں تم اپنا جیون بھی ہار جاؤ گے۔ اس مندر میں اکیلے داخل ہونے

کے بعد تم یہ امید رکھتے ہو کہ تم ہم سے اپنے مرنے والے ماں باپ کا انتقام لے لو گے۔ اس کے ساتھ ہی ان دونوں میں سے جب ایک نے تالی بجائی تو جس کمرے سے وہ خود نکلے تھے ی کمرے سے کچھ مسلح جوان اپنی برہنہ تلواریں سونتے نکلے اور ان دونوں کے پیچھے آن کھڑے ہوئے تھے۔

تاج الدین نے ہولناک انداز میں ایک قہقہہ لگایا ایسا قہقہہ جس سے مندر کی پوری مارت گونج اٹھی تھی۔ اس کے اس ہولناک قہقہے پر سنگھارا اور سریا نگا کے علاوہ رادھے شیام ور مسلح جوانوں نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔ پھر تاج الدین کی آواز مندر میں گونج گئی تھی۔

''مورکھو! بس اتنے سے مسلح جوان میرے سامنے کھڑے کر کے تم خیال کرنے لگے ہو کہ مجھ پر غالب آ جاؤ گے۔ میرے ماں باپ کو قتل کرنے کے بعد اس مندر میں پناہ لے کے لیا تم اپنے آپ کو محفوظ اور مامون خیال کرنے لگے تھے۔ قسم خدائے وحدہ لاشریک کی یہ تو ریائے گوداوری کے کنارے کا مندر ہے۔ اگر تم زمین کی تہہ میں اتر جاتے تب بھی میں نہیں کسی مردہ کتے کی طرح کھینچ کر باہر نکال دیتا۔

تاج الدین کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لیے کہ ان دونوں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا

''میں سنگھارا ہوں اور میرے ساتھ یہ سریا نگا کھڑا ہے۔ ذرا اپنی زبان کو لگام دو۔ میں ہارے ساتھ تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میرے مسلح جوان تم پر حملہ آور ہو لر تمہاری تکا بوٹی کر دیں گے۔

اسی لمحہ تاج الدین نے کسی کو آواز دے کر پکارا اور اس پکار کے نتیجے میں جس قدر مسلح وان سنگھارا اور سریا نگا کے پیچھے آن کھڑے ہوئے تھے ان سے بھی زیادہ مسلح جوان اپنی لواریں سونتے تاج الدین کی پشت پر آن کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے سریا نگا

سنگھارا' پنڈت رادھے شیام اور ان تینوں کے پیچھے کھڑے مسلح جوان پیلے اور ہلدی ہو کے گئے تھے۔

تاج الدین نے پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"سنگھارا اور سریانگا! بولو تم مجھ پر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حملہ آور ہونے سے مجھے کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ دونوں خاموش رہے۔ تب تاج الدین نے پھر مندر کے اندر ایسا ہی ہولناک قہ لگایا جس کی بازگشت اور گونج وحشت ناک انداز میں پوری عمارت کے اندر بکھر گئی تھی۔ پھ کھولتے لہجے میں بول اٹھا۔

سنگھارا ابھی تھوڑی دیر پہلے تم مجھے کہہ رہے تھے کہ تم میرے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے اس کے بعد اپنے مسلح جوانوں کو مجھ پر حملہ آور ہونے کے لیے کہو گے۔ سنگھارا کچھ بولو اچانک تم صدیوں سے شکست وریخت کا شکار کھجور کے اکیلے درخت کی طرح خاموش ہو گئے ہو۔ تھوڑی دیر پہلے تو تم بپھرے بدآموز سانڈ کی طرح کھورولا رہے تھے۔ اب کیوں ہو گئے ہو۔ تمہارا وہ جنگلی جلال وحشی رویہ کدھر گیا۔ ایک دم سے تمہاری حالت خو کی بکھری کرچیوں اور ویران دشت کی گہری اداسی جیسی کیوں ہو گئی ہے۔ بولو مجھے دیسوں کے باشندہ جان کر اپنی اپنی بولیاں بولتے طیور کی طرح مجھ پر آوازیں کسو بھ میں تم سب کو اون کے بٹے دھاگے اور سکڑتے سایوں کی طرح مروڑ کے رکھ دیتا ہوں۔

تاج الدین تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر اس بار پنڈت رادھے شیام کی طرف ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"رادھے شیام جی تم بھی تھوڑی دیر پہلے تک میرے ساتھ قضا کی پکار کے میں گفتگو کر رہے تھے۔ اب تمہارا ذہن منجمد اور یخ بستہ کیوں ہو گیا ہے۔ بستی بستی

بت' جوش مارتے بگولوں کی طرح تم نے میرے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ اب تمہاری بان کو سانپ کیوں سونگھ گیا ہے۔ تمہارے نطق کو خاموشی کے قفل کیوں لگ گئے ہیں۔ ادھے شیام جی میں بڑی بدبلا ہوں۔ میں اپنے دشمنوں کے لیے ہولنا کی کا بوجھ بن کر ان کی یداری کو ایک واہمہ ان کی نیند کو ایک خواب بھی بنا دیتا ہوں۔

جب میں یہاں آیا تھا تو میں نے ارادہ کر رکھا تھا کہ تمہیں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ تم یک دھرمی انسان ہو اور ایسے لوگوں سے میں کوئی سروکار نہیں رکھتا لیکن تم نے چونکہ دو قاتلوں و اپنے مندر میں پناہ دی ہے۔ اس لحاظ سے تم نے ان قاتلوں کو ہی اپنے مقدر کا نگہبان سمجھا ہے اور جو قاتلوں کی حمایت کرتا ہے۔ ان کے فعل میں برابر کا شریک ہو جاتا ہے۔ اب تم نے و اپنے گلے میں یہ لمبے موٹے منکوں کی مالا پہن رکھی ہے اسے اتار دو اس لیے کہ یہ تمہارے ندر سے اٹھتی اگر اور صندل کی مہک کو میں موت کی بساند میں تبدیل کرنے والا ہوں۔"

رادھے شیام سے ہٹ کر تاج الدین نے پھر سنگھارا اور سریانگا کی طرف دیکھا اور ان ونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا تم نے اس بل بوتے' اس زور اور طاقت پر میرے ماں باپ کو قتل کیا تھا کہ تم احمد باد سے بھاگ کر یہاں اس مندر میں پناہ لے لو گے اور کوئی تمہارا پیچھا نہیں کرے گا۔ کوئی م سے باز پرس نہیں کرے گا۔ کوئی تم سے اس قتل کا انتقام نہیں لے گا۔ ظالمو! میں تو زندگی کی خری سرحدوں تک تمہارا تعاقب کرتا۔ تم بھی پنڈت رادھے شیام کی طرح دھمکی آمیز لہجے ں گفتگو کرتے تھے۔ اب تم دونوں بھی دوپہر کی دھوپ کی مانند سفید کیوں ہو گئے ہو۔ تمہارا ہ ترش لہجہ تمہارا تلخ انداز گفتگو زہر برساتے وہ کڑے لفاظ وہ بولنے کا تمہارا جلادی انداز اور ہ تشدد بھری تمہاری دھمکیاں کہاں گئیں۔

مجھ اکیلے کو مندر میں دیکھ کر تمہارا انداز گفتگو کچھ اور تھا اور اب میرے ساتھ میرے

ساتھیوں کو دیکھ کر تمہاری حالت یکسر تبدیل ہوگئی ہے- میں خیال کرتا ہوں کہ تم تینوں کے پیچھے جو مسلح جوان کھڑے ہیں یہ بھی سب قاتل ہیں جو اس رادھے شیام نے اس مندر میں جمع کرر کھے ہیں-

اس موقع پر اچانک رادھے شیام نے سریا نگا کے کان میں کچھ کہا جسے سنتے ہی اچانک سب مڑے- بھاگ کر کمرے میں داخل ہوئے- دروازہ انہوں نے بند کرلیا-

تاج الدین نے ایک قہقہہ لگایا اور اپنے قریب ہی کھڑے ایک مسلح جوان کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا- پھر اپنے دوسرے مسلح جوانوں کو مخاطب کر ہوئے تاج الدین کہہ رہا تھا-

''میرے ساتھیو! آؤ مندر سے باہر نکلتے ہیں- ہم مندر سے باہر ہی ان قاتلوں استقبال کریں گے-'' اس کے ساتھ ہی اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ تاج الدین مندر نکلا- مندر کے صحن میں آن کھڑا ہوا تھا- تھوڑی ہی دیر وہاں کھڑا ہوا ہوگا کہ اس کے وہ جوان جنہوں نے مندر کے سارے احاطے کا گھیراؤ کر رکھا تھا- وہ پنڈت رادھے شیام سنگھارا' سریا نگا اور ان کے سارے جوانوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے تاج الدین پاس لے آئے تھے-

تاج الدین کچھ دیر تک بڑے غور سے ان سب کو دیکھتا رہا پھر طنزیہ سے انداز میں کہ

''جس وقت تم لوگوں نے بھاگ کر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دروازہ بند کر میں سمجھ گیا تھا کہ تم مندر کے کسی پشتی دروازے سے بھاگنے کی کوشش کرو گے لیکن میں تمہ ساری تدبیروں کا سدباب کرنے کے بعد ہی مندر کی عمارت میں داخل ہوا تھا- تمہار مندر کے اردگرد میرے مسلح جوان پھیلے ہوئے ہیں- بھاگنے کے لیے تمہارے پاس کوئی ر نہیں ہے- اب تمہارے پاس صرف ایک راستہ ہے اور وہ موت کا راستہ ہے-''

تھوڑی دیر کے لیے تاج الدین رکا پھر اپنے مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

''ان سب کو مندر کے احاطے سے باہر لے کر چلو- مندر چونکہ ایک مذہبی عمارت ہے اور ہم مذہبی عمارت کا احترام کرتے ہیں- ان گھناؤنے قاتلوں کا خون اس مندر کے احاطے میں نہیں گرنا چاہیے- اس کے بعد وہاں ان کا کام تمام کردو-''

تاج الدین خود بھی مندر کے احاطے سے باہر نکلا اس کے مسلح جوان رادھے شیام سنگھارا اور سریا نگا اور ان کے مسلح جوانوں کو ہانکتے ہوئے مندر کے احاطے سے باہر نکلے اور وہاں سب کی گردنیں کاٹتے ہوئے ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا-''

تاج الدین کے کہنے پر مندر کی عمارت کا گھیراؤ ختم کر دیا گیا تھا اور لشکر کا باقی حصہ جہاں پڑاؤ کیے ہوئے تھا تاج الدین وہاں آیا- لشکر میں شامل اور وہاں قیام کرنے والے مسلح جوان اور لشکر میں تمام عورتیں سب بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے تھے- تاج الدین جب وہاں پہنچا تو سب سے پہلے بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے مارتھا اس کے قریب آئی اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی-

''آپ کے ماں باپ کے قاتلوں کا کیا بنا؟''

تاج الدین مسکرایا بڑے پیارے انداز میں اس نے مارتھا کا شانہ تھپتھپایا کہنے لگا-

''ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے- ہم جس مہم پر آئے تھے اس میں کامیاب ہو چکے ہیں- یہاں ہم پڑاؤ نہیں کریں گے- یہاں سے فی الفور کوچ کریں گے- اس لیے کہ یہ علاقہ ہمارا نہیں ہے-''

پھر تاج الدین کے کہنے پر اس کے لشکر نے وہاں سے کوچ کیا- لگاتار سفر کرتے ہوئے وہ دریائے نربدہ کے کنارے آیا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا- شاید ایسا کر کے وہ حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ سلطان بہادر اور مغل شہنشاہ ہمایوں کے درمیان جو ٹکراؤ ہو رہا ہے وہ کس انجام کو پہنچتا ہے-

ادھر سلطان بہادر قلعہ مندو سے بھاگ کر جنانیر کی طرف گیا تھا جہاں کا حاکم اختیار خان تھا۔ سلطان بہادر کو یقین ہو چکا تھا کہ اس کے پاؤں چونکہ اکھڑے چکے ہیں لہٰذا مغل اس کی سلطنت کے چاروں طرف پھیل کر لوٹ مار کا بازار گرم کریں گے۔ اس بنا پر جو جنانیر میں شاہی خزانہ تھا وہ سارا خزانہ قیمتی جواہرات اور دوسری اشیاء سلطان بہادر نے سمیٹیں اور ان سب کو چند محافظ دستوں کے ہمراہ حفاظت کی خاطر بندر دیپ کی طرف روانہ کر دیا۔ خود جس قدر لشکر اس کے ساتھ تھا اسے لے کر وہ کنپائیت کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ جبکہ اختیار خان کو اس نے جنانیر ہی میں شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

ہمایوں کو ساری خبریں پہنچ رہی تھیں۔ وہ بھی سلطان بہادر کے پیچھے پیچھے تھا۔ قلعہ مندو میں داخل ہونے کے بعد اس نے شہر پر قبضہ کیا۔ اپنے ایک امیر کو اس نے قلعہ مندو کا حاکم مقرر کیا اور خود اس نے جنانیر کی طرف کوچ کیا۔ اس لیے کہ اس کے مخبر اسے بتا چکے تھے کہ سلطان بہادر جنانیر کی طرف گیا ہے۔ جنانیر میں اختیار خان کے پاس اتنا لشکر نہیں تھا کہ وہ ہمایوں کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا جنانیر سے نکل کر وہ قلعہ ارک کی طرف چلا گیا تھا۔ جو مولیاں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ہمایوں اور اس کا لشکر جنانیر میں داخل ہوا۔ مغلوں نے شہر کو جی بھر کے لوٹا، خوب ہاتھ رنگے، بے شمار چیزیں اپنے قبضے میں کر لیں۔ اس کے بعد ہمایوں نے چند روز جنانیر میں ہی

قیام کیے رکھا۔ ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد قلعہ ارک کی طرف بھجوائے اور اختیار خان کو طلب کیا۔

اختیار خان جانتا تھا کہ سلطان بہادر ہمایوں کے آگے ایک قلعے سے دوسرے قلعے، ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھاگتا ہوا اپنی جان بچا رہا ہے۔ اس تک یہ خبریں بھی پہنچ چکی تھیں کہ گجرات کی سلطنت کے سالار اعلیٰ حیدر خان نے بھی اپنے آپ کو ہمایوں کے سپرد کر دیا ہے اور ہمایوں نے اس کی بڑی عزت افزائی کی ہے۔

ہمایوں کا پیغام ملنے کے بعد اختیار خان نے کسی قسم کا پس و پیش نہیں کیا۔ وقت ضائع کیے بغیر وہ قلعہ ارک سے نکلا اور جنانیر میں ہمایوں کی خدمت میں پیش ہوا۔ ہمایوں نے بہترین انداز میں اس کی عزت افزائی کی اسے اپنے عمائدین اور مقربین میں شامل کر لیا تھا۔

ہمایوں نے اپنے لشکر کے ساتھ چند روز تک جنانیر میں قیام کیا۔ ہر چیز کو اس نے سمیٹا۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ کنپائیت کی طرف روانہ ہوا۔ اس لیے کہ اس کے مخبر اسے اطلاع دے چکے تھے کہ سلطان بہادر نے جنانیر سے نکل کر کنپائیت کا رخ کیا ہے۔

ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ جب کنپائیت پہنچا تو اسے خبر ہوئی کہ سلطان بہادر اپنے لشکر کے ساتھ کنپائیت سے نکل کر کسی اور سمت جا چکا ہے۔ یہ صورتحال ہمایوں کے لیے مایوس کن تھی۔ لہٰذا وہ کنپائیت سے لوٹا اور جنانیر میں آ کے اس نے قیام کر لیا تھا۔

ہمایوں نے گجرات کی سلطنت کے خزانوں کو جن میں سالہا سال کی جمع کردہ دولت موجود تھی لوٹ کر اپنے قبضے میں کر لیا اور یہ سب دولت اس نے اپنے سالاروں اور سپاہیوں میں تقسیم کر دی تھی۔ دوسری جانب سلطان بہادر کو بھی خبریں پہنچ رہی تھیں کہ گو مغلوں نے اس کے سارے شہروں میں لوٹ مار شروع کر رکھی ہے لیکن رعایا اب بھی مکمل طور پر اس کے ساتھ ہے۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان بہادر نے اپنے قابل اعتماد شخص عماد الملک کو مقرر کیا تا کہ وہ ایک لشکر کے ساتھ اپنے سارے چھوٹے شہروں اور قصبوں میں ہوتا ہوا مال گزاری جمع کرے۔ سلطان بہادر چاہتا تھا کہ کچھ رقم اس کے پاس جمع ہو جائے اپنے لشکر میں اضافہ کرے اس کے بعد ایک بار پھر مغلوں پر ضرب لگا کر اپنے علاقے واپس لینے کی کوشش کرے۔

عماد الملک نے مال گزاری جمع کرنے کا کام شروع کیا لیکن عماد الملک کی بدقسمتی کہ اس کام کے دوران اس کا ٹکراؤ ہمایوں کے بھائی عسکری مرزا سے ہو گیا۔ جنانیر کے قریب دونوں میں ہولناک جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں عماد الملک اپنے بے شمار لشکریوں کے ہمراہ مارا گیا۔

☆

چند روز جنانیر میں قیام کرنے کے بعد ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے نکلا اس نے گجرات کی سلطنت کے مرکزی شہر احمد آباد کا رخ کیا۔ یہاں اس نے اپنے مختلف سالاروں کو مختلف شہروں اور قلعوں کا حاکم مقرر کیا۔ گجرات کی سلطنت کا مرکزی شہر احمد آباد اس نے اپنے بھائی مرزا عسکری کی تحویل میں دیا۔ پٹن کا حاکم یادگار مرزا کو، سروج کا حاکم قاسم حسین مرزا کو، جنانیر کی حکومت میر دے بیگ کو۔ اس طرح مختلف علاقوں کی تقسیم کر کے اور ان پر حاکم مقرر کر کے ہمایوں حیدر آباد سے نکلا اور اس نے شادی آباد کا رخ کیا۔

صورت حال چونکہ دن بدن گجرات میں بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ لہٰذا امیر خان جس کے پاس ایک لشکر تھا اور جو جیتور میں قیام کیے ہوئے تھا وہ جیتور سے نکل کر جنوب کی طرف بڑھا اور دریائے نربدہ کے کنارے تاج الدین سے جا ملا۔ دوسری جانب رومی خان بھی اپنے ایک چھوٹے سالار خان جہاں شیرازی کے ساتھ اپنے ان لشکریوں کے ساتھ جو

شکست کھانے کے بعد اس کے ساتھ ہو لیے تھے۔ انہیں لے کر دریائے نربدہ کے کنارے تاج الدین سے جا ملا تھا۔ اس طرح دریائے نربدہ کے کنارے تاج الدین کے پاس ایک طاقت اور قوت جمع ہو گئی تھی۔

ایک روز تاج الدین دریائے نربدہ کے کنارے رومی خان، امیر خان اور خان جہاں شیرازی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے عماد الملک کے مارے جانے کی خبر سنی جسے سلطان بہادر نے مال گزاری کے کام پر مقرر کیا تھا۔

یہ خبر سن کر سب کو دکھ اور افسوس ہوا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر سب کو مخاطب کر کے تاج الدین کہہ رہا تھا۔

''میرے مہربان ساتھیو! میرا اندازہ تھا کہ مغل سارنگ پور میں سلطان بہادر کو پسپا کرنے کے بعد آگرہ کی طرف چلے جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ انہوں نے جنگ کی بھٹی کو پھیلا دیا ہے۔ ان کے مختلف لشکر ہمارے مختلف شہروں میں گھس کر لوٹ مار کا بازار گرم کر چکے ہیں۔ خزانوں کو انہوں نے لوٹ لیا ہے۔ ہر چیز کو تباہ و برباد کرتے چلے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں میں نہیں کہتا کہ سارا قصور مغلوں اور ہمایوں کا ہے۔ اس میں ہماری اپنی غلطی اور قصور بھی شامل ہے اور سب سے بڑا مجرم خود تاتار خان ہے جس نے سلطان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ مغلوں کی سلطنت پر حملہ آور ہو کر دہلی تک یلغار کی جائے۔

بہر حال تاتار خان مارا جا چکا ہے۔ اسے اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے۔ علی خراسانی اور سلطان عالم بھی مارے جا چکے ہیں۔ جو تاتار خان کے ہمنوا تھے۔ مجھے جو سب سے بڑا دکھ اور افسوس ہے وہ یہ کہ حیدر خان اور اختیار خان بھی ہمایوں کے پاس جا چکے ہیں۔ وہ میرے بڑے اور عظیم بھائی تھے اور بد سے بدترین حالات میں بھی ان پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔ مغل اگر سارنگ پور ہی سے سلطان بہادر کو شکست دینے کے بعد لوٹ جاتے تو معاملہ ختم ہو

جاتا۔ اب جبکہ انہوں نے جگہ جگہ لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے تو سلطان بہادر کی عزت اس کے وقار کو بحال کرنے کے لیے بہر صورت ہمیں حرکت میں آنا ہوگا۔"

تھوڑی دیر کے لیے تاج الدین رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"میرے مہربان رفیقو! ہمارے لیے یہ انکشاف انتہائی دکھ اور افسوس کا ہے کہ سلطان بہادر ایک شہر سے دوسرے شہر میں مغلوں کے آگے آگے اپنی جان بچاتے ہوئے بھاگ رہا ہے۔ حیدر خان' اختیار خان مغلوں کے آگے سرنگوں ہو چکے ہیں۔ مغل جگہ جگہ لوٹ مار کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ اب ہم نے کوشش یہ کرنی ہے کہ کم سے کم قتل و غارت گری ہو اور مغلوں کو اپنے علاقوں سے نکالا بھی جا سکے۔ رومی خان اور خان جہان شیرازی سب سے پہلے میں تم دونوں کے لیے ایک مہم تجویز کرنے لگا ہوں۔ اس وقت جس قدر لشکر ہمارے ساتھ ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک رومی خان تمہاری سرکردگی میں ہوگا اور خان جہان شیرازی تمہارے ساتھ کام کرے گا دوسرا لشکر میرے اور امیر خان کے پاس ہوگا۔

تم ایسا کرو جو لشکر رومی خان تمہیں ملے گا اسے مزید دو حصوں میں تقسیم کرو۔ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے انہیں مغلوں سے پاک صاف کرتے ہوئے نوساری کے مقام پر دونوں جا کے مل جانا۔ نوساری میں جب تم دونوں کا لشکر آپس میں متحد ہو جائے تو پھر تم اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ بہروت کا رخ کرنا۔ بہروت میں اس طرف سے قاسم حسین مرزا حاکم ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اگر تم دونوں اسے شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا مغلوں کے خلاف ہماری کامیابی کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔

تمہیں روانہ کرنے کے بعد میں اور امیر خان بھی یہاں سے کوچ کریں گے۔ لشکر میں

جس قدر عورتیں ہیں وہ سب لشکر کے اس حصے میں رہیں گی جو میرے پاس ہوگا۔ میں اور میر خان بھی اپنے کام کی ابتدا کریں گے اور مختلف شہروں اور قصبوں سے مغلوں کو نکالنے کے عمل کی ابتدا کریں گے۔

رومی خان' خان جہان شیرازی اور امیر خان تینوں نے تاج الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر دو حصوں میں لشکر کو تقسیم کیا۔ پہلے رومی خان اور خان جہان شیرازی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد تاج الدین اور امیر خان بھی دریائے نربدا کے کنارے سے اپنی مہم کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

☆

تاج الدین رومی خان امیر خان اور خان جہان شیرازی کے اس طرح حرکت میں آنے سے بہتر نتائج سامنے آنے لگے۔ چاروں ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف جست و خیز کرتے ہوئے مغلوں کو پسپا کرنے لگے تھے۔ جس وقت سلطان بہادر ہمایوں کے مقابلہ پر گیا تھا اس کا ایک سالار جو ہراول دستے کا کماندار تھا نام جس کا سید علی خراسانی تھا وہ سلطان بہادر سے غداری کرتے ہوئے سلطان سے علیحدہ ہو کر ہمایوں سے جا ملا تھا اور اس واقعہ سے سلطان بہادر کو بڑا دکھ اور پریشانی ہوئی تھی۔ اور اس کے اس طرح مغلوں سے مل جانے کے بعد مغلوں کے مقابلے میں سلطان بہادر کے قدم اکھڑے تھے۔

ایسا ہی معاملہ اب مغلوں کے ساتھ پیش آیا۔ تاج الدین اور امیر خان بڑی تیزی سے احمد آباد کا رخ کر رہے تھے۔ احمد آباد میں اس وقت ہمایوں کا بھائی عسکری مرزا احمد آباد کا والی تھا۔ تاج الدین امیر خان جب احمد آباد کے نزدیک پہنچے تب عسکری مرزا کا ایک سالار نام جس کا امیر غضنفر بیگ تھا وہ تاج الدین ملا۔ ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد سلطان بہادر کی طرف روانہ کیے اور اس کو احمد آباد کی طرف آنے کی دعوت دی۔

عسکری مرزا کو جب خبر ہوئی کہ اس کا سالار امیر غضنفر بیگ بھاگ کر تاج الدین سے جا ملا ہے تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیے بغیر احمد آباد سے نکل بھاگا۔

اب صورت کچھ اس طرح سامنے آئی کہ یکے بعد دیگرے احمد آباد سے مرزا عسکری پٹن سے یادگار مرزا' بہروت سے قاسم حسین جنانیر سے نیر دبیگ تاج الدین' امیر خان رومی خان اور خان جہاں شیرازی کے حملوں کے باعث اپنے اپنے علاقوں کو چھوڑ کر برہان پور کا رخ کر رہے تھے۔ جہاں اس وقت ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ جنانیر کے مغل حکمران نیر دبیگ نے جنانیر خالی کرنے میں کچھ تاخیر سے کام لیا اس لیے کہ اسے حوصلہ تھا کہ مغل شہنشاہ ہمایوں قریب ہی برہان پور میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ کسی بھی وقت اپنے لشکریوں کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔

دوسری طرف سلطان بہادر کو حالات کا علم ہو چکا تھا۔ امیر غضنفر بیگ نے جو اس کی طرف پیغام بھجوایا تھا اس کا اس نے مثبت جواب دیا اور جو لشکر اس کے ساتھ تھا اس کو لے کر وہ نکل کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے اس نے جنانیر کا رخ کیا۔ مغل والی نیر دبیگ کو جب خبر ہوئی کہ سلطان بہادر جنانیر کا رخ کیے ہوئے ہے تو وہ اپنے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جنانیر اس نے خالی کر دیا۔

دوسری جانب ہمایوں نے صرف چند روز برہان پور میں قیام کیا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہ شادی آباد کی طرف چلا گیا تھا لہٰذا اس کے سالار جن جن علاقوں پر حاکم مقرر کیے گئے تھے وہ سب علاقے خالی کرتے ہوئے شادی آباد کا رخ کر رہے تھے وہ چاہتے تھے کہ ہمایوں سے جاملیں اور اس کے مشورے کے مطابق عمل کریں۔

ہمایوں اگر چاہتا تو حالات کو پھر پلٹ سکتا تھا۔ جو علاقے خالی ہو رہے تھے۔ دوبارہ ان پر قبضہ کر سکتا تھا لیکن خود اس کی مملکت میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا' خود تو وہ شادی آباد میں

مقیم تھا جبکہ بنگال اور اس کے نواحی علاقوں میں شیر شاہ سوری نے مغلوں کے خلاف آفت مچا رکھی تھی۔ لہٰذا جونہی اس کے سالار گجرات کی سلطنت کے سارے علاقوں کو خالی کرنے کے بعد اس کے پاس شادی آباد پہنچے اس نے دوبارہ گجرات کی سلطنت پر قبضہ کرنے کی بجائے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ فی الفور اپنے لشکر کو سمیٹتا ہوا وہ آگرہ کی طرف چلا گیا۔ اس لیے کہ بنگال کی طرف سے شیر خان امڈتے طوفانوں کی طرح بڑھتا چلا آ رہا تھا اور مغل سلطنت کے لیے خطرات پیدا کرتا چلا جا رہا تھا۔

جنانیر کے مقام پر تاج الدین' رومی خان' امیر خان جہان شیرازی سلطان بہادر سے آن ملے تھے۔ سلطان بہادر نے شاندار انداز میں ان کا استقبال کیا۔ سب کو گلے لگا کر ملا۔ سب کی اس نے پیشانی چومی آخر میں تاج الدین کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

''تاج الدین! میرے بیٹے میں سمجھتا ہوں یہ تمہاری حیدر خان' اور اختیار خان کی انتہا درجہ کی سعادت مندی تھی کہ تم لوگوں نے میرے کسی بھی فیصلے کے خلاف سرکشی اور بغاوت اختیار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ دراصل میں تاتار خان کے فیصلوں کے بیچ میں بہک گیا تھا۔ اس کے کہنے پر میں نے دشت میں فصل اگانے اور ریت میں پھول پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اس کے کہنے پر میں بہتے پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت چل پڑا تھا جہاں میرے سامنے خطرات ہی خطرات تھے۔ تاتار خان کے کہنے پر میں نے سلگتے تاریک اندھیروں کو روشنی کے نگر میں تبدیل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ میں نے فرامین خداوندی کو فراموش کرتے ہوئے حرص کی لامحدود طاقتوں میں کھو جانے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا لہٰذا مجھے مغلوں کے ہاتھوں وہ دن دیکھنے پڑے جن کا میں ہی نہیں میرا کوئی سالار بھی سوچ تک نہ سکتا تھا۔

تا تار خان کے فیصلوں پر عمل کرتے ہوئے مجھے نا قابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑا- مجھے اس امر کا تو افسوس نہیں میرے شہروں کو لوٹا گیا تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا گیا- ان شہروں کو میں پھر آباد کرلوں گا گری ہوئی عمارتوں کو پھر استوار کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا لیکن جو سب سے بڑا میرا نقصان ہوا ہے وہ یہ کہ حیدر خان اور اختیار خان دونوں مغلوں کے ساتھ چلے گئے ہیں- وہ میری مملکت کے ایسے ستون تھے جن پر سلطنت کی عمارت کھڑی تھی- ان کو میں کبھی فراموش نہ کرسکوں گا یہ ایسا نقصان ہے جو زندگی بھر میرے لیے کرب بنا رہے گا-

تاج الدین میرے بیٹے! میں تیرا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں کہ مغلوں کے آگ اور خون کے وحشت بدوش پھیلائے کھیل کے اندر تو صبر و رضا کا نرم اجالا بن کر نمودار ہوا- ان کی پیاس کے صحرا میں کیا خوب تو برستی گھٹا بن کے چھا گیا اور اپنے علاقے ان سے واپس لے لیے- میں جس قدر تیرا شکریہ ادا کروں کم ہے اس لیے کہ......''

سلطان بہادر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے تاج الدین بول پڑا-

''سلطان محترم! آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے- میں آپ کے لشکر کا ایک سالار تھا اور ہوں جو کچھ میں نے کیا ہے یہ سب میرے منصب کا تقاضا تھا اور مجھے ایسا ہی کرنا چاہئے تھا بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ ہم اپنے علاقوں کو مغلوں سے خالی کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں-

سلطان محترم اس موقع پر میں آپ کے سامنے ایک تجویز پیش کرنے کی جسارت کروں گا مجھے امید ہے کہ آپ میری اس تجویز سے اتفاق کریں گے-

آپ جانتے ہیں کہ اس وقت بلکہ ابھی تک ہماری سلطنت میں ایک طرح کی بدنظمی پھیلی ہوئی ہے- ابھی تک لوگوں کو یہ تک خبر نہیں کہ آپ کہاں ہیں- زندہ بھی ہیں یا نہیں محفوظ بھی ہیں یا خطرات میں گھرے ہوئے ہیں- لہٰذا ہمیں جنا نیر میں پڑاؤ کر کے اپنا وقت

ضائع نہیں کرنا چاہئے- یہاں سے ہمیں سیدھا اپنے مرکزی شہر احمد آباد کا رخ کرنا چاہئے- جب ہم احمد آباد پہنچتے ہیں اور لوگوں کو خبر ہوتی ہے کہ مغلوں کو نکال باہر کیا ہے اور سلطان بہادر زندہ ہیں تو یاد رکھیئے گا لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور پھر پہلے جیسے ولولے اور جوش کے ساتھ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جائیں گے اور سارے علاقوں میں آپ کی حاکمیت اعلیٰ بحال ہو جائے گی-''

تاج الدین جب رکا تب تھوڑی دیر تک سلطان بہادر مسکراتا رہا پھر اس کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا-

''تاج الدین میرے بیٹے! تم کوئی تجویز پیش کرو اور میں اسے نہ مانوں یہ ہو ہی نہیں سکتا- لشکر ابھی اور اسی وقت یہاں سے احمد آباد کی طرف کوچ کرے گا اب یہاں سے ہٹو اور لشکر میں کوچ کے نقارے بجادو-''

سلطان بہادر کے ان الفاظ پر تاج الدین کے چہرے پر گہری پرسکون مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر تھوڑی دیر بعد پورا لشکر جنا نیر سے احمد آباد کا رخ کر رہا تھا-

راجکماری اناوتی کے پاؤں کا زخم اب مکمل طور پر ٹھیک ہو چکا تھا اور وہ بغیر کسی بیساکھی کے ذرا لنگڑا کے چل پھر لیتی تھی۔ ایک روز صبح کا کھانا کھا کے جب وہ فارغ ہوئی تو ستیو ودھیا اس کے کمرے میں داخل ہوئی اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اناوتی میری بہن! آج اگر میں تم سے یہ کہوں کہ کچھ لوگ تم سے ملنے کے لیے آئے ہیں جو تمہارے انتہا درجہ کے عزیز ہیں......"

ستیو ودھیا ابھی اپنی بات مکمل نہ کر پائی تھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی طرف گھور کر دیکھتے ہوئے اناوتی بول پڑی۔

"میرے کون سے عزیز ہیں جو میری خبر گیری کرنے کے لیے آئیں گے۔ میرے مقدر میں تو نہ اب کوئی سنگیت کی لہر ہے نہ خواب انگیز آواز' میں بے ٹھکانہ لڑکی ہوں میرے لیے بادیہ صحرا' جنگل' بستی' شہر سب برابر ہیں۔ اگر کوئی میرا پوچھنے کے لیے آ سکتا تھا تو وہ اجین شہر سے ہی آ سکتا تھا مگر ان سے جدائی اور علیحدگی تو اسی روز ہو گئی تھی جب میں نے ہندو دھرم ترک کر کے اسلام قبول کر لیا تھا۔

اب تو میں اس جگت میں درآشوب پر دستک دیتی آہ و فغاں اور سنگین راتوں کے گرد آلود جذبوں کی آہ ہوں۔ میں تو حاصل حیات کو نابود کرتی نفرت کی بازگشت کا شکار ہو چکی ہوں۔ خشک پتا اور گندم کا ناکس خوشہ ہوں' خاموش تنہا خشک ہوتی بوند ہوں پتھر کی بستیوں میں

نو وارد مسافر جیسی بے بس ہوں۔"

راجکماری اناوتی جب رکی تو ستیو ودھیا نے کچھ سوچتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"اگر اجین کی طرف سے آپ کی علیحدگی ہو چکی ہے تو ابھی آپ کے سامنے ایک منزل ضرور ہے اور وہ تاج الدین اور مارتھا ہیں کیا ان سے بھی آپ نے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور انہیں بھی آپ نے اپنے دل سے نکال دیا ہے۔"

راجکماری اناوتی روہانسی سی ہو گئی تھی کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"انہیں میں کیسے بھلا سکتی ہوں کیسے فراموش کر سکتی ہوں تاج الدین تو میرے بدن کو تھپکی دیتی خوشبو بھری گود تھے۔ میرے گالوں کی خوشگوار حرارت اور میرے دل کی لطیف خوشگوار دھڑکن تھے وہ میرے سانسوں کی تھکن میری نگاہوں کے سکوت کے لیے رنگ بھرا سنگیت میرے جسم کا تقدس بھرا جذب' میرے چہرے کا تبسم میرے جیون کی اہم ترین منزل تھے۔"

اناوتی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ستیو ودھیا بول پڑی۔

"میری بہن تم لفظ "تھے" کیوں استعمال کرتی ہو۔ کیا اب ان سے تم نے قطع تعلقی کر لی ہے۔"

رونے کے انداز میں اناوتی پھٹ پڑی۔

"ان سے کیسے قطع تعلقی کر سکتی ہوں تاج الدین اس کائنات' اس جگ کے اندر وہ تی ہیں جنہیں میں نے ٹوٹ کر پیار کیا ہے اور مارتھا وہ لڑکی ہے جسے میں نے بہن کی طرح ہا اس لیے کہ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ ستیو ودھیا میری بہن اجین میں رہتے ہوئے جب ں آسمان کے ستاروں کی طرف دیکھتی تھی تو ان کی سرگوشی میں مجھے صرف تاج الدین کا نام

سنائی دیتا تھا۔ اب میرے دلکش او حسین نقوش پاؤں کٹنے کی وجہ سے عیب دار ہو چکے ہیں۔ میں انتہائی مایوسی اور ندامت کے آنسو لے کر کیسے تاج الدین کے سامنے جاؤں گی۔ میرے سامنے اب تاریکی کے سوا کچھ نہیں۔ جی چاہتا ہے کسی ایسی جگہ چلی جاؤں جہاں انسانوں کی حکومت نہ ہو۔ جہاں قہرمانیوں کی یورش ہو جہاں یخ بستہ اداسیوں کے جھکڑ زنگ آلود ماحول ہو۔ زندگی جہاں سزا ہو۔ جہاں ذلت بھرا نوحہ ہو اور وہاں رہتے ہوئے میں اپنی ذات کا خاتمہ کر دوں۔''

راجکماری اناوتی جب خاموش ہوئی تو آگے بڑھ کر ستیو ودھیا نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اناوتی میری بہن ایسی مایوسی اور دکھ کی باتیں نہیں کرتے دیکھو میں ابھی لوٹتی ہوں اور جو معزز مہمان تمہیں ملنے کے لیے آئے ہیں انہیں اپنے ساتھ لے کر آئی ہوں۔''

ستیو ودھیا جب اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی تو چلاتے ہوئے اناوتی بول پڑی۔

''ستیو ودھیا باہر جانے سے پہلے مجھے یہ تو بتا دو کہ مجھ سے ملنے کون آیا ہوا ہے۔''

ستیو ودھیا جواب دیے بغیر بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ستیو ودھیا اور سویار دونوں اس کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ راج کماری اناوتی دنگ رہ گئی۔ اس نے دیکھا ستیو ودھیا اور سویار دونوں کے پیچھے پیچھے مارتھا کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

راجکماری اناوتی کی حالت اور کیفیت عجیب طرح کی ہو رہی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے مارتھا بھاگ کر آگے بڑھی اور راج کماری اناوتی کو اس نے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس پیشانی اس کا منہ اس کا چہرہ چوم لیا تھا۔ اسے اپنے ساتھ بڑی گرم جوشی سے لپٹا لیا تھا۔

صورتحال عجیب سی کیفیت اختیار کر گئی تھی۔ راجکماری اناوتی کا دل بھر آیا تھا اور وہ مارتھا سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

مارتھا جب علیحدہ ہوئی تو اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اناوتی بول پڑی۔

''مارتھا میری بہن تمہیں کیسے خبر ہوگئی کہ میں یہاں ہوں؟''

مارتھا نے شکووں اور گلوں بھری آواز میں اناوتی کو مخاطب کیا۔

''پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم نے ان لوگوں کو کیوں منع کیا تمہارے پاؤں کٹنے کی خبر یہ ہم تک نہ پہنچائیں تم نے اپنی ذات کے ساتھ اتنا بڑا ظلم اور جبر کیوں کیا۔ جب تمہارے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا تھا اسی وقت تمہیں چاہئے تھا مجھے اطلاع کرتیں۔ میں سارے کام چھوڑ کر یہاں تمہارے پاس آتی خود تمہاری تیمارداری کرتی اس کے بعد تمہیں اپنے ساتھ اپنے گھر احمد آباد لے کر جاتی۔''

اناوتی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''مارتھا میری بہن میں نے خود ہی انہیں منع کیا تھا۔ دراصل پاؤں کٹنے کے بعد میں اپنے آپ کو ایک عیب دار لڑکی خیال کرنے لگی تھی اور میں نہیں چاہتی تھی کہ میں اپنا یہ عیب لے کر تمہارے اور تاج الدین کے سامنے جاؤں۔ اسی بنا پر میں یہاں پڑی رہی، کبھی کبھی جی چاہتا تھا کہ اڑ کر تم دونوں کے پاس پہنچ جاؤں پر دل کی ملامتیں میری راہ روک لیتی تھیں میرے پاؤں میں زنجیریں ڈال دیتی تھیں۔ صبر شکر کر کے یہیں پڑی رہ جاتی تھی مگر تمہیں خبر کیسے ہوئی کہ میں یہاں زندگی کی کشمش میں مبتلا ہوں۔''

مارتھا کی بجائے اس بار سویار بول پڑی۔

''اناوتی میری بہن تم نے تو ہمیں منع کر دیا تھا کہ بھائی تاج الدین اور مارتھا کو تمہارے زخمی ہونے کی خبر نہیں کرنی لیکن دیکھو میں نہیں چاہتی تھی کہ تم کسمپرسی کی حالت میں

زندگی بسر کرو۔تم نے دیکھا میں سیتو ودھیا' وانجی یا میرا باپ یہاں سے نہیں گئے بلکہ اپنے باپ سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی بستی کے ایک آدمی کو ہم نے بھائی تاج الدین اور مارتھا کی طرف بھیجا اور اسی نے جا کر انہیں تمہارے زخمی ہونے کی خبر دی۔''

مسکراتے ہوئے سویار کی طرف اناوتی نے دیکھا پھر مارتھا کو مخاطب کیا۔

''تمہارے وہ کہاں ہیں؟''

مارتھا نے تیز نگاہوں سے اناوتی کی طرف دیکھا۔

''وہ کون؟''

''تمہارے شوہر اور کون۔''

''اب ان پر تمہارا بھی حق ہے۔صرف وہ میرے ہی نہیں ہیں تمہارے بھی ''وہ'' ہیں''

پھر عجیب سے انداز میں مارتھا نے سویار کی طرف دیکھا۔سویار باہر نکلی تھی تھوڑی دیر بعد سویار پھر کمرے میں داخل ہوئی۔اس کے پیچھے پیچھے وانجی' تاج الدین اور سویار کا باپ وکرم تھے۔

تاج الدین کو وہاں دیکھتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے اناوتی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس کی گردن جھک گئی تھی۔تاج الدین آگے بڑھا۔اناوتی کے سر پر ہاتھ رکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اناوتی تم نے اپنے آپ پر بڑا جبر کیا۔ظلم کیا جب تمہارے ساتھ یہ حادثہ ہوا تھا تو اسی وقت چاہئے تھا کہ وانجی کو میری طرف روانہ کرتی۔میں اور مارتھا خود یہاں آتے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔بہر حال اب بھی ہم وقت پر پہنچ گئے ہیں اٹھو تیاری کرو اور یہاں سے کوچ کریں۔ہم رات کے پچھلے حصے میں یہاں پہنچ گئے تھے۔تم اس وقت گہری نیند سو رہی تھی لہٰذا ہم نے تمہیں جگانا پسند نہیں کیا۔میں اور وانجی باہر تین گھوڑوں کو تیار کر چکے

ہیں ہم کوچ کے لیے تیار ہیں۔اب اٹھو تیاری کرو۔''

عجیب سے انداز میں اناوتی نے تاج الدین کی طرف دیکھا پھر ہلکی سی آواز میں بولی۔

''لیکن ......''

تاج الدین نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''لیکن ......ویکن ......کچھ نہیں''

اس موقع پر وکرم بول پڑا۔

''تاج الدین میرے بیٹے اگر تم کہو تو میں ایک بات کہوں مجھے امید ہے کہ تم میری بات مان جاؤ گے۔تھوڑی دیر پہلے میں اور میری بیٹی سویار آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کر چکے ہیں کہ یہاں ہماری بستی میں ہی تمہارے اور اناوتی کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا۔اس کے بعد بیوی کی حیثیت سے اسے لے کر یہاں سے رخصت ہو گے۔''

مارتھا نے بھی وکرم کی تائید کی۔سویار اور سیتو ودھیا بھی تائید کر رہی تھی اس موقع پر تاج الدین بول پڑا۔

''میں نے مارتھا کے ساتھ مل کر ایک فیصلہ کیا ہے اور وہ یہ کہ وانجی اور سیتو ودھیا بھی میرے ساتھ جائیں گے آج جب میرے اور اناوتی کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا وہاں وانجی اور سیتو ودھیا کی شادی کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔اس کے بعد میں یہ بھی کہنا پسند کروں گا کہ آپ دونوں باپ بیٹی بھی ہمارے ساتھ چلیں۔''

اس پر سویار فوراً بول پڑی۔

''تاج الدین میرے بھائی اب ہم دونوں باپ بیٹی اس بستی میں بالکل محفوظ ہیں یہاں ہمارے بے شمار قریبی رشتے دار ہیں انہیں چھوڑ کر ہم جا نہیں سکتے۔''

تھوڑی دیر سب آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے۔اس کے بعد تاج الدین اور

اناوتی کے نکاح' ستیو ودھیا اور وانجی کی شادی کا اہتمام کیا گیا- راجکماری اناوتی کے پاس جس قدر نقدی اور قیمتی اشیاء کی صورت میں اثاثہ تھا اس میں سے آدھا اس نے سویارا اور اس کے باپ وکرم کے حوالے کیا پھر اسی روز تاج الدین مارتھا' اناوتی وانجی اور ستیو ودھیا' سویار کی بستی سے احمد آباد کی طرف کوچ کر گئے تھے-